دیوان
سیّد البطحاء
حضرت ابوطالب علیہ السلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیوانِ سیّد البطحاء

(حضرت ابوطالبؑ)

مترجم و محقّق

سیّد تلمیذ حسنین رضوی

ناشر

نشر دانش ریسرچ اکیڈمی (امریکا)

کتاب کی شناخت

نام کتاب .... دیوانِ سیّد البطحاء (حضرت ابوطالبؑ)

مترجم و محقق .... سیّد تلمیذ حسنین رضوی

طبع .... اول

تعداد اشاعت ۱۰۰۰

کمپوزر .... قائم گرافکس۔ جامعہ علمیہ ڈیفنس فیز ۴ کراچی

پیج سیٹنگ .... مجاہد حسین حرّ

سن اشاعت 2016ء

طابع .... سیّد غلام اکبر

نشرِ دانش ریسرچ اکیڈمی (امریکا)

NASHR-E-DANISH RESEARCH ACADEMY

128Oak Creek Road

East Windsor, NJ 08520

Phone:+609-426_8663

امیر المومنینؑ اور اشعار ابوطالب

كَانَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عليه السلام يُعْجِبُهُ أَنْ يُرْوَى شِعْرُ أَبِي طَالِبٍ وَ أَنْ يُدَوَّنَ وَ قَالَ تَعَلَّمُوهُ وَ عَلِّمُوهُ أَوْلَادَكُمْ فَإِنَّهُ كَانَ عَلَى دِيْنِ اللهِ وَفِيْهِ عِلْمٌ كَثِيْرٌ.

ابوالفرج اصفہانی نے اسناد کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس روایت کی تخریج کی ہے انھوں نے فرمایا کہ امیر المومنین علیہ السلام کو یہ بات اچھی لگتی تھی کہ حضرت ابو طالبؑ کے اشعار کی روایت کی جائے اور اسے مدوّن کیا جائے اور فرمایا تم لوگ ان اشعار کو پڑھو اور اپنی اولاد کو بھی ان اشعار کی تعلیم دو اس لیے کہ حضرت ابو طالبؑ اللہ کے دین پر تھے اور ان کے اشعار میں بے انتہا علم ہے۔[1]

[1] ایمان ابی طالب المعروف بکتاب الحجّۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالب۔ ۱۳۰

فہرست کتاب

طُلُوع

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِہِ الطَّاہِرِیۡنَ.

امابعد مکّہ مکرمہ کے سردار، شیخ البطحاء حضرت ابو طالب علیہ السلام کے دیوان کا تشریحی ترجمہ حاضرِ خدمت ہے۔ ۶۱ صفحات پر مشتمل ان کے مختصر حالاتِ زندگی اور خدمات کا تذکرہ ہے۔ اسی سے متصل صفحہ ۶۲ سے ۷۳ تک نوجوان خطیب عزیزم علامہ سید ارتضیٰ عباس نقوی نے قبرِ ابو طالب کے حوالے سے نہایت وقیع اور تحقیقی مضمون قلم بند کیا ہے جو اس کتاب کی زینت ہے۔ میں صمیمِ قلب سے اُن کا شکر گزار ہوں۔ اور آخر میں صفحہ ۸۷ سے ۱۰۶ تک بخاری و مسلم و دیگر کتب کی روایات پر تبصرہ اور تحلیل اور تنقید ہے۔ علمِ رجال کی روشنی میں ان احادیث کو باطل اور من گھڑت ثابت کیا گیا ہے۔ صفحہ ۹۶ قافیۃ الباء سے دیوان کا آغاز ہوتا ہے اور ص ۴۰۲ پر منتہی ہوتا ہے۔ آخر میں صفحہ ۴۰۳ سے ۴۰۷ تک ۴۶ مشہور کُتب کی فہرست ہے جو حضرت ابو طالب علیہ السلام کے بارے میں زیورِ تحریر سے آراستہ ہوئیں۔

کافی عرصے سے میری یہ خواہش تھی کہ محسنِ رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت عبد المطلب کے فرزند ارجمند حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے والدِ گرامی حضرت ابو طالب کے گراں قدر اشعار جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت میں ان کی زبانِ مبارک سے جاری ہوئے جنھوں نے حمایت اور نصرتِ پیغمبرِ اکرم کا حق ادا کر دیا، جن کے اشعار آیاتِ قرآنی کے ترجمان اور دین و آئینِ شریعت کے پاسبان نظر آتے ہیں حضرت ابو طالب علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ کا ہر لحہ اور زندگی کا ہر پل اسی فکر میں گذرا کہ کس طرح خاتم النبین کی جان بچائیں اور کیسے انھیں دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھیں۔ اشعارِ ابو طالب کی قوت و طاقت کا آپ اس طرح اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہر شعر تلوار کی دھار سے زیادہ تیز اور تیر و سناں سے زیادہ مؤثر اور ہدف تک رسائی حاصل کرنے والا ہے۔ آپ کے اشعار نے دشمن کے سامنے ایک

بند باندھ دیا تھا یہ اشعار سدِّ سکندری بن گئے تھے اور آپ کے ان پُر اثر، پرمغز محاسنِ شعری سے مملو اور ادب عالیہ سے بھرپور اشعار نے دشمنوں کی بساط الٹ کر رکھ دی، ان کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا، ان کی کوششوں، کاوشوں، ریشہ دوانیوں اور فتنہ پردازیوں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ حضرت ابوطالبؑ سینہ سپر رہے، اپنے موقف پر جمے اور ڈٹے رہے۔ اور ۴۲ سال تک آنحضرت ﷺ کی نگہ بانی، نگہ داشت، حمایت، حفاظت اور نصرت کرتے رہے۔ اور دشمنانِ رسول اور دشمنانِ دین کا ڈٹ کر تن تنہا مقابلہ کیا جب تک زندہ رہے کسی کافر اور مشرک کی مجال نہ تھی کہ رسول اکرم ﷺ کی طرف میلی آنکھ سے دیکھ سکے۔

ترجمہ کرتے وقت کافی دشواریاں تھیں حضرت ابوطالب علیہ السلام کے اشعار زمانہ جاہلیت کے شعراء، امرؤالقیس نابغہ طرفہ، لبید اور زُہیر سے شعری محاسن میں کسی طرح کم نہ تھے۔ اور آپ کی نثر قُس بن ساعدہ، عمرو بن معدی کرب، اکثم بن صیفی اور سحبان بن وائل سے اعلیٰ اور ارفع نظر آتی ہے۔

میں نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ مفہوم شعر سے قریب تر ہو اور مشکل الفاظ اور اُن کے معانی بھی کہیں کہیں دیے گئے ہیں، مختلف دواوین میں اشعار یا الفاظ کے اختلاف کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے۔ اشعار میں جن واقعات اور افراد و اشخاص کی جانب اشارہ ہے اُن کی وضاحت کردی گئی ہے۔ حوالہ جات کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ اکثر کتب حوالہ میری لائبریری میں موجود ہیں ان سے براہ راست استفادہ کیا ہے۔

اس دیوان کو مرتب کرتے وقت جن کتابوں سے مدد لی گئی ان کی فہرست پیش خدمت ہے۔

۱۔ الدُّرَّةُ الغرّاء فی شعر شیخ البطحاء (دیوان ابی طالب) جمع وتحقیق وشرح باقر قربانی زرّیں تقدیم العلامۃ جعفر مرتضیٰ العاملی موسسہ دائرۃ المعارف الاسلامیۃ طہران طبعۃ اولیٰ ۱۴۱۶ھ
۲۔ غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب عم النبی ﷺ لجامعہ وشارحہ شاعر النبی ﷺ محمد خلیل الخطیب المدرس فی الازہر الشریف ۱۹۵۰۔۱۹۵۱
۳۔ دیوان ابی طالب، عم النبی ﷺ جمعہ وشرحہ الدکتور محمد تونجی، الناشر دار الکتاب العربی ۱۴۱۴ھ ۱۹۹۴ء الطبعۃ الاولیٰ
۴۔ دیوان ابی طالب بن عبدالمطلب بن ھاشم۔ عبدالحق العانی۔ کوفان للنشر۔ الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۱ھ ۱۹۹۱ء
۵۔ دیوان ابی طالب عبد مناف بن عبدالمطلب المتوفی فی العام الثالث قبل الھجرۃ جمع ابی ھفّان عبداللہ

المھزمی متوفی ۲۵۷ھ تقدیم محمد حسین الجلالی ۱۴۲۷ھ قلمی نسخہ جسے عفیف بن اسعد نے تحریر کیا ۳۸۰ھ بغداد

۶۔ دیوان ابی طالب بن عبد المطلب صنعہ ابی ھفّان المھزمی البصری التوفی ۲۵۷ھ وصنعہ علی بن حمزة البصری التمیمی التوفی ۳۷۵ھ، تحقیق الشیخ محمد حسن آل یاسین، منشورات دار ومکتبۃ الھلال ۲۰۰۹ء

۷۔ شعر ابی طالب و اخبارہ والمستدرک علیہ، للادیب اللغوی ابی ھفّان عبد اللہ بن احمد المھزمی التوفی سنۃ ۲۵۷ھج تحقیق قسم الدراسات الاسلامیۃ۔ موسسہ البعثۃ، منشورات دار الثقافۃ عن نسخۃ بخط ابی الفتح عثمان جنّی الطبعۃ الاولیٰ فی ایران ۱۴۱۴ھ

۸۔ نصوص الدراسۃ تالیف جمع من القدماء، تقدیم و تحقیق محمد حسین الحسینی الجلالی، منشورات مؤسسہ الاعلمی بیروت۔ لبنان ۱۴۰۸ھ ۱۹۸۸ء۔ اس مجموعے میں ۱۵ ویں کتاب دیوان شیخ الاباطح ابی طالب ہے۔ جمع ابی ھفان عبد اللہ بن احمد المھزمی العبدی روایۃ عفیف بن اسعد عن عثمان بن جنی النحوی مشروحاً، صححہ وعلق علیہ العلامۃ السید محمد صادق آل بحر العلوم

۹۔ دیوان ابی طالب، عبد مناف بن عبد المطلب عم النبی ﷺ کافلہ فی صغرہ وحامیہ من قریش اعتنی بہ الشیخ محمد علی قطب، المکتبۃ العصریۃ۔ صیدا۔ بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۲۰۱۱ء ۱۴۳۲ھ

۱۰۔ کلام ابی طالب رضوان اللہ علیہ۔ اردو ترجمے کے ساتھ، پروفیسر مولانا علی حسنین شیفتہ ایم۔اے تاج الافاضل، ناشر مجلس علوم آل عبا سرگودھا۔ طبع اوّل دسمبر ۱۹۷۵ھ۔ براہ راست تاریخ وحدیث کی قابل اعتماد عربی کتابوں سے کلام ابو طالب کو مرتب کیا

۱۱۔ دیوان ابی طالب عم النبی۔ اردو ترجمہ، مرتب ڈاکٹر محمد التونجی، مترجم مولانا سید رضی جعفر نقوی، اشاعت اوّل ۲۰۰۴ء، پرنٹر کاروان پرنٹنگ پریس

۱۲۔ شعرُ ابی طالب، دراسۃ ادبیۃ، دھناء عباس علوی کشکول، مکتبۃ الروضۃ الحیدریۃ۔ النجف الاشرف، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۳۲ھ ۲۰۱۱ء صفحات ۴۹۵

حضرت ابوطالب علیہ السلام سے مربوط یہ کتابیں میری لائبریری میں موجود ہیں۔

اردو کُتب:

۱۔ ابوطالب، ترجمہ مولوی سید ظفر مہدی، شیخ الاباطح السید محمد علی شرف الدین موسوی، تعداد صفحات ۱۰۱

۲۔ جناب ابوطالب علیہ السلام، مؤلفہ محمد باقر النقوی مدیر رسالۂ اصلاح کھجوا۔ بہار، عراق کے عالم آقا سید محمد علی خان آل سید علی خان، ابوطالب و بنوہ کا اضافے کے ساتھ ترجمہ

۳۔ محافظ رسالت۔ سید اکبر مہدی، ادارۂ نشر علوم صاحب العصر، حیدرآباد دکن، طبع اوّل اکتوبر ۱۹۸۴ء صفحات ۸۷

۴۔ عمران وآل عمران، تصنیف علامہ السید محمد قاسم، ادارہ تذکرۃ الطاہرین، نواب شاہ۔ صفحات ۷۹

۵۔ فیضان ابو طالب از ڈاکٹر سید بدرالحسن عابدی، بنارس ہندو یونی ورسٹی، وارانسی ناشر الجواد بک ڈپو پر ہلاد گھاٹ۔ وارانسی، سن طباعت ۱۹۷۲ء، کل صفحات ۳۲۰

۶۔ ابوطالب مومن قریش، تحریر علامہ عبداللہ الخنیزی، ترجمہ علامہ ذیشان حیدر جوادی، چوتھا ایڈیشن ۱۹۷۷ء

۷۔ ابوطالب مظلوم تاریخ، علامہ امینی، اصل اردو ترجمہ محمد فضل حق، طبع دوم ۱۹۹۷ء، صفحات ۲۶۸

۸۔ اسلام ابو طالب حصہ اوّل اثبات المطالب فی ایمان ابی طالب، مصنف سید حشمت حسین جعفری بی۔اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ حیدرآباد ۱۹۷۲ء

۹۔ معارج العرفان در عصمۃ صغری ابی طالب عمران، مورخ اسلام پروفیسر خواجہ محمد لطیف انصاری، مکتبہ لطیف سٹیلائٹ ٹاؤن سرگودھا، تاریخ اشاعت محرم ۱۳۹۹ھ

۱۰۔ مطلوب طالب از ایمان ابوطالب، علامہ اثیر جاڑوی، مکتبہ انوار النجف دریاخان، ضلع بھکر

۱۱۔ ابوطالب محسنِ رسالت بجواب شرح المطالب فی مبحث ابی طالب، نذیر احمد انصاری، صفحات ۳۸۹

۱۲۔ عیون المطالب فی اثبات ایمان ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت علامہ صائم چشتی، چشتی کتب خانہ، جھنگ بازار، فیصل آباد، چھبیسویں بار، جون ۲۰۱۲ء صفحات ۹۶۰

۱۳۔ دیوان ابی طالب، مترجم سید شائق حسین، سن اشاعت ۱۴۳۰ھ ۲۰۰۹ء، حضرت ابو طالب کی ۲۷

نظمیں (قصائد) اس کتاب کی زینت ہیں اور اس کا مسلسل ترجمہ اردو میں کیا گیا ہے۔

۱۴۔ انوار ابو طالب، تحقیق و ترجمہ پروفیسر نصیر عباس نقوی، پروفیسر حسن حامد نقوی، انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں کیا گیا ہے، تحقیقی کتاب ہے اور درمیان کتاب مختلف موضوعات زیرِ بحث آئے ہیں، صفحات ۵۱۸ ہیں۔

۱۵۔ ایمان ابوطالبؑ بزبان ابوطالبؑ (دیوان ابوطالبؑ کا منظوم ترجمہ) حجۃ الاسلام مولانا سید عرفان حیدر جوادی (فہیم ابن کلیم الہ آبادی)

عربی کُتب

۱۔ منیۃ الراغب فی ایمان ابی طالب۔ آیۃ اللہ شیخ محمد رضا الطبسی (۱۳۱۷۔۱۴۰۵ھ)۔ دار الولاء بیروت لبنان، طبعہ ثانیہ ۱۴۲۵ھ۔ ۲۰۰۴ء

۲۔ ابوطالب مومن قریش۔ عبداللہ الشیخ الخنیزی۔ الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۱۸ھ ۱۹۹۷ء بیروت لبنان

۳۔ ایمان ابی طالب المعروف بکتاب الحجۃ علی الذاھب الی تکفیر ابی طالب۔ تالیف: الامام شمس الدین ابی فخار بن معد الموسوی، المتوفی ۶۳۰ھ تحقیق السید محمد بحر العلوم، انتشارات سید الشہداء۔ قم تاریخ نشر ۱۴۱۰ھ

۴۔ عطاءاتِ ابی طالب، تالیف: عبد الحسین الخزاعی، دار الکفیل الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۳۶ھ ۲۰۱۵ء النجف الاشرف

۵۔ ابوطالب عملاق الاسلام الخالد، محمد علی أسبر، دار الاصالۃ۔ بیروت۔ لبنان ۱۴۱۱ھ ۱۹۹۱ء

۶۔ اسنی المطالب فی نجاۃ ابی طالب، تالیف: العالم العلامۃ مولانا السید احمد بن زینی دحلان شیخ العلماء الاعلام بلد اللہ الحرام رحمہ اللہ تعالیٰ

فارسی کتاب

۱۔ ابوطالب مظلوم تاریخ، علامہ امینی۔ فارسی ترجمہ انتشارات بدر

حضرت ابو طالب علیہ السلام

نام: ابوطالب، عبد مناف، عمران

کنیت: ابوطالبؑ جو نام کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔

القاب: مومنِ قریش، سیّد البطحاء، شیخ قریش، رئیس مکہ، بیضۃ البلد

جب مشہور شاعر تأبّط شرّا سے دریافت کیا گیا: مَن سَيِّدُ الْعَرَب (عرب کا سردار کون ہے؟) تو اس نے جواب دیا: سَيِّدُ الْعَرَبِ أَبُو طَالِبِ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب (سیّد عرب ابوطالبؑ ابن عبد المطلب) ہیں جب اکثم بن صیفی تمیمی سے پوچھا گیا کہ تم نے حکمتیں، سرداری، حلم، بردباری اور سیاست کس سے سیکھی تو اس نے جواب دیا:

مِنْ حَلِيْفِ الْحِلْمِ وَ الْأَدَبِ سَيِّدِ الْعَجَمِ وَ الْعَرَبِ أَبُو طَالِبِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ.

حلیف علم و ادب سید عرب و عجم ابوطالب بن عبد المطلب سے۔

(حاشیہ احتجاج طبرسی از سید محمد باقر خراسانی جلد اوّل ص ۳۴۲۔ نجف اشرف۔ مطبوعہ ۱۹۲۶)

سید محمد باقر خراسانی کتاب احتجاج کے حاشیے پر لکھتے ہیں:

كَانَ أَبُو طَالِبٍ شَيْخًا، وَ سَيِّمًا، جَسِيْمًا، عَلَيْهِ بَهَاءُ الْمُلُوْكِ، وَ وَقَارُ الْحُكَمَاءِ، وَ كَانَتْ قُرَيْشٌ تُسَمِّيْهِ: اَلشَّيْخُ وَ كَانُوْا يُهَابُوْنَهُ، وَ يَخَافُوْنَ سَطْوَتَهُ وَ كَانُوْا يَتَجَنَّبُوْنَ أَذِيَّةَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فِيْ أَيَّامِهِ.

حضرت ابوطالبؑ بزرگ قوم حسین و جمیل اور قد آور شخصیت کے مالک تھے ان میں بادشاہوں کی شان و شوکت اور دانش مندوں کا وقار تھا۔ قریش انھیں شیخ کہہ کر پکارتے تھے۔ اور ان کی سطوت و جلالت اور عظمت سے

لرزہ براندام اور خائف رہتے تھے اور ان کے دورانِ حیات رسول اللہ کو اذیت پہنچانے سے اجتناب کرتے تھے۔

(حاشیہ احتجاج طبرسی از سید محمد باقر خراسانی جلد اوّل ص ۳۴۲۔ نجف اشرف۔ مطبوعہ ۱۹۶۶)

حضرت ابوطالبؑ کا نسب

ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قُصی بن کلاب بن مُرّہ بن کعب بن لُوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خُزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مُضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

والدہ کا نسب

فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مُرّہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان

زوجہ

فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف

ولادت کے وقت جو نام رکھا گیا وہ عبد مناف یا عمران تھا جب ان کے بڑے فرزند کی ولادت ہوئی تو اسی کی مناسبت سے ان کی کنیت ابوطالب قرار پائی جو بعد میں اُن کا نام بن گیا اور اب پوری دنیا میں آپ اسی نام سے موسوم ہیں حضرت علی علیہ السلام نے قرآن کریم کی تکمیل کے بعد یہ تحریر کیا تھا:

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ كَتَبَهٗ عَلِيُّ ابۡنُ اَبِيۡ طَالِبٍ.

اس قرآن کو علی ابن ابی طالب نے تحریر کیا ہے۔

عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب میں جمال الدین احمد بن علی الحسینی متوفی ۸۲۸ھ ص ۲۲ پر تحریر فرماتے ہیں:

اِمَّا اِسۡمُهٗ فَقِيۡلَ اِنَّهٗ عِمۡرَان

جہاں تک نام کا تعلق ہے تو کہا گیا ہے ان کا نام عمران تھا۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:

وَهِيَ رِوَايَةٌ ضَعِيۡفَةٌ رِوَاهَا اَبُوۡبَكۡرٍ مُحَمَّدُ بۡنُ عَبۡدِ اللهِ الۡعَبۡسِي الطَّرۡطُوۡسِيۡ اَلنَّسَّابَة.

یہ ضعیف روایت ہے جسے روایت کیا ہے ابوبکر محمد بن عبداللہ عبسی طرطوسی نے جونسب کے ماہر تھے۔

رجال کی مشہور کتاب اصابہ فی تمییز الصحابہ جلد ۴ ص ۱۱۵ میں ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فرماتے ہیں:

اَلْقِسْمُ الرَّابِعُ

أَبُو طَالِبِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ قُصَيِّ الْقُرَشِيُّ الْهَاشِمِيِّ، عَمَّ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَقِيْقُ أَبِيْهِ. أُمُّهُمَا فَاطِمَةُ بِنْتُ عَمْرِو بْنِ عَائِذِ الْمَخْزُوْمِيَّةِ. اِشْتَهَرَ بِكُنْيَّتِهِ، وَاِسْمُهُ عَبْدُ مَنَافٍ عَلَى الْمَشْهُوْرِ. وَقِيْلَ عِمْرَانُ. وَقَالَ الْحَاكِمُ: أَكْثَرُ الْمُتَقَدِّمِيْنَ عَلَى أَنَّ اِسْمَهُ كُنْيَّتُهُ.

وَلَدَ قَبْلَ النَّبِيِّ بِخَمْسٍ وَّ ثَلَاثِيْنَ سِنَةً. وَلَمَّا مَاتَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ أَوْصٰى بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى أَبِيْ طَالِبٍ، فَكَفَلَهُ وَأَحْسَنَ تَرْبِيَّتَهُ، وَسَافَرَ بِهِ صُحْبَتَهُ إِلَى الشَّامِ، وَهُوَ شَابٌّ. وَلَمَّا بَعَثَ قَامَ فِيْ نُصْرَتِهِ وَذَبَّ عَنْهُ مَنْ عَادَاهُ وَمَدَحَهُ عِدَّةُ مَدَائِحٍ مِنْهَا قَوْلُهُ لَمَّا اسْتَسْقٰى أَهْلُ مَكَّةَ فَسَقُوْا:

ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی القریشی الہاشمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم ان کے والد (عبداللہ) کے حقیقی بھائی ان کی والدہ فاطمہ بنت عمرو بن عائد المخزومیہ تھیں انھوں نے اپنی کنیت سے شہرت پائی اور ان کا نام عبد مناف ہے۔ جیسا کہ مشہور ہے اور کہا گیا ہے کہ ان کا نام عمران ہے اور حاکم نے کہا کہ اکثر متقدمین اس بات پر متفق ہیں کہ ان کا نام ان کی کنیت (ابوطالب) ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے ۳۵ سال پہلے پیدا ہوئے جب حضرت عبد المطلب کی وفات ہوئی تو انھوں نے ابوطالبؑ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں وصیت کی تھی حضرت ابوطالبؑ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت کی ان کی بہترین تربیت کی اور شام کے سفر کے دوران انھیں اپنے ساتھ رکھا جب کہ وہ جوان تھے اور جب آنحضرت مبعوث ہوئے تو اُن کی نصرت کے لیے کھڑے ہوگئے اور ان کے دشمنوں سے انھیں بچایا اور ان کی بے حد مدح سرائی کی اور جب اہل مکہ نے طلب باران کے لئے کہا اور اہل مکہ سیراب ہوگئے تو اس وقت آپ نے فرمایا:

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ

سورۂ آل عمران کی آیت (۳۳) اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى

لرزہ براندام اور خائف رہتے تھے اور ان کے دورانِ حیات رسول اللہ کو اذیت پہنچانے سے اجتناب کرتے تھے۔

(حاشیہ احتجاج طبرسی از سید محمد باقر خراسانی جلد اوّل ص ۳۴۲۔ نجف اشرف۔ مطبوعہ ۱۹۶۶)

حضرت ابوطالبؑ کا نسب

ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قُصی بن کلاب بن مُرّہ بن کعب بن لُوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خُزیمہ بن مُدرکہ بن الیاس بن مُضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

والدہ کا نسب

فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مُرّہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان

زوجہ

فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف

ولادت کے وقت جو نام رکھا گیا وہ عبد مناف یا عمران تھا جب ان کے بڑے فرزند کی ولادت ہوئی تو اسی کی مناسبت سے ان کی کنیت ابو طالب قرار پائی جو بعد میں اُن کا نام بن گیا اور اب پوری دنیا میں آپ اسی نام سے موسوم ہیں حضرت علی علیہ السلام نے قرآن کریم کی تکمیل کے بعد یہ تحریر کیا تھا:

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ كَتَبَهُ عَلِيُّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ.

اس قرآن کو علی ابن ابی طالب نے تحریر کیا ہے۔

عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب میں جمال الدین احمد بن علی الحسینی متوفی ۸۲۸ھ ص ۲۲ پر تحریر فرماتے ہیں:

اِمَّا اِسْمُهُ فَقِيْلَ اِنَّهُ عِمْرَان

جہاں تک نام کا تعلق ہے تو کہا گیا ہے ان کا نام عمران تھا۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:

وَهِيَ رِوَايَةٌ ضَعِيْفَةٌ رِوَاهَا اَبُوْبَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْعَبَسِيِ الطَّرْطُوْسِيُ النَّسَابَة.

یہ ضعیف روایت ہے جسے روایت کیا ہے ابوبکر محمد بن عبداللہ عبسی طرطوسی نے جونسب کے ماہر تھے۔
رجال کی مشہور کتاب اصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ۳ ص ۳۵۴ میں ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فرماتے ہیں:

اَلْقِسْمُ الرَّابِعُ

أَبُوْطَالِبِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمِ بْنِ عَبْدِمَنَافِ بْنِ قُصَيِّ الْقَرَشِيُّ الْهَاشِمِيِّ، عَمُّ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَقِيْقُ أَبِيْهِ، أُمُّهُمَا فَاطِمَةُ بِنْتُ عَمْرِو بْنِ عَائِذِ الْمَخْزُوْمِيَّةِ، اِشْتَهَرَ بِكُنْيَتِهِ، وَاِسْمُهُ عَبْدُمَنَافٍ عَلَى الْمَشْهُوْرِ. وَقِيْلَ عِمْرَانُ. وَقَالَ الْحَاكِمُ: أَكْثَرُ الْمُتَقَدِّمِيْنَ عَلَى أَنَّ اِسْمَهُ كُنْيَتُهُ.

وَلَدَ قَبْلَ النَّبِيِّ بِخَمْسٍ وَّ ثَلَاثِيْنَ سِنَةً. وَ لَمَّا مَاتَ عَبْدُالْمُطَّلِبِ أَوْصَى بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَبِي طَالِبٍ، فَكَفَلَهُ وَأَحْسَنَ تَرْبِيَّتَهُ، وَ سَافَرَ بِهِ صُحْبَتَهُ إِلَى الشَّامِ، وَهُوَ شَابٌّ، وَلَمَّا بَعَثَ قَامَ فِيْ نُصْرَتِهِ وَذَبَّ عَنْهُ مَنْ عَادَاهُ وَمَدَحَهُ عِدَّةٌ مَدَائِحٍ مِنْهَا قَوْلُهُ لَمَّا اسْتَسْقَى أَهْلُ مَكَّةَ فَسُقُوْا:

ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی القریشی الہاشمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم ان کے والد (عبداللہ) کے حقیقی بھائی ان کی والدہ فاطمہ بنت عمرو بن عائذ المخزومیہ تھیں انھوں نے اپنی کنیت سے شہرت پائی اور ان کا نام عبد مناف ہے۔ جیسا کہ مشہور ہے اور کہا گیا ہے کہ ان کا نام عمران ہے اور حاکم نے کہا کہ اکثر متقدمین اس بات پر متفق ہیں کہ ان کا نام ان کی کنیت (ابوطالب) ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے ۳۵ سال پہلے پیدا ہوئے جب حضرت عبد المطلب کی وفات ہوئی تو انھوں نے ابوطالبؑ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں وصیت کی تھی حضرت ابوطالبؑ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت کی ان کی بہترین تربیت کی اور شام کے سفر کے دوران انھیں اپنے ساتھ رکھا جب کہ وہ جوان تھے اور جب آنحضرت مبعوث ہوئے تو اُن کی نصرت کے لیے کھڑے ہوگئے اور ان کے دشمنوں سے انھیں بچایا اور ان کی بے حد مدح سرائی کی اور جب اہل مکہ نے طلب باران کے لئے کہا اور اہل مکہ سیراب ہو گئے تو اس وقت آپ نے فرمایا:

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْأَرَامِلِ

سورۂ آل عمران کی آیت (۳۳) اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى

الْعٰلَمِیْنَ" سے مراد آلِ محمد علیہم السلام ہیں جنھیں قیامت تک منتخب کیا جا چکا ہے اور اسی لئے درود میں "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ" تمام مسلمان کہتے ہیں اور اس درود کے بغیر نماز درست نہیں ہے۔

تفسیر شیخ ابو الفتوح رازی جو چھٹی صدی ہجری کے نامی گرامی مفسر ہیں وہ جلد سوم ص ۱۵ پر آیت ان اللہ اصطفی...... الخ کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ اصطفی اور اجتبی اور اختار ایک ہی مفہوم رکھتے ہیں اللہ نے آدمؑ کو منتخب کیا کہ وہ ابوالبشر ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام کو منتخب کیا کہ وہ شیخ الانبیاء ہیں اور اولوالعزم ہیں اور انھیں تمام مخلوقات کے لئے مبعوث کیا گیا تھا اور آل ابراہیم کو منتخب کیا اور اس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو ان سے افضل ہیں اور ان سب کے درمیان مصطفیٰ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لقب ہے اور آل عمران کو منتخب کیا اور ایک قول یہ ہے اس سے مراد حضرت موسیٰ بن عمران ہیں اور دوسرا قول یہ ہے جو اہل بیت کی احادیث میں وارد ہوا ہے اور ان کی تفاسیر میں موجود ہے کہ آل عمران سے مراد امیر المومنین علیؑ ہیں اور عمران حضرت ابوطالبؑ کا نام ہے جو توریت میں موجود ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں آیت ان اللہ اصطفی الخ کے ذیل میں علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو چھٹی صدی ہجری کے عالم ہیں:

وَفِیْ قِرَاءَۃِ أَھْلِ الْبَیْتِ وَآلِ مُحَمَّدٍ عَلَی الْعَالَمِیْنَ وَقَالُوْا أَیْضًا إِنَّ آلَ إِبْرَاھِیْمَ ھُمْ آلُ مُحَمَّدٍ الَّذِیْنَ ھُمْ أَھْلُہٗ وَیَجِبُ أَنْ یَّکُوْنَ الَّذِیْنَ اصْطَفَاھُمُ اللہُ مُطَھَّرِیْنَ مَعْصُوْمِیْنَ عَنِ الْقَبَائِحِ لِأَنَّہٗ تَعَالٰی لَا یَخْتَارُ وَلَا یُصْطَفِیْ إِلَّا مَنْ کَانَ کَذٰلِکَ وَیَکُوْنُ ظَاھِرُہٗ مِثْلَ بَاطِنِہٖ فِی الطَّھَارَۃِ وَالْعِصْمَۃِ فَعَلٰی ھٰذَا یَخْتَصُّ الْاِصْطِفَاءُ بِمَنْ کَانَ مَعْصُوْمًا مِنْ آلِ إِبْرَاھِیْمَ وَآلِ عِمْرَانَ سَوَاءٌ کَانَ نَبِیًّا أَوْ إِمَامًا۔

اور اہل بیتؑ کی قرأت میں یہ ہے وآل محمد علی العلمین اور یہ بھی کہا ہے کہ آل ابراہیم سے مراد آلِ محمد ہیں اس لیے کہ وہی اُن کے اہل ہیں اور لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنھیں مصطفیٰ بنایا ہے وہ پاک و پاکیزہ معصومین اور تمام برائیوں سے منزّہ ہوں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اسی کو چنتا ہے جو ایسا ہو اور طہارت و عصمت میں اس کا ظاہر باطن کی طرح ہو اس بنیاد پر اصطفیٰ مخصوص ہو جائے گا اس کے لئے جو آل ابراہیم اور آل عمران میں معصوم ہو خواہ وہ نبی

ہو یا امام ہو۔

حضرت ابو طالبؑ ابوالائمہ ہیں اور اسی وجہ سے امام حسین علیہ السلام نے عاشور کے دن حضرت علی اکبر علیہ السلام کو میدان جنگ میں رخصت کرتے ہوئے بلند آواز میں اس آیت کی تلاوت کی تھی:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (آل عمران ۳۳،۳۴)

یقیناً اللہ نے چن لیا ہے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں پر۔ یہ ایک سلسلے کے لوگ تھے، جو ایک دوسرے کی نسل سے پیدا ہوئے اور اللہ ہر بات کو سنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔

اس کے بعد حضرت علی اکبر علیہ السلام نے حملہ کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے تھے:

أَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيّ نَحْنُ وَ بَيْتِ اللهِ اَوْلٰى بِالنَّبِيِّ

وَ اللهِ لَا يَحْكُمُ فِيْنَا ابْنُ الدَّعِيّ أَطْعَنُكُمْ بِالرُّمْحِ حَتّٰى يَنْثَنِيْ

أَضْرِبُكُمْ بِالسَّيْفِ أَحْمِيْ عَنْ أَبِيْ ضَرْبَ غُلَامٍ هَاشِمِيٍّ عَلَوِيّ

(مقتل للحسین الخوارزمی۔ ج ۲ ص ۳۰)

میں علی بن الحسینؑ ہوں، اللہ کی قسم! ہم وہ ہیں جو نبی سے زیادہ قرابت رکھتے ہیں۔

خدا کی قسم! ابن زیاد (جس کے باپ کا پتا نہیں) ہمارے درمیان فیصلہ کرنے کا حق نہیں رکھتا، میں نیزے سے تم پر وار کروں گا یہاں تک کہ وہ مڑ کر دہرا ہو جائے۔

میں اپنے والد گرامی کی حمایت و نصرت میں تلوار سے ضرب لگاؤں گا، ایسے جوان کی ضرب جو ہاشمی خاندان کا فرد ہے اور حضرت علیؑ سے جس کا تعلق ہے۔

علامہ مجلسی نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے اصحاب کی تالیف کردہ کتابوں کے ایک قدیم نسخہ میں نبی اکرمؐ کی ایک زیارت دیکھی ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ............ وَ السَّلَامُ عَلٰى عَمِّكَ عِمْرَانَ أَبِيْ طَالِبٍ.

یا رسول اللہ! آپ پر سلام ہو اور آپ کے چچا عمران ابوطالبؑ پر سلام ہو۔ (بحارالانور ۱۸۹/۱۰۰)

حضرت ابراہیمؑ کی دعا اور ابوطالبؑ

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ۔

پروردگار! تو ہم دونوں (ابراہیم، اسماعیل) کو اپنا مسلم بنا اور ہماری ذریت میں سے ایک امت مسلمہ بنا تا رہ۔ (۲البقرہ ۱۲۸)

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ. (۲البقرہ ۱۲۹)

اے ہمارے پروردگار انھیں میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو تیری آیتوں کی تلاوت کرے۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ

اللہ تعالیٰ نے مومنین پر احسان کیا کہ انھیں میں سے ایک رسول کو مبعوث فرمایا۔ (۳۔آل عمران ۱۶۴)

(۱) ان آیات بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی ذریت میں ہر دور میں مسلمان رہے ہیں اور حضرت ابوطالب اسی ذُرّیّت کے ایک فرد ہیں جو پیدائشی اعتبار سے مسلمان ہیں اس لئے کہ انھوں نے کبھی بھی بتوں کی پرستش نہیں کی۔

(۲) پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن ہی مسلمانوں میں سے رسول کو مبعوث فرمایا ہے اور یہ خاندان بنی ہاشم ہے جن کے پوتے کے کا نام ابوطالبؑ ہے

(۳) آل عمران کی آیت یہ بتلاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کر کے اللہ تعالیٰ نے مومنین پر احسان کیا ہے یعنی جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث بہ رسالت ہوئے تو اس وقت حضرت ابوطالبؑ خاندان بنی ہاشم کے بزرگ کی حیثیت سے موجود تھے اور آپ کے گرد مومنین کرام کی ایک جماعت تھی۔

شیخ صدوق اکمال الدین میں اپنی سند سے اصبغ بن نباتہ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ میں نے امیر المومنین کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

وَاللّٰهِ مَا عَبَدَ أَبِي وَلَا جَدِّي عَبْدُ الْمُطَّلِبِ وَلَا هَاشِمٌ وَلَا عَبْدُ مَنَافٍ صَنَمًا قَطُّ.

خدا کی قسم نہ تو میرے والد (ابوطالب) نے نہ میرے جد عبدالمطلب نے اور نہ ہی جدِ اکبر عبدمناف نے کبھی بھی بتوں کی پرستش کی تھی۔

اُن سے سوال کیا گیا کہ پھر وہ کس کی عبادت کیا کرتے تھے؟ تو امیر المومنینؑ جواب دیا:

يُصَلُّونَ اِلَى الْبَيْتِ عَلٰى دِيْنِ اِبْرَاهِيْمَ ﷺ مُتَمَسِّكِيْنَ بِهٖ.

کہ وہ خانہ کعبہ کی طرف رُخ کر کے حضرت ابراہیمؑ کے لائے ہوئے دین سے تمسک کرتے ہوئے نمازیں پڑھا کرتے تھے۔(اکمال الدین ۱/۱۷۴ح ۳۲)

بحار میں روضۃ الواعظین سے روایت نقل کی گئی ہے کہ جابر بن عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ، اللہ اکبر! لوگ کہتے ہیں کہ ابوطالبؑ کافر مر گئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا: اے جابر! غیب کا علم تو اللہ کے پاس ہے جب مجھے معراج کی شب آسمانوں پر لے جایا گیا اور میں عرش کے قریب پہنچا تو میں نے وہاں چار انوار دیکھے میں نے دریافت کیا: میرے معبود! یہ انوار کس کے ہیں؟ تو آواز آئی اے محمدؐ! یہ عبدالمطلب ہیں اور یہ تمھارے چچا ابوطالبؑ ہیں اور یہ تمھارے والد عبداللہ ہیں اور یہ تمھارے بھائی طالب ہیں۔

میں نے سوال کیا: اے میرے معبود! اے میرے آقا! انھوں نے کس طرح سے یہ درجہ حاصل کیا تو ارشاد فرمایا، ایمان کو چھپانے اور کفر کو ظاہر کرنے کی وجہ سے اور اس پر صابر رہنے کی وجہ سے یہاں تک کہ وہ لوگ موت سے ہم آغوش ہو گئے سلام اللہ علیہم اجمعین (البحار ۳۵/ ۱۵، ۱۶)

یہ سمجھ لو کہ حق والوں کا یہ اجماع ہے کہ حضرت ابوطالبؑ اور عبداللہ بن عبدالمطلب اور آمنہ بنت وھب سب کے سب مومن تھے اور ان صاحبانِ حق کا اجماع حجت ہے (روضۃ الواعظین ج ۱ ص ۱۳۹۔۱۳۸)

کراجکی نے اپنی سند سے عبداللہ بن عباس سے روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا:

مَا تَرْجُوْ لِاَبِيْ طَالِبٍ؟

آپ کو حضرت ابوطالبؑ کے بارے میں کیا توقع ہے۔

آنحضرت نے فرمایا:

كُلَّ خَيْرٍ اَرْجُوْ مِنْ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ.

مجھے اپنے رب خدائے ذوالجلال سے ہر طرح کے خیر کی امید ہے (کنز الفوائد ۱/ ۱۸۴)

امام صادق علیہ السلام اپنے آباء سے وہ امیر المومنین سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک دن صحن خانہ میں تشریف فرما تھے اور ان کے گرد لوگ جمع تھے ایک شخص نے کھڑے ہو کر ان سے کہا: اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس

عظیم شرف اور منزلت سے نوازا ہے جب کے آپ کے والد عذابِ جہنم میں گرفتار ہیں۔ یہ سن کر حضرت علیؑ نے فرمایا: ذرا رکو! خدا تمھاری زبان کو گنگ کر دے خدا کی قسم! جس نے محمد ﷺ کو نبوت کے ساتھ مبعوث فرمایا، اگر میرے والد زمین کے اوپر جتنے گنہ گار ہیں ان کی شفاعت کریں گے تو اللہ تعالیٰ اُن کے بارے میں میرے والد کی شفاعت کو قبول کرلے گا۔ میرے والد آتش جہنم میں عذاب میں مبتلا ہوں جب کہ اُن کا بیٹا قسیم النار والجنة ہے (جنت ودوزخ کا تقسیم کرنے والا ہے)۔قسم ہے اس ذات کی! جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے کہ ابوطالبؑ کا نور تمام مخلوقات کے نور کو خاموش کر دے گا سوائے پانچ انوار کے نُورِ محمد، نُورِ فاطمہ، نُورِ حسن، نُورِ حسین اور ان کی اولاد میں آنے والے ائمہ کا نور، آگاہ ہو جاؤ ان کا نور ہمارے نور سے ہے اللہ نے اس نور کو آدمؑ کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے خلق فرمایا تھا۔(البحار ۳۵/۱۱۰ ج ۱۱۰)

ابوطالبؑ مومن تھے اور وہ حضرت عبد المطلب کے دین پر تھے اور یہی اُن کے آخری الفاظ تھے جو موت کے وقت ان کی زبان مبارک سے جاری ہوئے:

اَنَا عَلٰی دِیْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِب.

شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت ابوطالبؑ رسالت محمدیہ پر ایمان رکھتے تھے اور جب اُن کی وفات ہوئی تو وہ مسلمان تھے اور اسی طرح اہل سنّت کے ایک فریق کا یہی نظریہ ہے اور احمد بن الحسین موصلی حنفی جو ابن وحشی کے نام سے مشہور ہیں انھوں نے علامہ محمد بن سلامہ القضاعی متوفّی ۴۵۴ھ کی کتاب کی شرح جو شہاب الاخبار کے نام سے ہے اُس میں فرماتے ہیں کہ

اِنَّ بُغْضَ اَبِیْ طَالِبٍ کُفْرٌ.

حضرت ابوطالبؑ کی دشمنی کفر ہے۔

اور اس بارے میں مالکی ائمہ میں سے علامہ علی الاجہوری نے اپنے فتاوی میں اور تلمسانی نے شفا کے حاشیے پر حضرت ابوطالبؑ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

لَا یَنْبَغِیْ اَنْ یَذْکُرَ اِلَّا بِحِمَایَةِ النَّبِیِّ ﷺ لِاَنَّهٗ حَمَاهُ وَ نَصَرَهٗ بِقَوْلِهٖ وَ فِعْلِهٖ، وَ فِیْ ذِکْرِهٖ بِمَکْرُوْهٍ اَذِیَّةٌ لِلنَّبِیِّ ﷺ وَ کَفَرُوْا الْکَافِرِ یُقْتَلُ. (نقل از اسنی المطالب فی نجاۃ ابی طالب)

لازم ہے کہ ابوطالبؑ کا ذکر نبی ﷺ کے حامی کی حیثیت سے کیا جائے کیوں کہ حضرت ابوطالبؑ نے اپنے

قول وفعل سے آنحضرت ﷺ کی حمایت ونصرت کی تھی اگر ابوطالبؑ کا ذکر برائی کے ساتھ کیا جائے گا تو اس سے نبی ﷺ کو اذیت ہوگی اور یہ کفر ہے اور کافر واجب القتل ہے۔

ابن کثیر فرماتے ہیں:

وَكَانَ اِسْتِمْرَارُ أَبُوطَالِبٍ عَلَى دِيْنِ قَوْمِهِ مِنْ حِكْمَةِ اللهِ تَعَالَى، وَمِمَّا صَنَعَهُ لِرَسُوْلِهِ مِنَ الْحِمَايَةِ، إِذْلَوْ كَانَ أَسْلَمَ أَبُوطَالِبٍ لَمَا كَانَ لَهُ عِنْدَ مُشْرِكِيْ قُرَيْشٍ وَجَاهَةٌ وَلَا كَلِمَةٌ، وَلَا كَانُوْا يَهَابُوْنَهُ وَيَحْتَرِمُوْنَهُ، وَلَاجْتَرَأُوْا عَلَيْهِ، وَلَمَدُّوْا أَيْدِيَهِمْ وَأَلْسِنَتَهُمْ إِلَيْهِ.

(السیرۃ النبوۃ ج ا ص ۲۲۶)

حضرت ابوطالبؑ کا اپنے قوم کے دین پر باقی رہنا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے تحت تھا کہ وہ رسول اللہ کی حمایت کر سکیں اس لئے کہ اگر ابوطالبؑ اسلام قبول کر لیتے تو مشرکین کے نزدیک نہ تو ان کی وجاہت باقی رہتی اور نہ ہی ان کی بات تسلیم کی جاتی اور مشرکین نہ تو ابوطالبؑ سے خوف زدہ ہوتے اور نہ ان کا احترام ملحوظ خاطر رکھتے اور اس کے برعکس ان کے خلاف جری ہو جاتے اور دست درازی کرتے اور انہیں ناسزا کہتے۔

قَالَ الْإِمَامُ اَبُوالْعَزَائِمِ وَ الْحَقِيْقَةِ اَنَّ سَيِّدَنَا اَبُوطَالِبٍ هُوَ رَجُلُ السِّيَاسَةِ الْاَوَّلِ فِيْ دَعْوَةِ الْاِسْلَامِ فَالشَّوَاهِدُ الَّتِيْ مَرَّتْ مِنْ كَلَامِ الْكُهَّانِ وَ عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ جَعَلَتْهُ يُؤْمِنُ سَيِّدَنَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ مِنَ الْبِدَايَةِ سِرًّا وَ اَظْهَرَ اَمَامَ قُرَيْشٍ عَدَمَ النُّطْقِ بِكَلِمَةِ الْاِسْلَامِ حَتّٰى يَتَمَكَّنَ مِنْ فَضِّ الْمُنَازِعَاتِ بَيْنَ الرَّسُوْلِ الْكَرِيْمِ وَ بَيْنَ صَنَادِيْدِ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ فِيْ قُرَيْشٍ وَ كَانَ لَهُ مَا اَرَادَ وَالْاَدِلَّةُ عَلٰى ذٰلِكَ كَثِيْرَةٌ۔ (النجاۃ فی سیرۃ رسول اللہ ص ۱۶۳)

امام ابوالعزائم نے کہا حقیقت یہ ہے کہ ہمارے سردار ابوطالبؑ اسلام کی دعوت میں پہلے سیاسی شخص ہیں وہ شواہد جو کاہنوں کی باتوں سے سامنے آئے اور علامات نبوت ظاہر ہوئیں انھوں نے آغاز کار سے ہی ابوطالبؑ کو پوشیدہ طور سے مومن بنا دیا تھا اور وہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لا چکے تھے لیکن انھوں نے قریش کے سامنے کلمۂ اسلام کو ظاہر نہیں کیا تھا تا کہ وہ اس بات پر قادر رہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور قریش کے وہ سرآوردہ لوگ جو شرک و کفر میں گرفتار ہیں ان کے تنازعات کا منہ توڑ جواب دے سکیں اور وہ اس طرح اپنے عزائم میں کامیاب رہے اور اس سلسلے میں بے شمار دلائل موجود ہیں۔

قَالَ الْإِمَامُ جَعْفَرٌ الصَّادِقُ ؑ:

هَبَطَ جَبْرَئِيلُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ قَدْ شَفَّعَكَ فِي خَمْسَةٍ فِي بَطْنٍ حَمَلَكَ وَ هِيَ آمِنَةُ بِنْتُ وَهْبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ وَ فِي صُلْبٍ أَنْزَلَكَ وَ هُوَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَفِي حِجْرٍ كَفَلَكَ وَهُوَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ بْنُ هَاشِمٍ وَفِي بَيْتٍ آوَاكَ وَهُوَ عَبْدُ مَنَافِ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَبُو طَالِبٍ وَفِي أَخٍ كَانَ لَكَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ. (الخصال ۲۹۳ ج۵)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جبرئیلؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اُن سے کہا اے محمدؐ! اللہ تبارک وتعالیٰ نے پانچ ہستیوں کے بارے میں آپ کو شفاعت کا حق دیا ہے وہ شکم جس نے آپ کو اُٹھائے رکھا اور وہ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف ہیں اور وہ صلب جو آپ کو اس دنیا میں لایا اور وہ عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں اور وہ گود جس نے آپ کی پرورش کی اور وہ حضرت عبد المطلب بن ہاشم ہیں اور وہ گھر جس نے آپ کو پناہ دی اور وہ عبد مناف بن عبد المطلب ابوطالبؑ ہیں اور آپ کا ایک بھائی جو زمانہ جاہلیت میں تھا۔

اور دوسری حدیث میں ہے:

نَزَلَ جَبْرَئِيلُ ؑ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ رَبَّكَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَ يَقُولُ إِنِّي قَدْ حَرَّمْتُ النَّارَ عَلَى صُلْبٍ أَنْزَلَكَ وَبَطْنٍ حَمَلَكَ وَحِجْرٍ كَفَلَكَ فَالصُّلْبُ صُلْبُ أَبِيكَ- عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ- وَ الْبَطْنُ الَّذِي حَمَلَكَ فَآمِنَةُ بِنْتُ وَهْبٍ وَ أَمَّا حِجْرٌ كَفَلَكَ فَحِجْرُ أَبِي طَالِبٍ. (الکافی ۴۴۶/۲۱۲)

جبرئیلؑ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے اور فرمایا: اے محمدؐ! آپ کا رب آپ کو تحفہ سلام بھیجتا ہے اور فرما رہا ہے میں نے جہنم کو حرام کر دیا ہے اس صلب پر جو آپ کو زمین پر لایا اور وہ بطن آپ جس میں رہے اور وہ گود جس نے آپ کی کفالت کی۔

صلب سے مراد آپ کے والد عبداللہ بن عبد المطلب کا صلب ہے اور جس شکم نے اٹھائے رکھا وہ آمنہ بنت وہب ہیں اور جس گود نے کفالت کی وہ ابوطالبؑ کی گود ہے۔

حضرت ابوطالبؑ بڑے بہادر اور شجاع اور بڑے ذہین اور فطین، زیرک، ہوشیار اور ایک ذمہ دار حساس شاعر تھے اُنھوں نے اپنے اشعار کو رسالت محمدیہ کی تائید کے لیے وقف کر دیا تھا اور انھوں نے اپنے ان اشعار کے

ذریعے حضرت محمد ﷺ کے دشمنوں کو اُن سے دور رکھا اور دعوت اسلامیہ کے لئے زمینیں ہموار کرتے رہے۔

ابن الحدید معتزلی فرماتے ہیں:

"جہاں تک ابوطالبؑ بن عبدالمطلب کا تعلق ہے ان کا نام عبدمناف تھا اور وہ قریش میں سے رسول اللہ ﷺ کے کفیل اور حامی، ناصر ساتھ دینے والے مہربان اور عبدالمطلب کے وصی تھے اور وہ بنی ہاشم کے سردار تھے اور زمانہ جاہلیت میں جس نے بغیر دولت کے سرداری کی وہ ابوطالبؑ تھے حضرت ابوطالبؑ وہ تھے جنھوں نے زمانہ جاہلیت میں 'قسامہ' کی سنت کا اجرا کیا عمر بن علقمہ کے خون کے بارے میں اسلام نے جس سنت کو باقی رکھا اور سقایت کا منصب زمانہ جاہلیت میں حضرت ابوطالبؑ کے پاس تھا جسے اُنھوں نے اپنے بھائی عباس کے سپرد کر دیا تھا اور ابوطالبؑ اعلیٰ پایہ کے شاعر تھے۔" (شرح ابن الحدید ج ۳ ص ۶۸۸)

ابوطالبؑ کے آباؤ اجداد

أُولَٰئِكَ آبَائِي فَجِئْنِي بِمِثْلِهِمْ یہ ہیں میرے آباء واجداد تم ذرا ان کی مثل لے آؤ۔

ان کے جداعلیٰ قصی بن کلاب نے مکہ مکرمہ میں تنظیم کی بنیاد ڈالی اور قریش کے بکھرے ہوئے لوگوں کو یکجا کیا اس لئے اُنھیں مُجَمِّع جمع کرنے والا کہا جاتا ہے اس بارے میں شاعر کہتا ہے:

أَبُوكُمْ قُصَيٌّ كَانَ يُدْعَى مُجَمِّعًا
بِهِ جَمَعَ اللهُ الْقَبَائِلَ مِنْ فِهْرِ

تمھارے جداعلیٰ قصی تھے جنھیں مجمع کہہ کر پکارا جاتا تھا ان ہی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے فہر کے قبائل کو اکٹھا کر دیا تھا۔

اور ان کے دادا حضرت ہاشم نے 'ایلاف' قائم کیا اور دو رحلتوں یعنی دو تجارتی سفروں کی بنیاد ڈالی۔

رحلة الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ. موسم سرما اور موسم گرما کا سفر۔ قرآن کریم نے سورۂ قریش میں جسے بیان کیا ہے:

لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ ۝١ إِيلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ ۝٢

قریش کو مانوس رکھنے کے لیے۔ انھیں موسم سرما اور موسم گرما کے سفر سے مانوس رکھنے کے لیے۔

اور حضرت ہاشم نے لوگوں کے اوپر آسانیوں اور اجتماعی عدالت کا پرچم لہرایا ان کا نام عمرو ہے انھیں ہاشم اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ روٹیوں کو چور کر اس پر شوربا اور گوشت ڈال کر قحط سالی کے دنوں میں قریش کو کھلایا کرتے تھے۔ اور اپنے والد کے بعد ریاست، سقایت اور رفادہ کے متولی ہوئے جب حج کا موسم آیا تو انھوں نے قریش کے درمیان خطبہ دیا۔

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ إِنَّكُمْ جِيْرَانُ اللهِ وَ أَهْلُ بَيْتِهِ وَ إِنَّهُ يَأْتِيكُمْ فِي هٰذَا الْمَوْسِمِ زُوَّارُ اللهِ يُعَظِّمُوْنَ حُرْمَةَ بَيْتِهِ فَهُمْ أَضْيَافُ اللهِ وَ أَحَقُّ الضَّيْفِ بِالْكَرَامَةِ ضَيْفُهُ وَ قَدْ خَيَّرَكُمُ اللهُ بِذٰلِكَ وَ أَكْرَمَكُمْ بِهِ ثُمَّ حَفِظَ مِنْكُمْ أَفْضَلَ مَا حَفِظَ جَارٌ مِنْ جَارِهِ فَأَكْرِمُوْا ضَيْفَهُ وَ زُوَّارَهُ فَإِنَّهُمْ يَأْتُوْنَ شُعْثًا غُبْرًا مِنْ كُلِّ بَلَدٍ عَلَى ضَوَامِرَ كَالْقِدَاحِ وَ قَدْ اَعْيَوْا وَ تَفِلُوْا وَ قَمِلُوْا وَ أَرْمَلُوْا فَاَقْرُوْهُمْ وَ أَعِيْنُوْهُمْ.

اے قریش کے لوگو! تم اللہ کے ہمسائیگی میں ہو اور اس کے بیت الحرام کے ذمہ دار ہو اس موسم حج میں اللہ کے زوّار تمھارے پاس آئیں گے جو اس کے گھر کی تعظیم کرتے ہیں وہ اللہ کے مہمان ہیں اور وہ اس حیثیت سے تکریم کے مستحق ہیں اللہ تعالیٰ نے تمھیں اس کام کے لئے منتخب کرلیا ہے اور پسندیدہ قرار دیا ہے اور تمھیں اس کی وجہ سے مکرم بنایا ہے۔ پھر تم سے حفاظت کا تقاضا کیا ہے وہ افضل حفاظت جو ایک پڑوسی اپنے پڑسی کی کرتا ہے، لہٰذا اس کے مہمان اور اس کی زیارت کرنے والوں کی تکریم کرو اس لیے کہ وہ تمہارے پاس بال بکھرائے ہوئے، گرد آلود ہر شہر سے دبلی پتلی اونٹنیوں پر آئیں گے جب کہ وہ تھک چکے ہوں گے سفر کی صعوبتیں برداشت کی ہوں گی گرد وغبار میں اٹے ہوئے اور مسکین وضعیف ہوں گے دیکھو تم ان کی مہمان نوازی کرنا اور ان کی مدد کرنا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے وصیت میں فرمایا ہے یا علیؑ! حضرت عبدالمطلب نے زمانہ جاہلیت میں پانچ طریقے رائج کیے تھے اللہ تعالیٰ نے ان طریقوں کو اسلام میں بھی رائج کیا ہے۔

(۱) باپ کی بیویوں کو بیٹوں پر حرام قرار دیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی:

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ (النساء ۲۲)

جن عورتوں سے تمھارے باپ نے نکاح کیا ہو تم ان سے نکاح نہ کرو۔

(۲) حضرت عبدالمطلب نے خزانہ پایا تو اس میں سے خمس نکالا اور صدقہ دیا۔ تو خداوند عالم نے یہ آیت نازل

فرمائی:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ (انفال ۴۱)

اے مسلمانو! جان لو کہ تم جو بھی مال غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ یقیناً اللہ کے لیے ہے۔

(۳) اور جب انھوں نے زمزم کھودا اور اس کا نام سقایۃ الحاج (یعنی حاجیوں کو پانی پلانا) رکھ دیا تو اللہ تعالی نے نازل فرمایا

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔

(التوبۃ ۱۹)

کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد الحرام کو آباد کرنا اس شخص کے اعمال کے مانند قرار دیا ہے جو اللہ تعالی اور یوم آخرت پر ایمان لایا ہے۔

(۴) عبد المطلب نے قتل کی دیت میں سو اونٹوں کو رائج کیا تو اللہ تعالی نے بھی اسی طریقے کو جاری کر دیا۔

(۵) قریش کے پاس طواف کی تعداد متعین نہ تھی پہلی مرتبہ حضرت عبد المطلب نے سات چکر کو رائج کیا اللہ تعالی نے اسلام میں بھی سات چکر کو واجب کیا۔

اے علیؑ! حضرت عبد المطلب تیروں سے تقسیم نہیں کرتے تھے اور نہ ہی بتوں کو پوجتے تھے اور نہ ہی اس جانور کا گوشت کھاتے تھے جسے بتوں پر ذبح کر کے چڑھایا جاتا تھا وہ فرمایا کرتے تھے میں ابراہیمؑ کے دین، ملت اور شریعت پر ہوں۔ (الخصال ۱/ ۳۱۲۔ ۳۱۴)

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے حضرت عبد المطلب قیامت کے دن ایک امت کی حیثیت سے مبعوث کیے جائیں گے ان میں انبیاء کی علامات ہوں گی اور بادشاہوں کی شان وشوکت ہوگی (الکافی ۱/ ۴۴۷)

یقیناً حضرت عبد المطلب حجت خدا ہیں اور حضرت ابوطالبؑ اُن کے وصی ہیں۔

زمزم مرور زمانہ کے ساتھ دنیا کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا حضرت عبد المطلب نے خواب دیکھا اور اسی بنیاد پر زمزم کو کھود کر حاجیوں کے پانی پلانے کا بندوبست کیا جو اس وقت سے آج تک جاری ہے۔

شہرستانی نے ملل والنحل میں الفصل والا ھواء والنحل کے حاشیہ پر ۳: ۲۲۵ حضرت عبد المطلب کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ اس امر سے واضح ہوتا ہے کہ وہ رسالت کی کیفیت اور شرف نبوت سے کتنے آشنا تھے

جب اہل مکہ کو خشک سالی اور قحط کا سامنا کرنا پڑتا اور دو سال تک بارش کا ایک قطرہ تک نہیں ٹپکا تو حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے ابوطالبؑ کو حکم دیا کہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو لے کر آئیں جب کہ وہ ابھی دودھ پیتے بچے تھے ابوطالبؑ ایک کپڑے میں لپیٹ کر انھیں لے آئے اور عبدالمطلب کے ہاتھوں پر رکھ دیا اور انھوں نے کعبہ کو اپنے سامنے رکھا اور حضرت محمد ﷺ کو آسمان کی طرف اُچھال دیا اور فرمایا:

یَارَبِّ بِحَقِّ هٰذَا الْغُلَامُ

اے رب! تجھے اس بچے کا واسطہ۔

پھر دوسری دفعہ اور پھر تیسری دفعہ اچھالا اور مسلسل فرماتے:

بِحَقِّ هٰذَا الْغُلَامُ

اے اللہ! تجھے اس بچے کا واسطہ۔

اِسْقِنَا غَيْثًا مَغِيْثًا دَائِمًا هَاطِلًا

توہمیں سیراب کردے ایسی بارش کے ذریعے جو جل تھل ہو جاری وساری رہے اور مسلسل برستی رہے۔

ابھی کچھ دیر گزری تھی کہ آسمان بادلوں سے بھر گیا اور بادلوں نے آسمان کے چہرے کو ڈھانپ دیا اور ایسی موسلا دھار بارش ہوئی کہ لوگوں کو خانۂ کعبہ کے بارے میں خوف لاحق ہو گیا تو اس وقت حضرت ابوطالبؑ نے قافیہ لام والا شعر کہا جو یہ ہے:

وَ اَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ

(الغدیر ج ۷ ص ۳۶۴)

حضرت ابوطالبؑ کے پدر عالی قدر حضرت عبدالمطلب نے قریش کو ہلاکت سے بچایا اور مجد وشرف کے بلند وبالا قلعے تعمیر کیے وہ کرم سخاوت میں شہرت کے حامل ہوئے یہاں تک کہ انھیں **مُطعم الطَّیر** کہا جاتا تھا عبدالمطلب نے اپنے چچا مطلب کے انتقال کے بعد امر مکہ کی ذمہ داری سنبھالی اور شرف وسیادت کے مالک ہوئے انھوں نے اپنے بیٹے ابوطالبؑ سے کہا کہ اے میرے بیٹے! تم نے انسانوں کو کھانا کھلا دیا اب تم صحراؤں میں جاؤ اور اونٹوں کو ابوقُبَیس کی پہاڑی پر ذبح کرو اور پرندوں کو کھلاؤ، حضرت ابوطالبؑ نے ایسا ہی کیا پرندے اور

درندوں نے نہایت اطمینان سے کھایا۔ اس بارے میں وہ فرماتے ہیں:

وَ نُطعِمُ حَتّٰی یَأکُلَ الطَّیرُ فَضلَنَا
إذَا جَعَلَت أیدِی المُفِیضِینَ تُرعَدُ

اور ہم کھاتے ہیں یہاں تک کہ پرندے بھی ہمارا بچا کھچا کھاتے ہیں ایسے مقام پر جہاں فیض پہنچانے والوں کے ہاتھ بھی کانپتے اور لرزتے ہیں۔

حضرت عبدالمطلب کے کارہائے نمایاں میں زمزم کو دوبارہ کھود کر اُسے نمایاں کرنا ہے۔

ابرہہ کے حملہ کرتے وقت اللہ سے مدد کی درخواست کرنا اور اللہ کا اصحاب فیل کو ابابیل کے ذریعے تباہ کر دینا۔

جب ابرہہ بادشاہ حبشہ صاحب الفیل مکہ مکرمہ کی جانب آیا تاکہ وہ کعبہ کو منہدم کر دے تو قریش ڈر کے مارے پہاڑ کی چوٹیوں پر چڑھ گئے۔ حضرت عبدالمطلب نے قریش کے لوگوں سے کہا کہ ہمیں چاہیے کہ ہم مجتمع ہو کر اس لشکر کو بیت اللہ سے دور کریں۔

قریش نے کہا: ہاں! اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

حضرت عبدالمطلب حرم میں ٹھہر گئے اور فرمایا: میں حرم الٰہی سے ہرگز جدا نہیں ہوں گا اور نہ ہی غیر خدا کی پناہ حاصل کروں گا۔

ابرہہ کے ساتھی عبدالمطلب کے اونٹوں کو ہنکا کر لے گئے۔ حضرت عبدالمطلب ابرہہ کے پاس تشریف لے گئے جب آپ نے ملاقات کی اجازت طلب کی تو اس سے کہا گیا کہ عرب کا سردار، قریش کا باعظمت شخص اور تمام انسانوں میں شرافت کا پیکر تم سے ملنے آیا ہے جب حضرت عبدالمطلب اس کے پاس پہنچے تو ابرہہ نے ان کی تعظیم کی اور اس کے دل میں اُن کی جلالت کا رعب قائم ہو گیا، جب اس نے عبدالمطلب کے جمال و کمال اور ذہانت پر نظر کی تو ترجمان سے کہا: پوچھو کیوں تشریف لائے ہیں؟

عبدالمطلب نے فرمایا: میرے اونٹوں کو تیرے لوگ لے آئے ہیں انھیں واپس کر دے۔

اس نے کہا: میں نے جب آپ کو دیکھا، آپ کی تجلیل و تعظیم کی اور آپ جانتے ہیں کہ ہم آپ کی جائے عزّت و شرف یعنی کعبہ کو منہدم کرنے آئے ہیں آپ ہم سے پلٹ جانے کے لیے نہیں کہتے بلکہ اپنے اونٹوں کی

بات کر رہے ہیں؟

تو عبدالمطلب گویا ہوئے:

اَنَا رَبُّ هٰذِهِ الْاِبِلِ وَهٰذَا الْبَيْتُ الَّذِيْ زَعَمْتَ تُرِيْدَ هَدْمَهُ رَبٌّ يَمْنَعُكَ مِنْهُ۔

میں ان اونٹوں کا مالک ہوں اور تم جس گھر کو اپنی زعم میں ڈھانے کے لیے آئے ہو اس کا مالک تم سے اس کی حفاظت کرے گا ابرہہ نے اونٹ واپس کر دے اور عبدالمطلب کی باتیں سن کر اس کا باطن لرز اٹھا جب عبدالمطلب وہاں سے واپس آئے تو آپ نے اپنی اولاد اور جوان کے ساتھ تھے انھیں جمع کیا کعبہ کے دروازے پر پہنچے اس سے چمٹ گئے اور فرمایا

لَاهُمَّ اِنْ تَعْفُ فَاِنَّهُمْ عِيَالُكَ اِلَّا فَشِئْ مَا بَدَالَكَ۔

اے اللہ! اگر تو معاف کر دے تو یہ تیرے عیال ہیں ورنہ جو تو چاہتا ہے تو وہ کر گزر۔

حضرت عبدالمطلب اپنی جگہ ٹھہرے رہے جب دوسرا دن ہوا تو انھوں نے اپنے فرزند عبداللہ کو روانہ کیا تا کہ وہ کوئی خبر لے کر آئیں ان کے ساتھ قریش کی ایک جماعت مجتمع ہوگئی تا کہ اپنے امکان بھر عبدالمطلب کی قیادت میں ابرہہ سے قتال کریں تو کیا دیکھا عبداللہ ایک گھوڑے پر سوار جو سرخی مائل بھورا ہے ایڑ لگاتے ہوئے تشریف لا رہے ہیں اور ان کے زانو کھلے ہوئے ہیں تو حضرت عبدالمطلب نے فرمایا:

قَدْ جَاءَ كُمْ عَبْدُ اللهِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَاللهِ مَا رَاَيْتُ رَكْبَتَهُ قَطُّ قَبْلَ هٰذَا الْيَوْمِ۔

تمھارے پاس عبداللہ خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے بن کر آئے ہیں، خدا کی قسم! میں نے آج سے پہلے ان کے گھٹنے کبھی کھلے ہوئے نہیں دیکھے۔

عبداللہ نے آ کر خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

(از سلسلہ آباء النبیؐ السید احمد الواحدی ص ۲۸۶۔۲۹۰، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۱ چاپ نجف)

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ①

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے ربّ نے ہاتھی والوں سے کیا کیا۔

حضرت عبد المطلب کی وصیّت

حضرت فاطمہ بنت اسد سے روایت ہے کہ جب حضرت عبد المطلب کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے اپنی اولاد سے پوچھا: مَنْ یَکْفُلُ هٰذَا. ان (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی کفالت کون کرے گا؟ تو انھوں نے جواب دیا: وہ ہم سے زیادہ ذہین ہیں انھیں سے کہیے کہ وہ جسے چاہیں پسند کرلیں، تو اس وقت حضرت عبد المطلب نے کہا: اے محمدؐ! تمھارا دادا قیامت کی جانب سفر کے لئے تیار ہے تم اپنے چچاؤں اور پھوپھیوں میں سے کس کو چاہتے ہو کہ وہ تمھاری کفالت کرے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب کے چہروں کو دیکھا اور پھر نہایت تیزی کے ساتھ حضرت ابوطالبؑ کے قریب پہنچ گئے تو اس وقت حضرت عبد المطلب نے فرمایا:

یَا أَبَا طَالِبٍ إِنِّي قَدْ عَرَفْتُ دِيَانَتَكَ وَأَمَانَتَكَ فَكُنْ لَهُ كَمَا كُنْتُ لَهُ.

اے ابوطالبؑ! میں تمھاری دیانت داری اور امانت داری کو بخوبی جانتا ہوں تم محمد کے ساتھ اسی طرح برتاؤ کرنا جیسا میں نے کیا ہے۔

فاطمہ بنت اسد فرماتی ہیں کہ جب حضرت عبد المطلب کی وفات ہوگئی تو ابوطالبؑ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ذمے لے لیا اور میں بھی ان کی خدمت کرنے لگی اور وہ مجھے ماں کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

(البحار ۳۵/۸۳ حدیث ۲۶)

سیرت نبویہ ابن ہشام میں یہ واقعہ موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دادا کے زیر کفالت تھے اور حضرت عبد المطلب کے لیے کعبہ کے سائے میں قالین کا خصوصی فرش بچھایا جاتا تھا حضرت عبد المطلب کے تمام فرزند اس قالین کے اردگرد بیٹھتے تھے یہاں تک کہ حضرت عبد المطلب تشریف لاتے اور وہ وسط میں تشریف رکھا کرتے تھے اور ان کی جلالت کے پیش نظر ان کے فرزندوں میں سے کوئی بھی اس قالین پر نہیں بیٹھتا تھا ابن اسحاق نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تشریف لاتے اس وقت وہ کمسن بچے تھے وہ بھی آکر اس قالین پر بیٹھ جاتے تھے ان کے چچا انھیں وہاں سے اٹھا کر دور لے جانے کی کوشش کرتے تھے حضرت عبد المطلب نے جب اپنے بیٹوں کو یہ کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

دَعُوْا اِبْنِيْ، فَوَاللهِ إِنَّ لَهُ لَشَأْنًا ثُمَّ يُجْلِسُهُ مَعَهُ عَلَى الْفِرَاشِ وَيَمْسَحُ ظَهْرَهُ بِيَدِهِ وَيَسُرُّهُ مَا

یَرَاهُ یَصْنَعُ.

میرے بیٹے کو چھوڑ دو؛ خدا کی قسم! یہ ایک خاص شان کا مالک ہے پھر وہ انھیں اپنے ساتھ قالین پر بٹھاتے اور ان کی پشت کو اپنے ہاتھوں سے مس کرتے تھے اور اس عمل سے انھیں یک گونہ مسرت ہوتی تھی۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ص ۱۱۴ مکتبہ الموارد ۲۰۰۳ء)

اور بحار میں ہے حضرت عبدالمطلب نے فرمایا: اے ابوطالبؑ! میں اپنے بعد تمھیں ایک وصیت کرنا چاہتا ہوں۔

ابوطالبؑ نے کہا: وہ کون سی وصیت ہے

عبدالمطلب نے فرمایا: اے میرے بیٹے! میں اپنے بعد تمھیں اپنے نورِ نظر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں وصیت کرنا چاہتا ہوں تم جانتے ہو کہ میرے نزدیک ان کا کیا مقام ہے اور کیسی منزلت ہے لہٰذا تم ان کی بے حد تکریم کرنا اور جب تک دنیا میں رہو وہ تمھارے پاس دن رات رہیں اور پھر اس کے بعد اللہ اپنے حبیب کا نگران ہوگا۔

پھر اپنی اولاد سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم محمدؐ کی تکریم و تجلیل کرو اور ان کا اعزاز و اکرام ملحوظ خاطر رکھو تم عن قریب ان سے ایک امر مشاہدہ کرو گے جو بلند و بالا ہوگا اور آخر میں تم وہ امر دیکھو گے جب وہ پہنچ جائے گا میں جس کا تذکرہ کر رہا ہوں۔

ان سب نے کہا: اے والد گرامی! ہم نے سن لیا اور ہم سب ان کی اطاعت کریں گے ہم ان پر اپنی جانیں اور اپنے اموال نچھاور کر دیں گے بلکہ ہم اُن کے لیے فدیہ بن جائیں گے۔

پھر حضرت عبدالمطلب اپنی قوم کے لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: اے میری قوم والو! کیا تم پر میرا کوئی حق واجب نہیں ہے؟

ان سب نے مل کر کہا بے شک! آپ کا حق ہر صغیر اور کبیر پر واجب ہے آپ بہترین قائد اور بہترین سائق (رہنما) بن کر ہمارے درمیان رہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ پر موت کی سکرات کو آسان بنائے اور آپ کے تمام گناہوں کی مغفرت فرمائے۔

تو حضرت عبدالمطلب نے فرمایا: میں تم سب کو اپنے بیٹے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں وصیت کرنا چاہتا ہوں تم اپنے درمیان انھیں کرامت و عزت کے مقام پر فائز رکھنا اور ان سے نیکی سے پیش آنا اور ان پر ظلم نہ ڈھانا اور نہ ہی

ناپسندہ طریقے سے ان کا سامنا کرنا۔

سب نے بیک آواز کہا: ہم نے آپ کی بات سن لی ہم اس سلسلے میں آپ کی اطاعت کریں گے۔

(بحار الانوار ۱۵/ ۱۵۲۔ ۱۵۳)

اعیان الشیعہ میں ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے اپنے بیٹے ابوطالبؑ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کی وصیت کی اور یہ کہا کہ انھیں اپنے حصار میں لیے رکھنا اور ان کی کفالت کرنا ابوطالبؑ اپنے بھائیوں کے مقابلے میں نہ تو عمر میں سب سے بڑے تھے اور نہ ہی ان کے پاس دولت کی فراوانی تھی۔

حارث ان سے بڑے تھے اور عباس صاحب ثروت تھے لیکن حضرت عبدالمطلب نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت کے لیے حضرت ابوطالبؑ کو منتخب فرمایا، اس لئے انھوں نے حضرت ابوطالبؑ کے چہرے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رعایت وحفاظت کے آثار کو دیکھ لیا تھا اور دوسری وجہ یہ تھی ابوطالبؑ باوجود فقر کے اپنے بھائیوں میں سب سے زیادہ شریف، دانا اور قریش کے نزدیک مکرم ومحترم اور قدر منزلت میں سب سے بہتر تھے۔

(اعیان الشیعہ ۲/ ۹)

مسعودی نے اثبات الوصیہ میں لکھا ہے کہ جب عبدالمطلب اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس میں ان کا انتقال ہوگیا تو انھوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ابوطالبؑ کی آغوش میں رکھ دیا اور اس بارے میں فرمایا: اے میرے بیٹے یہ محمدؐ تم پر اللہ کا فضل اور اس کا کرم ہے اور میری جانب سے تمھارے لئے ایک ہدیہ ہے تمھارے بارے میں مجھے الہام کیا گیا ہے اور یہ محمدؐ ماں باپ دونوں کی طرف سے دوسرے بھائیوں کے مقابلے میں تمھارا حقیقی بھتیجا ہے۔ اس کے بعد حضرت عبدالمطلب نے انھیں اپنے علم کے رازہائے سربستہ اور دلائل وبراہین سے مطلع فرمایا اور انبیاء ومرسلین کے بارے میں انھیں جو بشارت دی گئی تھی اس سے باخبر کیا اور ان باتوں سے بھی آگاہ کردیا جو علمائے یہود اور راہب عبادت گزاروں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں عبدالمطلب سے کہی تھیں عرب کے باشندوں کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال اور عجم کے کاہنوں کی باتوں سے بھی ابوطالبؑ کو مطلع کردیا۔

(اثبات الوصیۃ ۱۱۲۔ ۱۱۴)

عبدالمطلب کی وفات

عبدالمطلب کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی جب ان کی عمر ۸۰ سال تھی اور کہا گیا کہ ان کی وفات ۹ عام الفیل میں ہوئی اور اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آٹھ سال کے تھے اور حضرت عبدالمطلب نے رسول اکرم کے چچا ابوطالبؑ کو یہ وصیت کی تھی کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاص خیال رکھیں اس کا سبب یہ تھا کہ ابوطالبؑ اور عبداللہ ایک ماں اور باپ کی اولاد تھے اور زبیر کی والدہ بھی وہی تھی لیکن رسول کی کفالت حضرت ابوطالبؑ نے کیوں کی اس بارے میں تین قول ہیں:

(۱) حضرت عبدالمطلب نے حضرت ابوطالبؑ کو وصیت کی تھی۔

(۲) دوسرے یہ کہ قرعہ اندازی کی گئی جس میں ابوطالبؑ کا نام نکلا تھا۔

(۳) خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطالبؑ کو اس مقصد کے لیے چنا تھا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن اور ابوطالبؑ کا ان کے وسیلے سے طلب باران

ابن عساکر نے تخریج کی ہے حلیمہ بن عرفہ سے وہ کہتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں آیا تو یہ دیکھا کہ مکہ والوں کو قحط سالی کا سامنا ہے۔ قریش ابوطالبؑ کے پاس آئے اور ان سے کہا: اے ابوطالبؑ! وادی کو قحط نے آگھیرا ہے اور بچے خشک سالی کا شکار ہیں آؤ تاکہ ہم طلب باران کریں تو ابوطالبؑ نکلے اور ان کے ساتھ ایک لڑکا تھا گویا وہ تاریکی میں شمس عالم تاب ہو اور اس سے برسنے والے بادل ظاہر ہوگئے ہوں اور اس کے گرد بہت سے نوخیز جوان تھے ابوطالبؑ نے اس لڑکے کو تھاما اور اس کی پشت کو کعبہ سے لگا دیا ابوطالبؑ نے اپنی انگلی سے لڑکے کے ذریعے پناہ طلب کی اور آسمان پر بادلوں کا نام ونشاں تک نہ تھا یہاں اور وہاں سے بادل جمع ہونے لگے اور موسلادھار بارش ہوئی اور وادی میں ہر سمت پانی بہنے لگا اور ہر طرف ہریالی ہوگئی اور اسی بارے میں حضرت ابوطالبؑ نے یہ شعر کہا:

وَ اَبیَضَّ یُستَسقَی الغَمَامُ بِوَجهِهٖ
ثِمَالُ الیَتَامٰی عِصمَۃٌ لِلاَرَامِلِ

وہ گورے مکھڑے والا جس کی وساطت سے طلب باراں کی جاتی ہے وہ یتیموں کا رکھوالا اور بیواؤں کی پناہ گاہ ہے (تاریخ الخمیس ۱/۲۸۷)

الغدیر ج ۷ ص ۳۶۲ اور دو شعر اس کے ذیل میں موجود ہیں:

يَلُوذُ بِهِ الْهَلَاكُ مِنْ آلِ هَاشِمٍ
فَهُمْ عِنْدَهُ فِيْ نِعْمَةٍ وَ فَوَاضِلِ
وَ مِيْزَانُ عَدْلٍ لَا يَخِيْسُ شَعِيْرَةً
وَزَّانُ صِدْقٍ وَزْنُهُ غَيْرُ هَائِلِ

(شرح بخاری قسطلانی ۲/۲۲۷، المواهب اللدنیہ ۱/۴۸
الخصائص الکبری ۱/۸۶ ۲۶۷ السیرۃ الحلبیۃ ۱/۱۲۵
السیرۃ النبویہ لزینی وحلان)

صاحبان سیرت روایت کرتے ہیں کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کی جانب روانہ ہوئے اور وہاں نماز پڑھنے کا ارادہ کیا جب انھوں نے نماز شروع کردی تو ابوجہل (لعنۃ اللہ) نے کہا کہ کون ہے جو اس شخص کے پاس جائے اور اس کی نماز کو باطل اور فاسد کردے؟ ابن الزبعری اٹھا اس نے گوبر اور خون لیا اور اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ اقدس کو آلودہ کر دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نماز تمام کی اور اپنے چچا حضرت ابوطالبؑ کے پاس تشریف لے گئے اور اُن سے کہا چچا آپ دیکھ رہے ہیں کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا گیا ہے؟

ابوطالبؑ نے پوچھا: اے بیٹے! یہ کس نے کیا ہے؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عبداللہ بن الزبعری نے حضرت ابوطالبؑ اُٹھے اور اپنی تلوار حمائل کی اور اُن کے ساتھ روانہ ہوئے یہاں تک کہ لوگوں کے پاس پہنچ گئے جب لوگوں نے ابوطالبؑ کو آتے دیکھا تو وہ وہاں سے کھسکنے لگے تو ابوطالبؑ نے کہا: خدا کی قسم! اگر کوئی اپنی جگہ سے اُٹھا تو میں اپنی تلوار سے اس کا کام تمام کردوں گا یہ سن کر سب سہم گئے۔ حضرت ابوطالبؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب آئے اور اُن سے دریافت کیا؟ اے میرے بیٹے! کس نے تمھارے ساتھ یہ سلوک کیا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عبداللہ بن الزبعری نے۔

آپ نے گوبر اور خون لے کر اُن سب کے چہروں ڈاڑھیوں اور کپڑوں پر مل دیا اور انھیں ناسزا کہا۔

(ایمان ابوطالبؑ ۲۲۱ تفسیر قرطبی ۶/۴۰۵۔۴۰۲ الغدیر ج ۷ ص ۳۵۸۔۳۰۹)

اور یہ بھی ہے کہ حضرت ابوطالبؑ کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جو محبت تھی اور انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو نصرت کی تھی اس کا انکار وہی کرسکتا ہے جو جاہل اور غبی ہو جسے سیرت کا علم نہ ہو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے دعائے استسقاء کے بعد فرمایا:

لِلّٰهِ دَرُّ أَبِي طَالِبٍ لَوْ كَانَ حَيًّا لَقَرَّتْ عَيْنَاهُ.

ابوطالبؑ کی خوبی کو اللہ جانتا ہے اگر وہ زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔تم میں سے کسے ان کا شعر یاد ہے:

وَ اَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ

حضرت ابوطالبؑ اور بحیرا راہب

یونس بن بکیر محمد بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ ابوطالبؑ وہ ہیں جنھوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد حضرت عبد المطلب کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری قبول کی وہ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور ان کے ذمہ دار رہے۔

پھر حضرت ابوطالبؑ تجارت کی غرض سے ایک قافلے کے ساتھ شام کی جانب روانہ ہوئے جب کوچ کی تیاری ہوگئی اور سامان سفر اونٹوں پر لادا جا چکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالبؑ سے چمٹ گئے اور ناقے کی مہار تھام لی اور کہا: چچا جان آپ مجھے کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں میرے نہ باپ ہیں اور نہ میری ماں زندہ ہیں ابوطالبؑ کو ان پر ترس آیا اور انھوں نے فرمایا: خدا کی قسم! آپ ضرور میرے ساتھ سفر پر جائیں گے اور نہ میں آپ سے جدا ہوں گا اور نہ ہی آپ مجھ سے جدا ہوں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالبؑ کے ساتھ سفر پر روانہ ہوئے جب قافلہ سرزمین شام میں بصریٰ کے مقام پر ٹھہرا تو وہاں پر ایک راہب تھا جس کا نام بحیرا تھا وہ اپنے گرجا گھر میں تھا اور وہ

عیسائیوں کا بہت بڑا عالم تھا اور وہ شروع سے اسی عبادت خانے میں تھا اور اس کے پاس ایک کتاب تھی اس کے خیال میں اس کا علم وراثت کے طور پر منتقل ہوتا رہا تھا اکثر قافلے اس گرجا گھر کے پاس ٹھہرا کرتے تھے اور بحیرا نہ ان سے گفتگو کرتا نہ ہی ان کے بارے میں دریافت کرتا تھا مگر جب اس سال قافلہ وہاں سے گذرا تو اس نے قافلے والوں کی دعوت کا خاص اہتمام کیا اور اس کا سبب یہ تھا جیسا کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ اس نے اپنے گرجا گھر سے کسی شئے کا مشاہدہ کیا تھا جو اس قافلے میں اسے نظر آئی تھی جب وہ آئے تھے تو اس نے دیکھا کہ ایک بادل کا ٹکڑا ان پر سایہ فگن ہے پھر وہ آگے بڑھے اور اس کے قریب ہی ایک درخت کے سایہ تلے اتر پڑے اور درختوں کی ٹہنیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جھک گئیں جب بحیرا نے یہ منظر دیکھا تو وہ اپنے گرجا گھر سے اتر آیا اور اس نے دعوت کا اہتمام کیا پھر قافلے والوں کی طرف اپنا پیغام بھیجا کہ اے قریش کے لوگو! میں نے تمھارے لیے دعوت کا اہتمام کیا ہے اور میری خواہش ہے کہ تم میں سے ہر چھوٹا اور بڑا اس دعوت میں شریک ہو۔

ان میں سے ایک شخص نے کہا: اے بحیرا! آج کیا خاص بات ہے، تم نے اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں کیا ہم کتنی بار یہاں سے گزرے لیکن آج کی شان ہی نرالی ہے۔

بحیرا نے کہا: تم نے سچ کہا: تمھارے ساتھ ایک مہمان ہے میں نے چاہا میں اس کی تعظیم کروں جن میں سے ہر چھوٹا اور بڑا آ کر کھانا کھائے۔

سب دعوت میں شریک ہوئے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی کم سنی کی وجہ سے درخت کے نیچے قوم کے مال واسباب کے پاس چھوڑ دیا تھا جب بحیرا نے قریش کے لوگوں کو دیکھا تو ان میں وہ خوبی نہ تھی اس نے جس کا پہلے مشاہدہ کیا تھا بحیرا نے کہا: اے قریش والو! اس دعوت میں سب شریک ہوں تم میں کوئی چھوٹنے نہ پائے۔

انھوں نے جواب دیا اے بحیرا! ہم میں کوئی بھی پیچھے نہیں رہا سوائے ایک لڑکے کے جو کم سنی کی وجہ سے شریک نہیں ہوا وہ ان کے اسباب کے ساتھ ہے۔

بحیرا نے کہا: تم ایسا نہ کرو اسے بھی لے آؤ تا کہ وہ تمھارے ساتھ شریک ہو جائے۔

قریش کے ایک فرد نے کہا: لات وعزیٰ کی قسم! وہ تمھارے لیے باعث ملامت ہوگا ہمارے درمیان میں سے صرف عبداللہ بن عبدالمطلب کا فرزند کھانا کھانے کے لیے نہیں آیا، پھر ابوطالبؑ اٹھے انھیں اپنی گود میں لیا پھر انھیں لا کر قوم کے دیگر افراد کے ساتھ بٹھلا دیا۔ بحیرا نے انھیں غور سے گھور گھور کر دیکھنا شروع کر دیا اور اس نے جسم

پر نشانات تلاش کرنا شروع کر دیے جسے اس نے اپنی کتابوں میں دیکھا تھا بحیرا نے کہا: اے لڑکے! میں تمھیں لات وعزیٰ کی قسم کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ میں جو تم سے پوچھوں اس کا جواب دینا۔ (بحیرا نے یہ قسم اس لیے دی کہ) اس نے قریش کے افراد کو لات وعزیٰ کی قسمیں کھاتے ہوئے دیکھا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحیرا سے کہا: تم مجھ سے لات وعزیٰ کے واسطے سے سوال مت کرو، خدا کی قسم! مجھے اس سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی اور چیز نہیں ہے۔

تو بحیرا نے کہا: میں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں تم میرے سوالوں کا جواب دو۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: تمھیں جو پوچھنا ہے وہ مجھ سے پوچھ لو۔

پھر اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال کے بارے میں دریافت کرنا شروع کیا ان کی نیند کے بارے میں ان کی ہیئت کے بارے میں ان کے مشاغل کے بارے میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحیرا کو بتانا شروع کیا، بحیرا نے ان کے بارے میں جو پڑھا تھا یہ تمام باتیں اس سے ملتی جلتی تھی پھر اس نے ان کی پشت دیکھی تو اُسے دونوں کندھوں کے درمیان ختم نبوت کا نشان نظر آیا جو بحیرا کی پڑھی ہوئی باتوں سے ملتا جلتا تھا پس جب وہ یہ معلومات کر چکا تو وہ ان کے چچا ابوطالبؑ سے مخاطب ہوا اور ان سے پوچھا: یہ بچہ آپ کا کیا لگتا ہے؟

ابوطالبؑ نے کہا: یہ میرا بیٹا ہے۔

بحیرا نے کہا: یہ آپ کا بیٹا نہیں ہو سکتا اس لیے کہ اس کا باپ میرے نزدیک زندہ نہیں ہو سکتا ہے۔

ابوطالبؑ نے کہا: یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے۔

بحیرا نے پوچھا: اس کے باپ کے ساتھ کیا ہوا؟

ابوطالبؑ نے کہا: جب یہ شکم مادر میں تھا تو اس کا باپ انتقال کر گیا تھا۔

بحیرا نے کہا: تم نے سچ کہا، تم اپنے بھتیجے کو لے کر اپنے شہر چلے جاؤ اور یہودیوں سے اس کے بارے میں ڈرو خدا کی قسم! اگر ان میں سے کسی نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیکھ لیا اور اسے ان باتوں کا پتا چل گیا جو میرے علم میں ہیں تو پھر وہ ان سے ناروا سلوک کریں گے تمھارے بھتیجے کی ایک خاص شان ہے لہٰذا انھیں جلدی وطن واپس لے جاؤ۔

لہٰذا ان کے چچا ابوطالبؑ تجارت سے فارغ ہو کر فوراً انھیں لے کر مکہ واپس آ گئے اور خیال ہے کہ جیسا لوگ بیان کرتے ہیں کہ زبیر (زریر) تمام اور دریس جن کا تعلق اہل کتاب سے تھا انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس

سفر کے دوران جس میں وہ اپنے چچا کے ساتھ تھے کچھ چیزوں کا مشاہدہ کیا تھا انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو ستانے کا ارادہ کیا تھا بحیرا نے انھیں اس کا م سے باز رکھا اور انھیں اللہ عزوجل کی یاد دلائی اور انھیں بتایا کہ کتاب (توریت اور انجیل) میں ان کی کون سی صفتیں بیان ہوئی ہیں اور یہ کہ اللہ ان کا محافظ ہے اس لیے وہ سب مل کر بھی ان کا بال بیکا نہیں کر سکتے ان یہودیوں نے ان کی بات مان لی آنحضرت ﷺ کا پیچھا چھوڑ دیا اور حضرت ابوطالبؑ نے اشعار میں اس کا ذکر کیا ہے:

إِنَّ ابْنَ آمِنَةَ النَّبِيَّ مُحَمَّداً ۔۔۔ عِنْدِي يَفُوقُ مَنَازِلَ الْأَوْلَادِ

ابن اسحاق نے ۱۲ اشعار لکھے ہیں

اور اس کے بعد ۱۸ اشعار میں اس واقعہ کا ذکر ہے۔

أَلَمْ تَرَنِي مِنْ بَعْدِهِمْ هَمَمْتُهُ ۔۔۔ بِفُرْقَةِ خَيْرِ الْوَالِدَيْنِ كِرَامِ

اور آخر میں ۱۳ اشعار مزید لکھے ہیں آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:

بَكَى طَرَباً لَمَّا رَآنِي مُحَمَّدٌ ۔۔۔ كَأَنْ لَا يَرَانِي رَاجِعًا لِمَعَادِ

(سیرۃ ابن اسحاق محمد بن اسحاق ۸۵۔۱۵۱ھ ص ۷۳۔۷۸)

حضرت کے سترہویں سال کی عمر میں زبیر بن عبدالمطلب اور بقولے عباس بن عبدالمطلب آپ کو حضرت ابوطالبؑ سے اجازت لے کر اور حفاظت کا وعدہ کر کے بغرض برکت و نفع کثیر تجارت اپنے ہمراہ ملک یمن کو لے گئے تھے راستہ میں اہل قافلہ نے بہت خوارق عادات اور امور عجیبہ حضرت کے مشاہدہ کیے اور تجارت میں نفع کثیر حاصل ہوا (مرقع اسلام فی احوال سید الانام۔ سید انصار حسین نقوی)

جامع ترمذی میں ابوعیسیٰ ترمذی (۲۰۹۔۲۷۹) حدیث ۳۶۲۹ میں فرماتے ہیں:

ابوموسیٰ اشعری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ حضرت ابوطالبؑ شام کی طرف روانہ ہوئے اور اشیاخ قریش میں ان کے ساتھ نبی اکرم ﷺ بھی روانہ ہوئے جب وہ راہب کے پاس پہنچے وہاں اتر پڑے اور انھوں نے اپنے کجاوے اتار لئے۔ راہب ان کے پاس آیا اس سے پہلے جب وہ آیا کرتے تھے تو راہب ان کے پاس نہیں آتا تھا اور نہ ہی ان کی طرف توجہ مبذول کرتا تھا ابھی وہ کجاوے اتار رہے تھے کہ راہب

ان کے پاس آیا اور اس نے رسول ﷺ کا ہاتھ تھام کر کہا:

هٰذَا سَيِّدُ الْعَالَمِيْنَ هٰذَا رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ يَبْعَثُهُ اللهُ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ.

یہ عالمین کا سردار ہے، یہ رب العالمین کا پیغامبر ہے، اللہ نے انھیں عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے

اشیاخ قریش نے اس کہا: تم نے یہ کیسے جانا؟

اس نے جواب دیا: جب تم اس گھاٹی سے آگے بڑھے تو ہر درخت اور پتھر سجدے میں گر گیا اور یہ سجدہ نہیں کرتے مگر اس کے لئے جو نبی ہو اور میں جانتا ہوں کہ یہ نبوت کے خاتم ہیں ان کے کندھوں کے نیچے نرم ہڈی سیب کی طرح ہے۔

پھر وہ واپس گیا اور اس نے لوگوں کے لئے کھانا تیار کروایا جب وہ لوگ بحیرا کے پاس آئے تو اس وقت نبی اکرم ﷺ اونٹوں کی نگہبانی کر رہے تھے بحیرا نے کہا: انھیں بلواؤ، جب نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو کیا دیکھا تو ان کے سر پر بادل ہے جو سایہ فگن ہے، جب بحیرا قوم کے پاس آیا تو کیا دیکھا کہ وہ سب اس سے پہلے درخت کے سائے تلے پہنچ گئے ہیں جب حضورؐ درخت کے نیچے تھے تو درخت کا سایہ ان کی جانب جھک گیا تھا بحیرا نے کہا: دیکھو! درخت کا سایہ ان کی طرف جھکا ہوا ہے۔

راوی نے کہا کہ وہ ان کے درمیان موجود تھا اور انھیں اللہ کی قسم دے کر یہ کہہ رہا تھا کہ وہ حضرت محمد ﷺ کو لے کر روم نہ جائیں اس لئے کہ اگر رومیوں نے انھیں دیکھ لیا اور ان کی خوبیوں کو جان لیا تو وہ ان کو قتل کر دیں گے۔

جب وہ متوجہ ہوا تو کیا دیکھا سات افراد روم کی جانب سے چلے آرہے ہیں راہب نے ان کا استقبال کیا اور ان سے دریافت کیا کہ تم اس طرف کیوں آتے ہو؟

انھوں نے جواب دیا: اس مہینے میں نبی باہر نکلنے والا ہے ہر راستے پر آدمیوں کو روانہ کر دیا ہے اور ہمیں ان کے بارے مطلع کر دیا گیا ہے اور ہمیں تمھاری طرف بھیجا گیا ہے۔

راہب نے پوچھا: کیا تمھارے پیچھے کوئی ایسا شخص ہے جو تم سے بہتر ہو؟

انھوں جواب دیا: اس راستے میں ہمیں منتخب کیا گیا ہے۔

راہب نے کہا: کیا تم سمجھتے ہو کہ اگر اللہ کسی امر کو پورا کرنے کا ارادہ کرلے تو کیا انسانوں میں سے کوئی اسے

رد کر سکتا ہے۔

انھوں نے جواب دیا: نہیں۔

فرمایا: ان لوگوں نے راہب کی بیعت کر لی اور اس کے ساتھ ٹھہرے رہے راہب نے کہا کہ میں تمھیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں تم میں کون ان کا ولی ہے قریش نے جواب دیا ابوطالبؑ۔ وہ مسلسل انھیں قسمیں دیتا رہا یہاں تک کہ ابوطالب انھیں واپس لے گئے۔ راہب نے ابوطالب کو کعک (موجودہ کیک جیسی چیز) اور زیت (زیتون کا تیل) بطور زادِ راہ دیا۔

ابوعیسیٰ نے کہا:

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

یہ حدیث حسن اور غریب ہے ہم اس حدیث کو اسی سلسلے سے جانتے ہیں

سید علی خان نے اپنی کتاب الدرجات الرفیعہ ص ۴۸ پر بیان کیا ہے۔

یہ جان لو کہ ہمارے نزدیک حضرت ابوطالبؑ کے مسلمان ہونے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ابن الاثیر نے جامع الاصول میں نقل کیا ہے کہ اجماع اہل بیت علیہم السلام ہے کہ حضرت ابوطالبؑ مومن تھے اور ان کا اجماع حجت ہے اور اس کے بارے میں زیدیہ کی اکثریت اور بعض شیوخِ معتزلہ جن میں ابوقاسم بلخی اور ابوجعفر اسکافی ہیں وہ ہمارے نظریے سے موافقت کرتے ہیں۔

السید علی خان شیرازی رحمۃ اللہ علیہ درجات رفیعہ میں فرماتے ہیں کہ زیدیہ اس بات کے قائل ہیں کہ تمام مسلمانوں پر حضرت ابوطالبؑ کا حق واجب ہے اس لیے کہ انھوں نے نبی اسلام کی نصرت کی اور لوگوں کو کفر و شرک کے چنگل سے بچایا اگر ابوطالبؑ نہ ہوتے تو سب کچھ نسیاً منسیاً ہو جاتا ابوطالبؑ وہ ہیں جنھوں نے دین کی بنیادوں کو مستحکم کیا اور ان بنیادوں پر اسلام کی عمارت قائم کی اپنی حمایت اور نصرت کے سبب جس طرح وہ دعوائے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے مصدّق (تصدیق کرنے والے) تھے۔

زیدیہ کے بعض علماء نے کہا ہے:

حَمَاهُ أَبُوْنَا أَبُوْ طَالِبٍ	ہمارے والد ابوطالبؑ نے آنحضرت کی حمایت کی
وَ أَسْلَمَ وَ النَّاسُ لَمْ تُسْلِمُ	وہ اس وقت اسلام لائے جب کوئی مسلمان نہ تھا
وَ قَدْ كَانَ يَكْتُمُ إِيْمَانَهُ	ابوطالبؑ تو اپنے ایمان کو مخفی رکھے ہوئے تھے۔
وَ أَمَّا الْوَلَاءُ فَلَمْ يَكْتُمُ	جہاں تک محبت و دوستی کا تعلق ہے اسے چھپایا نہیں جا سکتا ہے۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت ابوطالبؑ اپنے بیٹے جعفر کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرے جب وہ مسجد الحرام میں نماز ظہر ادا فرما رہے تھے اور علیؑ ان کے دائیں طرف نماز پڑھ رہے تھے تو اس وقت حضرت ابوطالبؑ نے اپنے فرزند جعفر سے کہا تم بھی اپنے چچازاد بھائی کے پہلو میں کھڑے ہو جاؤ اور نماز ادا کرو تو جعفر آگے بڑھے اور علی نے پیچھے ہٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی اور اس واقعے سے متعلق حضرت ابوطالبؑ فرماتے ہیں:

إِنَّ عَلِيّاً وَ جَعْفَراً ثِقَتِي عِنْدَ مُلِمِّ الزَّمَانِ وَ النُّوَبِ

أَجْعَلُهُمَا عُرْضَةَ الْعِدَاءِ إِذَا أُتْرَكُ مَيْتاً أَنْتَمِي إِلَى حَسَبِي

لَا تَخْذُلَا وَ انْصُرَا ابْنَ عَمِّكُمَا أَخِي لِأُمِّي مِنْ بَيْنِهِمْ وَ أَبِي

بلاشبہ یقیناً علی و جعفر میرے معتمد اور معتبر فرزند ہیں۔ زمانے کی سختیوں اور نازل ہونے والی مصیبتوں کے وقت میں اپنے دونوں بیٹوں علی اور جعفر کو ظلم اور زیادتی کے موقع پر نشانہ بنا دوں گا، اگر میری موت واقع ہو جائے یعنی میرے مرنے کے بعد یہی دونوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محافظ ہوں گے اور میں اپنی خاندانی شرافت کی حفاظت کے لیے ان دونوں کو ذمہ دار قرار دیتا ہوں۔

تم دونوں انھیں (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تنہا نہ چھوڑنا اور اپنے (عبداللہ) کے بیٹے (محمدؐ) کی مدد کرنا جو اولاد عبدالمطلب کے درمیان ماں اور باپ دونوں کی جانب سے میرا حقیقی بھائی ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکے کی گھاٹیوں میں نکل جاتے تھے اور ان کے ساتھ حضرت علیؑ بھی اپنے والد ابو طالب اور دیگر چچاؤں سے چھپ کر جایا کرتے تھے اور وہ دونوں وہاں نماز ادا کرتے تھے جب شام ہوتی تو واپس آجاتے تھے وہ اسی طرح جب

تک چاہتے وہاں ٹھہرے رہتے ایک دن حضرت ابوطالبؑ نے انھیں اس وقت جالیا جب وہ نماز پڑھنے میں مصروف تھے تو انھوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا اے میرے بھتیجے یہ کون سا دین ہے آپ جس پر عمل پیرا ہیں آنحضرت نے جواب دیا چچا جان یہ اللہ کا دین ہے اور اس کے فرشتوں کا دین ہے اور ہمارے والد ابرہیم کا دین ہے۔

یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابوطالبؑ نے علیؑ سے پوچھا: اے میرے بیٹے! یہ کون سا دین ہے جسے تم نے اختیار کیا ہوا ہے؟ حضرت علی علیہ السلام نے جواب دیا: پدر عالی قدر! میں ایمان لایا ہوں اللہ پر اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے ہیں میں نے اس کی تصدیق کی ہے۔ میں نے ان کے ساتھ اللہ کے لیے نماز پڑھی ہے اور ان کا اتباع کیا ہے لوگوں نے یہ سمجھا انھوں نے حضرت علیؑ سے فرمایا تم پر لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کرو اور ان کے ساتھ رہو یہ تم کو خیر کے علاوہ کسی اور چیز کی دعوت نہیں دیں گے۔

اور حضرت علیؑ سے دوسرے الفاظ میں یہ آیا ہے کہ جب انھوں نے اسلام کا اظہار کیا تو حضرت ابوطالبؑ نے ان سے کہا: اَلْزِمْ اِبْنَ عَمِّكَ. اے علی اپنے چچازاد بھائی کا ساتھ نہ چھوڑنا۔

سیرت ابن ہشام۔ ج ۱ص ۲۶۵ تاریخ طبری ۲ / ۲۱۴

تفسیر ثعلبی، عیون الاثر ۱: ۹۴ الاصابہ ۴: ۱۱۶ اسنی المطالب ص ۱۰ اور شرح ابن الحدید ۳: ۳۱۴ میں ہے حضرت علیؑ سے مروی ہے فرمایا کہ میرے والد نے کہا: اے میرے بیٹے! اَلْزِمْ اِبْنِ عَمِّكَ فَاِنَّكَ تَسْلِمُ بِهٖ مِنْ كُلِّ بَاْسٍ عَاجِلٍ وَ آجِلٍ تم اپنے چچا کے بیٹے کا ساتھ نہ چھوڑنا اس لیے کہ وہ تم کو دنیا اور آخرت دونوں میں ہر مصیبت اور تکلیف سے محفوظ رکھیں گے۔

پھر اس کے بعد فرمایا:

إِنَّ الْوَثِيْقَةَ فِيْ لُزُوْمِ مُحَمَّدٍ فَاشْدُدْ بِصُحْبَتِهٖ عَلِيُّ يَدَيْكَا

فرمایا: اس مفہوم سے مناسبت رکھتے ہوئے حضرت ابوطالبؑ نے یہ شعر کہے:

اِنَّ عَلِيًّا وَ جَعْفَرًا ثِقَتِيْ عِنْدَ مُلِمِّ الزَّمَانِ وَ النُّوَبِ

لَا تَخْذُلَا وَ انْصُرَا ابْنَ عَمِّكُمَا ... أَخِيْ لِأُمِّيْ مِنْ بَيْنِهِمْ وَ أَبِيْ

وَ اللهِ لَا أَخْذُلُ النَّبِيَّ وَ لَا ... يَخْذُلُهُ مِنْ بَنِيَّ ذُوْحَسَبِ

یہ تینوں اشعار دیوان ابوطالبؑ میں موجود ہیں۔

اور ان کا ذکر عسکری نے اپنی کتاب الاوائل میں کیا ہے انھوں نے کہا کہ حضرت ابوطالبؑ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرے اور ان کے ساتھ ان کے بیٹے جعفر بھی تھے حضرت ابوطالبؑ نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں اور حضرت علیؑ ان کے ساتھ ہیں تو حضرت ابوطالبؑ نے جعفر سے کہا اے بیٹے تم بھی اپنے فرزندعم کے پہلو میں کھڑے ہوکر نماز ادا کرو تو جعفر حضرت علی علیہ السلام کے برابر کھڑے ہوگئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب یہ محسوس ہوا تو آپ دونوں سے آگے بڑھ گئے اور اس طرح انھوں نے اپنا عمل مکمل کر دیا ابوطالبؑ یہ دیکھ کر نہایت مسرور وشاداں واپس آئے اور یہ اشعار کہے:

إِنَّ عَلِيًّا وَ جَعْفَرًا ثِقَتِيْ ... عِنْدَ مُلِمِّ الزَّمَانِ وَ النُّوَبِ

اور انھوں نے یہ شعر بھی نقل کیا

نَحْنُ وَ هٰذَا النَّبِيُّ نَنْصُرُهُ ... نَضْرِبُ عِنْدَ الْأَعْدَاءِ كَالشُّهُبِ

ابوبکر شیرازی نے اپنی تفسیر میں تخریج کی ہے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا نزول ہوا تو آپ مسجد الحرام تشریف لائے اور کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے حضرت علیؑ کا وہاں سے گزر ہوا اُن کی عمر اس وقت نو سال تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں پکارا؛

يَاعَلِيُّ! أَقْبِلْ إِلَيَّ

اے علی میرے پاس آؤ۔

علیؑ ان کی جانب لبیک کہتے ہوئے بڑھے۔

آنحضرت نے فرمایا: میں خاص طور پر تمھارے لیے اور بالعموم تمام لوگوں کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں تم میری داہنی طرف کھڑے ہو جاؤ اور میرے ساتھ نماز پڑھو تو حضرت علی علیہ السلام نے کہا: آپ مجھے مہلت دیں کہ میں اپنے والد سے اجازت لے لوں۔

آنحضرت نے فرمایا: جاؤ وہ تمھیں اجازت دے دیں گے۔

حضرت علی ابوطالبؑ کی خدمت میں اجازت لینے کے لیے تشریف لائے تاکہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کریں۔ حضرت ابوطالبؑ نے ان سے کہا: اے میرے بیٹے! تم جانتے ہو کہ محمد ہمیشہ سے امین اللہ ہیں تم ان کے پاس جاؤ اور ان کا اتباع کرو تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے اور فلاح پاؤ گے۔

جب علیؑ مسجد الحرام میں آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو وہ ان کا اتباع کرتے ہوئے داہنی طرف کھڑے ہو گئے حضرت ابوطالبؑ کا وہاں سے گزر ہوا جب کہ وہ دونوں نماز پڑھنے میں مشغول تھے جب انھوں نے نماز تمام کر لی تو حضرت ابوطالبؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا: اے محمدؐ! تم کیا کر رہے تھے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ میں زمینوں اور آسمانوں کے خدا کی عبادت کر رہا تھا اور میرے ساتھ میرے بھائی علیؑ بھی اسی کی عبادت کر رہے تھے میں جس کی عبادت میں مصروف تھا میں آپ کو بھی اس واحد اور قہار کی عبادت کی دعوت دیتا ہوں حضرت ابوطالبؑ یہ سن کر اتنا مسرور ہوئے کہ آپ کے دندان مبارک دکھائی دینے لگے انھوں نے اسی وقت یہ اشعار کہے:

وَ اللہِ لَنْ یَّصِلُوْا اِلَیْكَ بِجَمْعِهِمْ ـــ حَتّٰی اُوَسَّدَ فِي التُّرَابِ دَفِیْنَا

فَاصْدَعْ بِاَمْرِكَ مَا عَلَیْكَ غَضَاضَةٌ ـــ وَ اَبْشِرْ بِذَاكَ وَ قَرَّ مِنْكَ عُیُوْنًا

وَ دَعَوْتَنِيْ وَ عَلِمْتُ اِنَّكَ نَاصِحِيْ ـــ وَ لَقَدْ دَعَوْتَ وَ كُنْتَ ثُمَّ اَمِیْنَا

وَ لَقَدْ عَلِمْتُ اَنَّ دِیْنَ مُحَمَّدٍ ـــ مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّةِ دِیْنَا

خزانۃ الادب بغدادی ۱:۲۶۱ تاریخ ابن کثیر ۳:۴۲ شرح ابن الحدید ۳:۳۶ فتح الباری ۱۵۳ الاصابہ ۴/۱۱۶، المواھب اللدنیۃ ۱:۶۱ السیرۃ الحلبیہ ۱:۳۰۵

قرطبی اور ابن کثیر نے اس میں ایک شعر کا اضافہ کیا ہے:

لَوْ لَا الْمَلَامَةُ اَوْ حُذَارِیْ سُبَّةً ـــ لَوَجَدْتَنِيْ سَمْحًا بِذَاكَ مُبِیْنًا

سید احمد زینی دحلان اپنی کتاب اسنی المطالب میں فرماتے ہیں:

إنَّ هٰذَا الْبَيْتَ مَوْضُوعٌ أَدْخَلُوهُ فِي شِعْرِ أَبِي طَالِبٍ وَلَيْسَ مِنْ كَلَامِهِ.

کہ یہ شعر موضوع (گھڑا ہوا) ہے لوگوں نے اسے حضرت ابوطالبؑ کے اشعار میں داخل کر دیا ہے یہ ان کا کلام نہیں ہے۔

ابن اثیر نے تخریج کی ہے کہ حضرت ابوطالبؑ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی کو ایک ساتھ نماز پڑھتے دیکھا علی ان کی دائیں طرف تھے تو اس وقت حضرت ابوطالبؑ نے اپنے فرزند جعفر سے کہا صَلِّ جَنَاحَ ابْنِ عَمِّكَ صَلِّ عَنْ يَسَارِهِ اے جعفر تم اپنے فرزند عم کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز پڑھو تم ان کی بائیں جانب کھڑے ہو جاؤ جعفر نے حضرت علی علیہ السلام کے اظہار اسلام کے کچھ وقفے کے بعد ہی اسلام کا اعلان کیا تھا۔

إِنَّ عَلِيًّا وَ جَعْفَرًا ثِقَتِي   عِنْدَ مُلِمِّ الزَّمَانِ وَ النُّوَبِ

أَجْعَلُهُمَا عُرْضَةَ الْعَدَاءِ إِذًا   أَتْرُكُ مَيِّتًا وَ أَنْتَمِي إِلَى حَسَبِ

اسد الغابہ ۱:۲۸۷، شرح ابن الحدید ۳:۳۱۴، الاصابۃ ۱۱۶:۴، السیرۃ الحلبیہ ۱:۲۸۶، اسنی المطالب ص۶، المواھب اللدنیۃ ص ۲۰۳ اور برزنجی نے کہا ہے:

تَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ أَنَّ أَبَا طَالِبٍ كَانَ يُحِبُّ النَّبِيَّ وَ يَحُوطُهُ وَيَنْصُرُهُ وَيُعِينُهُ عَلَى تَبْلِيغِ دِينِهِ وَيُصَدِّقُهُ فِيمَا يَقُولُهُ وَيَأْمُرُ أَوْلَادَهُ كَجَعْفَرَ وَعَلِيٍّ بِاتِّبَاعِهِ وَنُصْرَتِهِ.

احادیث متواتر ہیں کہ ابوطالبؑ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت محبت فرماتے تھے انھیں اپنے حلقے میں گھیرے رہتے تھے ان کی نصرت فرماتے تھے تبلیغ دین میں ان کی مدد فرماتے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر قول کی تصدیق فرماتے تھے اور اپنی اولاد کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت اور اتباع کا حکم دیتے تھے جیسے انھوں نے جعفر اور علی کو حکم دیا تھا ص ۱۰ پر برزنجی فرماتے ہیں:

یہ تمام روایات واضح طور پر ثابت کر رہی ہیں کہ حضرت ابوطالبؑ کا دل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے لیے نہ صرف یہ کہ مکمل طور سے بھرا ہوا تھا بلکہ چھلک رہا تھا۔

حضرت ابوطالبؑ اور قریش

ابن اسحاق نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنی قوم کو واضح انداز میں اسلام کے بارے میں بتلایا اور جس طرح اللہ نے حکم دیا تھا اسے ظاہر کر دیا تو قوم نہ ان سے دور ہوئی اور نہ ہی اس بات کو مسترد کیا یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے خداؤں کا ذکر کرنا شروع کیا اور ان خداؤں پر عیب لگائے آنحضرت نے ایسا کیا تو یہ بات مشرکین کو بے حد شاق گذری اور انھوں نے اسے ناپسند کیا اور وہ سب کے سب ان کے خلاف ہو گئے اور ان کی دشمنی پر یکجا ہو گئے بس وہی بچ رہے اللہ تعالیٰ نے جنھیں اسلام کے ذریعے محفوظ کیا اور ایسے افراد بہت کم اور مخفی تھے البتہ حضرت ابوطالبؑ رسول اللہ ﷺ کے چچا علانیہ طور پر ان کی حمایت ونصرت اور حفاظت کا حق ادا کر رہے تھے وہ کفار ومشرکین کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ کے لیے سینہ سپر تھے اور رسول اللہ ﷺ امر خداوندی کے مطابق اس امر کو ظاہر فرما رہے تھے اور کسی بات کو مسترد نہیں ہونے دے رہے تھے۔

اور فرمایا کہ قریش نے یہ بات جس وقت ابوطالبؑ سے کہی تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو بلوایا اور ان سے کہا اے میرے بھتیجے تمھاری قوم کے افراد میرے پاس آئے تھے اور انھوں نے مجھ سے یہ یہ کہا ہے مجھ پر اور خود پر رحم کرو اور مجھ پر اتنا بوجھ مت ڈالو جتنا میں اٹھا نہ سکوں فرمایا: رسول اللہ ﷺ سمجھے کہ میرے چچا پر کوئی نیا امر ظاہر ہوا ہے اور اب یہ انھیں تنہا چھوڑ دیں گے اور انھیں مشرکین کے حوالے کر دیں گے اور اب وہ ان کی نصرت اور حمایت سے کمزور پڑ گئے ہیں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَا عَمِّ وَاللهِ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِي يَمِينِي وَ الْقَمَرَ فِي يَسَارِي عَلَى اَنْ اَتْرُكَ هٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰى يُظْهِرَهُ اللهُ اَوْ اُهْلِكَ فِيهِ مَا تَرَكْتُهُ.

چچا جان خدا کی قسم! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج کو لا کر رکھ دیں اور بائیں ہاتھ پر چاند کو لا کر رکھ دیں اور یہ چاہیں کہ میں یہ امر ترک کر دوں تو میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس امر کو غالب کر دے یا میں اُس میں اپنی جان دے دوں۔

پھر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ گریہ کرنے لگے پھر اٹھ کر کھڑے ہوئے جب وہ پلٹ کر جانے لگے تو ابوطالبؑ نے انھیں آواز دے کر بلایا اور کہا:

اِذْهَبْ یَابْنَ أَخِیْ فَقُلْ مَا أَحْبَبْتُ فَوَ اللّٰہِ لَا أُسْلِمُكَ لِشَیْءٍ أَبَدًا.

اے میرے بھتیجے جاؤ اور جو تمھارا جی چاہے وہ کہو خدا کی قسم! میں ہرگز تمھیں کسی کے سپرد نہیں کروں گا۔

ابن اسحاق نے کہا پھر قریش نے یہ سمجھ لیا کہ ابوطالبؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنہا نہ چھوڑنے، انھیں سپرد نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت میں قریش سے علاحدگی اختیار کرنے اور دشمنی مول لینے کا فیصلہ کرلیا ہے تو وہ لوگ عمارہ بن ولید بن مغیرہ کو ابوطالبؑ کے پاس لیے گئے اور ان سے کہا: اے ابوطالبؑ! یہ عمارہ بن ولید قریش کا سب سے بہادر اور حسین وجمیل جوان ہے تم اسے لے لو تمھارے لیے اس کی عقل اور نصرت ہوگی تم اسے اپنا بیٹا بنا لو اور وہ تمھارے لیے ہے اور تم اپنے اس بھتیجے کو ہمارے حوالے کردو جو تمھارے اور ہمارے باپ دادا کے دین کی مخالفت کرتا ہے اس نے تمھاری قوم میں تفرقہ ڈال دیا ہے اور ان کے خداؤں کو پراگندہ کردیا ہے ہم انھیں قتل کردیں گے ایک فرد کے بدلے ایک فرد لے لو۔

حضرت ابوطالبؑ نے جواب دیا: خدا کی قسم! تم بہت برا سودا کر رہے ہو، تم اپنا بیٹا مجھے دے دو تا کہ میں اسے کھلاؤں پلاؤں اور میں تم کو اپنا بیٹا دے دوں کہ تم اسے قتل کردو۔" خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔"

مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف بن قصی نے ابوطالبؑ سے کہا: اے ابوطالبؑ! بخدا تمھاری قوم تم سے انصاف کی بات کررہی ہے اور تم جس بات کو ناپسند کرتے ہو اس سے تمھیں چھٹکارا دلانا چاہ رہی ہے۔

تو اس وقت ابوطالبؑ نے مطعم سے کہا: خدا کی قسم! تم نے انصاف سے کام نہیں لیا البتہ تم مجھے تنہا کرنے پر مجتمع ہوئے ہو اور قوم کو میرے خلاف ابھارنے پر لگے ہوئے ہو جو تمھارا دل چاہے وہ کر کے دیکھ لو۔ یا اسی طرح کچھ کہا۔

ابن اسحاق نے کہا: امر شدّت اختیار کر گیا اور جنگ کی آگ بھڑکنے لگی اور دشمنی کی وجہ سے قوم پراگندہ ہوگئی اور قوم واضح طور پر الگ الگ ہوگئی تو اس وقت ابوطالبؑ نے مطعم بن عدی سے مخاطب ہو کر کہا اور بالعموم عبد مناف کے جن لوگوں نے انھیں تنہا چھوڑ دیا تھا اور قبائل قریش کے جن لوگوں نے حضرت ابوطالبؑ سے دشمنی کا آغاز کردیا تھا ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا، ان کے سوالوں کے جواب دیے اور جو چیز انھیں امر سے دور لے گئی تھی اس بارے میں اشعار کہے:

أَلَا قُلْ لِعَمْرٍو وَالْوَلِیْدَ وَمُطْعِمًا ۔۔۔ أَلَا لَیْتَ حَظِّیْ مِنْ حِیَاطَتِكُمْ بَكْرٌ

(یہ کل گیارہ اشعار ہیں جنھیں ابن اسحاق نے نقل کیا ہے اور سیرۃ النبویہ میں ابن ہشام نے بھی اتنے ہی اشعار نقل کیے ہیں۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ میں نے ان میں سے دو اشعار چھوڑ دیے ہیں جس میں منقصت بیان کی ہے۔

امینی الغدیر ج۷ ص۳۶۱ پر فرماتے ہیں کہ ابن ہشام نے ان میں سے تین اشعار حذف کر دیے ہیں کسی شخص سے ان اشعار کو حذف کرنے کی غرض پوشیدہ نہیں ہے ہر انسان اپنے نفس پر بصیرت رکھتا ہے خواہ وہ کتنی ہی معذرتیں کیوں نہ پیش کرتا رہے۔

یہ تین اشعار یہ ہیں:

وَ مَا ذَاكَ إِلَّا سُؤدَدٌ خَصَّنَا بِهِ ۔۔۔ إِلٰهُ الْعِبَادِ وَاصْطَفَانَا لَهُ الْفَخْرُ

رِجَالٌ تَمَالَوْا حَاسِدِيْنَ وَ بِغْضَةً ۔۔۔ لِأَهْلِ الْعُلٰى فَبَيْنَهُمْ أَبَداً وِتْرُ

وَلِيْدٌ أَبُوْهُ كَانَ عَبْداً لِجَدِّنَا ۔۔۔ إِلٰى عِلْجَةٍ زَرْقَاءَ جَالَ بِهَا السِّحْرُ

اس ولید سے مراد ولید بن مغیرہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑانے والوں میں سے تھا اور یہ اُن لوگوں میں سے تھا جو حضرت ابوطالبؑ کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملے میں گئے تھے اسی لئے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نازل ہوا:

ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ﴿۱۱﴾ (سورۂ مدثر: ۱۱)

اس کا نام قوم میں وحید رکھا گیا۔

(تفسیر بیضاوی ۲:۵۶۲، الکشاف، ۳:۲۲۰، تاریخ ابن کثیر، ۴:۲۴۴، تفسیر خازن ۴:۳۴۵)

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ اس کے بعد قریش نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے جن لوگوں نے ان کے ساتھ اسلام قبول کر لیا تھا ان سے جنگ چھیڑ دی اس طرح ہر وہ قبیلہ جن میں صاحبان ایمان موجود تھے انھیں اذیتیں پہنچاتے اور دین کے بارے میں انھیں آزمائش میں ڈالتے تھے اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان کے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے ان کے چچا حضرت ابوطالبؑ کو مقرر فرما دیا تھا جب ابوطالبؑ نے دیکھا قریش بنی ہاشم اور بنو المطلب سے نہایت برا سلوک کر رہے ہیں تو حضرت ابوطالبؑ نے انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت ونصرت

اور دفاع کے لیے دعوت دی اور یہ کہا کہ تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کے لئے سیسہ پلائی دیوار بن جاؤ وہ سب کے سب ابوطالبؑ کے گرد جمع ہوگئے اور سب نے ان کی دعوت پر لبیک کہی سوائے ابولہب کے وہ نہیں آیا (جو اللہ کا دشمن اور ملعون تھا)۔

جب ابوطالبؑ نے اپنی قوم کی فداکاری و جاں نثاری کو دیکھا کہ وہ کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرنے کے لیے تیار ہیں تو اس وقت ان کی مدح سرائی کی اور ان کے قدیمی شرف اور ان کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت اور ان کی منزلت کا تذکرہ کیا تاکہ ان کی رائے میں استحکام پیدا ہو اور وہ سب اس امر پر ابوطالبؑ کے ہمنوا بن جائیں فرمایا:

إِذَا اجْتَمَعَتْ يَوْماً قُرَيْشٌ لِمَفْخَرٍ　　فَعَبْدُ مَنَافٍ سِرُّهَا وَ صَمِيمُهَا

اور ابن ہشام نے سات اشعار نقل کیے ہیں۔ (السیرۃ النبوۃ لابن ہشام جزء اوّل)

ابن اسحاق نے کہا جو بیان کیا ابن حمید نے، اس نے کہا ہم سے بیان کیا سلمہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امر الٰہی کی علانیہ تبلیغ شروع کر دی اور اپنی قوم کے سامنے اسلام کو ظاہر کر دیا جب حضرت نے ایسا کیا تو صرف اُس پر ان کی قوم والے اور جیسا کہ مجھے معلوم ہوا نہ آپ سے بیگانہ ہوئے اور نہ ہی کسی قسم کی تردید کی یہاں تک کہ انھوں نے ان کے معبودوں کا ذکر کیا اور ان پر عیب لگائے جب حضور نے ایسا کیا تو قریش کو یہ بات ناگوار گزری اور وہ ان کے خلاف ہوگئے اور ان کی دشمنی پر اکھٹے ہوگئے صرف وہی بچ رہے اللہ نے ان میں سے جن لوگوں کی اسلام کے ذریعے حفاظت کی تھی اور یہ لوگ بہت کم تھے اور پوشیدہ تھے ان کے چچا ابوطالبؑ ان پر مہربان تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امر الٰہی کو ظاہر کرنے میں مصروف تھے اور کوئی شئے انھیں اس بات سے رکاوٹ نہیں بن رہی تھی جب قریش نے یہ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود ان کی مخالفت اور ترک تعلق کے ان کے معبودوں کو برا کہنا نہیں چھوڑتے اور ابوطالبؑ ان کے سپر اور محافظ ہیں۔ وہ ان قریش کے عمائدین عتبہ بن ربیعہ، ابوالبختری بن ہشام، اسود بن المطلب، ولید بن مغیرہ، ابوجہل بن ہشام، عاص بن وائل اور نبیہ اور منبہ حجاج کے فرزند یا وہ خود ان کے پاس چل کر گئے انھوں نے کہا: ابوطالبؑ! تمھارے بھتیجے نے ہمارے خداؤں کو برا کہا ہے، ہمارے دین کو معیوب قرار دیا ہے اور ہم کو احمق قرار دیا ہے اور ہمارے آباؤاجداد کو گمراہ قرار دیا ہے تم ان کو ان باتوں سے روک دو ان کی حمایت نہ کرو ہمیں خود ان سے نمٹ لینے دو کیوں کہ عقائد میں تم بھی ہمارے مانند ہو لہٰذا ہم تم کو بھی ان کی طرف

سے مطمئن کر دیں گے۔

ابوطالبؑ نے نہایت نرم لہجے میں گفتگو کی اور بہت خوش اسلوبی سے اُن کو رد کر دیا اور وہ پلٹ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدستور اللہ کے حکم کی تبلیغ اور اس کی دعوت دیتے رہے۔

کفار مکہ کا دوسرا وفد

رفتہ رفتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قریش کے تعلقات بہت خراب ہو گئے اور انھوں نے آپ سے قطعی علیحدگی اختیار کر لی اور وہ آپ کے دشمن ہو گئے اکثر آپ کا ذکر دشمنی اور برائی سے کرنے لگے اور ایک دوسرے کو برانگیختہ کیا اس کے بعد وہ پھر دوسری مرتبہ ابوطالبؑ کے پاس گئے اور کہا: اے ابوطالبؑ! بہ اعتبار سن اور شرافت کے ہمارے قلوب میں تمھاری خاص وقعت ومنزلت ہے ہم نے تم سے درخواست کی تھی تم اپنے بھتیجے کو ہماری مذمت اور منقصت سے روک دو مگر تم نے ایسا نہیں کیا اور ہم بخدا اس بات کو کبھی گوارا نہیں کریں گے کہ وہ ہمارے آباء کو گالیاں دے ہم کو بیوقوف بتائے اور ہمارے معبودوں کی مذمت کرتا رہے یا تو تم اسے ان باتوں سے روکو ورنہ اس معاملے میں ہم اس کا اور تمھارا مقابلہ کریں گے اب ہم میں سے جو چاہے تباہ ہو۔

یہ کہہ کر وہ چلے گئے ایک طرف ابوطالبؑ کو اپنی قوم کی علاحدگی اور عداوت گراں گزری مگر دوسری طرف ان کو یہ بھی گوارا نہیں تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے حوالے کریں یا ان کی حمایت کرنا چھوڑ دیں۔

(تاریخ الامم والملوک لابی جعفر محمد بن جریر الطبری المجلد الثانی ص ۴۰۷)

دعوت ذوالعشیرہ اور ابوطالبؑ کا کردار

ہم سے بیان کیا احمد نے، انھوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا یونس نے، انھوں نے ابن اسحاق سے روایت کی ہے کہ جو شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی میں انتہا کو پہنچا ہوا تھا اور اس بارے میں حسد اور دشمنی سے بھرپور تھا وہ ابوجہل تھا جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کرامت وشرف سے اپنے رسول کو مخصوص کیا تھا۔

اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا تھا کہ وہ جو کچھ رب کے پاس سے لے کر آئے ہیں اس کو ظاہر کر دیں اور یہ کہ لوگوں کو منادی کر کے امر کو واضح کر دیں اور انھیں اللہ کی طرف بلائیں آنحضرت نے پہلے اپنے پیغام کو مخفی رکھا اور اسے پوشیدہ کیے رہے یہاں تک اسے ظاہر کرنے کا حکم آ گیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾ (حجر ۹۴)

جو آپ کو حکم دیا گیا ہے اسے واضح طور سے بیان فرما دیجیے اور مشرکین سے کنارہ کشی اختیار کر لیجیے۔

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾

اور اے نبی آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے اور اپنا بازو جھکا دیجیے ان مومنین کے لیے جو آپ کا اتباع کرتے ہیں۔ (سورہ الشعراء ۲۱۴، ۲۱۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ جو کچھ ان کے پاس اللہ کی جانب سے نازل ہوا ہے اسے واضح انداز میں بیان کر دیں اور لوگوں کو علانیہ طور پر آگاہ کر دیں اور یہ کہ انھیں اللہ کی جانب بلائیں اس لیے کہ پیغام نبوت ملنے کے بعد وہ تین سال تک مخفی انداز میں تبلیغ کرتے رہے یہاں تک علانیہ تبلیغ کا حکم آ گیا۔

(سیرت ابن اسحاق۔ ص ۱۴۵)

ابن عباس "علی ابن طالب سے روایت کرتے ہیں" انھوں نے فرمایا: جب یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی:

"وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾"

(سورۃ الشعراء۔ ۲۱۴، ۲۱۵)

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو معلوم ہے کہ اگر میں نے یہ بات اپنی قوم کے سامنے رکھی تو پھر مجھے ان کے ناپسندیدہ امر کا سامنا کرنا پڑے گا میں خاموش ہو کر بیٹھا رہا جبرئیل میرے پاس تشریف لے کر آئے اور کہا:

يَا مُحَمَّدُ، إِنَّكَ إِنْ لَمْ تَفْعَلْ مَا أُمِرْتَ بِهِ عَذَّبَكَ رَبُّكَ.

اے محمدؐ! تمھیں جس بات کا حکم دیا گیا ہے اگر تم نے وہ نہ کیا تو تمھارا رب تم کو مُعذّب کرے گا۔

حضرت علیؑ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے طلب کیا اور فرمایا: اے علی! اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں

اپنے قرابت داروں کو ڈراؤں تو پھر میں نے جانا کہ اگر میں اس امر کو ظاہر کروں گا تو وہ مجھے ان سے ناپسندیدہ چیزوں کا سامنا کرنا پڑے گا لہٰذا میں نے چپ سادھ لی تھی یہاں تک کہ جبرائیلؑ میرے پاس آئے اور کہا: اے محمدؐ! جو حکم تم کو دیا گیا ہے اگر وہ تم نے نہیں کیا تو تمھارا رب تمہیں عذاب دے گا، لہٰذا اے علیؑ تم بکری کی ایک ران اور ایک صاع کھانا (گندم) ہمارے لئے مہیا کرو اور ایک بڑا پیالہ دودھ کا پھر اولاد عبدالمطلب کو جمع کرو۔

حضرت علی علیہ السلام کہتے ہیں: میں نے ایسا ہی کیا وہ سب رسولؐ کے لئے جمع ہوئے اور وہ چالیس افراد تھے یا اس سے کم آنحضرت کے چچا ابوطالبؑ، حمزہ، عباس اور ابولہب کافر خبیث۔ میں نے ان کی طرف پیالہ بڑھایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں گوشت کا ٹکڑا اٹھایا اور اپنے دانتوں سے اسے شق کیا پھر اس ٹکڑے کو برتن کے کنارے کی طرف ڈال دیا پھر فرمایا: تم سب اللہ کے نام سے شروع کرو۔

قوم نے کھانا کھایا یہاں تک کے سب کھا کر سیر ہوگئے بس کھانے پر ان کی انگلیوں کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔

خدا کی قسم! اس میں سے ایک شخص تنہا اتنا کھا سکتا تھا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ! انھیں سیراب کرو۔

میں وہ بڑا پیالہ جو دودھ سے بھرا ہوا تھا لے آیا سب نے اس میں سے پیا اور سب کے سب اُس سے سیراب ہوگئے۔

خدا کی قسم! اس میں سے ایک آدمی تنہا اتنا پی سکتا تھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے گفتگو کا ارادہ کیا تو ابولہب نے گفتگو شروع کی اور کہا: تمہارے ساتھی نے جادو کردیا ہے۔ وہ لوگ یہ سن کر منتشر ہوگئے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ نہ کہہ سکے۔

جب دوسرا دن ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کل کی طرح کھانے پینے کا انتظام کرو یہ شخص آگے بڑھ گیا اور مجھے بولنے سے روک دیا جیسا کہ تم نے خود ملاحظہ کیا۔

حضرت علی علیہ السلام کہتے ہیں: میں کھانے اور پینے کا انتظام کردیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ویسا ہی عمل کیا جیسا کہ کل کیا تھا سب نے سیر ہوکر کھانا کھایا اور سیر ہوکر دودھ پیا۔

پھر رسولؐ نے فرمایا: اے اولاد عبدالمطلب! میں عرب کے کسی جوان کو نہیں جانتا کہ وہ اپنی قوم کے لئے اس

سے بہتر کوئی چیز لایا ہو جو میں لایا ہوں میں تمھارے لیے دنیا اور آخرت کے امر کو لے کر آیا ہوں۔

(سیرت ابن اسحاق ص ۱۴۶)

تاریخ کامل میں یہ اضافہ ہے: اللہ تعالی نے مجھے حکم دیا ہے اس امر کی دعوت دوں۔ تم میں سے جو اس میں میرا مددگار ہوگا وہ میرا بھائی میرا وصی اور تمھارے درمیان میرا خلیفہ ہوگا۔ قوم کا ہر فرد پیچھے ہٹ گیا۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں میں نے کہا کہ میں ان کے مقابلے میں کم عمر ہوں اور میری آنکھوں میں آشوب ہے، میرا پیٹ بڑا ہے اور میری پنڈلی کمزور ہے، اے اللہ کے نبی! میں آپ کا وزیر بنوں گا؟ آنحضرت نے میری گردن پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ یہ میرا بھائی میرا وصی اور تمھارے درمیان میرا خلیفہ ہے تم لوگ اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو فرمایا: قوم کے لوگ ہنستے ہوئے اٹھے اور ابوطالبؑ سے کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم کو حکم دیا ہے کہ تم اپنے بیٹے کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ (تاریخ کامل۔ ابن اثیر جزری۔ بیت الافکار۔ ص ۲۰۶)

تاریخ طبری میں آخری جملہ اس طرح ہے:

فَقَامَ الْقَوْمُ يَضْحَكُونَ وَيَقُولُونَ لِأَبِي طَالِبٍ قَدْ أَمَرَكَ أَنْ تَسْمَعَ لِابْنِكَ وَتُطِيعَ.

قوم ہنستے ہوئے اٹھی اور وہ ابوطالب سے مخاطب ہو کر کہنے لگے: محمدؐ نے تمھیں حکم دیا ہے کہ تم اپنے بیٹے کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ (تاریخ طبری جلد ۲ ص ۴۰۵۔ مطبوعہ دار الفکر)

بعثت کے تیسرے سال اللہ تعالی نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ اپنے امر کو جو، اب تک پوشیدہ تھا اسے علانیہ طور پر انجام دیں اور جو پیغام ان تک پہنچا ہے اسے واضح انداز میں لوگوں تک پہنچا دیں اور وحی نازل ہوئی۔

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ﴿۲۱۴﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۱۵﴾

(سورۃ الشعراء ۲۱۴۔۲۱۵)

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿۸۸﴾ وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ ﴿۸۹﴾ (۸۸۔۸۹ الحجر ۱۵)

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ﴿۹۴﴾ (۹۴ الحجر ۱۵)

تو اس وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خاندان والوں کو کھانے پر مدعو کیا اور یہ چاہا کہ ان سے بات کریں اور انھیں اللہ کی طرف دعوت دیں ان کے چچا ابولہب نے ان کا کلام منقطع کر دیا اور قوم کے افراد کو وہاں سے بھگا دیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں دوسرے روز مدعو کیا اور جب لوگ کھانا کھا چکے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کہا کہ میں

عرب میں دوسرے کسی بھی انسان کو نہیں جانتا جو اپنی قوم کے لئے اس سے بہتر پیغام لایا ہو جو میں تمھارے پاس لایا ہوں میں تمھارے لیے دنیا و آخرت کی بھلائی کا پیغام لایا ہوں اور میرے رب نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمھیں اس کی طرف دعوت دوں تم میں سے کون ہے جو اس امر میں میرا بوجھ اٹھائے؟ وہ میرا بھائی، میرا وصی اور تم میں میرا خلیفہ ہوگا سب نے نبی اکرم سے روگردانی کی اور انھیں چھوڑ کر جانے لگے لیکن علی اٹھے وہ ابھی بچے تھے بلوغت تک نہیں پہنچے تھے انھوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کی مدد کروں گا میں اس سے جنگ کروں گا جس سے آپ کی جنگ ہوگی بنو ہاشم مسکرائے اور بعض نے قہقہے لگائے پھر وہ مذاق اڑاتے ہوئے واپس چلے گئے۔

(حیاۃ محمد از محمد حسین ھیکل مطبعہ مصر ۱۳۵۴ھ۔ ص ۱۰۴)

دعوت ذوالعشیرہ بعثت کے تیسرے سال ہوئی اور اس کا انتظام اور انصرام حضرت علی کے سپرد تھا۔

اور روایت کی گئی ہے کہ جب آیت "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ" نازل ہوئی تو اولاد عبد المطلب حضرت ابوطالبؑ کے گھر پر جمع ہوئے اور وہ کل چالیس آدمی تھے اور "امتاع" میں ہے کہ ۴۵ مرد اور ۲ عورتیں تھیں حضرت علی علیہ السلام نے ان کے کھانے کا اہتمام کیا تھا۔

(سیرۃ الحلبیہ علی بن برہان حلبی ۹۷۵۔۱۰۴۴ جزء اول ص ۴۶۰)

یعنی سیرت حلبیہ کے مطابق حضرت ابوطالبؑ کے گھر پر دعوت ذوالعشیرۃ کا اہتمام کیا گیا اور حضرت علی علیہ السلام اس دعوت کے منتظم تھے

ابن سعد نے اپنی کتاب طبقات الکبریٰ ۱:۱۷۱ میں دعوت ذوالعشیرۃ کی حدیث کو حضرت علی کی زبانی بیان کیا ہے اور اس میں ہے:

ثُمَّ قَالَ لَهُمْ: مَنْ يُوَازِرُنِيْ عَلٰى مَا أَنَا عَلَيْهِ وَيُجِيْبُنِيْ عَلٰى أَنْ يَكُوْنَ أَخِيْ وَلَهُ الْجَنَّةُ؛ فَقُلْتُ: أَنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ وَ إِنِّيْ لَأَحْدَثُهُمْ سِنًّا، وَ أَحْمَشُهُمْ سَاقًا. وَ سَكَتَ الْقَوْمُ، ثُمَّ قَالُوْا: يَا أَبَا طَالِبٍ أَلَا تَرٰى ابْنَكَ؛ قَالَ: دَعُوْهُ فَلَنْ يَأْلُوْا ابْنَ عَمِّهٖ خَيْرًا.

پھر آنحضرتؐ نے ان سے کہا: میں جس پیغام کو لے کر آیا ہوں اس میں کون میرا بوجھ اٹھائے گا اور میری آواز پر لبیک کہے گا ایسا کہنے والا میرا بھائی ہوگا اور اس کے لیے جنت ہوگی۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوں حال آں کہ میں ان کے مقابلے

میں کم سن ہوں اور میری پنڈلی کمزور ہے۔

قوم پر خاموشی طاری تھی پھر سب نے کہا: اے ابوطالبؑ! کیا تم اپنے بیٹے کو دیکھ رہے ہو۔

ابوطالبؑ نے کہا: اسے چھوڑ دو، وہ اپنے فرزندِ عم کی بھلائی کو خواہاں ہے۔

اور روایت ہے کہ ابوعمر الزاہد طبری نے تغلب سے اور انھوں نے ابن الاعرابی سے انھوں نے لفظ "العور" کے ذیل میں رقم کیا ہے کہ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو ناکارہ ہو۔ ابن عباس حضرت علی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ دعوت ذوالعشیرہ کے موقع پر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گفتگو کا ارادہ کیا تو ابولہب آڑے آ گیا اُس نے کچھ باتیں کیں اور لوگوں سے کہا: اُٹھ کر چلے جاؤ تو لوگ اُٹھ کر چلے گئے۔ جب دوسرا دن آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا اور میں نے کھانے پینے کا ویسا ہی اہتمام کیا جیسا پہلے روز کیا تھا۔ میں نے لوگوں کو دعوت دی وہ تشریف لائے اور انھوں نے کھانا کھایا اور دودھ پی کر سیراب ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گفتگو کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، ابولہب نے انھیں گفتگو سے روکنا چاہا تو حضرت ابوطالبؑ نے اس سے مخاطب ہو کر کہا:

اُسْكُتْ يَا اَعْوَرُ مَا اَنْتَ وَ هٰذَا قَالَ ثُمَّ قَالَ لَا يَقُومَنَّ اَحَدٌ قَالَ فَجَلَسُوْا ثُمَّ قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ قُمْ يَا سَيِّدِي فَتَكَلَّمْ بِمَا تُحِبُّ وَبَلِّغْ رِسَالَةَ رَبِّكَ فَاِنَّكَ الصَّادِقُ الْمُصَدَّقُ.

اے اعور! چپ ہو جا تجھے اس بات سے کیا پھر ابوطالبؑ نے کہا کوئی بھی یہاں سے اٹھ کر نہیں جائے گا سب بیٹھ گئے پھر ابوطالبؑ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہو کر گویا ہوئے: اے میرے سردار! آپ کھڑے ہو جائیے اور ارشاد فرمائیے جو بھی آپ چاہتے ہیں اور اپنے رب کا پیغام پہنچا دیجیے اس لئے کہ آپ صادق ہیں اور آپ کی بات مصدقہ ہے (الغدیر ج ۷ ص ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ لسان العرب ۶ / ۲۹۴۔ تاج العروس ۳ / ۴۲۸)

لسان العرب میں لفظ "عور" کے ذیل میں ابن منظور لکھتے ہیں:

وَالْعَوَرُ: شَيْنٌ وَقُبْحٌ. وَالْاَعْوَرُ: الرَّدِيْءُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ.

فِي الْحَدِيْثِ: لَمَّا اِعْتَرَضَ اَبُوْلَهَبٍ عَلَى النَّبِيِّ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عِنْدَ اِظْهَارِ الدَّعْوَةِ قَالَ لَهُ اَبُوْطَالِبٍ: يَا اَعْوَرُ، مَا اَنْتَ وَهٰذَا؟ لَمْ يَكُنْ اَبُوْلَهَبٍ اَعْوَرَ وَلٰكِنِ الْعَرَبُ تَقُوْلُ لِلَّذِيْ لَيْسَ لَهُ اَخٌ مِنْ اُمِّهِ وَاَبِيْهِ اَعْوَرٌ.

(ابن منظور۔ لسان العرب۔ دار صادر۔ بیروت۔/ ج ۴ / ۶۱۵، ۶۱۶۔ مطبوعہ ۱۹۹۰ء)

"عور" کے معنی ہیں باعث عیب اور برا ہونا اور "اعور" ہر چیز کی ناکارہ شئے کو کہا جاتا ہے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ دعوت ذوالعشیرہ کے اظہار اور اعلان پر جب ابولہب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے رکاوٹ ڈالنے لگا تو اس وقت حضرت ابوطالبؑ نے یہ الفاظ کہے اے اعور تجھے اس بات سے کیا لینا دینا۔

"ابولہب" اعور (یک چشم) نہ تھا لیکن عرب کے لوگ سوتیلے بھائی کو اعور کہا کرتے تھے۔

عقدِ پیغمبر کے موقع پر حضرت ابوطالبؑ کا خطبہ

جب حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات کا عقد حضرت خدیجہ الکبریٰ سے ہوا تو اس وقت حضرت ابوطالبؑ نے یہ خطبہ پڑھا جو تمام کتابوں میں موجود ہے خطبہ کے الفاظ یہ ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَنَا مِنْ ذُرِّیَّةِ اِبْرَاهِیْمَ، وَ زَرْعِ اِسْمٰعِیْلَ وَضِئْضِئِ مَعَدٍّ وَ عُنْصِرِ مُضَرَ وَ جَعَلَنَا حَضَنَةَ بَیْتِهٖ وَ سُوَّاسَ حَرَمِهٖ وَ جَعَلَ لَنَا بَیْتًا مَحْجُوْجًا وَ حَرَمًا اٰمِنًا وَ جَعَلَنَا حُکَّامَ النَّاسِ ثُمَّ اِنَّ ابْنَ اَخِیْ هٰذَا مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ لَا یُوْزَنُ بِهٖ رَجُلٌ اِلَّا رَجَحَ بِهٖ شَرَفًا وَ نُبْلًا وَ فَضْلًا وَ عَقْلًا وَ اِنْ کَانَ فِی الْمَالِ قُلٌّ، فَاِنَّ الْمَالَ ظِلٌّ زَائِلٌ، وَ اَمْرٌ حَائِلٌ، وَ عَارِیَةٌ مُسْتَرْجَعَةٌ وَ هُوَ وَاللّٰهِ بَعْدُ هٰذَا لَهٗ نَبَأٌ عَظِیْمٌ وَ خَطَرٌ جَلِیْلٌ۔

وَقَدْ خَطَبَ اِلَیْکُمْ رَغْبَةً فِیْ کَرِیْمَتِکُمْ خَدِیْجَةَ، وَقَدْ بَذَلَ لَهَا مِنَ الصِّدَاقِ مَا عَاجِلُهٗ وَاٰجِلُهٗ اِثْنَتَیْ عَشَرَ اُوْقِیَةً وَنَشًّا (اَیْ وَهُوَ عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا) وَالْاُوْقِیَةُ: اَرْبَعُوْنَ دِرْهَمًا۔

قَالَ الْمُحِبُّ الدِّیْنُ الطَّبَرِیْ اَیْ فَیَکُوْنُ جُمْلَةُ الصِّدَاقِ خمسمائة درهم شرعی۔

(انسان العیون فی سیرة الامین المامون الشہیر بالسیرة الحلبیة علی بن برہان الحلبی (۹۷۵-۱۰۴۴) جزء اول ص ۲۲۶)

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں ابراہیم کی ذریت اور اسماعیل کی نسل اور معد کے معدن اور مضر کی اصل سے قرار دیا اور ہمیں اپنے گھر کا رکھوالا اور اپنے حرم کا منتظم بنایا ہے اور اسی نے ہمارے لیے ایسا گھر بنایا جس کا حج کیا جاتا ہے وہ حرم بنایا جو جائے امن ہے اور اسی نے ہمیں انسانوں کا حاکم بنایا ہے پھر یہ کہ میرے بھائی کا بیٹا جس کا نام محمدؐ ہے جب بھی اس کا مقابلہ کسی شخص سے کیا جائے گا تو یہ اعتبار شرافت ونجابت اور فضیلت و دانش

مندی ہر ایک سے بڑھ کر ہوگا اگرچہ مالِ دنیا اس کے پاس کم ہے تو مال تو زوال پذیر سائے کی مانند ہے اور ایسا امر ہے جو بدلتا رہتا ہے اور ایسی امانت ہے جو واپس کردی جاتی ہے اور جہاں تک محمد کا تعلق ہے تو خدا کی قسم ان کے لیے آیندہ دنوں میں ایک بہت بڑی خبر آنے والی ہے اور انھیں جلیل القدر منصب ملنے والا ہے۔

اور انھوں نے تمھاری بیٹی خدیجہ سے عقد کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے اور مہر عاجل اور آجل کے طور پر بارہ اوقیہ اور نشار کھا ہے۔

نوٹ: اوقیہ ۴۰ درہم کے برابر ہوتا ہے اور نشا ۲۰ درہم کو کہتے ہیں محب طبری کہتے ہیں پانچ سو درھم مہر کی رقم معین کی گئی تھی۔

ابوطالبؑ اور بادشاہ حبشہ

واقدی نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں اضافہ ہوا اور ان کا امر آگے بڑھنے لگا تو یہ بات قریش کو بہت ناگوار گزری اور وہ آپس میں ایک دوسرے پر الزام عائد کرنے لگے اور انھوں نے کہا کہ محمد نے اپنے جادو سے ہمارے نچلے درجے کے پست افراد کو فاسد کر دیا ہے اور انھیں ہمارے دین سے باہر کر دیا ہے لہٰذا ہر قبیلے کو چاہیے کہ ان میں سے جن لوگوں نے اپنا دین تبدیل کرلیا ہے انھیں گرفتار کرے اور انھیں اتنی اذیت پہنچائے کہ وہ محمدؐ کے دین سے برگشتہ ہو کر واپس اپنے دین پر آجائے ہر قبیلہ اُن افراد کو اذیت پہنچارہا تھا جو ان میں سے مسلمان ہوگئے تھے بھائی اپنے بھائی کو گرفتار کر رہا تھا اور چچازاد بھائی اپنے چچازاد بھائی کو پکڑ کر اسے رسیوں سے جکڑ رہا تھا اس کی مشکیں کس رہا تھا اور اسے مار رہا تھا اور اسے خوف زدہ کر رہا تھا اور وہ لوگ اس سے باز نہیں آرہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ (النساء ۹۶)

کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں کہ تم اس طرف ہجرت کر جاؤ؟

تو مسلمانوں کا ایک گروہ حضرت جعفر بن ابوطالبؑ کی قیادت میں ملک حبشہ کی جانب روانہ ہو گیا اور وہ لوگ نجاشی بادشاہ کے پاس چلے گئے اور بادشاہ کے پاس نہایت عزت و احترام کے ساتھ اور رفعت و منزلت حاصل کر کے بہترین پڑوسی کی حیثیت سے مقیم ہوئے قریش کو جب اس اکرام و احترام کا علم ہوا تو انھوں نے

نجاشی کے پاس عمرو بن عاص اور عمارۃ بن الولید بن المغیرہ کو روانہ کیا جب عمرو بن العاص آگے بڑھا اور اس نے کہا اے بادشاہ یہ ہماری قوم کے احمق لوگ ہیں جنھوں نے اپنا دین تبدیل کرلیا ہے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب نے ان پر جادو کردیا ہے اس کا کہنا ہے کہ وہ نبی ہے وہ تمھارے دیں کو منسوخ کرنے آیا ہے اور تم جس پر عمل کررہے ہو اسے مٹانے کے لیے آیا ہے نجاشی نے عمرو العاص کی بات پر کوئی توجہ نہیں دی اور قریش کے تحائف بھی قبول نہ کئے اور حضرت جعفر اور ان کے ساتھیوں کی تکریم و تعظیم کو جاری رکھا اُن کے ساتھ اس کا حسن سلوک اور بڑھ گیا جب حضرت ابوطالبؑ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے نجاشی کی تعریف وتوصیف کی۔

أَلَا لَيْتَ شِعْرِيْ كَيْفَ فِي النَّاسِ جَعْفَرٌ ... وَ عَمْرٌو وَ أَعْدَاءُ النَّبِيِّ الْأَقَارِبُ

وَ هَلْ نَالَ إِحْسَانُ النَّجَاشِيِّ جَعْفَرًا ... وَ أَصْحَابَهُ أَمْ عَاقَ ذٰلِكَ شَاغِبُ

تَعَلَّمْ خِيَارَ النَّاسِ أَنَّكَ مَاجِدٌ ... كَرِيْمٌ فَلَا يَشْقٰى لَدَيْكَ الْمُجَانِبُ

تَعَلَّمْ بِأَنَّ اللهَ زَادَكَ بَسْطَةً ... وَ أَسْبَابَ خَيْرٍ كُلُّهَا لَكَ لَازِبُ

جب یہ اشعار نجاشی تک پہنچے تو اسے بہت خوشی ہوئی جب حضرت ابوطالبؑ کو یہ پتا چلا کہ نجاشی کو ان کے اشعار پسند آئے ہیں اور اس نے خوشی کا اظہار کیا ہے تو اس وقت موقع غنیمت جان کر حضرت ابوطالبؑ نے یہ اشعار کہے جس میں نجاشی کو اسلام کی دعوت دی اور اتباع پیغمبر کے لیے آمادہ کیا۔

تَعَلَّمْ خِيَارَ النَّاسِ أَنَّ مُحَمَّدًا ... وَزِيْرٌ لِمُوْسٰى وَ الْمَسِيْحِ ابْنِ مَرْيَمِ

أَتٰى بِالْهُدٰى مِثْلَ الَّذِيْ أَتَيَا بِهٖ ... فَكُلٌّ بِأَمْرِ اللهِ يَهْدِيْ وَ يَعْصِمِ

وَ إِنَّكُمْ تَتْلُوْنَهُ فِيْ كِتَابِكُمْ ... بِصِدْقِ حَدِيْثٍ لَا حَدِيْثَ التَّرَجُّمِ

فَلَا تَجْعَلُوا اللهَ نِدًّا وَ أَسْلِمُوْا ... فَإِنَّ طَرِيْقَ الْحَقِّ لَيْسَ بِمُظْلِمِ

وَ إِنَّكَ مَا تَأْتِيْكَ مِنَّا عُصَابَةٌ ... لِقَصْدِكَ إِلَّا ارْجَعُوْا بِالتَّكَرُّمِ.

(بحارالانوار۔ج ۳۵،ص ۱۲۲، ۱۲۳)

شعب ابی طالب

موسیٰ بن عقبہ زہری سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ مشرکین قریش نے مسلمانوں کو سخت اذیتیں دینی شروع کردیں اور مصیبتوں کی انتہا کردی اور قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علی الاعلان قتل کرنے کی تیاریاں کرلیں جب حضرت ابوطالبؑ کو ان کے عزائم کا علم ہوا تو آپ نے بنی ہاشم کو جمع کیا اور انھیں حکم دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر شعب ابی طالب میں چلے جائیں اور جو بھی انھیں قتل کا ارادہ کررہا ہو اس سے ان کی حفاظت کریں جب قریش کو پتہ چلا کہ بنی ہاشم نے آنحضرت کی حفاظت کا انتظام کرلیا ہے تو انھوں نے اس بات پر ایکا کرلیا کہ نہ ان کے ساتھ بیٹھیں گے اور نہ ہی اُن سے کسی قسم کا خرید و فروخت کریں گے یہاں تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے ان کے حوالے کردیں اور انھوں نے اپنے مکر و فریب کا اظہار کرتے ہوئے صحیفہ، معاہدہ اور میثاق تیار کرلیا کہ وہ بنی ہاشم سے کبھی بھی مصالحت نہیں کریں گے اور نہ ہی ان سے نرمی کا سلوک کریں گے جب تک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کے لیے ان کے حوالے نہ کردیں (السیرۃ النبویۃ من کتاب الاسلام الامام الحافظ الذھبی ص ۱۰۷)

تاریخ کامل ابن اثیر میں ہے:

إِئْتَمَرُوْا بَيْنَهُمْ أَنْ يَكْتُبُوْا كِتَابًا يَتَعَاقَدُوْنَ فِيْهِ عَلَى أَنْ لَا يَنْكِحُوْا بَنِيْ هَاشِمٍ وَ بَنِي الْمُطَّلِبِ وَلَا يُنْكِحُوْا إِلَيْهِمْ وَلَا يَبِيْعُوْهُمْ وَلَا يَبْتَاعُوْا مِنْهُمْ شَيْئًا. فَكَتَبُوْا بِذٰلِكَ صَحِيْفَةً وَتَعَاهَدُوْا عَلٰى ذٰلِكَ ثُمَّ عَلَّقُوا الصَّحِيْفَةَ فِيْ جَوْفِ الْكَعْبَةِ تَوْكِيْدًا. كَذٰلِكَ الْأَمْرَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ ....الخ

انھوں نے باہمی مشورہ کیا کہ وہ ایک ایسی تحریر رقم کریں جس میں یہ فیصلہ ہوا کہ وہ بنی ہاشم اور بنو المطلب کو نہ اپنی بیٹی دیں گے اور نہ ہی ان کی بیٹیوں سے شادی کریں گے نہ انھیں کوئی چیز بیچیں گے اور نہ ہی ان سے کچھ خریدیں گے انھوں نے یہ باتیں صحیفے میں لکھ کر اور باہمی معاہدہ کرکے اس صحیفہ کو خانہ کعبہ کے اندر آویزاں کردیا۔
جب قریش نے یہ عمل کیا تو تمام بنی ہاشم اور بنو عبد المطلب حضرت ابوطالبؑ کے گرد جمع ہوئے اور ان کے ساتھ شعب ابی طالب میں چلے گئے۔

البتہ بنی ہاشم سے جدا ہو کر ابولہب بن عبدالمطلب قریش کے پاس گیا اور ھند بنت عتبہ سے مل کر کہا تم نے دیکھ لیا کہ میں نے لات وعزیٰ کی کس طرح مدد کی ہے۔

حضرت ابوطالبؑ تین سال تک شعب ابی طالب میں رہے۔

(تاریخ کامل ابن تاثیر ص ۲۱۳ مطبوعہ بیت افکار الدولیہ)

تاریخ یعقوبی میں ابن واضح رقم طراز ہیں:

قریش نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور ان کے تمام اکابرین اور ان کے قتل پر متفق ہو گئے جب یہ بات حضرت ابوطالبؑ کو معلوم ہوئی تو انھوں نے برجستہ کہا:

وَ اللهِ لَنْ يَصِلُوا إِلَيْكَ بِجَمْعِهِمْ ۔۔۔ حَتَّى أُوَسَّدَ فِي التُّرَابِ دَفِينًا

وَ دَعَوْتَنِي وَ زَعَمْتَ أَنَّكَ نَاصِحٌ ۔۔۔ وَ لَقَدْ صَدَقْتَ وَ كُنْتَ ثَمَّ أَمِينًا

وَ عَرَضْتَ دِينًا قَدْ عَلِمْتُ بِأَنَّهُ ۔۔۔ مِنْ خَيْرِ أَدْيَانِ الْبَرِيَّةِ دِينًا

جب قریش کو یقین ہو گیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے پر قادر نہیں ہیں اور یہ کہ حضرت ابوطالبؑ کبھی بھی انھیں قریش کے سپرد نہیں کریں گے اور انھوں نے اس بارے میں حضرت ابوطالبؑ کے خیالات بھی سن لیے تو انھوں نے ایک صحیفہ رقم کیا جو قطع تعلق اور ظالمانہ برتاؤ پر مشتمل تھا کہ وہ بنی ہاشم میں کسی کے ساتھ بیع وشرا نہیں کریں گے اور ان سے مناکحت قائم نہیں کریں گے اور ان سے کسی قسم کے معاملات جاری نہیں کریں گے یہاں تک کہ وہ محمدؐ کو ان کے حوالے کر دیں تاکہ وہ انھیں قتل کر دیں انھوں نے باہمی معاہدہ اور پیمان کیا اور صحیفے پر اسی (۸۰) مہریں لگائیں اور جس نے اس معاہدے کو تحریر کیا تھا اس کا نام منصور بن عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار تھا جس کا ہاتھ معاہدے کو تحریر کرنے کے بعد شل ہو گیا تھا

پھر اس کے بعد قریش نے رسول اللہ ﷺ اور ان کے اہل بیت کو جن کا تعلق بنی ہاشم اور بنو المطلب بن عبد مناف سے تھا اس گھاٹی میں محصور کر دیا تھا جسے شعب ابی طالب کہتے ہیں یہ واقعہ بعثت نبوی کے چھٹے سال میں پیش آیا حضور اکرم ﷺ اور ان کے ساتھ بنی ہاشم اور بنی المطلب شعب بنی ہاشم (جو شعب ابی طالب کے نام مشہور ہے) میں تین سال مقیم رہے یہاں تک کہ رسول ﷺ نے اپنا تمام سرمایہ خرچ کر دیا اور حضرت ابوطالبؑ کا مال بھی خرچ ہو گیا اور حضرت خدیجہ نے بھی اپنی دولت خرچ کر دی اور آخر کار نوبت فاقے اور تنگ دستی تک پہنچ

گئی پھر جبرئیل امین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی لے کر نازل ہوئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے صحیفہ کی طرف دیمک کو روانہ کیا، جو اُس تحریر کو کھا گئی جو مقاطعہ اور ظلم کے لیے تحریر کی گئی تھی صرف وہ مقامات باقی ہیں جہاں اللہ کا نام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطالبؑ کو اس امر سے مطلع کیا پھر ابوطالبؑ روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے اہل بیت بھی تھے وہ سب کعبہ میں پہنچے اور ابوطالبؑ صحن کعبہ میں بیٹھ گئے اور ہر جانب سے قریش ان کے سامنے آئے اور انھوں نے کہا: اے ابوطالب! اب وقت آ گیا ہے کہ تم معاہدے کو یاد کرو اور قوم کا خیال کرو اور اپنے بھتیجے کے بارے میں اپنی ضد چھوڑ دو۔

حضرت ابوطالبؑ نے ان سے کہا: میری قوم کے لوگو! تم اپنا صحیفہ تو لاؤ ہوسکتا ہے کہ ہم اس میں کشائش اور صلہ رحمی پائیں اور قطع رحمی سے نجات حاصل کریں تم اسے لے کر آؤ اس پر تو تمھاری مہریں لگی ہیں یہ تمہارا وہ صحیفہ ہے جس پر تم نے عہد و پیمان کر رکھا ہے تم اس کا انکار بھی نہیں کر سکتے۔

انھوں نے کہا: ہاں!

ابوطالب نے پوچھا: کیا تم نے اس صحیفہ میں کوئی تبدیلی کر دی ہے؟

انھوں نے جواب دیا: نہیں نہیں بخدا نہیں۔

اس وقت حضرت ابوطالبؑ نے کہا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کی جانب سے مجھے بتایا ہے کہ اس نے دیمک کو بھیجا تھا جس نے ہر شرط کو چاٹ لیا ہے بس صرف خدا کا نام باقی ہے اب تم دیکھ لو اگر یہ بات درست ہے، مبنی برصدق ہے تو تم کیا کرو گے۔

انھوں نے جواب دیا: ہم باز رہیں گے اور رک جائیں گے۔

ابوطالب نے کہا: اور اگر یہ بات جھوٹی نکلی تو میں محمدؐ کو تمھارے سپرد کر دوں گا تا کہ تم ان کو قتل کر دو۔

قریش نے کہا تم نے انصاف کی بات کی ہے اور بہت خوبصورت بات کہی ہے صحیفہ کی مہر توڑی گئی تو کیا دیکھا کہ دیمک نے سوائے اللہ کے ہر چیز کو چاٹ لیا ہے تو انھوں نے کہا کہ یہ جادو ہے اس روز بہت سے لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے اور بنوہاشم اور بنوالمطلب شعب سے باہر آئے اور پھر دوبارہ وہاں نہیں گئے۔

(تاریخ الیعقوبی الجزء الثانی تالیف ابن واضح الاخباری متوفی ۲۹۲ ھج ص ۲۲۔۲۳)

کتاب مناقب میں ہے کہ ابوجہل، عاص بن وائل، نصر بن حارث بن کلدہ اور عقبہ ابن معیط راستوں پر نکل

کر کھڑے ہوجاتے تھے اور وہ جس کے پاس بھی خورد و نوش کا سامان دیکھتے تھے انھیں منع کرتے کہ وہ اسے بنی ہاشم کے ہاتھوں فروخت نہ کریں اور وہ اُسے لوٹ مار سے بھی ڈراتے تھے نیز حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مال کثیر خرچ کیا۔

قدرت الٰہی کا ایک عجیب کرشمہ

ابن سعد، ابن ہشام اور بلاذری نے لکھا ہے کہ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کی طرف سے خبر دی گئی کہ مقاطعہ کی دستاویز میں جور و ظلم اور قطع رحمی کا جو مضمون لکھا گیا تھا ان سب کو دیمک چاٹ گئی ہے اور صرف اللہ کا نام باقی رہ گیا ہے۔

ابوطالبؑ اور ان کے ساتھی عین اس وقت حرم میں پہنچے جب زہیر اور اس کے ساتھیوں کا ابوجہل کے ساتھ جھگڑا ہو رہا تھا اور قریش کے سردار کا مجمع اس قصے پر غور کر رہا تھا ابوطالبؑ نے وہاں پہنچ کر لوگوں سے خطاب کیا ہم ایک بات لے کر آئے ہیں اس کا جواب دو جو تمھارے نزدیک درست ہو سردار قریش نے کہا خوش آمدید اَھْلًا وَّ سَھْلًا ہمارے پاس وہ بات ہے جو آپ کو خوش کرنے والی ہے آپ کیا چاہتے ہیں ابوطالبؑ نے کہا کہ میرے بھتیجے نے خبر دی ہے کہ دستاویز کو دیمک نے چاٹ لیا ہے۔ صرف اللہ کا نام باقی رہ گیا ہے۔ خدا کی قسم! وہ جھوٹ نہیں بولتا اب تم وہ صحیفہ منگوا کر دیکھو اگر میرے بھتیجے کی بات سچ ہے تو ہمارے ساتھ اپنی قطع رحمی سے باز آؤ اور جو کچھ اس صحیفے میں تم نے لکھا ہے اسے ختم کردو اور اگر وہ جھوٹ ہے تو میں اُن کو تمھارے حوالے کردوں گا پھر تمھیں اختیار ہے چاہے تم انھیں قتل کردو یا ان کو زندہ چھوڑ دو۔ انھوں نے کہا کہ آپ نے انصاف کی بات کی ہے پھر وہ صحیفہ منگوایا گیا اسے کھول کر دیکھا تو وہ بات سچ نکلی جس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی تھی اس پر کفار قریش کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور ان کے سر جھک گئے ابوطالبؑ نے کہا کہ اب تم پر واضح ہو گیا کہ ظلم اور قطع رحمی اور بد سلوکی کے مرتکب تم ہی ہوئے تھے پھر ہم کس قصور میں محبوس رکھے جائیں۔

پھر ابوطالبؑ اپنے ساتھیوں سمیت کعبہ کے پردوں کے پیچھے گئے اور بیت اللہ کی دیوار سے لپٹ کر انھوں نے دعا کی خدایا ان لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما جنھوں نے ہم سے ظلم کیا ہے ہم سے قطع رحمی کی اور وہ

کچھ اپنے لیے حلال کرلیا جو ہمارے معاملے میں ان پر حرام تھا یہ کہ کروہ اپنے ہمراہیوں کو لیے ہوئے اپنے شعب کی طرف روانہ ہو گئے ان کے اٹھتے ہی قریش کے بہت سے لوگوں نے اس ظلم پر سخت ملامت کی جو بنی ہاشم پر کیا گیا تھا ان میں مطعم بن عدی، عدی بن قیس، زمعہ بن اسود ابو البختری بن ہاشم اور زبیر بن ابی امیہ پیش پیش تھے پھر یہ لوگ ہتھیار بند ہو کر شعب ابی طالب میں گئے اور بنی ہاشم اور بنی المطلب سے کہا اب آپ لوگ اپنے اپنے گھروں میں جا کر آباد ہوں

ابن سعد، بلاذری اور ابن عبد البر نے لکھا کہ مقاطعہ کا خاتمہ سن ۱۰ بعد بعثت میں ہوا۔

(سیرت سرور عالم جلد دوم از سید ابو الاعلی مودودی ص ۶۲۰ ـ ۶۲۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر کھانا نہ کھانا

محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

ابوطالب بأقصی الغایه و احسن وجوه محافظت آنحضرت قبل از ظهور نبوت و بعد ازاں به تقدیم رسانید و بے وے طعام نمی خورد جامۂ خواب آنحضرت به پهلوی خود راست می کرد و درون و بیرونِ خانه اورا همراه داشتی.

(مدارج النبوۃ شیخ عبد الحق محدث دہلوی ج دوم ص ۳۱)

یعنی حضرت ابو طالبؑ نے اعلان نبوت سے پہلے اور اس کے بعد تک محافظت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فریضہ کو باحسن وجوہ پایۂ تکمیل تک پہنچایا وہ بغیر ان کے کبھی کھانا نہیں کھاتے تھے اور شب کو ان کا بستر اپنے پہلو میں خود لگاتے تھے اور گھر کے اندر اور باہر ہمیشہ ان کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

بیٹوں کا قربان کرنا

صاحب سیرۃ حلبیہ تحریر فرماتے ہیں:

"کہ حضرت ابو طالبؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے فرش پر سلاتے تھے پھر جب کچھ رات گذر جاتی اور سب لوگ سو جاتے تو چپکے سے آپ کو دوسری جگہ سلا دیتے اور پہلی جگہ اپنے بھائی یا بیٹے کو سلاتے کہ قریش کہیں جگہ

پہچان کر اندر نہ گھس آئیں اور آنحضرت کو ہلاک نہ کر دیں پس اگر وہ ایسا قصد کریں تو وہ دھوکا کھا کر بجائے محمدؐ کے میرے فرزند کو ہلاک کر دیں اور محمدؐ محفوظ رہیں۔" (سیرت حلبیہ)

حضرت ابوطالبؑ نے اس موقع پر فرمایا:

اصْبِرَنْ یَا بُنَیَّ فَالصَّبْرُ أَحْجَی　　وَ کُلُّ حَیٍّ مَصِیرُهُ لِشُعُوبِ

کسی شخص نے عبد اللہ بن عباس سے سوال کیا کہ اے فرزند عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بتلائیے کہ کیا ابوطالبؑ مسلمان تھے تو انھوں نے جواب دیا بھلا وہ کس طرح مسلمان نہ ہوگا جس نے یہ کہا ہے۔

وَ قَدْ عَلِمُوْا أَنَّ ابْنَنَا لَا مُکَذِّبُ　　لَدَیْنَا وَ لَا یَعْنِی بِقَوْلِ الْأَبَاطِلِ

وہ لوگ جانتے ہیں کہ ہمارا بیٹا محمدؐ ہمارے نزدیک جھوٹا نہیں ہے اور وہ کبھی بھی غلط بات زبان سے نہیں نکالتا ہمیشہ حق بات کہتا ہے۔

حضرت ابوطالبؑ کی مثال اصحاب کہف جیسی ہے جنھوں نے ایمان کو چھپایا تھا اور شرک کو ظاہر کیا تھا تو انھیں دو مرتبہ اجر عطا کیا گیا۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب حضرت ابوطالبؑ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے قریش کے سربراہوں کو مدعو کیا اور انھیں یہ وصیت کی انھوں نے فرمایا: "اے قریش کے لوگو! تم اللہ کے منتخب بندے ہو اور عرب کا دل ہو تم ارض خدا پر اس کے خزانچی ہو اور حرم کے ذمہ دار ہو تمھارے درمیان میں وہ ہستی موجود ہے جو سردار ہے جس کی اطاعت کی جاتی ہے جو سخی اور صاحب قدرت ہے اور تمھارے درمیان وہ ہستی ہے جو آگے بڑھنے والی ہے وہ بہادر اور کشادہ ہاتھوں والا فیاض ہے تم یہ جان لو کہ تم نے عرب کے لیے فخر و مباہات کا کوئی ایسا حصہ نہیں چھوڑا جسے پا نہ لیا ہو اور تم ہر شرف تک پہنچ گئے ہو۔ تمھیں لوگوں کے مقابلے میں یہ فضیلت حاصل ہے اور محمدؐ کے ذریعے لوگوں کی تم تک رسائی ہے لوگ تم سے برسر پیکار ہیں اور تم سے جنگ کرنے کے لیے مجتمع ہیں میں تمھیں وصیت کر رہا ہوں اسے یاد رکھنا میں تم لوگوں کو وصیت کرتا ہوں اس عمارت کی تعظیم کرنا اس لیے کہ اسی میں رضائے پروردگار ہے اور معاش کا قیام ہے اور یہاں آنے والوں کے نشانات قدم ہیں تم پر لازم ہے کہ صلۂ رحمی کرو اس لیے کہ صلۂ رحمی مدت حیات کو بڑھاتی ہے اور تعداد میں اضافہ کرتی ہے اور نافرمانی اور ظلم و زیادتی اور

فساد کو ترک کر دو انھی باتوں کے سبب تم سے پہلے اقوام ہلاکت سے دو چار ہو چکی ہیں پکارنے والے کی آواز پر لبیک کہو اور سائل کو عطا سے محروم نہ کرو اس لیے ان خوبیوں میں حیات اور ممات کے لیے شرف موجود ہیں تمھیں چاہیے کہ ہمیشہ سچ بولو اور امانت ادا کرو اس لیے کہ ان دونوں میں تہمت اور الزام سے دوری ہے اور آنکھوں میں جلالت ہے لوگوں سے اختلاف میں کمی کرو اور جود و سخا کے ذریعے ان پر فضل و کرم کرو اس سے خاص لوگوں سے محبت میں اضافہ ہوگا اور عام لوگوں میں تکریم بڑھے گی اور یہ عمل اہل بیت کی طاقت و قوت کا باعث ہوگا۔

میں تم سے یہ وصیت کرتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ سے بہترین سلوک کرنا اس لیے کہ وہ قریش میں امیر (حاکم) اور عرب دنیا میں سچے ہیں اور ان میں یہ تمام صفات یکجا ہیں میں تمھیں جن کی وصیت کر رہا ہوں وہ تمھارے پاس ایسا امر لے کر آئے ہیں جس کے سامنے باغات جنت ہیں اور زبان ننگ و عار کی وجہ سے بظاہر انکار کر رہی ہے اور خدا کی قسم کھا کر کہہ رہا ہوں کہ عرب کے محتاجوں اور مفلوک الحال لوگوں میں جنھیں کمزور بنا لیا وہ سب صاحبان عزت مجھے (محمدؐ) کے اطراف نظر آرہے ہیں اور لوگوں میں جنھیں کمزور بنا دیا گیا ہے وہ سب مجھے دکھائی دے رہے ہیں کہ انھوں نے حضرت محمد ﷺ کی دعوت کو قبول کر لیا ہے اور ان کے کلمہ کی تصدیق کر دی ہے اور ان کی باتوں کی عظمت کو تسلیم کر لیا ہے اور ان پر جان کنی کا عالم طاری ہے قریش کے سردار اور اس کے سربرآوردہ افراد، لوگوں کے نوکر چاکر بن گئے ہیں ان کے گھر ویران ہو گئے ان کے کمزور ترین افراد مالک بن بیٹھے ہیں جب کہ باعظمت ہستیاں محتاج ترین افراد میں تبدیل ہو گئیں اور ان لوگوں سے دور رہنے والے لوگ حضرت محمد ﷺ کے نزدیک منزلت کے حامل ہو چکے ہیں عربوں نے اپنی محبت کو ان کے لیے خالص کر دیا ہے اور اپنے شہروں کو ان کے اختیار میں دے دیا ہے اور اپنی قیادت ان کے سپرد کر دی ہے۔

اے قریش کے لوگو! تم خبردار ہو جاؤ اے اپنے ماں باپ کے بیٹو! تم ان کے لیے والی (حاکم) بن جاؤ اور حضرت محمدؐ کی جماعت کی حمایت کرو خدا کی قسم! جو بھی ان کے راستے پر چلے گا وہ ہدایت پا جائے گا اور وہ بھی اس ہدایت کو اپنائے گا وہ سعادت مند ہو جائے گا اگر میرے پاس وقت ہوتا اور میری مدت حیات زیادہ ہوتی تو میں مقابلہ کرنے والوں کے لیے کافی ہوتا اور ان سے تمام مصیبتوں اور پریشانیوں کو دور کر دیتا اس کے علاوہ میں ان کے کلمۂ شہادت کی گواہی دیتا ہوں اور ان کے قول کی تکریم و تعظیم کرتا ہوں۔"

(تاریخ الخمیس ۱۔۳۳۹۔ بحار الانوار ۳۵۔۱۰۶، ۱۰۷ و روضۃ الواعظین ۱۔۱۳۹۔۱۴۰)

حضرت ابوطالبؑ کی وفات

حضرت ابوطالبؑ نے ۱۵ شوال المعظم کو وفات پائی جب کہ ان کی عمر مبارک ۸۰ سال سے کچھ زیادہ تھی۔(الطبقات۔۱/۷۹)

اور کہا گیا ہے کہ ان کی وفات شوال کے آخر میں یا ذی القعدہ کے آغاز میں ہوئی۔

(انساب الاشراف۔۱/۴۰۵،الکامل۔۲/۹۰)

اور کہا گیا کہ ان کی وفات حسرت آیات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے دسویں سال ۲۶ رجب المرجب کو ہوئی۔(الکنیٰ والالقاب ا/۱۰۵)

اور فرمایا کہ انھوں نے مکہ مکرمہ میں وفات پائی اور حجون میں دفن ہوئے۔(سفینۃ البحار۔۲/۱۴۰)

اور جب حضرت ابوطالبؑ کی وفات ہوئی تو امیر المومنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھیں وفاتِ ابوطالبؑ کی اطلاع دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر دردوکرب میں مبتلا ہوئے اور نہایت غمگین ہوگئے پھر آپ نے امیر المومنین سے کہا اے علی جاؤ تم تمام امور کو اپنے ذمے لو اور ان کا غسل حنوط اور کفن کا اہتمام کرو جب جنازہ اٹھے تو مجھے مطلع کرنا امیر المومنینؑ نے ایسا ہی کیا جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو نبی اکرمؐ اس میں شریک ہوئے وہ افسردہ تھے اور حزن وملال ان کے چہرے سے عیاں تھا اور انھوں نے فرمایا:

وَصَلَتْكَ رَحِمٌ وَجَزَاكَ اللهُ يَا عَمِّ خَيْراً

اے چچا! آپ نے قرابت داری کا حق ادا کردیا آپ کے لیے جزائے خیر ہو۔

(دلائل النبوۃ ۲/۱۰۳، الطرائف۔۱/۳۰۵،شرح النہج:۱۷/۲۸ مطبوعہ مصر)

فَقَدْ رَبَّيْتَ وَكَفَّلْتَ صَغِيراً وَنَصَرْتَ وَآزَرْتَ كَبِيراً

آپ نے بچپن میں میری پرورش کی اور کفالت کی اور جب میں بڑا ہوا تو آپ نے نصرت اور پشت پناہی کی پھر آنحضرت لوگوں کو طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا خدا کی قسم میں اپنے چچا کی ایسی شفاعت کروں گا جس سے دنیا و آخرت کے باشندے حیران ہو جائیں گے۔(ایمان ابی طالب۔۲۵،۲۶،الحجۃ/۲۶۵)

اور سیرت ابن ہشام میں ہے کہ حضرت خدیجہ بنت خویلد اور حضرت ابوطالبؑ نے ایک ہی سال میں انتقال

حالانکہ اس وقت کسی کے سان گماں میں بھی یہ بات نہ تھی کہ مدینہ ہی اسلام اور محمد ﷺ کے لئے جان نثار بستی بنے گا اور وہیں سے حضور کو طاقت فراہم ہوگی جو تمام عرب کو مسخر کر لے گی۔

(سیرت سرور عالم جلد دوم مولانا ابو علی مودودی ص ۶۲۴۔۶۲۵)

حضرت ابو طالبؑ کے بارے میں برصغیر کے نام ور مورخ اور سیرت نگار شبلی نعمانی کے نظریات

ابو طالبؑ نے آنحضرتؐ کے لیے جو جاں نثاریاں کیں اس سے کون انکار کرسکتا ہے وہ اپنے جگر گوشوں کو آپ پر نثار کرتے تھے آپ کی محبت میں تمام عرب کو اپنا دشمن بنا لیا آپ کی خاطر محصور ہوئے فاقے اٹھائے شہر سے نکالے گئے تین تین برس آب و دانہ بند رہا کیا یہ محبت یا جوش یہ جاں نثاریاں سب ضائع جائیں گی۔

ابو طالبؑ آنحضرت سے ۳۵ برس عمر میں بڑے تھے رسول ﷺ کو ان سے نہایت محبت تھی ایک دفعہ وہ بیمار پڑے آنحضرت ان کی عیادت کے لیے گئے تو انھوں نے کہا بھتیجے خدا نے تجھ کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اس سے دعا نہیں مانگتا کہ وہ مجھ کو اچھا کردے آپ نے دعا کی اور وہ اچھے ہوگئے آنحضرت سے کہا کہ خدا تیرا کہنا مانتا ہے آپ نے فرمایا کہ اگر آپ بھی خدا کا کہنا مانیں تو وہ بھی آپ کا کہنا مانے گا (اصابہ فی احوال الصحابہ)

ابو طالبؑ کی وفات کے چند روز بعد حضرت خدیجہ نے بھی وفات پائی بعض روایتوں میں ہے کہ انھوں نے ابو طالبؑ سے پہلے انتقال کیا اب آپ کے مددگار اور غمگسار دونوں اٹھ گئے صحابہ خود اپنی حال میں مبتلا تھے یہی زمانہ ہے جو اسلام کا سخت ترین زمانہ ہے اور خود آنحضرتؐ نے اس سال کو عام الحزن (غم کا سال) فرمایا کرتے تھے۔ (مواہبُ اللدنیہ)

ابو طالبؑ اور خدیجہ کے اٹھ جانے کے بعد قریش کو کس کا پاس تھا اب وہ نہایت بے رحمی و بے باکی سے آنحضرت ﷺ کو ستانے لگے ایک دفعہ آپ راہ میں جا رہے تھے کہ ایک شقی نے آ کر فرق مبارک پر خاک ڈال دی اس حالت میں آپ گھر تشریف لائے آپ کی صاحبزادی نے دیکھا تو پانی لے کر آئیں آپ کا سر دھوتی تھیں اور جوش محبت سے روتی تھیں آپ نے فرمایا جان پدر روؤ نہیں خدا تیرے باپ کو بچا لے گا۔

(سیرۃ النبی علامہ شبلی نعمانی ص ۲۵۳۔۲۵۲)

ابوطالبؑ کی وصیتیں

علامہ قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں اور علامہ زرقانی نے اس کی شرح میں ہشام بن محمد بن السائب کلبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت ابوطالبؑ کے آخری وقت میں قریش کے سردار اُن سے ملنے کے لیے آئے تو انھوں نے قریش کی خوبیاں اور ان کے فضائل بیان کرنے کے بعد ان سے کہا کہ دیکھو اس خانۂ کعبہ کی تعظیم کو ملحوظ رکھنا کہ اسی میں رب کی خوش نودی ہے، صلہ رحمی کرنا، ایک دوسرے پر زیادتی اور حق تلفی نہ کرنا، دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کرنا، سائل کی حاجت روائی کرنا، صداقت اور ادائے امانت کے پابند رہنا۔ پھر اسی سلسلے میں انھوں نے کہا کہ میں تمھیں محمد ﷺ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ اس کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا کیوں کہ وہ قریش میں امین اور تمام عرب میں صادق ترین آدمی ہے اور وہ ان تمام خوبیوں کا جامع ہے جو میں نے تم سے بیان کی ہیں۔

خدا کی قسم! میں گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے کنگال اور اطراف ونواح کے لوگ اور کمزور لوگ آگے بڑھ کر اس کی دعوت قبول کرلیں گے اس کے کلمے کی تصدیق کریں گے اس کے کام کو آگے بڑھائیں گے اور وہ انھیں لے کر خطرات کے میدان میں کود پڑے گا اور قریش کے سردار اور اکابر دم چھلے بن کر رہ جائیں گے۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ مرتے وقت ابوطالبؑ نے اپنی اولاد کو وصیت کی کہ تم ہمیشہ بخیر رہو گے جب تک محمد ﷺ کی بات سنتے رہو گے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے رہو گے لہٰذا اس کا اتباع کرو اور اس کی مدد کرو راہ راست پر رہو گے۔

ابن سعد نے امام محمد بن سیرین کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب ابوطالبؑ کا انتقال ہونے لگا تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو بلا کر کہا بھتیجے جب میں مرجاؤں تو تم اپنے اخوال (یعنی اپنے دادا کی ننھیال) بنی نجار کے پاس مدینے چلے جانا کیوں کہ وہ اپنے گھر والوں کی حفاظت میں سب لوگوں سے بڑھ کر سخت ہیں۔

ان وصیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوطالبؑ کیسے دانا اور صاحب بصیرت آدمی تھے اور ان کی نگاہ کتنی دور رس تھی خصوصاً مدینہ کے معاملے میں انھوں نے ہجرت سے تین سال پہلے جو رائے دی تھی وہ بالآخر صحیح ثابت ہوئی

فرمایا تو رسول اکرم ﷺ پر پے در پے مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے حضرت خدیجہ کے انتقال پر ملال سے جو آپ کے لیے اسلام کی صداقت کی دلیل تھیں اور جن کی رفاقت سے نبی اکرم ﷺ سکون حاصل کرتے تھے اور اپنے چچا ابوطالبؑ کی داغ مفارقت کی وجہ سے جو ہر امر میں نبی اکرم ﷺ کے مددگار، محافظ اور قوم کے سینہ سپر اور ان کے ناصر تھے۔ حضرت ابوطالبؑ کے انتقال کے بعد قریش نے نبی اکرم ﷺ کو ایسی اذیتیں دیں حضرت ابوطالبؑ کی حیات مبارکہ میں جن کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے یہاں تک کہ قریش کے سفہاء میں سے ایک سفیہ (جاہل واحمق) آنحضرت کے سامنے آیا اور آپ کے سر پر مٹی ڈال دی اور رسول اللہ ﷺ جب گھر میں داخل ہوئے تو مٹی ان کے سر کے اوپر تھی تو آپ کی صاحبزادیوں میں سے کسی نے اٹھ کر اس مٹی کو دھو کر صاف کیا جب کہ وہ رو رہی تھی اور آنحضرت اس سے فرما رہے تھے اے لخت جگر گریہ نہ کر اللہ تبارک وتعالیٰ تمھارے باپ کا محافظ ہے فرمایا اور وہ اس اثنا میں یہ بھی فرما رہے تھے کہ ابوطالبؑ کی وفات تک مجھے قریش سے اس قسم کی ناپسندیدہ حرکت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ (سیرت ابن ہشام۔ ۱/۲۷۷ و تاریخ طبری۔ ۲/۲۲۹، الکامل۔ ۲/۹۰،۹۱، تاریخ اسلام ذھبی۔ ۲۳۵) (صاحبزادیوں سے مراد نبی اکرم ﷺ کی پروردہ بیٹیاں ہیں)

اور تاریخ الخمیس میں ہے کہ جب ابوطالبؑ اور حضرت خدیجہ کی وفات ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس سال کا نام عام الحزن یعنی حزن کا سال رکھ دیا۔ (تاریخ الخمیس۔ ۱/۳۴۰)

ذھبی نے کہا کہ ابوطالبؑ کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ شدید ترین اذیتوں میں مبتلا ہوئے۔

(تاریخ اسلام ذھبی۔ ۲۸۲)

اور کتاب کافی میں ہے کہ جب ابوطالبؑ کا انتقال ہوا تو جبرئیلؑ رسول اکرم ﷺ پر نازل ہوئے اور فرمایا کہ اے محمد ﷺ اب آپ مکہ سے روانہ ہو جائیے یہاں اب آپ کا کوئی ناصر نہیں ہے اور قریش نے نبی پر بلہ بول دیا تو آپ وہاں سے تیزی سے نکل کر مکہ مکرمہ کے ایک پہاڑ حجون پر تشریف لے گئے۔

(الکافی۔ ۱/۴۴۹، بحار الانوار۔ ۳۵/۱۳۷)

اور ابن سعد نے کہا کہ وہ گھر میں بیٹھ رہے اور باہر جانا کم کر دیا اور قریش نے ان سے ایسا سلوک کیا جو پہلے نہیں ہوا تھا اور نہ ہی وہ ایسا کر سکتے تھے۔ (الطبقات۔ ۱/۱۴۳)

اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہمیشہ قریش مجھ سے سہمے ڈرے رہتے تھے یہاں تک کہ میرے چچا کا

انتقال ہوگیا۔(دلائل النبوۃ۔ ۲/ ۱۰۴، تاریخ الاسلام ذھبی۔ ۲۳۳)

امیرالمومنین کا مرثیہ اپنے عظیم والد کے لیے:

أَبَا طَالِبٍ عِصْمَةَ الْمُسْتَجِيرِ   وَغَيْثَ الْمُحُولِ وَنُورَ الظُّلَمِ

ابوطالبؑ پناہ چاہنے والوں کے لیے محافظ ہیں اور قحط سالی کے موقع پر باران رحمت اور تاریکیوں میں نور ہیں۔

لَقَدْ هَدَّ فَقْدُكَ أَهْلَ الْحِفَاظِ   وَقَدْ كُنْتَ لِلْمُصْطَفَى خَيْرَ عَمٍّ

آپ کی وفات حسرت آیات نے جواں مردوں اور غیرت مندوں کو خطرات سے دوچار کر دیا۔

اور یقیناً آپ محمد مصطفیٰ (ﷺ) کے لئے بہترین چچا تھے۔

(دیوان امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ۔ ص ۴۱۰، انتشارات نصائح)

روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے چچا ابوطالبؑ کی میت کے قریب آئے اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

يَا عَمِّ كَفَلْتَ يَتِيماً وَ رَبَّيْتَ صَغِيراً وَ نَصَرْتَ كَبِيراً فَجَزَاكَ اللّٰهُ عَنِّي خَيْراً ثُمَّ أَمَرَ عَلِيّاً بِغُسْلِهِ.

اے میرے چچا آپ نے یتیمی میں میری کفالت کی بچپن میں میری تربیت کی اور میں بڑا ہوا تو نصرت کا حق ادا کر دیا اللہ تبارک تعالیٰ آپ کو میری جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے اس کے بعد آپ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ وہ آپ کے غسل کا اہتمام کریں (امالی صدوق ۲۴۳ بحارالانوار ج ۳۵ ص ۶۸)

ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے تخریج کی ہے انھوں نے فرمایا کہ نبی اکرمؐ نے یہ سن کر گریہ کیا اور فرمایا: اے علیؑ! جاؤ ان کے غسل وکفن اور دفن کا انتظام کرو اللہ ان کی مغفرت کرے اور اپنی رحمت نازل کرے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: میں نے ایسا ہی کیا اور سفہاء قریش کے شر انگیزی کے خوف سے آنحضرت نے جنازے کی مشایعت نہیں کی اور اس وقت تک نماز جنازہ فرض نہیں ہوئی تھی اس لیے نماز جنازہ ادا نہیں کی گئی۔

(اسنی المطالب فی نجاۃ ابی طالب زینی دحلان ص ۳۸)

روایت ہے کہ ابوالجہم بن حذیفہ سے سوال کیا گیا کہ کیا نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوطالبؑ کی نماز جنازہ پڑھی؟ تو انھوں نے جواب دیا اس وقت نماز جنازہ فرض کہاں تھی؟ نماز جنازہ تو ان کی رحلت کے بعد فرض ہوئی

ہے رسول اکرم ﷺ نے جب ان کے انتقال کی خبر سنی تو انھیں بے حد صدمہ ہوا اور وہ محزون ہوئے اور حضرت علی کو حکم دیا کہ تمام معاملات کو اپنے ہاتھوں میں لے لیں آنحضرت جنازے میں تشریف لائے حضرت عباس اور حضرت ابوبکر نے ان کے مومن ہونے کی گواہی دی اور ان کی صداقت کی شہادت دی اس لیے کہ حضرت ابوطالبؑ اپنے ایمان کو مخفی رکھتے تھے اور اگر وہ اسلام کے غالب آنے تک زندہ رہتے تو ضرور اپنے ایمان کا اظہار کرتے

(بحارالانوار باب ۴۲ ج ۳۵ ص ۱۲۷)

شریف نسابہ علوی نے جو موضح کے نام سے مشہور ہیں وہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابوطالبؑ کا انتقال ہوا تو اس وقت نماز جنازہ کی فرضیت نازل نہیں ہوئی تھی تو اسی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے نہ تو حضرت ابوطالب کی نماز جنازہ پڑھی اور نہ ہی حضرت خدیجہ کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ (بحارالانوار ج ۳۵ ص ۱۲۸)

اولادِ ابوطالبؑ

حضرت ابوطالبؑ کی اولاد کی تعداد چھ ہے چار بیٹے اور دو بیٹیاں ان میں سب سے بڑے بیٹے کا نام طالب تھا اور اسی نام سے حضرت ابوطالبؑ کی یہ کنیت ہے اور عقیل جن کی کنیت ابو یزید تھی ان کے اور طالب کے درمیان دس سال کا فرق تھا اور وہ نسب قریش کے عالم تھے اور جعفر بن ابی طالب اُن کے اور عقیل کے درمیان بھی دس سال کا فرق تھا۔ وہ پہلے ایمان لانے والوں میں سے تھے اور انھوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور جنگ موتہ میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے وہ ذوالجناحین ہیں جن کی مدد سے وہ فرشتوں کے ساتھ جنت میں جہاں چاہتے ہیں وہاں پرواز کرتے ہیں اور علی ابن ابی طالبؑ ان کے اور جعفر کے مابین دس سال کا فرق تھا اور اُم ہانی بنت ابی طالب اور ان کا نام ہند تھا اور جمانہ بنت ابی طالب اور ان سب کی والدہ فاطمہ بنت اسد تھیں۔

(الطبقات ۱۔۷۷ عمدۃ الطالب ۳۰)

نقشِ خاتمِ ابو طالب

امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے، وہ متعدد طُرق سے اپنے آباؤ اجداد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو طالب علیہ السلام کی انگوٹھی پر یہ نقش کندہ تھا:

رَضِيتُ بِاللهِ رَبًّا، وَبِابْنِ أَخِي مُحَمَّدٍ نَبِيًّا وَبِابْنِي عَلِيٍّ لَهُ وَصِيًّا.

میں اس بات پر راضی ہوں کہ اللہ رب ہے اور میرے بھائی کا فرزند محمدؐ نبی ہے اور میرا بیٹا علیؑ ان کا وصی ہے۔

حوالے کے لیے ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ تفسیر رَوح الجنان و رُوح الجنان۔ تصنیف جمال الدین شیخ ابوالفتوح رازی۔ ج ۸، ص ۲۷۱ چاپ اسلامیہ ۱۳۹۸ھ

۲۔ الغدیر فی الکتاب والسنۃ تالیف عبدالحسین احمد الامینی النجفی۔ ج ۷ ص ۳۹۵ دارالکتب الاسلامیۃ بازار سلطانی۔

۳۔ الصحیح من سیرۃ الامام علی (المرتضی من سیرۃ المرتضی) السید جعفر مرتضی العاملی الجزء الثانی ص ۱۰۲

۴۔ الدرجات الرفیعۃ ص ۶۰

۵۔ محبوب القلوب۔ ج ۲، ص ۲۱۹

۶۔ ایمان ابی طالب ص ۸۹

قبرِ ابوطالبؑ..........عہد بہ عہد

(سید ارتضیٰ عباس نقوی)

قبروں کا احترام اور اس پر عمارت و قبہ کی تعمیر دنیا کے ہر طبقہ فکر میں احترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ خاصانِ خدا اور رہبرانِ قوم کے آثار اور قبروں کو محفوظ رکھنا آئینِ محبت کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ملک کے قانون میں آثارِ قدیمہ کو محفوظ رکھنے کا شعبہ بنایا جاتا ہے اس لیے کہ اس کی حفاظت دراصل مذہب و ملت کے افکار، پیغامات اور تاریخ کی حفاظت ہوتی ہے۔ اسلاف صالحین کے مقابر اور ان کے آثار کو مٹانا اصل میں ان کے افکار و نظریات کو مٹانا ہے۔ یہ کوئی منطق نہیں ہے کہ کوئی شخص کسی کا نشانِ قبر مٹا دے اور پھر بھی اس کی حمایت کا دعویٰ کرے یہ عقل سے بعید ہے۔

بعض مدعیانِ اسلام یہی کہتے ہیں حالانکہ قرآن میں احترامِ قبر کے اشارے پائے جاتے ہیں۔ سورۂ توبہ میں ارشاد ہے:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ

اور ان (منافقین) میں سے جو کوئی مر جائے اس پر آپ کبھی بھی نماز نہ پڑھیں اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔

اس آیت کی رو سے اگر قبرِ منافق پر جانے سے منع کیا گیا ہے تو قبرِ مومن پر جانا خود بخود عملِ استحسان قرار پاتا ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی قبر پر پختہ عمارت کی تعمیر پر اعتراض کرے تو اس کا اشارہ سورۂ کہف میں یوں موجود ہے:

اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾

یہ اس وقت کی بات ہے جب لوگ ان کے بارے میں جھگڑ رہے تھے تو کچھ نے کہا: ان (کے غار) پر عمارت بنا دو، ان کا رب ہی ان کا حال بہتر جانتا ہے، جنہوں نے ان کے بارے میں غلبہ حاصل کیا وہ کہنے لگے:

ہم ان کے غار پر ضرور ایک مسجد بناتے ہیں۔

قرآن کا اس گفتگو کو نقل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ہادیانِ برحق کے آثار کو محفوظ کرنا اور اس کو باقی رکھنے کے لیے اس پر عمارت بنانا بارگاہِ احدیت میں پسندیدہ عمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیائے سابقہ کی قبریں احتراماً پہاڑ کے دامنوں اور غاروں میں بنائی گئیں۔ بعض کی زیرِ زمین سردابوں میں تھیں جو مختلف موقعوں پر ظاہر ہوتی رہیں اور لوگوں نے انبیاء کے تازہ ترین اجساد و اجسام کی زیارت بھی کی جن کے تذکرے تاریخ کی کتابوں میں درج ہیں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ طریقہ رہا کہ بچپن میں اپنی والدہ حضرت آمنہؑ کے ساتھ اپنے والد حضرت عبداللہؑ کی قبر پر تشریف لے جاتے تھے جو ایک حویلی میں واقع تھی جسے دارِ نابغہ کہا جاتا تھا۔ اسی سفرِ زیارت سے واپسی پر حضرت آمنہؑ کی وفات ہوئی تھی اور انھیں مکہ و مدینہ کے درمیان ابواء کے مقام پر دفن کیا گیا۔ پیغمبر اسلام اکثر اپنی مادرِ گرامی کی قبر کی زیارت کو آتے رہتے تھے۔ عمرۃ الحدیبیۃ کے موقع پر بھی جب راہ میں ماں کی قبر آئی تو آپ نے قافلے کو روک کر قبرِ مادر کی زیارت کی تھی۔ صرف زیارت ہی نہیں کی بلکہ روایت میں "فاصلحہ" کا لفظ بھی آیا ہے یعنی نبیؐ نے اپنے ہاتھوں سے قبر کی اصلاح بھی کی تھی۔ اس کے بعد گریہ کیا آپ کو دیکھ کر اصحاب بھی رونے لگے وجہ پوچھنے پر فرمایا کہ:

"مجھے ہمدردی نے آلیا تھا، مجھے ماں کی یاد آگئی اور میں رو دیا" (طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ۴۵)

اس روایت سے یہ بات مستنبط ہوتی ہے کہ قبر پر صاحبِ قبر کو یاد کر کے رونا اور قبر کی اصلاح کرنا سیرتِ رسولؐ ہے۔ یہی عمل اہلبیتؑ کا بھی رہا۔ حضرت فاطمہ مخصوصیت کے ساتھ حضرت حمزہؑ کی قبر پر جایا کرتی تھیں اور آپ نے اُن کی قبر پر ایک علم بھی لگایا تھا جو قبر کی علامت کو ظاہر کرتا تھا۔ پہلی تسبیح آپ ہی نے مرقدِ حمزہؑ کی خاک سے تیار کی تھی جس کا بعد میں رواج عام ہوا۔

(المصنف، امام عبدالرزاق، جلد ۳ حدیث ۶۷۴۹، کتاب الجنائز باب فی زیارۃ القبور، طبع بیروت، ۲۰۰۰ء)

امام حسین علیہ السلام ہر جمعرات کو امام حسنؑ کی قبر پر جاتے تھے۔

(شہید مسموم از مولوی مظہر حسن سہارنپوری۔ سرو چمن از فوق بلگرامی)

امام حسین علیہ السلام کربلا جانے سے قبل پیغمبر اسلامؐ اور اپنی مادرِ گرامی حضرت فاطمہؑ اور بھائی امام حسنؑ کی قبر اطہر پر تشریف لے گئے تھے۔ (بحار الانوار جلد ۴۴ صفحہ ۳۲۸)

جنت المعلیٰ میں حضرت خدیجہؑ کی قبر پر آپ کی طویل مناجات کے تذکرے کتبِ مقاتل میں موجود ہیں۔

(مقتل عوالم صفحہ ۲۰ چاپ قدیم)

آپ کی صاحبزادی فاطمہ بنت حسینؑ اپنے شوہر حسن مثنیٰؑ کی قبر پر ایک برس تک مجاور رہیں اور آپ نے اُن کی قبر پر قبہ تعمیر کروایا تھا۔ (الارشاد جلد ۲ صفحہ ۲۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے قیامِ کوفہ کے دوران اپنے دادا حضرت علیؑ کی قبر کی مرمت کے لیے صفوان جمال کو رقم دی تھی جو آپ کے حکم پر پختہ کرائی گئی۔ (فرحۃ الغریٰ فی تعیین قبر علیؑ فی النجف)

امام محمد تقی علیہ السلام کی صاحبزادی زینبؑ نے معصومہؑ قم کی قبر پر قبے کی تعمیر کرائی تھی۔

(گنجینۂ آثارِ قم جلد اول صفحہ ۱۴۶)

ان تاریخی اشاروں سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ مکتبِ آلِ محمدؐ میں قبروں کا احترام اور اس پر گنبد و عمارت کی تعمیر ایک کارِ اہم تھا جس کا وہ باقاعدہ اہتمام کیا کرتے تھے۔ ان کے برعکس بنی امیہ کی تحریک یہ تھی کہ قبروں کا نام ونشان مٹا یا جائے اور ان پر عمارت نہ بننے دی جائے۔

رسولؐ نے جنت البقیع کے پہلے مدفون حضرت عثمان بن مظعون کی قبر پر بطورِ علامت دو پتھر رکھوائے تھے جنہیں معاویہ بن ابوسفیان کی طرف سے مدینے کے گورنر مروان بن حکم نے ہٹوا دیا تھا۔

(جذبُ القلوب صفحہ ۱۷۲)

ہندہ زوجۂ ابوسفیان نے انتقاماً مادرِ رسولؐ حضرت آمنہؑ کی قبر کھودنے کا ارادہ کیا تھا جو ناکام رہا۔

(سیرت ابن ہشام حصۂ اول)

تو بنی ہاشم کا نظریہ قبروں کی حفاظت اور اس کی بقا تھا جبکہ بنی امیہ اس کے خلاف تھے۔ یہ دو نظریے چودہ سو برس سے اب تک چلے آرہے ہیں۔ جس کے نتیجے میں آج بھی اسلام کی مقدس ترین ہستیوں کے مزارات کھودے جارہے ہیں۔

محترمی مولانا تلمیذ حسنین رضوی جو کئی برسوں سے دیوانِ ابوطالبؑ کی تدوین میں مصروف ہیں اُن کا اصرار تھا کہ قبرِ ابوطالبؑ کے بارے میں جو تفصیلات میرے پاس ہیں انہیں اس مضمون میں پیش کر دیا جائے، اُن کی خواہش کی تعمیل میں یہ سطریں حاضر ہیں۔

پیغمبر اسلامؐ خود قبرِ ابوطالبؑ میں اُترے اور اپنے مشفق و مربّی کو قبر میں لٹا دیا۔ اس کے بعد بدستِ امیرالمومنینؑ قبرِ ابوطالبؑ تیار ہوئی۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابوطالبؑ نے وصیت کی تھی کہ انھیں قبرِ عبدالمطلبؑ میں دفن کیا جائے۔ اس لیے ان کا جنازہ جنت المعلّی لایا گیا تعویذِ قبر کو ہٹایا گیا جب قبر کھدی تو جسدِ عبدالمطلبؑ تر و تازہ نظر آیا اور آپ کے پہلو میں حضرت ابوطالبؑ کو دفن کیا گیا۔

علامہ ابوالقاسم حائری لکھتے ہیں:

قال المصنف و عن ابن هشيم قال سمعتُ يقول عليٌّ اِتَّبَعَ ابوطالب عبدالمطلب فی کل احواله حتی خرج من الدنيا علی ملته و اوصانی ان ادفنه فی قبره فاخبرتُ رسول الله قال اذهب فواره فانفذ ما اوصاه به فغسّله و كفّنه و حمله علی الحجون قال فَنَبَشْتُ قبر عبدالمطلب فرفعت الصفح فاذا هو بواجه الی القبلة فحمدت الله علی ذلك و اطبقت الصفح عليها و هو وصیّ الاوصياء و خير ورثة الانبياء۔

مصنف نے کہا ابن ہشیم سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا: میں نے سنا علیؑ فرما رہے تھے کہ حضرت ابوطالبؑ نے ہر معاملے میں عبدالمطلب کا اتباع کیا یہاں تک کہ دنیا سے کوچ کیا وہ انھی کے طریقے پر عمل پیرا رہے اور انھوں نے مجھے وصیت کی کہ میں انھیں عبدالمطلب کی قبر میں دفن کروں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات سے مطلع کیا۔ انھوں نے فرمایا: جاؤ اور انھیں دفن کرو اور ان کی وصیت پر عمل کرو، انھیں غسل دو اور انھیں کفن پہناؤ اور انھیں حجون لے کر جاؤ۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے عبدالمطلب کی قبر کو کھولا اور جب میں نے چوڑا پتھر ہٹایا تو میں نے دیکھا کہ وہ قبلہ رخ لیٹے ہوئے ہیں، میں نے اس بات پر خدا کا شکر ادا کیا اور دوبارا وہ پتھر اس قبر پر لگا دیا اور وہ دیگر اوصیاء میں وصی تھے اور انبیاء کے بہترین وارثوں میں سے تھے۔

(کتاب البُشریٰ بالحسنیٰ در تشریح مودۃُ فی القربیٰ۔ ص ۲۵۴، مطبوعہ احسن المطابع لاہور، ۱۳۱۷ھ)

سیرتِ معصومینؑ میں اُس زمانے کے ظلم و جور کے سبب قبرِ ابوطالبؑ کے تذکرے نہیں آ سکے۔ راویوں نے اسے نہیں لکھا لیکن تعلیمات آلِ محمدؐ کو دیکھتے ہوئے یہ بات یقین کامل کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ ائمہ معصومینؑ

قبرِ ابوطالبؑ کی زیارت کے لیے آتے رہتے تھے اور اپنی علمی نشستوں میں حضرت ابوطالبؑ کے فضائل اور خدمات پر گفتگو فرمایا کرتے تھے تاکہ لوگ حضرت ابوطالبؑ کے مقام و مرتبے میں تردّد کا شکار نہ ہوں۔

سلطنتِ عباسیہ کے زوال کے بعد جب حالات سازگار ہوئے اور عاشقانِ اہلبیتؑ کو اپنی عقیدت کے مواقع ہاتھ آئے تو عرب و عجم کے بادشاہوں نے خصوصیت کے ساتھ مکہ و مدینے کے مقاماتِ مقدسہ کی طرف توجہ کی اور اس کی تعمیر و ترقی میں غیر معمولی حصہ لیا۔ جنت البقیع اور جنت المعلّی دونوں کے مزارات کی تعمیر کرائی۔ جب ہم جنت المعلّی کے مزارات پر نظر کرتے ہیں تو قدیم تواریخ، سِیَر اور سفرناموں میں حضرت ابوطالبؑ کی قبر کی تفصیلات نہیں ملتیں۔ ازرقی، غاسی، فاکہی، قطب الدین اور ابن ظہیرہ وغیرہ سب خاموش ہیں۔ محمد ابن جبیر اندلسی اور ابنِ بطوطہ نے بھی اس کا مطلق تذکرہ نہیں کیا ہے۔ یہ دراصل اہلبیتؑ سے تعصّب کی وجہ سے ہے لیکن جو عقیدت مند تھے انھوں نے اپنے طور پر جنت المعلّی میں واقع حضرت عبدمنافؑ، حضرت عبدالمطلبؑ، حضرت ابوطالبؑ اور حضرت خدیجہؑ کی قبروں کا خصوصیت کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔ یہ عماراتِ مقدسہ غیر معمولی شہرت کی حامل تھیں اور یہاں لوگوں کا اژدحام رہتا تھا۔ یہاں تک کہ ۱۲۱۸ھ میں وہابیوں نے مکہ پر قبضہ کرلیا اور وسیع پیمانے پر مقاماتِ مقدسہ کے نشانات مٹانے پر کمر باندھ لی۔ جنت المعلّی میں موجود تمام مزارات کے گنبد و مینار گرادیے گئے، ماسوائے کعبہ، سب کے سب مقامات منہدم کردیے گئے اور کہا گیا کہ "ہم نے طاغوتوں کا نام و نشان مٹادیا" (نعوذ باللہ)

۱۲۳۳ھ میں مصری افواج کے ہاتھوں وہابی حکومت کا تختہ الٹ گیا اور انھیں گرفتار کر کے پھانسی دے دی گئی۔ اس کے بعد سلطنتِ عثمانیہ کے تاجدار عبدالمجید اور اس کے بعد سلطان عبدالحمید اور سلطان محمود مزاراتِ مقدسہ کی تعمیرِ نو کی جانب متوجہ ہوئے اور مکہ و مدینہ کے تقریباً تمام مقابر و مساجد کی اعلیٰ ترین تعمیر کی۔ اسی دوران ۱۲۳۲ھ کے آس پاس ایک فرنگی سیاح برکھارٹ مکّے آیا تھا اُس نے اپنے سفرنامے میں اس وقت کی تفصیلات لکھی ہیں۔ وہ بطورِ خاص قبرِ ابوطالبؑ پر گیا تھا اس کا کہنا ہے کہ لوگ ابوطالبؑ کی جھوٹی قسم نہیں کھاتے اور انھیں اپنا سرپرست سمجھتے تھے۔ اس غیر جانب دار سیاح کا بیان قابلِ دید ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"شریف کے مکان سے آگے معلّی کے سرے پر حضرت ابی طالب کا مزار ہے۔ وہابیوں نے اس عمارت کو جو ان کی قبر پر بنی ہوئی تھی ڈھاکر مٹی کا ڈھیر کر دیا ہے۔ محمد علی پاشا نے بھی اس کو دوبارہ بنوانا مناسب نہ سمجھا۔ یہ قبر اب بنائی بھی نہ جائے گی۔ مکّے والے حضرت ابوطالب کو اپنے شہر کا سرپرست سمجھتے ہیں اور مکّے میں بہت سے

آدمی ایسے ہیں جو خدا کی قسم کو توڑ ڈالنا ایک معمولی بات سمجھتے ہیں مگر حضرت ابی طالبؑ کی جھوٹی قسم کھانے سے ڈرتے ہیں۔ یہ لوگ پردیسیوں کو دھوکا دینے کے لیے بات بات پر بیت اللہ اور کعبے کی قسم کھالیتے ہیں مگر ابوطالب کی قسم سے یہ سمجھتے ہیں کہ ان پر پھٹکار ہو جائے گی۔ دھوکا دہی کے موقعوں پر بھی یہ قسم شاذ و نادر ہی سننے میں آتی ہے۔" (سفرنامہ برکھارٹ، ترجمہ علی شبیر صفحہ ۹۰، ۱۲۴، مطبوعہ تاج پریس حیدر آباد دکن)

اِس بیان سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۲۳۲ھ تک قبر ابوطالبؑ خاک کا ڈھیر تھی اور اس پر کوئی عمارت نہیں تھی۔ یہاں تک کہ اردو کے مشہور مرثیہ نگار مرزا جعفر علی فصیح نے کمرِ ہمت باندھی اور اس کارِ اہم کا ارادہ کیا کہ ان قبروں پر روضے کی تعمیر کی جائے۔ مرزا فصیح کے مرثیوں کی تین مطبوعہ جلدیں متعدد مثنویات اور غیر مطبوعہ مرثیے میرے ذخیرے میں موجود ہیں۔ مولوی مظہر حسن سہارنپوری نے ان کی بنوائی ہوئی تعمیر کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"قبرِ مبارک حضرت ابوطالبؑ و جناب خدیجۃ الکبریٰؑ کی مکہ میں اب تک بے گنبد تھی ہمارے اس زمانے سے کچھ پیشتر یعنی وسطِ تیرھویں صدی ہجری میں جناب مغفرت مآب مرزا جعفر علی فصیح لکھنوی نے آخر ایامِ حیات میں ہجرت کر کے مکۂ معظمہ کو چلے گئے تھے بکمال جانفشانی مومنین خالصین کو ترغیب و تحریص کر کے ان دونوں قبروں کے گنبد تعمیر کرائے گویا تمام شیعوں پر بذل و احسان کیا۔ اب مومنین نزدیک و دور آنحضرت کی زیارت سے مستفید ہوتے ہیں۔ حق تعالیٰ بعوض اس کارِ خیر کے مرزا صاحب مرحوم کو جنت الخلد میں گھر عطا فرماوے واقعی بہت بڑا کام کیا ہے"۔ (تہذیب المتین جلد اوّل صفحہ ۴۷)

مرزا فصیح خود حضرت عقیلؑ کی نسل سے تھے۔ اس لحاظ سے بھی قبرِ ابوطالبؑ کی تعمیر سے ان کا ربط مذہبی ہی نہیں بلکہ صلبی بھی تھا۔

مجھے علامہ طالب جوہری کے کتب خانے میں مرزا جعفر علی فصیح کے خطوط کا ایک نادر قلمی نسخہ دستیاب ہوا ہے۔ کھجوے (بہار) کے نامور رئیس دیوان ناصر علی مرحوم جن کے نام کی مسجد لکھنؤ میں موجود ہے اور جہاں آج کل ماہنامہ "اصلاح" کا دفتر بھی قائم ہے۔ آپ مرزا دبیر کے شاگرد فقیر حسین عظیم کی والدہ کے حقیقی ماموں تھے۔ ان کے بارے میں ثابت لکھنوی لکھتے ہیں:

"[دیوان ناصر علی] ۱۱۷۸ھ میں پیدا ہوئے اور بیاسی برس کی عمر میں شوال ۱۲۶۰ھ میں انتقال فرما گئے۔ ان کی ہمت و مروّت و سخاوت و حُسنِ اخلاق کے کارنامے مرزا فصیح مرحوم نے لکھے ہیں اور ان سے مولوی عبدالوہاب

صاحب مرحوم نے اپنی تاریخ کو مزیّن کیا ہے۔ مدینہ منورہ میں سادات نخاولہ حسینی کی مہماں سرائے انہوں نے بنوائی۔ محرم میں مجالس اسی میں ہوتی ہیں اور مکہ میں روضۂ جناب ابو طالبؑ درست کرایا سچ کہا ہے۔

مردوں کا آسمان تلے نام رہ گیا"

(دربارِ حسینؑ صفحہ ۱۶۹)

دیوان ناصر علی مرزا فصیح کے قدر دانوں میں تھے۔ مرزا فصیح کا قیام کیونکہ مکہ و مدینہ میں بھی رہتا تھا تو وہ دیوان ناصر علی کے ذریعہ سے وہاں متعدد امورِ خیر کی انجام دہی کرتے تھے۔ ان معاملات کے لیے جو خط و کتابت ہوتی تھی اسے مولوی غلام امام ایک جلد میں نقل کروا لیتے تھے۔ مولوی غلام امام کھجوی دیوان ناصر علی کے ملازم ہوا کرتے تھے۔ یہ نادر قلمی نسخہ اُن کے پاس رہا اور ان کے کتب خانے سے ہوتا ہوا مولانا محمد مصطفی جوہرؔ مرحوم و مغفور تک پہنچا اور انھوں نے اسے اپنے کتب خانے میں جگہ دی۔ علامہ طالب جوہری کی وساطت سے اس پورے مخطوطے کا عکس مجھے مل گیا ہے۔ تمام خطوط فارسی میں ہیں اور لفافے کی عبارتیں بھی ساتھ ہی درج ہیں۔ اس مجموعے میں وہ خطوط بھی موجود ہیں جو حضرت ابو طالبؑ کے روضے کی تعمیر کے سلسلے میں لکھے گئے تھے۔ ان خطوط کے ذریعے بہت سے انکشافات ہوتے ہیں۔ میں نے انھیں کتابی شکل دے دی ہے جو عنقریب بسیط مقدمے کے ساتھ شائع ہوں گے۔ جو خطوط حضرت ابو طالبؑ کی قبر کے سلسلے میں لکھے گئے ہیں اُن کی تعداد ۴ ہے۔ یہ خطوط مولوی غلام امام اور دیوان ناصر علی کے نام ہیں۔ ان کے جوابات بھی ساتھ ہی درج ہیں۔ ان خطوط سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا فصیح کی نگرانی میں یہ کام ۱۲۴۶ھ میں شروع ہوا تھا۔ یہاں اُن خطوط کی مناسب عبارتیں درج کی جاتی ہیں۔ اس سلسلے میں پہلا خط ۸ رمحرم ۱۲۴۷ھ کو لکھا گیا۔ مرزا فصیح نے یہ خط کسی حاجی کی معرفت سید العلماء مولوی سید حسین ابن غفرآنماب تک پہنچایا لفافے کی عبارت یہ تھی:

"انشاء اللہ یہ عریضہ لکھنؤ میں پہنچ جائے بتوجہ جناب مولانا مجتہد الزمان سید حسین صاحب دام ظلہم بمقام کھجوا ضلع چھپرہ بخدمت میر عطا حسین صاحب خلف دیوان صاحب اور مولوی غلام امام صاحب سلمہ اللہ کو ملے۔"

مرزا فصیح اس خط میں مزاراتِ مقدسہ کی تعمیر کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مقبرۂ ابو طالبؑ اور عبد المطلبؑ اور عبد منافؑ بخوبی تعمیر ہو گیا اور اس مقبرے میں ایک چھوٹی سی مسجد بھی تعمیر ہو گئی ہے اور ایک دوسرا مقبرہ مومنین اور غریب الدیار حجاج اہلِ دین کے لیے حضرت ابو طالبؑ کے مزار کے برابر

میں دیوار سے متصل تھا جس کی دیوار خراب ہو چکی تھی اور قبریں ٹوٹ رہی تھیں اور سرزمینِ مکہ جو کہ ریتیلی ہے اس سرزمین میں جب تک قبر کو پہلے سے پتھر اور گارے سے نہ بنایا جائے، تو دفن کرنا ممکن نہیں ہے لہٰذا تمام اہل مکہ قبریں پہلے سے تیار رکھتے ہیں لہٰذا ہم نے اس عظیم مقبرے کی تعمیر نو کر دی ہے کیونکہ اس کام میں ثوابِ عظیم تھا۔ ہم نے پتھریلی دیواریں بنا کر قبروں کو تعمیر کر دیا۔ رقم پوری نہ ہونے کے سبب تمام قبریں تعمیر نہ ہو سکیں۔ ہم نے ۴۵ قبریں بنوا دی ہیں اور تقریباً اتنی ہی قبریں نامکمل باقی ہیں۔ جناب ابوطالبؑ کی قبر کی مرمت میں تین سو ریال خرچ ہوئے اور مذکورہ مومنین کے مقبرے پر دو سو ریال خرچ ہوئے۔ کل ۵۰۰ ریال خرچ ہو گئے ہیں یہ کام شہرۂ عالم ہوا اور چاہنے والوں نے پسند کیا اور مخالفین رنجیدہ ہوئے۔ انھوں نے ہنگامہ آرائی بھی کی اور اسے منہدم کرنا چاہتے تھے مگر انھیں بھگا دیا گیا۔ اب یہ مقبرہ زیارت گاہِ حجاج ترک و روم و حبش و ہند و عجم بن گیا ہے۔ سب یہاں فاتحہ پڑھتے ہیں اور تعظیم کرتے ہیں"۔

اس کے ساتھ ہی ایک اور خط منسلک تھا جو مولوی غلام امام کے نام تھا اس میں بھی اسی طرح کی خبر دی گئی ہے۔ اس لیے اس کی عبارت نقل نہیں کی جا رہی مضمون بالکل وہی ہے جو نقل کیا گیا ہے۔

اس خط کا جواب مولوی غلام امام نے ۱۹ر جمادی الثانی ۱۲۴۷ھ کو لکھا جو بتوسط سید العلماء سید حسین مجتہد لکھنؤ حاج میرزا محمد مہدی اصفہانی کے ذریعے مرزا فصیح تک مکہ پہنچا۔ اس خط میں لکھتے ہیں:

"مقبرۂ مقدس جنابِ ابوطالبؑ و عبدالمطلبؑ و عبد منافؑ کی تعمیر نو اور مرمت اور مسجد کی تعمیر اور مقبرے کا کتبۂ وقفی اور مخالفین کا حسد کرنا اور اسکی خرابی کے درپے ہو جانا اور ان کی اس فسادگری کا دفع کرنا اور جو آپ کے حُسنِ تدبیر اور کوششوں کے سبب ہوا اور دیگر متعلقہ حالات جو تمام تر تفصیلات اور تشریحات سمیت آپ نے لکھے اس سے مطلع ہو کر بہت خوشی ہوئی اور شکر کے سجدے بارگاہ خداوندی میں ادا کیے اور کئی بار ان کی (یعنی دیوان ناصر علی) کی زبان پر یہ جملہ جاری ہوا ہے کہ یہ دولت مجھے مرزا صاحب کی ذاتِ والا صفات کی بدولت حاصل ہوئی ہے اور آپ کے احسانات کے بیان سے اپنی زبان کو عاجز سمجھتے ہیں۔...... مبلغ دو سو روپے...... باقی ماندہ چالیس قبروں کی تعمیر کیلئے جو کہ رقم کے وفا نہ کرنے کے باعث تعمیر ہونے سے رہ گئی تھیں۔ بمعہ نذر و نیاز کے...... حاجی مرزا محمد مہدی صاب اصفہانی کی معرفت آپ کی خدمت میں پہنچ جائیں گے۔ انھیں بھی مصرف میں لائیں اور ناچیز سی نذرات کو قبول فرمائیں اور ہر سال ان مرمت شدہ مقامات کی سیلاب وغیرہ سے حفاظت کی خاطر مبلغ ۲۵ روپے

تحریری حوالے کے ساتھ آپ کو بھیجے جائیں گے اور جب تک خدا نے چاہا ہر سال رقم آپ کو ملتی رہے گی اور اگر کوئی ایسی سبیل ہو سکتی ہے کہ سیلاب سے حفاظت کے لیے ایک ساتھ ہی کچھ رقم خرچ کر کے ایسی مرمت کر دی جائے جس سے پھر ہر سال مرمت نہ کروانی پڑے اور قبر، چالیس پچاس برس کے لیے محفوظ ہو جائے تو ایسی تدبیر اور اس پر آنے والی لاگت سے آگاہ کیجیے تاکہ اس بارے میں کوئی فکر کی جائے"۔

اس کے جواب میں ۱۹ رصفر ۱۲۴۸ھ کے خط میں مرزا فصیح مولوی غلام امام کو لکھتے ہیں:

"جناب ابوطالبؑ کے مقبرے کی مرمت کیلئے جو ۲۵ روپے عنایت کیے ہیں جو کہ ساڑھے بارہ ریال بنتے ہیں یہ رقم چند سال تک کیلئے کافی ہے اور شاید مجھ سے عریضہ لکھتے وقت غلطی ہوگئی ہو اس لیے کہ ممکن ہے کہ اگر ہر سال بارش ہو یا سیلاب آ جائے تو دو ریال یا ایک ریال بھی خرچ ہو سکتا ہے کیونکہ پہاڑوں کا سیلاب بھرپور قوت و زور کے ساتھ بہتا ہوا آتا ہے اور اپنا راستہ صاف کر دیتا ہے اور مقدس مقبرہ سیلاب کی زد میں آ جاتا ہے اور سیلاب آنے کی صورت میں مجھے پہلے سے چند مزدور لے کر سیلاب کی گزرگاہ کا راستہ بند کرنا ہوگا تاکہ دیوار احتیاط کے ساتھ کھڑی رہ سکے۔ دیوار کو سہارا دینے والا ستون بنانا بے فائدہ ہے کیونکہ سیلاب عمارتوں اور پتھریلے ستونوں کو بہالے جاتا ہے اس لیے یہی بہتر ہوگا کہ دیوار کی جانب ہم زمین کو اونچا کر دیں اور باقی حصہ نیچے ہی رہنے دیں"۔

مرزا فصیح نے روضۂ ابوطالبؑ کی جو تعمیر کروائی تھی وہ اسی طرح برقرار رہی اور ۱۲۴۷ھ کے بعد جتنے سفرناموں میں اس عمارت کا تذکرہ آیا ہے وہ ان ہی کی تعمیر کردہ ہے۔ تصاویر میں بھی یہی عمارت ہے۔

میرے کتب خانے میں اسلامی سفرناموں کا ایک وقیع ذخیرہ موجود ہے۔ حاجیوں نے جو سفرنامے لکھے اس میں حضرت ابوطالبؑ کی قبر کے حالات بھی ملتے ہیں بعض نے قصداً گریز بھی کیا ہے۔ یہاں طوالت کے سبب سارے سفرناموں سے اقتباسات نقل کرنا ممکن نہیں صرف چند اہم حصے درج کیے جا رہے ہیں۔

سید وزیر حسین پہرسری شاگردِ مرزا دبیرؔ وصاحبِ چہل مجالس ۱۳۰۲ھ کے سفرنامۂ حج میں لکھتے ہیں:

"یہ وہ مقام ہے کہ جہاں پر جنابِ سیدہ خدیجہ (زوجۂ رسولِ خدا)، حضرت آمنہ (والدہ رسولؐ) اور حضرت ابوطالب کا جدا جدا مقبرہ ہے اور حضرت عبدالمطلب و عبد مناف کی قبور ایک حجرے میں ہیں لیکن اِن تینوں بزرگواروں کا احاطہ ایک ہے اور جنابِ خدیجہ کا اور جنابِ آمنہ کا علیحدہ علیحدہ ہے اور اس مقام پر قبرستان وسیع ہے کیونکہ جمیع مسلمان یہیں دفن کیے جاتے ہیں اور یہیں پر زیرِ دیوار احاطہ کے قبر مرزا فصیح مرحوم کی واقع ہے اور اکثر

جوصاحبِ ذی مقدور ہیں فریقین سے وہ قریب روضۂ جناب خدیجۃ الکبریٰ دفن ہیں"

(وکیل الغربا صفحہ ۴۳، نولکشور پریس لکھنؤ، ۱۳۰۲ھ)

قاضی محمد سلیمان، سلمان منصور پوری "سفرنامۂ حجاز" ۱۹۲۱ء مطابق ۱۳۳۹ھ میں لکھتے ہیں:

''المعلیٰ: یہ بالائی مکہ مکرمہ کی طرف ہے۔ پہاڑ کی طرف جاتے ہوئے ام المومنین طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ کا روضہ غالباً آخری اسلامی قبور میں سے ہے۔ اس سے آگے دامنِ کوہ میں چند اور قبے بنے ہوئے ہیں۔ جو قبل از اسلام والوں کے ہیں جن میں سے ایک جناب ابو طالب کا اور ایک سردار عبدالمطلب کا اور ایک سردار عبدمناف کا بتایا جاتا ہے۔''

یہ بیان ۱۹۲۱ء کا ہے اس کے ۵ سال بعد ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۶ء میں نجدیوں نے پھر چڑھائی کی اور مکہ، مدینہ، طائف، جدہ وغیرہ میں واقع تمام قبور مطہرہ اور مساجد وغیرہ کو مسمار کر کے خاک کا ڈھیر کر دیا گیا۔

انہدام کے ۹ برس بعد خواجہ غلام الحسنین پانی پتی سفرِ حج کے موقع پر جب جنت المعلیٰ آئے تو ۱۱ رمارچ ۱۹۳۵ء مطابق ۵ رذی الحجہ ۱۳۵۳ھ کی روئیداد میں لکھتے ہیں:

''مولوی صاحب ممدوح [مرزا علی حسن صاحب لکھنوی] کی معیت میں جنت المعلیٰ میں گیا۔ یہ ایک بہت لمبا چوڑا اور قدیم قبرستان ہے اور مکہ معظمہ کی آبادی کے بالکل متصل واقع ہے۔ قبرستان کے آخری کنارے پر ایک احاطہ ہے جس میں ایک پھاٹک لگا ہوا ہے مگر اُس کا دروازہ بند رہتا ہے تاکہ کوئی شخص فاتحہ خوانی کے لیے اندر نہ جا سکے۔ دروازے کے متصل ایک خطیرہ ہے۔ ہم نے چاہا کہ اُس پر چڑھ کر اندر کو دیکھیں مگر ایک نجدی سپاہی نے جو دروازے پر متعین تھا ہم کو یہ کہہ کر روک دیا کہ حکم نہیں ہے ہم نے دروازے کے باہر ہی زیارت پڑھی اور دیگر زائرین نے بھی ایسا ہی کیا۔ اِس احاطہ کے اندر دیگر بے شمار قبروں کے علاوہ حضرت عبدالمطلبؑ (آنحضرتؐ کے دادا)، حضرت ابو طالبؑ (آنحضرتؐ کے چچا)، حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ اور حضرت ام سلمہؑ (ازواجِ آنحضرتؐ) کی قبریں بتائی جاتی ہیں جس کی تصدیق اُس نجدی سپاہی نے بھی کی جو پھاٹک پر مقرر تھا۔ جنت البقیع کی طرح جنت المعلیٰ میں بھی تمام قبروں کے نشانات مٹا دیئے گئے ہیں اور ملبے کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ اگر یہی لیل ونہار رہے تو کوئی دن میں اِن قبروں کی شناخت کرنے والے تو کجا نام لینے والے بھی نہیں رہیں گے۔ یہاں بھی خاص خاص قبروں پر قبے بنے ہوئے تھے جو بالکل مسمار کر دیئے گئے ہیں۔ قبریں بھی نہایت خراب حالت میں ہیں۔ پتھر اور

کتبے وغیرہ بھی کھدوا کر پھکوا دیئے گئے ہیں۔ سپاہی سے اس کا سبب پوچھا گیا تو اُس نے کہا یہاں شرک اور بدعت ہوتی تھی جس کو روکنے کے لیے حکومت نے ایسا کیا ہے! افسوس اِن لوگوں کے دماغ میں یہ بات آج تک نہیں آئی کہ شرک اور بدعت کس کو کہتے ہیں اور توحید کیا چیز ہے۔"

(سفر نامۂ حج معروف بہ سامانِ آخرت صفحہ ۸۸، ۸۹، مطبوعہ جامعہ پریس دہلی، ۱۳۵۳ھ)

اس بیان میں حضرت ام سلمیٰؓ کی قبر بھی یہیں بتائی گئی ہے جو تحقیق طلب ہے اس لیے کہ اُن کی قبر جنت البقیع میں بھی مشہور ہے اور کسی بھی سفرنامے میں یہ بیان کہیں دوسری جگہ نہیں ملتا۔ ایک قبر شام میں بھی دمشق کے مشہور قبرستان باب الصغیر میں بتائی جاتی ہے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ۶۰۔۱۹۵۹ء کے سفرنامے میں لکھتے ہیں:

"کچھ اور آگے بڑھے تو بائیں ہاتھ کو مکہ معظّمہ کا قبرستان جسے المعلیٰ یا لمعلاۃ کہا جاتا ہے، آ گیا۔ المعلیٰ جاہلیت کے زمانے سے آج تک اہل مکہ کا قبرستان ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب، چچا ابو طالب، اہلیہ محترمہ حضرت خدیجہ اور دوسرے تمام اعزّہ یہیں دفن ہوئے ہوں گے اور بہت سے صحابۂ کرام اور بعد کے صلحاء وفقہا و محدثین کی قبریں بھی یہیں ہوں گی لیکن ان کی جگہوں کا تعین قطعی ناممکن ہے۔ نجدیوں کی حجاز میں آمد سے پہلے یہاں بہت سی پختہ قبروں پر بڑے شاندار قبے بنے ہوئے تھے جو اکابر صحابہ کی طرف منسوب کیے جاتے تھے اور لوگ ان پر طرح طرح کے نذرانے پیش کرتے تھے۔ نجدیوں نے آ کر ان تمام قبوں کو گرا دیا اور پختہ قبروں کو مسمار کر دیا۔ اب یہاں کوئی پختہ قبر نہیں ہے۔ اب بھی بعض قبروں کو بعض صحابہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، لیکن اس کی نسبت کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اس قبرستان میں ایک جگہ پر حضرت خدیجہ، حضور کے دادا عبدالمطلب اور چچا ابو طالب کی قبروں کی نشان دہی کی جاتی تھی لیکن سعودی حکومت نے ان قبروں کو بھی مسمار کر کے آگے پختہ دیوار بنا دی ہے تاکہ کوئی شخص اس دیوار سے آگے نہ بڑھ سکے۔"

(سفرنامہ ارضِ قرآن صفحہ ۱۵۶)

تمام بیانات ایک طرف سب سے زیادہ بیباک اور واضح نقشہ شورش کاشمیری نے کھینچا ہے۔ لکھتے ہیں:

"جنت المعلیٰ مکہ معظمہ کا قدیم ترین لیکن جنت البقیع کے بعد سب سے افضل قبرستان ہے۔ منیٰ کے راستہ پر مسجد الحرام سے ایک میل دور ہے۔ یہاں سے ایک چوڑی سڑک نکالی گئی ہے جس سے قبرستان کے دو حصے ہو گئے

ہیں گرداگرد ایک پختہ چہار دیواری ہے کسی قبر پر کوئی نشان یا کتبہ نہیں سب نشان ڈھا دیئے گئے ہیں ہر طرف مٹی کے ڈھیر ہیں، چراغ نہ پھول، کسی کسی قبر پر نشاندہی کیلئے کنکریاں پڑی ہیں۔ عجب ویرانہ ہے......اور جس حصہ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ اور ان کے افرادِ خاندان آرام فرما رہے ہیں یا حضور کی والدہ حضرت آمنہ، حضور کے لختِ جگر قاسم اور حضور کے چچا ابو طالب مدفون ہیں وہاں کوئی دروازہ اور کوئی راستہ نہیں، ٹوٹی پھوٹی قبریں مٹی کی ڈھیریاں ہوگئی ہیں کسی تودہ پر پانی کا چھڑکاؤ نہیں، دھوپ کا چھڑکاؤ ضرور ہے۔ پوری دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی قبرستان بے بسی کی اس حالت میں نہ ہوگا۔" (شب جائے کہ من بودم صفحہ ۷۲)

آج تک ان محسنین اسلام کی قبریں زیرِ آسمان ہیں اور اہلِ ایمان وعقل سے انصاف طلب ہیں۔ مسلمان اگر ان قبور کی تعمیر نہیں کر سکتے تو کم از کم احتجاج تو کر سکتے ہیں لیکن افسوس ۸ رشوال کی تاریخ آ کر گزر جاتی ہے لیکن نہ اربابِ حکومت کو کوئی فکر ہے اور نہ اربابِ مذہب وملت کو اور ہوگی بھی کیوں؟

اب امید کی کرن صرف یہی ہے کہ غیب سے وارثِ آلِ محمدؐ کا ظہور ہو اور وہ آ کر اپنے بزرگوں کے روضے تعمیر کرے۔

والسلام

سید ارتضیٰ عباس نقوی

یکم اگست ۲۰۱۶ء

حضرت ابوطالبؑ کے خلاف روایات پر تنقید و تبصرہ

صحیح بخاری کی روایات

محمد بن اسماعیل بخاری نے سورہ توبہ کی آیت ۱۱۳ "مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ" کے عنوان سے ایک باب قائم کیا ہے۔

۱۲۔ باب "مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ" (توبہ ۱۱۳)

پہلی روایت حدیث نمبر ۴۶۷۵ صحیح بخاری

حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَمَّا حَضَرَتْ اَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ دَخَلَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ وَ عِنْدَهٗ اَبُوْ جَهْلٍ وَ عَبْدُ اللهِ بْنُ اُمَيَّةَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَيْ عَمِّ قُلْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ اُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللهِ فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ وَ عَبْدُ اللهِ بْنُ اَبِيْ اُمَيَّةَ يَا اَبَا طَالِبٍ اَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ "لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ اُنْهَ عَنْكَ" فَنَزَلَتْ "مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾"

ہم سے بیان کیا اسحاق بن ابراہیم نے، ان سے بیان کیا عبدالرزاق نے، ہمیں خبر دی معمر نے زہری سے انھوں نے سعید بن مسیب سے انھوں نے اپنے والد سے انھوں نے کہا کہ جب ابوطالبؑ

کی وفات کا وقت قریب آیا تو پیغمبر اکرم ﷺ وہاں تشریف لائے اور ان کے پاس ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ موجود تھے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے چچا جان آپ لا الہ الّا اللہ کہہ دیجیے میں اس کے ذریعے اللہ کے پاس آپ کے لیے حجت پیش کروں گا تو ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ نے کہا اے ابوطالبؑ کیا آپ عبدالمطلب کی ملت سے روگردانی کریں گے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں آپ کے لیے مغفرت کرتا رہوں گا جب تک مجھے اُس سے روکا نہ جائے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی "مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝" (توبہ ۱۱۳)

اس روایت کا ہم تفصیلی جائزہ لیں گے۔

(۱) جب کسی شخص پر نزع کا عالم ہوتا ہے اور سکرات کی کیفیت ہوتی ہے تو معمول یہی ہے کہ مرنے والے کے عزیز و اقارب اس کے اردگرد ہوتے ہیں حضرت ابوطالبؑ سردارِ قوم تھے، بیضۃ البلد تھے، رسول اکرم ﷺ کے چچا تھے اور اس دور کی سب سے محترم ہستی، اُن کے بیٹے جعفر، طالب، عقیل اور حضرت علی کہاں تھے ان کے بھائی عباس اور حمزہ کیوں موجود نہ تھے اور دو دشمنان دین اور دشمنان ابوطالبؑ دشمنان پیغمبر ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ وہاں کیا کر رہے تھے۔

(۲) جب پیغمبر نے حضرت ابوطالبؑ سے "لا الہ الّا اللہ" کہنے کی فرمائش کی تو ابوطالبؑ کا کوئی جواب نظر نہیں آیا البتہ ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ ابوطالبؑ سے گفتگو کرتے نظر آتے ہیں۔

(۳) رسول اکرم ﷺ نے ایمان کی دعوت نہیں دی بلکہ صرف "لا الہ الّا اللہ" کہنے کی فرمائش کی جو مکمل کلمہ نہیں اس کے اظہار کے بعد بھی مشرک مسلمان نہیں بنتا یہ اسی وقت مکمل ہوگا جب اس کے ساتھ "محمد رسول اللہ" بھی کہا جائے۔

(۴) نبی اکرم ﷺ نے اس وقت تک مغفرت کا وعدہ فرمایا جب تک انھیں منع نہ کر دیا جائے۔

(۵) آیت ۱۱۳ کے الفاظ یہ ہیں کہ مشرکین کے لیے مغفرت کرنا منع ہے خواہ وہ کتنے ہی قریبی رشتہ دار ہوں جب یہ بات واضح ہوجائے کہ وہ اصحاب الجحیم ہے تو حضرت ابوطالب علیہ السلام کا اصحاب الجحیم میں ہونا کب ثابت ہوا اور کس نے ثابت کیا؟ حضرت ابوطالبؑ کے ایمان کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں بلکہ انھیں مشرک

ثابت کرنے کے لیے دلیل درکار ہے انھوں نے کب بتوں کو پوجا، کس بت کی پوجا کی، اور بتوں کی پرستش کا گواہ کون ہے؟

روایت پر تبصرہ:

(۱) ان راویوں میں سب سے پہلا نام اسحاق بن ابراہیم ہے جس کا مکمل نام درج نہیں ہے ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب تقریب التہذیب میں ص ۲۷ پر ایسے ۱۵ افراد کا نام لکھا ہے جو اسحاق بن ابراہیم ہیں۔ خدا جانے یہ اسحاق ضعیف ہے،

یا وہ جس کے اسناد ہی ساقط ہیں،

یا وہ ہے جو غیر معتبر ہے،

یا وہ ہے جس کا علم ذہبی جو علم رجال کے ماہر ہیں انھیں نہیں ہے،

یا وہ ہے جسے دار قطنی نے ضعیف قرار دیا ہے،

یا وہ ہے جس کو ابن عدی اور ازدی نے واضع حدیث (حدیث گھڑنے والا) اور کاذب (جھوٹا) قرار دیا ہے،

یا وہ ہے جسے حاکم نے غیر قوی اور ضعیف کہا ہے،

یا وہ ہے جسے دار قطنی نے غیر قوی، نسائی نے غیر ثقہ، ابو داؤد نے (لاشیٔ محض)، محمد بن عوف طائی نے کاذب قرار دیا ہے،

یا پھر وہ ہے جس کی احادیث منکر اور نا قابل عمل ہیں۔

شاید یہ اسحاق بن ابراہیم دبری ہے جو عبد الرزاق کا ساتھی تھا جس کو ذہبی نے صاحب حدیث تسلیم ہی نہیں کیا، بلکہ بعض منکر حدیثوں کا راوی بیان کیا ہے۔ اب خدا جانے یہ روایت اس کی ذاتی ہے یا اسی عبد الرزاق سے ماخوذ ہے جس کا ذکر ذہبی نے کیا ہے۔

(۲) اس کے بعد دوسرا راوی عبد الرزاق ہے شاید یہ عبد الرازق بن عمر الثقفی جو ضعیف، غیر معتبر، منکر الحدیث تھا اور بقول دار قطنی اس کی کتاب بھی ضائع ہو گئی تھی بلکہ بقول ابومُسہر جب زہری کی روایات کی کتاب گم ہو گئی تو اس نے اپنے پاس سے دوسری روایات شروع کر دیں۔

(۳) اس کے بعد تیسرا راوی مَعْمر ہے جو کذاب، مجہول اور راوی منکرات کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے شاید یہ

وہی ابن راشد ہے جس کے بارے میں ذہبی نے کہا ہے کہ اس کے اوہام مشہور ہیں اور ابو حاتم کا قول ہے کہ بصرے کی تمام روایات مشکوک ہیں خود عبدالرزاق نے کہا ہے کہ میں نے اس سے کئی ہزار حدیثیں نقل کی ہیں۔

(۴) آخر میں ہم سیرۃ النبی شبلی نعمانی جلد اول ص ۳۵۱ سے یہ عبارت نقل کر رہے ہیں۔"لیکن محدثانہ حیثیت سے بخاری کی یہ روایت چنداں قابل حجت نہیں کہ آخری راوی مسیب ہیں جو فتح مکہ میں اسلام لائے اور ابوطالبؑ کی وفات کے وقت موجود نہ تھے اسی بنا پر علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا کہ روایت مرسل ہے۔"

(عینی کتاب الجنائز ج ۴ ص ۲۰۰)

ابن اسحاق کے سلسلۂ روایات میں عباس بن عبداللہ بن معبد اور حضرت عبداللہ بن عباس ہیں یہ دونوں ثقہ ہیں لیکن بیچ میں ایک راوی یہاں بھی رہ گیا ہے اس بنا پر دونوں روایتوں کے درجہ استناد میں چنداں فرق نہیں۔

یعنی دونوں روایتیں نا قابل اعتبار ہیں۔

دوسری روایت حدیث نمبر ۳۸۸۳ صحیح بخاری

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنِ حَارِثٍ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ مَا أَغْنَيْتَ مِنْ عَمِّكَ فَإِنَّهُ كَانَ يَحُوطُكَ وَ يَغْضِبُ لَكَ قَالَ هُوَ فِي ضَحْضَاحٍ مِنْ نَارٍ وَ لَوْ لَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ.

عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے کہا آپ اپنے چچا کے کیا کام آئے جس نے آپ کی حفاظت کی اور آپ کی خاطر دشمنی مول لی؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ تو جہنم کی تھوڑی سی آگ میں ہیں اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے آخری طبقے میں ہوتے۔

اس حدیث پر اعتراضات

(۱) یہ حدیث مبنی بر بغض و حسد ہے موضوع اور گھڑی ہوئی ہے یہ بنو امیہ کے کارناموں میں سے ایک کارنامہ ہے۔

(۲) رسول اکرم ﷺ جو رحمۃ للعالمین ہیں ان سے اس قسم کے انداز گفتگو کی توقع نہیں انھوں نے اپنی

زندگی میں اپنے دشمنوں مثلاً ابوجہل، عتبہ، شیبہ اور امیہ وغیرہ کے لیے بھی ایسے الفاظ کبھی استعمال نہیں کیے جنھوں نے انھیں ستایا تھا اہل طائف جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زخمی کر دیا تھا ان کے لیے بھی یہ لفظیں استعمال نہیں کی۔

(۳) قرآن میں ہے "هَلْ جَزَآءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ" (سورۂ رحمٰن: ٦٠) حضرت ابوطالبؑ کا احسان جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تھا وہ اظہر من الشمس ہے کیا اس کا بدلہ اس طرح دیا کہ وہ فی ضحضاح من النار ہیں کیا حضرت ابوطالبؑ کے احسانات کا یہی بدلہ ہے؟

(۴) عروہ نے کہا کہ ثویبہ جو ابولہب کی کنیز تھی جب اس نے آنحضرت کے ولادت کی خبر آ کر ابولہب کو دی تو اس نے ثویبہ کو آزاد کر دیا جب ابولہب کا انتقال ہوگیا تو اس کے خاندان والوں میں سے کسی نے اسے خواب میں دیکھا اس سے دریافت کیا تجھ سے کیا معاملہ ہوا؟

ابولہب نے کہا: تمھارے بعد میں نے خیر نہیں دیکھا سوائے اس کے کہ ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے میری یہ انگلی سیراب کی جاتی ہے اور اس نے اسی انگلی کی طرف اشارہ کیا جو انگوٹھے سے متصل ہوتی ہے (ابولہب نے اسی انگلی سے اشارہ کر کے ثویبہ کو آزاد کیا تھا)۔ (بخاری کتاب النکاح باب ۲۱ ص ۹۹۲ ح (۵۱۰۱)

سہیلی نے ذکر کیا کہ خواب دیکھنے والے ابولہب کے بھائی عباس تھے اور یہ ابولہب کی مرنے کے ایک سال بعد غزوہ بدر کے بعد پیش آیا تھا اور اس روایت میں ہے کہ ابولہب نے عباس سے کہا: پیر کے دن میرے عذاب میں کمی ہوتی ہے۔ لوگوں نے کہا: اس لیے کہ ثویبہ نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خبر ابولہب کو دی تو اس نے اُسے فوراً آزاد کر دیا، یہ اسی کی جزا ہے۔

صاحبان انصاف غور فرمائیں جس کے لیے سورۂ لہب میں عذاب کی بشارت ہو جس کا کردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت تھی جو شعب ابی طالب میں بنی ہاشم کے ساتھ نہ تھا صرف کنیز آزاد کرنے پر اس کے لئے بشارت ہے جسے بخاری نے نقل کیا ہے اور (البدایۃ والنہایۃ ص ۳۳۳ ج ۲ میں ابن کثیر نے لکھا ہے) سیرۃ مصطفیٰ مولانا محمد ادریس کاندھیلوی (جلد اول ص ۲۸۔۲۹) اور وہ ابوطالبؑ جنھوں نے ۴۲ سال تک شب و روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کی ان کے لئے قریش کی مخالفت مول لی سفر و حضر میں ساتھ رکھا، شعب ابی طالب میں تین سال تک زحمتیں برداشت کیں، ان سب کا صلہ یہ ہے کہ وہ فی ضحضاح من النار میں ہوں گے۔ اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں۔

(۵) حدیث ۳۸۸۳ میں دوسرا راوی یحییٰ ہے جب ہم نے کتب رجال کی طرف رجوع کیا تو اس میں ۲۱۰

اشخاص کے نام یحییٰ ہیں بخاری نے یحییٰ کے والد کا نام نہیں لکھا۔ اب کونسا یحییٰ ہے اس نے جس سے روایت کونقل کیا ہے ان میں ضعیف بھی ہیں مدلّس بھی، مجہول بھی، متروک بھی، خطا کرنے والے بھی، تہمت یافتہ بھی ہیں۔

(۶) تیسرا راوی سفیان ہے اور بقول ابن حجر عسقلانی سفیان نام کے ۲۳ افراد ہیں بخاری نے کس سفیان سے روایت اخذ کی ہے اگر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایتوں میں اس سے مراد سفیان ثوری ہے تو وہ ان کے نزدیک مطعون ہے اور ہمارے نزدیک ملعون ہے اس لیے کہ وہ مدلسین میں سے ہے اور دجّالین سے نقل کرتا ہے اور امام احمد بن حنبل نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور ذہبی نے میزان الاعتدال میں اسے ضعیف کہا ہے۔

(میزان الاعتدال ۲/ ۱۶۹)

(۷) چوتھا راوی عبدالمالک ہے اس نام کے ۸۵ راوی کتابوں میں موجود ہیں وہ کون سا عبدالمالک ہے۔

(۸) پانچواں راوی عبداللہ بن الحارث ہے۔ ابن حجر عسقلانی نے اس نام کے نو۹ افراد کا ذکر کیا ہے نہ جانے محمد بن اسماعیل نے کس عبداللہ بن الحارث سے روایت لی ہے۔

ان تمام راویوں میں ایسے راوی بھی ہیں جو غیر ثقہ، ضعیف، ساقط الاعتبار، واضع حدیث (حدیث کے گھڑنے والے) کاذب، غیر قوی، غیر معتبر اور لاشی ہیں۔ کس طرح ان راویوں کو معتبر اور ثقہ ثابت کریں گے۔ لہٰذا یہ انداز روایت واضح کر رہا ہے کہ یہ روایت بنو امیہ کے کارخانے میں گھڑی گئی ہے اور حضرت ابوطالبؑ کی مخالفت میں وضع کی گئی ہے بنانے والا شخص، ناصبی اور خارجی اور دشمنِ علی ہے جسے حضرت ابوطالبؑ سے صرف اس لیے دشمنی ہے کہ وہ امیرالمومنین امام المتقین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے والد گرامی ہیں اور ناصرِ رسول، حامی رسول، موید رسول اور محافظ رسول ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ان پر نازل ہوتی رہیں اور ہو رہی ہیں۔

تیسری روایت حدیث نمبر ۳۸۸۵ صحیح بخاری

حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَ ذُكِرَ عِنْدَهُ عَمُّهُ فَقَالَ لَعَلَّهُ تَنْفَعُهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُجْعَلُ فِي ضَحْضَاحٍ مِنَ النَّارِ يَبْلُغُ كَعْبَيْهِ يَغْلِي مِنْهُ دِمَاغُهُ.

ہم سے بیان کیا عبداللہ بن یوسف نے، ہم سے بیان کیا لیث نے ہم سے بیان کیا ابن الھاد نے عبداللہ بن خباب سے انھوں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ ان کی سامنے ان کے چچا کا ذکر کیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہوسکتا ہے قیامت کے دن میری شفاعت ان کے کام آجائے اور انھیں جہنم کی تھوڑی سی آگ میں ڈالا جائے جوان کے ٹخنوں کو چھورہی ہو جس سے ان کا بھیجا ابل رہا ہوگا۔

تیسری روایت کا تجزیہ

اس حدیث کے راوی لیث ہیں اور ان کے باپ کا نام نہیں ہے اس نام کے پانچ راوی علم رجال کی کتابوں میں ہیں بخاری نے کس سے روایت لی ہے؟

تیسرے راوی ابن الھاد ہیں نام کا ذکر نہیں کیا صرف ابن الھاد لکھا ہے یعنی ھاد کا بیٹا بعض لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد یزید بن عبداللہ ہے اس نام کے آٹھ راوی علم رجال کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔

چوتھا راوی عبداللہ بن خباب ہے یہ بھی دو افراد کے نام ہیں نہ جانے بخاری نے کس سے روایت لی ہے۔

حدیث میں صرف "عمہ" کا لفظ ہے کس چچا کا نام ہے کیا لازم ہے کہ اس سے مراد حضرت ابوطالبؑ ہوں جب کہ سیاق وسباق میں کہیں حضرت ابوطالبؑ کا نام نہیں ہے۔

اس روایت کے انداز سے اس کا گھڑا جانا اور وضعی ہونا ثابت ہے یہ بنوامیہ کی سازش کا شاخسانہ ہے اور اس کے درہم و دینار کا کارنامہ ہے بخاری نے اس کے ذیل میں ایک اور روایت لکھ دی روایت یہ ہے:

حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِی حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِی عَنْ یَزِیْدَ بِهٰذَا وَ قَالَ تَغْلِی مِنْهُ اُمُّ دِمَاغِهٖ.

اور فرمایا اس سے اُن کا بھیجا جوش مار رہا ہوگا۔

اس کے پہلے راوی ابراہیم بن حمزہ ہیں علم رجال میں اس نام کے دو افراد ہیں نہ جانے بخاری نے کس ابراہیم سے روایت لی ہے۔

دوسرے راوی ابن ابی حازم ہیں یعنی ابوحازم کا بیٹا ابوحازم بھی علم رجال میں چار ہیں یہ کس کا بیٹا ہے اور اس کا نام کیا ہے؟ ہم کسی گم نام کی روایت کو کیوں قبول کریں؟

تیسرا راوی دراوردی ہے خراسان کے ایک دیہات کا نام "دراورد" ہے یہ اسی کی جانب منسوب ہے

(کتاب نادر فی ضبط اسماء الرجال و معرفة کنی الرواۃ و القابھم و انسابھم)

المغنی۔ للعلامۃ المحدث الشیخ محمد طاہر علی الھندی صاحب مجمع البحار فی لغت للاحادیث والاخبار متوفی ۹۸۶ھ

اگر اس سے مراد عبدالعزیز بن محمد الدراوردی ہے تو امام احمد نے فرمایا: یہ اپنے حافظے سے باطل روایات بیان کرتا ہے (میزان الاعتدال ۲۔۶۳۳)

اور ابوحاتم فرماتے ہیں: "انه لا یحتج بقوله" اس کا قول حجت نہیں ہے۔

راوی کون ہے معلوم نہیں صرف شہر سے منسوب ہے راوی غائب ہے۔

بدیں عقل و دانش بباید گریست

صحیح مسلم کی روایات

صحیح مسلم کی پہلی روایت نمبر ۴۱

امام ابی الحسین مسلم بن حجاج القشیری النیساپوری (۲۰۶۔۲۶۱) نے باب ۹ کے ذیل میں ترتیب ۴۱ کے تحت دو حدیثیں نقل کی ہیں:

(۱). حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَ ابْنُ اَبِیْ عُمَرٍ قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ عَنْ یَزِیْدٍ. وَ هُوَ کَیْسَانُ. عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لِعَمِّهٖ عِنْدَ الْمَوْتِ قُلْ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ" اَشْهَدُ لَكَ بِهَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَاَبٰی قَالَ فَاَنْزَلَ اللهُ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ.

ہم سے بیان کیا محمد بن عباد اور ابن ابی عمر نے انھوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا مروان نے یزید سے اور وہ کیسان ہے اس نے ابوحازم سے اس نے ابوہریرہ سے اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا سے ان کی موت کے وقت فرمایا کہ آپ "لا الہ الا اللہ" کہیے میں قیامت کے دن آپ کے لیے گواہی دوں گا انھوں نے انکار کیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾

"آپ جسے چاہیں اس کی ہدایت نہیں کر سکتے البتہ اللہ جس کی چاہے ہدایت کر سکتا ہے اور وہ زیادہ جانتا ہے کہ کون ہدایت یافتہ ہیں۔" (سورۂ قصص ۵۶)

پہلا راوی محمد بن عباد تقریب التہذیب ابن حجر عسقلانی میں اس نام کے ۷ راوی ہیں جن میں ثقہ اور غیر ثقہ دونوں طرح کے راوی ہیں

(۱) ایک راوی محمد بن عباد بن موسیٰ العُکلی کے بارے میں ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں یہ غیر مستند ہے اور صدوق نہیں ہے یہ روایات میں غلطی کرتا ہے کہا گیا ہے کہ بخاری نے اس سے روایت کی ہے۔

(تقریب التہذیب ص ۳۰۳)

(۲) دوسرا راوی ابن ابی عمر ہے ابوعمر نام کے ۱۳ راوی ابن حجر عسقلانی نے بیان کیے ہیں جب یہ معلوم نہیں کہ کونسا ابوعمر ہے تو پھر اس کا بیٹا جو بے نام ونشان ہے ہم اسے کہاں سے تلاش کریں۔

(۳) تیسرا راوی مروان ہے اور اس کے باپ کا نام معلوم نہیں۔ ابن حجر عسقلانی نے مروان نام کے ۱۵ راویوں کے نام تحریر کیے ہیں یہ کون سا مروان ہے کس سے دریافت کریں مروان بن معویۃ بن الحارث اسماء فزاری کے لیے لکھا ہے کان یدلّس یہ تدلیس کرتا تھا۔

مروان بن احمد کے لیے ہے ضعیفٌ. اس کی روایت کمزور ہے۔

مروان بن سالم الغفار کے لئے ہے کہ متروک ورماہُ السّاجی بِالْوَضع. یہ متروک ہے اس کی روایات نہیں لی جاتیں اور ساجی نے کہا ہے کہ یہ روایتیں گھڑتا ہے۔

(۴) چوتھا راوی یزید ہے جسے کَیْسَان کہا جاتا ہے یزید نام کے ۱۳۶ راوی ابن حجر عسقلانی نے بیان کیے ہیں کونسا یزید ہے؟ اور کَیْسَان نام کے تین راوی ہیں جن میں ایک ضعیف ہے۔

(۵) پانچواں راوی ابوحازم ہے۔ ابوحازم نام کے ۵ راوی ہیں یہاں پر کونسا ابوحازم مراد ہے یہ تمام راوی مختلف صفات کے حامل ہیں۔ امام مسلم بتائیں کہ کس ابوحازم نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے۔

(۶) چھٹا راوی ابوہریرہ ہے۔ ابوہریرہ الدوسی صحابی فتح خیبر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ بخاری کی روایت کے مطابق صرف تین سال ساتھ رہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۸۲)

اور اس کی سب سے زیادہ روایتیں ہیں لوگوں کو اس کا نام ہی نہیں معلوم۔ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں اس کے نام اور اس کے والد کے ناموں میں اختلاف ہے کہا گیا ہے، معلوم نہیں اس کا والد کون ہے؟

(۱) عبد الرحمٰن بن صخر (۲) ابن غنم (۳) عبداللہ بن عائذ (۴) ابن عامر (۵) ابن عمرو (۶) سکین بن رزمہ (۷) ابن ہانی (۸) ثرل (۹) ابن صخر (۱۰) عبدالشمس (۱۱) غنم (۱۲) عبید بن غنم (۱۳) عمرو بن غنم (۱۴) ابن عامر (۱۵) سعید بن الحارث (۱۶) عبدِ شمس (۱۷) عبدنہم (۱۸) عمرو بن عامر پر نسب بیان کرنے والوں کا اجماع ہے ۵۹ ھجری میں اس کا انتقال ہوا ہے۔

جس کے نام پر اتنا اختلاف ہو تو سوچیں اس کے کام پر کیسے اتفاق ہوگا۔

اصابہ فی تمیز الصحابہ کی تحقیق کے مطابق ابو ہریرہ سے جتنی روایتیں منقول ہیں اس کی تعداد ۵۳۷۴ ہے اور بخاری نے ابو ہریرہ سے ۱۴۴۶ احادیث نقل کی ہیں۔

اس کے برعکس حضرت ابوبکر سے ۱۴۲ روایتیں حضرت عمر سے ۵۳۷ روایتیں اور حضرت عثمان سے ۱۴۶ روایات منقول ہیں اور حضرت علی علیہ السلام سے ۵۸۶ روایات منقول ہیں جو سفر اور حضر میں دس سال کی عمر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔

ابو ہریرہ نے خود کہا ہے:

لَوْ أَنْبَأْتُكُمْ بِكُلِّ مَا أَعْلَمُ لَرَمَانِي النَّاسُ بِالْخَزَفِ، وَقَالُوا: أَبُو هُرَيْرَةَ مَجْنُونٌ.

میں جو کچھ جانتا ہوں اگر تمھیں اس سے باخبر کردوں تو لوگ مجھے ٹھیکری سے ماریں اور کہنا شروع کردیں کہ ابو ہریرہ تو دیوانہ ہے۔ (طبقات ابن سعد قسم الثانی الجزء الثانی ص ۵۷)

اب آپ خود فیصلہ کریں کہ جس حدیث کے یہ راوی ہوں گے وہ کیسی ہوگی؟

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس روایت میں چچا کا نام نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس چچا سے کہا کہ "لا الٰہ الا اللہ" زبان سے جاری کریں۔ قال رسول اللہ ﷺ لعمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کس چچا سے کہا؟ جواب دیجیے۔

صحیح مسلم کی دوسری روایت نمبر ۴۲

وحدثنی محمد بن حاتم بن میمون، حدثنا یحیٰی بن سعید حدثنا یزید بن کیسان قال اخبرنا ابو حازم الاشجعی عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِعَمِّهٖ "قُلْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ" قَالَ : لَوْلَا اَنْ تُعَيِّرَنِي قُرَيْشٌ يَقُولُونَ اِنَّمَا حَمَلَهُ عَلٰى ذٰلِكَ الْجَزَعُ لَاَقْرَرْتُ بِهَا عَيْنَكَ. فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ)

مجھ سے بیان کیا محمد بن حاتم بن میمون نے، ہم سے بیان کیا یحیی بن سعید نے، ہم سے بیان کیا یزید بن کیسان نے، انھوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابوحازم اشجعی نے، انھوں نے ابوہریرہ سے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا سے فرمایا: آپ "لاالہ الّا اللہ کہیے میں روز قیامت اس بارے میں گواہی دوں گا" انھوں نے کہا: اگر قریش مجھے عار نہ دلاتے اور کہتے کہ خوف وگھبراہٹ نے اس بات پر آمادہ کیا ہے تو میں آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث بنتا، تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ

آپ جسے چاہیں اس کی ہدایت نہیں کر سکتے البتہ اللہ جس کی چاہے ہدایت کر سکتا ہے۔

(۱) اس حدیث کا پہلا راوی محمد بن حاتم بن میمون ہے فلاس یہ کہتے ہیں لیس بشیءٍ اس راوی کی کوئی حیثیت نہیں۔ یحیٰی اور ابن المدینی کہتے ہیں: هُوَ كَذَّابٌ وہ جھوٹا تھا

(میزان الاعتدال ابی عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی متوفٰی ۷۴۸ھ ج ۳ ص ۵۰۳)

تقریب التھذیب ص ۲۹۳ میں ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: ربما وھم اکثر یہ وہم کا شکار ہو جاتا ہے۔

(۲) دوسرا راوی یحیٰی بن سعید ہے تقریب التھذیب ابن حجر عسقلانی میں اس نام اور ولدیت کے چھ راوی ہیں اس روایت میں کون مراد ہے اس کا فیصلہ کون کرے گا بخاری نے کہا یحیٰی بن سعید المدینی منکر الحدیث ہے۔

قال النّسائی وغیرہ یروی عن الزهری احادیث موضوعة متروك الحدیث.

نسائی نے کہا یہ زہری سے گھڑی ہوئی حدیثیں روایت کرتا ہے اس کی حدیث کو ترک کیا جائے۔

(میزان الاعتدال ابی عبداللہ محمد ابن احمد بن عثمان الذھبی التوفی ۷۴۸ھج ج ۴ ص ۳۷۹)

(۳) تیسرا راوی یزید بن کیسان وہ یشکری کوفی ہے وہ ابوحازم اشجعی سے روایت کرتا ہے۔

وقال ابو حاتم لا یحتج بہ ابو حاتم نے کہا اس کے ذریعے استدلال نہیں کیا جا سکتا ہے۔

وقال یحیی بن سعید القطّان ھو صالح وَسَط لیس ممّن یعتمد علیه

اور کہا کہ یحییٰ بن سعید القطّان صالح اور نیکو کار تھا لیکن درمیانے درجہ کا ہے یہ ان راویوں میں سے نہیں ہے جس پر اعتماد کیا جائے۔ (میزان الاعتدال ذھبی ج ۴ ص ۴۳۹)

(۴) چوتھا راوی ابو حازم الاشجعی ہے۔ اس کا نام سلمان ہے اور کنیت ابو حازم ہے دیگر القاب الاشجعی، کوفی، الغطفانی اور الاعرج ہے اس کا تعلق تیسرے طبقے سے ہے اس سے بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔

(۵) اور پانچواں راوی جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل کی ہے اس کا نام ابو ہریرہ ہے۔ ابو ہریرہ کے بارے میں ہم پہلی حدیث کے ذیل میں بھی کچھ عرض کر چکے ہیں۔ اس میں یہ اضافہ ہے۔ میزان الاعتدال ص ۱۷۳ میں علامہ ذہبی تحریر فرماتے ہیں کہ عثمان مقسم بری ابو ہریرہ کو کاذب جانتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ نے فرمایا: سوائے انس بن مالک اور ابو ہریرہ اور سمرہ بن جندب کے تمام صحابہ کے مقابل میں اپنی رائے کو ترک کر دوں گا صحیح بخاری کتاب النفقات ۶۹ باب وجوب النفقة علی الاھل و العیال حدیث ۵۳۴۵ دار الغد الجدید المنصورہ

جب اس حدیث کے بارے میں ابو ہریرہ سے سوال کیا گیا: یَا اَبَا ھُرَیْرَۃُ ھَلْ سَمِعْتَ ھٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اے ابو ہریرہ کیا تم نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

قَالَ لَا ھٰذَا مِنْ کِیْسِ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ. تو اس نے جواب دیا نہیں یہ حدیث ابو ہریرہ کے تھیلے سے برآمد ہوئی ہے۔

صاحبان ایمان غور کریں کہ جس روایت کے راوی ایسے ایسے افراد ہوں وہ روایت کیسے درست اور صحیح تسلیم کی جا سکتی ہے۔

اور دوسری آیت جس کا اکثر حوالہ دیا جاتا ہے وہ یہ ہے:

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۚ (۵۶ القصص ۲۸)

(اے نبی) آپ جسے چاہیں (اپنی مرضی سے) ہدایت نہیں دے سکتے لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت

کر سکتا ہے۔

اس آیت کے ذیل میں امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب لباب النقول فی اسباب النزول ص ۲۲۲ پر دو روایتیں نقل کی ہیں۔

(۱)۔ أَخْرَجَ مُسْلِمٌ وَ غَيْرُهٗ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لِعَمِّهٖ قُلْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ لَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. قَالَ: لَوْ لَا أَنْ تُعَيِّرَنِيْ نِسَاءُ قُرَيْشٍ يَقُلْنَ إِنَّهٗ حَمَلَهٗ عَلٰى ذٰلِكَ الْجَزَعُ لَأَقْرَرْتُ بِهَا عَيْنَكَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ إِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ۔

مسلم نے ابوہریرہ سے تخریج کی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا سے فرمایا کہ آپ "لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" اپنی زبان سے جاری کریں میں قیامت کے دن آپ کے لئے گواہی دوں گا تو (حضرت) ابوطالبؑ نے جواباً فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قریش کی خواتین عار (شرم) دلاتے ہوئے یہ کہیں کہ انھوں نے تو (موت کے) خوف سے ایسا کہا ہے تو میں یہ کلمہ دہرا کر آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک عطا کرتا تو اس وقت اللہ نے یہ آیت "إِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ" نازل فرمائی۔

(۲) وَأَخْرَجَ النَّسَائِيُّ وَابْنُ عَسَاكِرَ فِيْ تَارِيْخِ دِمَشْقَ بِسَنَدٍ جَيِّدٍ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ بْنِ رَافِعٍ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنْ هٰذِهِ الْآيَةِ إِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ أَحْبَبْتَ أَفِيْ أَبِيْ جَهْلٍ وَ أَبِيْ طَالِبٍ؟ قَالَ: نَعَمْ.

نسائی اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں عمدہ سند کے ساتھ ابوسعید بن رافع سے اس حدیث کی تخریج کی ہے انھوں نے کہا کہ میں نے ابن عمر سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا کہ إِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ أَحْبَبْتَ کیا ابوجہل اور ابوطالبؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا: ہاں۔

ترجمہ قرآن مطبوعہ سعودی عربیہ

ترجمہ مولانا محمد جونا گڑھی اور تفسیر، حواشی مولانا اصلاح الدین یوسف ص ۱۰۸۸ پر اس آیت کی تفسیر کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب نبی ﷺ کے ہمدرد اور غم گسار چچا جناب ابو طالب کا انتقال ہونے لگا تو آپؐ نے کوشش فرمائی کہ چچا اپنی زبان سے ایک مرتبہ "لا الہ الا اللہ" کہہ دیں

تاکہ قیامت والے دن میں اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت کی سفارش کرسکوں لیکن وہاں دوسرے رؤسائے قریش کی موجودگی کی وجہ سے ابوطالب قبول ایمان کی سعادت سے محروم رہے اور کفر ہی پر ان کا خاتمہ ہوگیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کا بڑا قلق اور صدمہ تھا اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ واضح کر دیا کہ آپ کا کام صرف تبلیغ و دعوت اور رہنمائی ہے۔ لیکن ہدایت کے راستے پر چلانا یہ ہمارا کام ہے ہدایت اسے ہی ملے گی جسے ہم ہدایت سے نوازنا چاہیں نہ کہ اسے جسے آپ ہدایت پر دیکھنا پسند کریں۔

(صحیح بخاری تفسیر سورۃ القصص مسلم کتاب الایمان باب اول الایمان قول لا الہ الّا اللہ)

روایات پر تبصرہ

پہلی روایت میں صرف لِعَمِّہٖ ہے اور چچا کا نام نہیں ہے اور "لَولَا" کہہ کر گفتگو کی گئی ہے جو مشروط ہے یعنی ابوطالبؑ نے کہا میں تو یہ کہنے کے لیے تیار ہوں مگر عورتوں کے طعن و تشنیع سے مجبور ہوں ورنہ ایسی کوئی بات کہتا کہ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔

حضرت ابوطالب کے لا تعداد اشعار ان کے مشورے سب اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ وہ موحد، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثار، اسلام کے پیروکار اور مومن کامل تھے۔

روایت ابوالحسن علی بن احمد الواحدی

اب ہم ایک روایت ابوالحسن علی بن احمد الواحدی النیشاپوری متوفی ۴۶۸ھ کی کتاب اسباب النزول سے نقل کررہے ہیں اور اس کا تجزیہ اور تبصرہ کریں گے۔

أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدِ بْنُ أَبِي عَمْرٍو النَّيْسَابُورِيُّ، أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مُؤَمِّلٍ، أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللهِ الْبَصْرِيُّ، اخبرنا موسى بن عبيده قال اخبرنا محمد بن كعب القرظي حدثنا محمد بن عبد الوهاب اخبرنا جعفر بن عون، قَالَ: بَلَغَنِي أَنَّهُ لَمَّا اشْتَكَى أَبُو طَالِبٍ شَكْوَاهُ الَّتِي قُبِضَ فِيهَا، قَالَتْ لَهُ قُرَيْشٌ: يَا أَبَا طَالِبٍ، أَرْسِلْ

إِلَى ابْنِ أَخِيكَ، فَيُرْسِلُ إِلَيْكَ مِنْ هٰذِهِ الْجَنَّةِ الَّتِي ذَكَرَهَا تَكُونُ لَكَ شِفَاءً! فَخَرَجَ الرَّسُولُ حَتَّى وَجَدَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبَابَكْرٍ جَالِسًا مَعَهُ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، إِنَّ عَمَّكَ يَقُولُ لَكَ: إِنِّي كَبِيرٌ ضَعِيفٌ سَقِيمٌ، فَأَرْسِلْ إِلَيَّ مِنْ جَنَّتِكَ هٰذِهِ الَّتِي تَذْكُرُ، مِنْ طَعَامِهَا وَشَرَابِهَا شَيْئًا يَكُونُ لِي فِيهِ شِفَاءٌ. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ اللهَ حَرَّمَهَا عَلَى الْكَافِرِينَ. فَرَجَعَ إِلَيْهِمُ الرَّسُولُ، فَقَالَ: بَلَّغْتُ مُحَمَّدًا الَّذِي أَرْسَلْتُمُونِي بِهِ فَلَمْ يُحِرْ إِلَيَّ شَيْئًا، وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ اللهَ حَرَّمَهَا عَلَى الْكَافِرِينَ. فَحَمَلُوا أَنْفُسَهُمْ عَلَيْهِ، حَتَّى أَرْسَلَ رَسُولًا مِنْ عِنْدِهِ، فَوَجَدَ الرَّسُولَ فِي مَجْلِسِهِ، فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْكَافِرِينَ طَعَامَهَا وَشَرَابَهَا". ثُمَّ قَامَ فِي أَثَرِ الرَّسُولِ حَتَّى دَخَلَ مَعَهُ بَيْتَ أَبِي طَالِبٍ، فَوَجَدَهُ مَمْلُوءًا رِجَالًا فَقَالَ: "خَلُّوا بَيْنِي وَبَيْنَ عَمِّي". فَقَالُوا: مَا نَحْنُ بِفَاعِلِينَ مَا أَنْتَ أَحَقُّ بِهِ مِنَّا، إِنَّ كَانَتْ لَكَ قَرَابَةٌ، فَلَنَا قَرَابَةٌ مِثْلُ قَرَابَتِكَ، فَجَلَسَ إِلَيْهِ فَقَالَ: "يَا عَمِّ! جُزِيتَ عَنِّي خَيْرًا، يَا عَمِّ، أَعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ بِكَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ أَشْفَعُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ". قَالَ: وَمَا هِيَ يَا ابْنَ أَخِي؟ قَالَ: "قُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ". فَقَالَ: إِنَّكَ لِي نَاصِحٌ، وَاللهِ لَوْلَا أَنْ تُعَيِّرَنِي قُرَيْشٌ عَنْهُ فَيُقَالُ: جَزِعَ عَمُّكَ مِنَ الْمَوْتِ لَأَقْرَرْتُ بِهَا عَيْنَكَ. قَالَ: فَصَاحَ الْقَوْمُ: يَا أَبَا طَالِبٍ أَنْتَ رَأْسُ الْحَنِيفِيَّةِ مِلَّةِ الْأَشْيَاخِ. فَقَالَ: لَا تُحَدِّثُ نِسَاءُ قُرَيْشٍ أَنَّ عَمَّكَ جَزِعَ عِنْدَ الْمَوْتِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا أَزَالُ أَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي حَتَّى يَرُدَّنِي. فَاسْتَغْفَرَ لَهُ بَعْدَ مَا مَاتَ. فَقَالَ الْمُسْلِمُونَ: مَا يَمْنَعُنَا أَنْ نَسْتَغْفِرَ لِآبَائِنَا، وَلِذَوِي قَرَابَاتِنَا قَدِ اسْتَغْفَرَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ؟ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَغْفِرُ لِعَمِّهِ؟ فَاسْتَغْفَرُوا لِلْمُشْرِكِينَ. وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ. (سورۃ التوبۃ آیۃ ۱۱۳).

(اسباب النزول مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۱۷۷-۱۷۸)

ہمیں خبر دی ہے ابوسعید ابی عمرو نیشاپوری نے، ہمیں خبر دی حسن بن علی بن مؤمّل نے، ہمیں خبر

دی عمرو بن عبداللہ البصری نے، ہمیں خبر دی موسیٰ بن عبیدہ نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی محمد بن کعب قرظی نے، ہم سے بیان کیا محمد بن عبدالوہاب نے، ہمیں خبر دی جعفر بن عون نے، انھوں نے کہا مجھ تک بات پہنچی ہے کہ جب ابوطالبؑ نے اس بیماری کا ذکر کیا جس میں ان کا انتقال ہوگیا تو قریش نے ان سے کہا: اے ابوطالبؑ! تم اپنے بھتیجے تک پیغام بھیجو کہ تمھارے پاس اس جنت میں سے کچھ بھیج دیں جس کا اس نے ذکر کیا ہے تاکہ تمھارے لیے باعث شفا ہو۔ قاصد روانہ ہوا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کو پایا اور ابوبکر ان کے ساتھ بیٹھے تھے قاصد نے کہا: اے محمدؐ! آپ کے چچا ارشاد فرمارہے کہ میں بوڑھا ہوگیا ہوں کمزور ہوں بیمار ہوں لہٰذا آپ میرے پاس اس جنت کے طعام اور مشروب میں سے جس کا آپ ذکر کیا کرتے ہیں کچھ روانہ کردیں جس میں میرے لئے شفا ہو۔ تو ابوبکر نے جواب دیا کہ اللہ نے اسے کافروں کے لئے حرام قرار دیا ہے۔ قاصد ان کی جانب واپس آگیا اور اس نے کہا کہ میں نے محمدؐ کو پیغام پہنچا دیا جس کے لیے آپ لوگوں نے مجھے روانہ کیا تھا انھوں نے کوئی چیز میرے ساتھ نہیں بھیجی اور ابوبکر نے کہا کہ اللہ نے اسے کافروں کے لئے حرام قرار دیا ہے۔ قریش کے لوگ حضرت ابوطالبؑ کے پاس دوبارہ گئے یہاں تک کہ اُن کے پاس سے ایک قاصد کو روانہ کیا، رسول کو اس نے اپنی نشست گاہ میں پایا، قاصد نے ان سے وہی جملہ دہرایا تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے اس کے طعام اور مشروب کو حرام کردیا ہے پھر رسول اللہ ﷺ وہاں سے اٹھے اور قاصد کے نشانات قدم کا اتباع کرتے ہوئے اس کے ساتھ حضرت ابوطالبؑ کے گھر میں داخل ہوگئے تو آپ نے مشاہدہ کیا کہ پورا گھر لوگوں سے بھرا ہوا ہے آنحضرت ﷺ نے لوگوں سے کہا: میرے اور میرے چچا کے درمیان تخلیہ کردو یعنی ہم دونوں کو چھوڑ کر چلے جاؤ۔

انھوں نے جواب دیا: ہم ایسا نہیں کریں گے آپ ہم سے زیادہ اس کے حقدار نہیں ہیں باوجودے کہ آپ کی رشتہ داری ہے تو ہم بھی آپ کی طرح ابوطالبؑ سے قرابت کا حق رکھتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ ابوطالبؑ کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا: اے چچا! میری جانب سے آپ کو جزائے خیر عطا ہو، اے چچا! آپ اپنی جانب سے ایک کلمہ کے ذریعے میری مدد فرمائیں میں اس کے

ذریعے روز قیامت اللہ سے آپ کی شفاعت کروں گا۔

حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا: اے بھتیجے وہ کیا ہے؟

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: آپ زبان سے کہیں: "لا الٰہ الّا اللہ وحدہ لا شریك له"۔

ابوطالبؑ نے کہا: آپ مجھے نصیحت کررہے ہیں خدا کی قسم اے کاش! مجھے اس سے عار نہ دلائی جاتی اور یہ کہا جاتا ہے کہ تمھارے چچا نے موت کے ڈر سے یہ اقرار کیا ہے تو میں یہ جملہ دہرا کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا

(راوی نے کہا:) قوم چیخ پڑی اے ابوطالب! تم تو حنفیت کے سید و سردار ہو اپنے بزرگوں کی ملت پر باقی ہو۔

ابوطالب نے کہا: قریش کی عورتیں نہیں کہیں گی کہ تمھارے چچا نے موت سے ڈر کر (یہ اقرار کیا)۔

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اے ابوطالب) میں آپ کے لیے اپنے رب سے مغفرت طلب کرتا رہوں گا یہاں تک کہ وہ خود مجھے منع نہ کردے۔ آنحضرت ﷺ حضرت ابوطالبؑ کی وفات کے بعد بھی ان کی مغفرت طلب کرتے رہے۔ مسلمانوں نے کہا: آنحضرتؐ نے ہمیں منع نہیں کیا کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کی مغفرت نہ کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے مغفرت طلب کی تھی اور یہ محمد ﷺ بھی اپنے چچا کے لئے مغفرت طلب کررہے ہیں لہٰذا قریش نے بھی اپنے قرابتدار مشرکین کے لئے طلبِ مغفرت شروع کردی۔

روایت پر تبصرہ

(۱) یہ روایت مسلسل یعنی معنعن نہیں ہے یعنی راوی نے ایک دوسرے سے سنا ہو البتہ یہ ہے کہ مجھے خبر دی، اطلاع دی، بتلایا یا مجھ تک یہ بات پہنچی ہے صرف درمیان میں ایک جگہ حدثنا ہے ورنہ ہر جگہ اخبرنا ہے آخری راوی فرماتے ہیں بلغنی مجھ تک یہ بات پہنچی ہے یعنی وہ خود وہاں پر موجود نہ تھے کسی نے یہ بات ان تک پہنچائی ہے وہ کون تھا اس کا علم نہیں ہے۔

ابتدائی تین راویوں کا علم رجال کی کتابوں میں کوئی اتا پتا نہیں ہے یعنی ابوسعید بن عمرو النیشا پوری کون تھا، کس

زمانے میں تھا اس کا حدود اربعہ کیا تھا اس طرح دوسرا راوی حسن بن علی مولی کا بھی ذکر مجھے علم الرجال کی کسی کتاب میں نہیں ملا۔

تیسرے راوی عمرو بن عبداللہ البصری ہیں علم الرجال ان کے بارے میں بھی خاموش ہے اور کہیں بھی ان کا نام ونشان نہیں ہے۔

چوتھے راوی موسیٰ بن عبیدہ ہیں اس نام کے دو راویوں کا ذکر ملتا ہے۔

موسیٰ بن عبیدہ بن نشیط عمرو ابن الحارث جن کی وفات ۱۵۳ میں ہوئی ان کے بارے میں موسوعۃ رجال الکتب التسعۃ ج ۴ ص ۲۹ پر لکھا ہے ضعیف اس کا نمبر ۹۳۲۳ ہے۔

(۲) موسیٰ بن عبیدہ۔ نہ ان کی کنیت درج ہے نہ ان کا لقب اور نہ ہی وفات کا سن موجود ہے اور ان کے باپ کا نام بھی درج نہیں ہے۔ بس اتنا لکھا ہے کہ مسند احمد بن حنبل نے ان سے تخریج کی ہے۔

پانچویں راوی کا نام محمد بن کعب القرظی ہے اس کا پورا نام موسوعۃ رجال الکتب التسعہ ص ۵۲ ۴ ج ۳ میں اس طرح درج ہے محمد بن کعب بن سلیم بن اسد اسے حیان بن سلیم بھی کہا جاتا ہے اس کی کنیت ابوحمزہ ابوعبداللہ لقب القرظی، المدنی، الکوفی، القاص ہے اس کی وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی وہ ۴۰ھ میں پیدا ہوا نمبر شمار ۸۳۹۶ پر اس کا ذکر ہے۔

اس حدیث کے چھٹے راوی محمد بن عبدالوھاب ہیں اس نام کے دو راوی ہیں موسوعۃ رجال الکتب التسعۃ صفحہ ۱۴۱۸ میں ۸۲۰۷ اور ۸۲۰۸ نمبر کے ذیل میں بیان کیے گئے ہیں۔ (اس کتاب کے مؤلف ڈاکٹر عبدالغفار سلیمان البنداری ہیں)

انھوں نے اس کا نام اس طرح لکھا: محمد بن عبدالوہاب بن حبیب ابن مہران کنیت ابو احمد لقب العبدی، الفراء، الحافظ النیشا پوری حمل کے نام سے مشہور ہیں ان کی وفات ۲۷۲ ہجری میں ہوئی ان کی عمر ۹۵ سال تھی نسائی نے ان سے تخریج کی ہے۔

یا ان کا نام محمد بن عبدالوھاب ہے ان کے باپ کا نام معلوم نہیں ہے کنیت ابویحییٰ ہے لقب القناء، السکری، الکوفی، الثعلبی ہیں ان کی وفات ۲۰۹ یا اس کے بعد ۲۱۲ میں ہوئی ہے ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے ان سے روایات کی تخریج کی ہے

اس روایت کے آخری اور ساتویں راوی جعفر بن عون ہیں ان کے بارے میں موسوعۃ رجال الکتب التسعہ کی

جلد اول ص ۲۴۶ پر ۱۲۵۶ نمبر کے ذیل میں ان کا تذکرہ اس طرح ہے:

نام جعفر بن عون بن عمرو بن حریث کنیت ابوعون، القاب مخزومی ،الکوفی ،القرشی ،العمری ۔الحریثی،ان کی وفات ۲۰۶ یا ۲۰۷ میں ہوئی ان سے تخریج کی ہے بخاری ،مسلم ،ابوداؤ ،ترمذی ،نسائی اور ابن ماجہ نے ۔

یہ روایت مجہول ہے، راویوں کے حالات کا پتا نہیں ،علم رجال کی مشہور کتابوں میں جعفر بن عون کا پتہ نہیں جو آخری راوی ہیں ۔البتہ تقریب التہذیب احمد بن علی بن حجر العسقلانی متوفی ۸۵۲ھ کی کتاب جلد اول مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۳ء ص ۱۶۳ پر ۹۵۰ نمبر پر جعفر بن عون بن عمرو بن حریث المخزومی کا ذکر ہے تحریر فرماتے ہیں کہ ان کا محدثین کے طبقہ نہم سے تعلق ہے اور ان کا انتقال ۲۰۶ھ یا ۲۰۷ ہجری کو ہوا۔

وہ کہاں سے مجاز ہیں کہ حضرت ابوطالبؑ کی وفات کے واقعات کو نقل کر کے دوسروں تک پہنچا ئیں ۔

داخلی شہادات اس روایت کے موضوع اور جعلی ہونے پر دلالت کر رہی ہیں حضرت ابوطالبؑ شدید بیمار ہیں ،قریش کے لوگ ان کے گرد جمع ہیں ،لیکن رسول اللہ ﷺ جو حقیقی بھتیجے ہیں پروردۂ ابوطالبؑ ہیں، عمر بھر ابوطالبؑ نے جن کی حمایت و حفاظت کا فریضہ انجام دیا اپنے اشعار اور رعب و داب سے قریش کی طاقت کو کمزور بنا دیا تھا ،مخالفین پیغمبر کو خاموش کر دیا تھا وہ ابوطالبؑ کے پاس نہیں ہیں تعجب کا مقام ہے اور حیرت کی بات ہے۔

(۳) قریش کے لوگ ابوطالبؑ سے کہہ کر ان کے پاس قاصد کے ذریعے سے پیغام بھیجتے ہیں اور ان سے جنت کے پھلوں اور مشروب کی فرمائش کرتے ہیں کیا رسول اللہ ﷺ کے پاس اس وقت جنت کے پھل اور مشروبات موجود تھے جسے طلب کیا جا رہا تھا اور جن پھلوں اور مشروبات کا وعدہ پیغمبر اکرم ﷺ نے آیات قرآنی کے ذریعے کیا تھا تو وہ آخرت میں ملیں گے نہ کہ دنیا میں یہ سوال درست نہیں ہے۔

(۴) قاصد کا یہ کہنا کہ ان عمّك يقول (آپ کے چچا فرما رہے ہیں) کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں کمزور اور بیمار ہوں تو کیا یہ بات رسول اللہ ﷺ کے علم میں نہیں تھی اور طرفہ یہ ہے کہ بجائے رسول اللہ ﷺ جواب دیتے وہیں حضرت ابوبکر تشریف فرما تھے انھوں نے جواب دے کر قاصد کو رخصت کر دیا سوال رسول سے کیا گیا تھا جواب ان کے صحابی نے دیا۔ یہ عمل تو اخلاق و آداب کے منافی ہے۔ حضرت ابوبکر کا جواب میں کہنا کہ ان اللہ حرمها علی الکافرین. حضرت ابوبکر کو فتویٰ دینے کا حق کس نے دیا اور رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں یہ کہنا

کسی طرح درست نہیں تھا۔

(۵) قریش کے اصرار پر دوبارہ قاصد کا آنا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول اور پھر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد کے نشاناتِ قدم پر آنا، اس حدیث کی وضعیت اور گھڑے جانے کو ثابت کر رہا ہے۔ گویا کہ آنحضرتؐ کو گھر کا پتا نہ تھا۔

(۶) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشاہدہ کیا کہ حجرہ لوگوں سے بھرا ہوا ہے تو آپ نے خواہش ظاہر کی کہ میں اپنے چچا سے تنہائی میں کچھ بات کرنا چاہتا ہوں وہاں موجود لوگوں نے حضورؐ کی بات نہ مانی اور جانے سے انکار کر دیا۔ نہ جانے کون ایسے لوگ تھے اگر عباس، عقیل، جعفر اور علی ہوتے تو وہ یقیناً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام ملحوظ رکھتے۔ یہ قریش کے کون لوگ تھے جنھوں نے رسول اللہ کی بات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور وہاں سے نہیں گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابوطالبؑ سے تنہائی میں گفتگو کا موقع فراہم نہ کیا۔

(۷) انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں اپنی رشتہ داری کا رعب جمانا شروع کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس مطالبے سے دست بردار ہونا پڑا۔

(۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطالبؑ سے کہا: یا عم جزیت عنی خیرا میری جانب سے آپ کے لیے جزائے خیر، آپ نے میرے ساتھ جو سلوک کیا تھا آپ کا جو برتاؤ تھا، آپ نے جس طرح میری مدد و نصرت کی تھی، میں آپ کو دعا کے سوا کیا دے سکتا ہوں۔

(۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کلمہ کہنے کی فرمائش کی "لا الہ الّا اللہ وحدہ لا شریك لہ" یہ جملہ بخاری کی روایت سے مختلف ہے اور کلمہ کا جزوِ اول ہے۔

(۱۰) حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا: کیا آپ مجھے نصیحت کر رہے ہیں؟

(۱۱) اگر ننگ و عار کا خوف نہ ہوتا، عورتوں کے طعن و تشنیع کا ڈر نہ ہوتا تو ضرور یہ جملہ دہرا دیتا کہ وہ کہیں گی کہ "موت کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا" بس یہی مانع ہے ورنہ مجھے کوئی اعتراض نہیں" اسے کیا سمجھا جائے"۔

(۱۲) قریش کے لوگوں کی فریاد اے ابوطالبؑ تم تو دینِ حنیفیت کے علم بردار ہو اور بزرگوں کی وراثت تمھارے پاس ہے دینِ حنیفیت کی تشریح قرآن کی نظر میں یہ ہے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کی جا رہی ہے:

ثُمَّ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا ؕ (۱۲۳ النحل ۱۶)

پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ آپ ملت ابراہیم کی پیروی کیجیے جو سیدھے راستے پر ہر طرف سے کٹ کر چلتے تھے۔

قُلۡ صَدَقَ اللّٰهُ‌ فَاتَّبِعُوۡا مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا ؕ (۹۵ آل عمران ۳)

(اے نبی) آپ فرمادیجیے کہ اللہ نے سچ کہا کہ تم ملّتِ ابراہیم کی پیروی کرو جو باطل سے کترا کر چلتے تھے۔

وَمَنۡ اَحۡسَنُ دِيۡنًا مِّمَّنۡ اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحۡسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا ؕ

(۱۲۵ النساء ۴)

اور اس شخص سے بہتر کس کا دین ہوسکتا ہے جس نے اللہ کے آگے سرِ تسلیم خم کردیا بھلائی کے کام کے لیے اور ادیان عالم سے منہ موڑ کر ملت ابراہیمی کا اتباع کیا۔

(۱۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استغفار کا وعدہ فرمایا اور اگر نبی کسی کے لئے مغفرت طلب کریں تو اللہ اس کے تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا جیسا کہ اس کا وعدہ ہے:

وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذْ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ جَآءُوۡكَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيۡمًا ۝ (۶۴ النساء ۴)

اے کاش! جب اُن لوگوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا تھا آپ کی خدمت میں آجاتے اور اللہ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول بھی اُن کے لیے طلب مغفرت کرتے تو یقیناً وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔

(۱۴) قریش کے مشرکین بھی اپنے مشرک رشتہ داروں کے لئے رسول کی تاسّی کرتے ہوئے مغفرت طلب کرنے لگے اور اس لیے بھی کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آزر کے لئے مغفرت کی تھی۔

حاصل گفتگو یہ ہے کہ ان تمام باتوں سے حضرت ابوطالبؑ کا مشرک ہونا، بت پرست ہونا، ملت ابراہیمی پر نہ ہونا، مُسلم نہ ہونا، مومن نہ ہونا کہاں ثابت ہوتا ہے؟ بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ موحّد مُسلم، مومن اور ملت ابراہیمی پر عمل پیرا تھے۔

آپ نے تجزیے اور تحلیل کے بعد یہ جان لیا ہوگا یہ روایت اور اسی قبیل کی تمام روایات خواہ وہ بخاری میں ہوں یا مسلم میں یا کسی اور کتاب میں وہ سب کی سب جعلی وضعی اور گھڑی ہوئی ہیں۔

حضرت علیؑ کی دشمنی کی بنیاد پر انھیں گھڑا گیا ہے مگر جس کا نام علی ہو جس کا کام علی ہو، جس کا مقام علی ہو اور جس کا پیام علی ہو اسے دنیا کی کون سی طاقت پست کرسکتی ہے۔ علیؑ کے باپ کی عظمت کے لئے یہی کافی ہے کہ ہمیشہ مولائے کائناتؑ فخر کے ساتھ یہ کہا کرتے تھے میں علی ابن طالبؑ ہوں میں ابوطالبؑ کا فرزند ہوں اور فرمایا تھا جس کا بیٹا قسیم النار والجنۃ ہو اس کا باپ جہنم میں کیسے جا سکتا ہے؟

قافية الباء

("ب" کا قافیہ)

(۱)

تخریج

یہ اشعار سیرت ابن اسحاق/ ۱۶۳ـ۱۶۴ کامل ص ۲/ ۳۶و ۹۰

ایمان ابی طالب/ ۳۳ـ۳۴ مناقب ۱/ ۶۴ـ۶۶

الحجۃ/ ۲۰۴ـ۲۰۶ بحار الانوار ۳۵/ ۹۳ـ۹۵

مطبوعہ دیوان/ ۱۶ـ۱۷

امر صحیفہ اور شعب جس کا تذکرہ دلائل النبوۃ اور تاریخ اسلام ذہبی ۲۲۱ / ۲۲۴ میں ہے۔

شعر ابی طالب و اخبارہ ابی ہفان متوفّی ۲۵۷ھ

سیّد البطحاء اور صحیفۂ قریش

قریش مجتمع ہوئے اور انھوں نے باہمی مشورہ کیا کہ وہ ایک تحریر لکھیں جس میں بنی ہاشم اور بنو المطلب سے یہ پختہ عہد ہو کہ وہ ان سے نکاح نہیں کریں گے اور نہ ہی ان سے کچھ خریدیں گے اور نہ ہی ان سے کسی قسم کی تجارت کریں گے اور ان سے ہرگز صلح نہیں کریں گے اور نہ ہی ان سے کسی قسم کا نرم سلوک کیا جائے جب تک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے ہمارے سپرد نہ کر دیں اور وہ ان کے اور ہمارے درمیان سے الگ نہ ہو جائیں اور انھوں نے یہ عہد ایک صحیفہ میں منصور بن عکرمہ سے لکھوایا یا اسے تحریر کیا تھا بغیض بن عامر نے یا وہ تحریر تھی نضر بن

حارث کی یا ہشام نے اسے لکھا تھا یا طلحہ یا منصور بن عبد نے اسے تحریر کیا تھا انھوں نے محرم کے مہینے میں نبوت کے ساتویں سال اس صحیفہ کو خانۂ کعبہ کے اندر آویزاں کر دیا تھا اور ان کا اجتماع بنی کنانہ کے خیف میں ہوا تھا جو محصَّب کے نام سے مشہور ہے، بنی ہاشم اور بنی المطلب حضرت ابوطالبؑ کے پاس اکٹھے ہوئے اور ان کے ساتھ گھاٹی (شعب ابی طالب) میں داخل ہوگئے سوائے ابولہب کے، وہ قریش کے ساتھ رہا۔ انھوں نے دو سال اس طرح گزارے اور کہا گیا کہ تین سال اس طرح گزارے انھوں نے شعب ابی طالب میں کافی زحمتیں برداشت کیں۔ یہاں تک کہ گری پڑی چیز اور درختوں کے پتے کھانے پر مجبور ہوئے۔

ابن کثیر نے کہا کہ ابوطالب علیہ السلام جب تک شعب میں مقیم رہے وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خواہش کرتے کہ وہ رات کو ان کے بستر پر آکر سو جائیں تا کہ اگر کسی بھی فرد نے شر و فساد اور انھیں دھوکے سے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا ہو تو وہ دیکھ لے اور جب لوگ سو جاتے تھے تو پھر اپنے ایک بیٹے یا کسی بھائی کو حکم دیتے تھے کہ وہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر سو جائے اور آنحضرتؐ سے فرماتے کہ آپ ان کے بستر پر سو جائیں پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کی کہ صحیفہ میں ظلم و مقاطعہ سے متعلق جو تحریر تھی اسے دیمک نے چاٹ لیا ہے اور اس میں اللہ کے نام کے سوا کچھ اور باقی نہیں بچا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس امر سے حضرت ابوطالب علیہ السلام کو آگاہ کیا تو حضرت ابوطالب علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے بھائی کے بیٹے! کیا آپ کے رب نے آپ کو یہ بتلایا ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: ہاں!

تو ابوطالبؑ نے فرمایا: روشن ستاروں نے مجھ سے کبھی جھوٹ نہیں کہا۔

وہ بنی ہاشم اور بنی المطلب کی جماعت کے ساتھ مسجد الحرام تشریف لائے۔ قریش نے اس عمل کو نہایت تعجب سے دیکھا اور یہ سمجھے کہ بلاؤں کی شدت کی وجہ سے یہ لوگ رسول اللہ کو ان کے سپرد کرنے کے لیے آئے ہیں۔

ابوطالب علیہ السلام نے اُن سے کہا: اے قریش کے لوگو! ہمارے اور تمھارے درمیان کچھ معاملات طے پائے تھے جن کا صحیفہ میں تذکرہ نہیں ہے تم اسے لے کر آؤ تا کہ ہمارے اور تمھارے درمیان صلح ہو جائے اور یہ انھوں نے اس ڈر سے کہا تھا کہ وہ لانے سے پہلے اسے دیکھ نہ لیں اور انھیں اس بارے میں کوئی شک نہیں تھا کہ ابوطالبؑ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُن کے سپرد کر دیں گے۔

انھوں نے صحیفہ لا کر ان کے سامنے رکھ دیا اور اسے کھولنے سے پہلے حضرت ابوطالب علیہ السلام سے کہا: اب وقت آ گیا ہے کہ تم نے ہمارے اور اپنے خلاف جو من گھڑت باتیں کہی ہیں ان سے واپس لوٹ جاؤ۔

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے فرمایا: میں ایسا امر لے کر آیا ہوں جو ہمارے اور تمھارے درمیان انصاف قائم کر دے گا میرے بھتیجے نے مجھے اطلاع دی ہے اور اس نے آج تک کبھی جھوٹ نہیں کہا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمھارے صحیفہ کی طرف ایک کیڑے کو بھیجا اس نے سب کچھ کھا لیا سوائے اللہ کے نام کے، جیسا انھوں نے فرمایا اگر وہ درست ہے تو پھر تم جس عمل کو اختیار کیے ہوئے ہو اس سے باز آ جاؤ، خدا کی قسم! ہم انھیں مرتے دم تک تمھارے سپرد نہیں کریں گے جب تک ہر فرد موت کے گھاٹ نہیں اتر جاتا اور اگر یہ بات درست نہیں ہوئی تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمھارے سپرد کر دیں گے تم چاہے انھیں قتل کر دو یا انھیں زندہ رکھو۔

قریش نے کہا: ہم راضی ہیں۔

جب انھوں نے صحیفہ کو کھول کر دیکھا تو اسے ویسا ہی پایا جیسا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔

انھوں نے کہا: یہ تمھارے بھتیجے کا جادو ہے، ان کی سرکشی اور دشمنی میں اور اضافہ ہو گیا۔

جب امر کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطلاع کے مطابق پایا تو ابوطالبؑ نے ان سے کہا: ہم کب تک بند رہیں گے، کب تک محصور رہیں گے اب امر واضح ہو چکا ہے اور تم جان چکے ہو تم اس لائق ہو کہ تم پر ظلم ہو اور تم سے قطع تعلق کر لیا جائے۔

اور حضرت ابوطالبؑ اور ان کے ساتھ سب افراد کعبہ کے پردے کے قریب آئے اور فرمایا:

اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا مِمَّنْ ظَلَمَنَا، وَقَطَعَ أَرْحَامَنَا، وَاسْتَحَلَّ مَا يُحَرِّمُ عَلَيْهِ مِنَّا.

"اے اللہ! جس نے ہم پر ظلم و ستم ڈھایا ہے اور جس نے ہمارے رشتے ناطے منقطع کر دیے ہیں اور ہم پر جو چیزیں حرام ہیں انھیں حلال قرار دے رکھا ہے تُو ان کے خلاف ہماری نصرت فرما۔"

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد۔ ج ۱ ص ۱۴۳)

اور اس وقت قریش کا ایک گروہ روانہ ہوا اور اس نے صحیفہ کو باطل قرار دے کر چاک کر دیا تو حضرت ابوطالب علیہ السلام نے اس وقت یہ قصیدہ کہا۔

مجھے شعر پڑھ کر سنائے احمد بن ابراہیم نے انھوں نے کہا مجھے شعر پڑھ کر سنائے عبدالعزیز بن یحییٰ (یعنی

عبدالعزیز بن یحییٰ الجلودی متوفی ۳۳۰ھ) نے ابوطالبؑ کے صحیفہ کے بارے میں اور جو کچھ اس صحیفے میں انھوں نے دیکھا تھا۔

یہ قصیدہ "بحرِ طویل" میں ہے:

(۱) أَلَا مَنْ لِهَمٍّ آخِرِ اللَّيْلِ مُنْصِبِ وشَعْبِ الْعَصَا مِنْ قَوْمِكَ الْمُتَشَعِّبِ

آگاہ ہو جاؤ کہ وہ کون ہے جو رات کے آخری حصّے میں میرے پاس آیا تاکہ میرے غم والم کو زائل کر دے اور وہ تو اے نبی آپ کی قوم کے افراد تھے جو صحیفے کے مندرجات ختم ہو جانے کے بعد باہمی اختلاف و انتشار کا شکار تھے اور مختلف گروہوں میں بٹ گئے تھے۔

أَلَا۔ آگاہ ہو جاؤ — همٌّ۔ غم و الم

مُنْصِب۔ مبتلائے غم، تھکا ہوا

شَعْبِ العصا۔ مختلف گروہوں میں بٹ جانا، جدا جدا ہونا۔ اختلاف کا رونما ہونا،

متَشَعِّبِ۔ مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے۔

(۲) وجَرْبِي أَرَاهَا مِنْ لُؤَيِّ بنِ غَالِبٍ مَتَىٰ مَا تُزَاحِمُهَا الصَّحِيحَةُ تَجْرَبِ

اور میں لوی بن غالب (قریش کا جدِّ اعلیٰ) کے فرزندوں میں دیکھ رہا ہوں کہ اخلاقی بیماریاں اُن میں سرایت کر چکی ہیں کب تک صحیح اور تن درست افراد ان بیماروں سے تنگ ہوتے رہیں گے۔

اور دوسری روایت کے مطابق۔

(۳) وَ حَرْبُ أَبِيْنَا مِنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ مَتَىٰ مِا تَزَاحِمُهَا الصَّحِيفَةُ تَحرُبِ

اور ہمارے باپ لوی بن غالب کی اولاد سے جنگ کرنا یہ صحیفہ کب تک ہمیں جنگ سے تنگ کرتا رہے گا۔ یعنی اس صحیفے کی وجہ سے میدان کارزار گرم رہے گا۔ اور جنگ کا سلسلہ جاری رہے گا۔

(۴) إِذَا قَائِمٌ فِي الْقَوْمِ قَامَ بِخُطْبَةٍ أَقَامُوْا جَمِيْعًا ثُمَّ صَاحُوْا وَ أَجْلَبُوْا

جب قوم میں دعوت دین کیلئے کھڑا ہونے والا (نبی) خطبہ دینے لگا تو سب اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے

پھر چیخے چلائے اور اور انھوں نے گروہ بندی کر لی۔

قَائِمٌ کھڑا ہونے والا۔ مراد ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

خطبۃ۔ خطاب تقریر

(۵) وَمَا ذَنْبُ مَنْ يَدْعُوْ إِلَى اللهِ وَحْدَهٗ   وَ دِيْنٍ قَوِيْمٍ أَهْلُهٗ غَيْرُ خُيَّبِ

اور اس کی کیا خطا ہے جو اللہ کی وحدانیت کی دعوت دے رہا ہے اور دین قیم کی طرف بلا رہا ہے جو اس پر گامزن ہوگا وہ ناکام نہیں رہے گا۔

(۶) وَمَا ظُلْمُ مَنْ يَدْعُوْ إِلَى الْبِرِّ وَالتُّقٰى   وَ رَأْبِ الثَّأْيِ بِالرَّأْيِ لَاحِيْنَ مَشْعَبِ

اور بھلا اس نے کون سا ظلم کیا ہے جو نیکی اور پرہیز گاری کی جانب بلا رہا ہے تاکہ ان کی اصلاح کرے ایسے زمانے میں جس میں اصلاح کو مٹا دیا گیا ہے اور فساد و برائی نے بلند مقام حاصل کر لیا ہے۔

البرّ۔ احسان، التقی۔ درتی، ثأی۔ فساد، رأب۔ اصلاح، مَشْعَب۔ راستہ

(۷) وَقَدْ جَرَّبُوْا فِيْمَا مَضٰى غِبَّ أَمْرِهِمْ   وَ مَا عَالِمٌ أَمْرًا كَمَنْ لَمْ يُجَرِّبِ

وہ گزشتہ باتوں سے تجربہ حاصل کر کے انجام کار سے واقف ہو چکے ہیں اور جو امر سے واقف ہے وہ تجربہ نہ کرنے والے کی طرح نہیں ہوتا۔

جربوا۔ انھوں نے تجربہ کر لیا ہے، غبّ۔ انجام

(۸) وَ قَدْ كَانَ فِيْ أَمْرِ الصَّحِيْفَةِ عِبْرَةٌ   مَتٰى مَا يُخَبَّرْ غَائِبُ الْقَوْمِ يُعْجَبِ

اور صحیفے کے معاملے میں نصیحت و عبرت ہے اور جب قوم کے ان افراد کو اطلاع دی گئی جو غائب تھے اور وہاں پر موجود نہ تھے تو وہ یہ معاملہ سن کر حیران و ششدر رہ گئے۔

عبرۃ۔ نصیحت

(۹) مَحَا اللهُ مِنْهُمْ كُفْرَهُمْ وَ عُقُوْقَهُمْ   وَمَا نَقَمُوْا مِنْ نَاطِقِ الْحَقِّ مُعْرِبِ

اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر اور نافرمانیوں کو مٹا دیا اور حق بات کہنے والے سے وہ شدید نفرت کرتے ہوئے فحش باتیں کہہ رہے ہیں۔

محا۔ مٹا دیا، عقوق۔ نافرمانی

وہ صحیفہ جسے خانۂ کعبہ میں لٹکایا گیا تھا دیمک نے اسے چاٹ لیا اور کفر و نافرمانی کی باتوں کو مٹا دیا۔ ناطق الحق سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔

دوسرے دیوان میں یہ شعر اس طرح ہے:

(۱۰) مَحَا اللهُ مِنْهَا كُفْرَهُمْ وَ عُقُوْقَهُمْ وَ مَا نَقَمُوْا مِنْ صَادِقِ الْقَوْلِ مُنْجِبِ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے کفر اور نافرمانیوں کو مٹا دیا اور قریش نے قول کے سچے اور شریف الاصل (حضرت محمدؐ) سے جو انتقام لیا وہ نظر آ رہا ہے۔

دوسری روایت ہے:

وَمَا نَقَمُوْا مِنْ نَاطِقِ الْحَقِّ مُعْرِب

مُنجب۔ کریم الحسب، پسندیدہ

(۱۱) وَأَصْبَحَ مَا قَالُوْا مِنَ الْاَمْرِ بَاطِلًا وَمَنْ يَخْتَلِقْ مَالَيْسَ بِالْحَقِّ يَكْذِبِ

اور ان لوگوں یعنی قریش والوں نے امر سے متعلق جو کچھ کہا تھا وہ باطل اور فاسد ہو گیا اور جو بھی حق کے خلاف کوئی بات گھڑے گا وہ جھوٹ بول رہا ہوگا۔

باطل۔ فاسد الامر او ساقط الحکم۔ جس کا معاملہ ختم ہو جائے۔

مشرکین نے صحیفہ کی شکل میں جو عہد و پیمان تحریر کیا تھا اسے دیمک نے کھا کر ختم کر دیا اور یہ حق کے خلاف جھوٹ پر مبنی دستاویز تھی جسے مٹا دیا گیا۔

(۱۲) وَ اَمْسَى ابْنُ عَبْدِاللهِ فِيْنَا مُصَدِّقًا عَلٰى سَاخِطٍ مِنْ قَوْمِنَا غَيْرِ مُعْتَبِ

اور عبداللہ کے فرزند حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان شروع سے ہی مصدق (سچ بات کہنے والے) رہے

ہیں ہماری قوم کے ناراض لوگوں کے سامنے وہ جو کچھ کہتے رہے انھیں اس پر موردِ الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔

یہ دونوں شعر مجمع البیان میں بھی موجود ہیں۔

(۱۳) فَلَا تَحْسَبُوْنَا خَاذِلِیْنَ مُحَمَّدًا لِذِیْ غُربَةٍ مِنَّا وَ لَا مُتَقَرِّبِ

تم یہ نہ سمجھو کہ ہم محمدؐ کو تنہا چھوڑ دیں گے یعنی ان کی مدد نہیں کریں گے اس شخص کی وجہ سے جو ہم سے اجنبی ہو، پردیسی ہو، اور نہ ہی اس کے سبب جس سے ہمارا قریبی تعلق ہو۔

ہم ہر حال میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کی حمایت و نصرت کرتے رہیں گے اور کوئی شخص بھی خواہ وہ پردیسی اور اجنبی شخص ہو یا قریبی تعلقات رکھتا ہو وہ ہمیں اس کام سے نہیں روک سکتا اور ہم پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔

(۱۴) سَتَمْنَعُهُ مِنَّا یَدٌ هَاشِمِیَّةٌ مُرَکَّبُهَا فِی النَّاسِ خیرُ مُرکَّبِ

ہماری جانب سے عن قریب ہاشمی دست و بازو اُن کی حفاظت کیلئے اٹھ کھڑے ہوں گے جن کی ترکیب انسانوں میں بہترین ترکیب ہے۔

ہاشمی جوان اور بہادر آنحضرتؐ کی نصرت اور کمک کے لیے تیار رہیں گے اور اُن کا دفاع کریں گے جن کی تخلیق اعلیٰ خمیر سے ہوئی ہے شجاعت اور بصالت جن کے خون میں گردش کر رہی ہے۔

(۱۵) فَلَا وَ الَّذِیْ تُحْدٰی اِلَیْهِ الْقَلَائِصُ لِاِدْرَاكِ نُسْكٍ مِنْ مِنًی وَ الْمُحَصَّبِ

اس ذات والا صفات کی قسم جس کی جانب جوان اونٹنیوں کو ہانک کر لایا جاتا ہے تاکہ وہ منیٰ اور محصب میں آکر قربانی کی جگہ مل جائیں۔

یہ شعر نزهة الکرام اور بستان العوام/ ۱۱۰ میں ہے عام دیوان میں نہیں ہے۔

محصب منیٰ کا وہ مقام ہے جہاں پر رمی الجمرات کیا جاتا ہے۔ یعنی شیطانوں کو کنکری ماری جاتی ہے۔

(۱۶) وَ یَنْصُرُهُ اللهُ الَّذِیْ هُوَ رَبُّهُ بِاَهْلِ الْعَقِیْرِ اَوْ بِسُکَّانِ یَثْرِبِ

اور اللہ اُن کی نصرت کرے گا جو ان کا رب ہے عقیر کے باشندوں اور مدینہ کے رہنے والوں کے ذریعے۔

عقیر بحرین کے ایک شہر کا نام ہے اور یثرب مدینۂ منورہ کا قدیمی نام ہے۔

اس شعر میں حضرت ابوطالبؑ نے پیش گوئی کی ہے کہ رب العالمین اور رب محمد ﷺ عقیر والوں اور مدینۂ منورہ کے رہنے والوں کے ذریعہ اُن کی مدد کرے گا درحقیقت یہ ہجرت مدینہ کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۷) فَلَا وَ الَّذِيْ تَخْذِيْ لَهٗ كُلُّ نِضْوَةٍ طَلِيْحٍ بِجَنْبَيْ نَخْلَةٍ فَالْمُحَصَّبِ

ایسا نہیں ہے بلکہ اس ذات کی قسم جس کی خاطر ہر کمزور ناقے کی مہار کو چھوڑ دیا جاتا ہے جب وہ چلتے چلتے تھک جاتا ہے نخلہ اور مُحصّب کے آس پاس۔

نخلہ اور مُحصّب دونوں جگہوں کے نام ہیں نخلۂ شامیہ اور یمانیہ دو وادیاں ہیں جو مکہ مکرمہ سے ایک رات کے فاصلے پر ہیں اور دیوان ابی طالب میں پہلا مصرع اس طرح ہے:

فَلَا وَالَّذِيْ يُحْدٰى لَهٗ كُلُّ مُرْتِمٍ

اس ذات کی قسم جس کی خاطر تیز تیز آتے ہیں تھکے ماندے ناقے

(۱۸) يَمِيْناً صَدَقْنَا اللهَ فِيْهَا وَلَمْ نَكُنْ لِنَحْلِفَ بَطْلًا بِالْعَتِيْقِ الْمُحَجَّبِ

ایسی قسم جس میں ہم اللہ کی سچی قسم کھاتے ہیں اور ہم وہ لوگ نہیں ہیں جو بیت العتیق (خانۂ کعبہ) کی جھوٹی قسم کھائیں

(۱۹) نُفَارِقُهٗ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوْلَهٗ وَ مَا بَالُ تَكْذِيْبِ النَّبِيِّ الْمُقَرَّبِ

خدا کی قسم ہم (حضرت) محمدؐ کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے یہاں تک کہ ان کے اطراف و جوانب میں حمایت کرتے ہوئے قتل کر دیئے جائیں اور ان قریش والوں کو کیا ہوا ہے جو وہ نبیؐ مُقرّب (بارگاہ خداوندی سے قریب) کو جھٹلا رہے ہیں۔

(۲۰) فَيَا قَوْمَنَا لَا تَظْلِمُوْنَا فَاِنَّنَا مَتٰى مَا نَخَفْ ظُلْمَ الْعَشِيْرَةِ نَغْضَبِ

تو اے ہماری قوم والو! تم ہم پر ظلم نہ کرو اس لیے کہ اب ہم تمھارا ظلم برداشت نہیں کریں گے اگر ہمیں قبیلہ کے ظلم سے خوف زدہ کیا گیا تو پھر ہم بھی بپھر جائیں گے۔

(۲۱) وَ كُفُّوْا اِلَيْكُمْ مِنْ فُضُوْلِ حُلُوْمِكُمْ وَلَا تَذْهَبُوْا مِنْ رَاْيِكُمْ كُلَّ مَذْهَبِ

اورتم اپنے فضول اور بے ہودہ خواب دیکھنا چھوڑ دو اورتم اپنی مرضی اپنی خواہش اور اپنی رائے پر عمل پیرا ہو کر ہر راستے پر چلنا شروع نہ کرو اور ہر راستے کے راہی نہ بنو۔

حُلُوم۔ خواب، مذهب۔ راستہ

(۲۲) وَلَا تَبْدَءُوْنَا بِالظُّلَامَةِ وَالْاَذٰى فَنَجْزِيَكُمْ ضِعْفًا مَعَ الْاُمِّ وَالْاَبِ

تم ہم پر ظلم وستم کرنے اور اذیت پہنچانے میں پہل نہ کرو ورنہ ہم تمھیں دہری جزا دیں گے اور اس وقت ہم خاندان، قرابت داری اور رشتہ داری کا نہ تو کوئی پاس نہیں کریں گے اور نہ ہی ہمیں اُس وقت اس کی کوئی پروا ہوگی۔

الظُّلَامَةُ۔ ظلم وستم،

ضِعف۔ دہری ودگنی

(۲)

تخریج

شعرابی طالب (۲) واخبارہ ابی هفان عبداللہ بن احمد المھزمی متوفی ۲۵۷ھ

شرح ابن ابی الحدید ۳/ ۳۱۳	سیرت ابن اسحاق/ ۱۶۳ الحجۃ ۲۱۶ـ۲۱۸
بحارالانوار ۲۵/ ۹۵	الدیوان المطبوع ۲۵ـ۲۶
ایمان ابی طالب:۳۱	کچھ اشعار مناقب ۱/ ۶۶ـ۶۷

اورتفسیر ابوالفتوح ۸، ۳۷۳ میں ہیں۔

یہ اشعار "بحرطویل" میں ہیں۔

حضور کی تعریف اولادِ قصی سے شکوہ

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے امرِ صحیفہ (تحریری دستاویز) کے بارے میں فرمایا ہے۔

(۱) تَطَاوَلَ لَيْلِي بِهَمٍّ نَصَب وَ دَمْعٍ كَسَحِّ السَّقَاءِ السَّرِبْ

میری طویل راتیں حزن وغم اور مصائب وشدائد سے پُر ہیں جن کی کوئی انتہا نہیں اور آنسو اس طرح جاری ہیں جیسے مشک سے کوئی سیلاب اُمڈ کر آرہا ہو۔

ایک روایت کے مطابق پہلے مصرع میں "نَصَبْ" کی جگہ "وَصَبْ" ہے۔

(۲) لِلَعْبِ قُصَيٍّ بِأَحْلَامِهَا وَهَلْ يَرْجِعُ الْحِلْمُ بَعْدَ اللَّعِبِ

قصی تو اپنی عقلوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں کیا کھیل کے بعد بھی عقل واپس آتی ہے۔ یعنی وہ لوگ اپنی عقلوں سے کام نہیں لے رہے ہیں۔ کھیل کود میں مگن ہیں۔

(۳) وَ نَفْيُ قُصَيٍّ بَنِي هَاشِمٍ كَنَفْيِ الطُّهَاةِ لِطَافَ الْخَشَبِ

اور قصی نے بنی ہاشم کو اس طرح دور کر دیا ہے جیسے طبّاخ لطیف لکڑیوں کو نکال کر پھینک دیتا ہے۔

اس شعر میں نہایت خوبصورت تشبیہ دی ہے اس سے حضرت ابوطالبؑ کی شاعرانہ صلاحیتوں کا پتا چلتا ہے۔

جب تندور روشن کیا جاتا ہے تو اس میں چھوٹی اور نازک اور لطیف لکڑیوں کو نہیں ڈالا جاتا بلکہ انھیں الگ کر دیا جاتا ہے کتنا خوب صورت استعارہ ہے کہ قصی نے ہمیں نکال کر اپنی صف سے باہر کر دیا ہے۔

(۴) وَقَالُوا لِأَحْمَدَ أَنْتَ امْرُؤٌ خُلُوفُ الْحَدِيثِ ضَعِيفُ النَّسَبِ

اور انھوں نے احمد سے کہا کہ تم ایسے شخص ہو جو اپنی باتوں میں جھوٹے ہو تمھاری بات مبنی بر کذب ہے اور تمھارا نسب کمزور ہے۔ (جب کہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں)

بعض نسخوں میں "ضعیف السبب" ہے۔

یعنی تم نے اپنی حفاظت کے لیے جو سبب اختیار کیا ہے وہ نہایت کمزور ہے۔

احمد سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں قرآن کریم میں یہ نام موجود ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی کہ میرے بعد ایک رسول آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔ (سورۂ صف آیت ۶)

(۵) وَإِنْ كَانَ أَحْمَدُ قَدْ جَاءَهُمْ بِحَقٍّ وَلَمْ يَأْتِهِمْ بِالْكَذِبِ

دراں حالے کہ احمد ان کے پاس حق بات لے کر آئے ہیں جس میں کذب کا کوئی شائبہ تک نہیں ہے۔

اس سے بہتر دین اور صاحب دین کی کیا تصدیق ہو سکتی ہے۔

ارشاد رب العزت ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِن رَّبِّكُمْ. (۱۷۰ النساء ۴)

اے انسانو! رسول تمھارے پاس تمھارے رب کی جانب سے حق بات لے کر آیا ہے۔

(۶) عَلٰی أَنَّ إِخْوَانَنَا وَازَرُوْا بَنِیْ هَاشِمٍ وَ بَنِی الْمُطَّلِبْ

باوجودے کہ ہمارے بھائیوں نے جن کا تعلق بنی ہاشم اور بنی المطلب سے ہے ایک دوسرے کا ہاتھ بٹایا تھا بوجھ اٹھایا تھا، مدد اور نصرت کی تھی۔

(۷) هُمَا أَخَوَانِ كَعَظْمِ الْيَمِيْنِ أُمِرَّا عَلَيْنَا لِعَقْدِ الْكَرَبْ

بنی ہاشم اور بنی المطلب ایسے بھائی ہیں جیسے دائیں ہاتھ کی ہڈیاں جو باہم جڑی ہوئی ہیں یعنی باہم متحد ہو کر طاقت ورقوم کی حیثیت رکھتے ہیں وہ ایسے محکم ہیں جیسے بٹی ہوئی رسّی۔

بنی ہاشم اور بنی المطلب کے لیے نہایت خوب صورت تشبیہ دی ہے کہ وہ دونوں یکجان و دو قالب ہیں ہاتھ کی ہڈیوں کی طرح مضبوط اور طاقت ور اور بٹی ہوئی رسّی کی طرح ایک دوسرے میں پیوست ہیں یعنی ہمارے اتحاد کی وجہ سے کوئی بھی ہم پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔

(۸) فَيَا لِقُصَيٍّ أَلَمْ تُخْبَرُوْا بِمَا حَلَّ بِيْ مِنْ شُؤُوْنِ الْعَرَبْ

اے قصی کیا تم جانتے نہیں ہو کہ مجھ پر عرب کے شدائد و مصائب کیوں نازل ہوئے ہیں اس کا سبب دشمنی اور عداوت ہے جیسے "بکر" اور "تغلب" کہ انبیاء کو جھٹلانے کی وجہ سے ان کی یہ حالت ہوئی ہے۔

(۹) فَلَا تُمْسِكُنَّ بِأَيْدِيْكُمْ بَعِيْدَ الْأُنُوْفِ بِعُجْمِ الذَّنَبْ

دیکھو تم اب بھی عقل و ہوش سے کام لو اور اپنے کیے کی تلافی کرتے ہوئے ایسے کا دامن ہاتھ سے نہ تھامو کہ تمھیں عزت کے بعد ذلت سے دو چار ہونا پڑے۔

(۱۰) عَلَامَ عَلَامَ تَلَافَيْتُمُ بِأَمْرٍ مُزَاحٍ وَ حِلْمٍ عَزَبْ

بھلا کب تک اور کب تلک تم جاری رکھو گے یہ برتاؤ تمھارے افعال دل لگی ہیں اور تمھاری عقل زائل ہو چکی ہے۔

دیوان میں "اِلیٰ مَ اِلیٰ مَ" (کہاں تک کہاں تک) کا لفظ ہے۔

(۱۱) وَرُمْتُمْ بِاَحْمَدَ مَا رُمْتُمْ عَلَی الْاَصِرَاتِ وَ قُرْبِ النَّسَبْ

اورتم لوگوں نے (حضرت) احمد پر جو الزام لگانا تھا وہ لگا لیا رشتہ داری اور قرابت داری کے باوجود جب تم دوسروں سے ملتے ہو اُن سے نہایت نرمی کا سلوک کرتے ہو خندہ پیشانی سے پیش آتے ہو اور حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طرح طرح کے الزامات عائد کرتے ہو اور اتہام لگاتے ہو۔

(۱۲) زَعَمْتُمْ بِاَنَّکُمْ جِیْرَۃٌ وَ اَنَّکُمْ اِخْوَۃٌ فِی النَّسَبْ

تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم پڑوسی ہو اور یہ کہ تم نسبی اعتبار سے رشتۂ اخوت میں منسلک ہو۔ پڑوسی اور برادری دو طرح کے حقوق تم پر عائد ہوتے ہیں جن کی پاسداری تم پر لازم ہے۔

(۱۳) فَکَیْفَ تُعَادُوْنَ اَبْنَاءَہٗ وَ اَھْلَ الدِّیَانَۃِ بَیْتَ الْحَسَبْ

تو پھر کیسے ممکن ہوا کہ تم ان کی اولاد سے دشمنی کر رہے ہو اور ان لوگوں سے جو دین دار ہیں اور حسب کے گھرانے کے فرد ہیں۔

جو ان صفات کے حامل ہیں کہ وہ تمھارے پڑوسی ہیں رشتہ برادری میں منسلک ہیں دین دار ہیں تو ان سے الفت ومحبت کرنی چاہیے نہ کہ عداوت ودشمنی کا برتاؤ کیا جائے۔

(۱۴) فَاَنِّیْ وَ مَنْ حَجَّ مِنْ رَاکِبٍ وَ کَعْبَۃِ مَکَّۃَ ذَاتِ الْحُجُبْ

نہیں ایسا نہیں بخدا یہ اور وہ جو سواری پر آیا کعبہ کی طرف جو مکّہ میں واقع ہے تاکہ حج بیت اللہ سے مشرّف ہو جسے غلاف چڑھا کر پوشیدہ کیا گیا ہے۔

دوسری روایت میں یہ لفظ: فاناوَمن حج من راکب

ہم اور وہ جو سواری پر آیا ہے خانۂ خدا میں حج بجالانے کے لیے جو مکہ مکرمہ میں واقع ہے اور اسے غلاف کے ذریعے پوشیدہ کر دیا گیا ہے۔

کعبہ مکعب گھر زمانۂ جاہلیت میں عرب کے باشندے تعظیم کی وجہ سے مربع شکل کا گھر نہیں بناتے تھے۔

(۱۵) تَنَالُوْنَ اَحْمَدَ أَوْ تَصْطَلُوْا ظُبَاتِ الرِّمَاحِ وَ حَدَّ الْقُضُبْ

تم احمد تک نہیں پہنچ سکتے خواہ تم نیزے بنانے کے لیے کتنی ہی آگ جلاؤ اور کاٹنے والی تلوار کی دھار کو تیز کرو۔ یعنی تم اپنے منصوبوں میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ خواہ کتنے ہی منصوبے بنالو۔

(۱۶) وَ تَعْتَرِفُوْا بَيْنَ اَبْيَاتِكُمْ صُدُوْرَ الْعَوَالِيْ وَ خَيْلًا عَصِبْ

تم اپنے دشمنوں پر شب خون مارتے ہوئے اپنے گناہوں کا اعتراف کرلو، جب تمھیں نیزے کی انیوں اور سواروں کی جماعت کے ساتھ پالا پڑے گا۔

عَصِب عُصْبَة کی جمع گھوڑا اپنے سوار سمیت جن کی تعداد دس سے ۴۰ تک ہوتی ہے۔

(۱۷) إِذَا الْخَيْلُ تَمْرَغُ فِيْ جَرْيِهَا بِسَيْرِ الْعَنِيْقِ وَ حَثِّ الْخَبَبْ

جب گھوڑا نہایت تیزی اور چابک دستی سے دوڑتا ہے اور دائیں طرف اور بائیں طرف مڑتے ہوئے دُلکی چال چلتا ہے۔

خَبَبْ: وہ چال جس میں گھوڑے کے دونوں پاؤں ایک ساتھ اٹھتے ہیں۔ نرم اور دُلکی چال

(۱۸) تَرَاهُنَّ مَا بَيْنَ ضَافِي السَّبَبْ قَصِيْرِ الْحِزَامِ طَوِيْلِ اللَّبَبْ

تم ان گھوڑوں کو دیکھو گے کہ ان کے لمبے لمبے بال ہوں گے۔ ان کے پیٹ پتلے ہوں گے اور ان کا سینہ کشادہ اور وسیع ہوگا۔

(۱۹) وَ جَرْدَاءَ كَالظَّبِيِ سُمْحُوْجَةً طَوَاهَا النَّقَائِعُ بَعْدَ الْحَلَبْ

اور ہرن کی طرح چھوٹے چھوٹے بالوں والے تیز رفتار گھوڑے جن پر ضیافت کے لیے کھانے موجود تھے دودھ کے بعد یعنی دودھ کے ساتھ ساتھ انواع و اقسام کے کھانے موجود ہیں۔

نقائع نقیعہ کی جمع ہے وہ کھانا جو سفر سے آنے والے کے لیے تیار کیا جاتا ہے اور ہر بکری جو ضیافت کے لیے ذبح کی جائے اسے نقیعہ کہتے ہیں۔

(۲۰) عَلَيْهَا رِجَالُ بَنِيْ هَاشِمٍ هُمُ الْاَنْجَبُوْنَ مَعَ الْمُنْتَجَبْ

ان پر بنی ہاشم کے بہادر لوگ سوار ہوں گے جو کہ قابل احترام اور مکرم لوگ ہیں اور پسندیدہ اور منتخب روزگار افراد کے ساتھ ہوں گے۔

بعض مصادر میں پہلا مصرع اس طرح ہے:

عَلَيْهَا صَنَادِيْدُ مِنْ هَاشِمٍ

ان گھوڑوں پر ہاشم کے یعنی بنی ہاشم کے بہادر جوان سوار ہوں گے۔

(۳)

تخریج

سیرۃ ابن اسحاق ۱۵۷ — سیرۃ ابن ہشام ۱/۲۳۱

شرح ابن ابی الحدید ۳/۸۷ — الحجۃ/۱۹۲/۱۹۴

الغدیر ۷/۳۳۲ — بحارالانوار ۳۵/۱۵۹

اور کچھ اشعار مناقب ۱/۶۳ میں ہیں و — ایمان ابی طالب/۳۳

وتفسیر ابی الفتوح ۸/۲۷۴ — وکنز الفوائد/۷۹ وخزانۃ الادب ۲/۷۶

شعر ابی طالب واخبارہ والمستدرک علیہ ادیب لغوی ابی ھفان متوفی ۲۵۷ھ

یہ اشعار ابوطالبؑ صحیفہ کی دستاویز کے بارے میں ہیں ہم نے پہلے جس کا ذکر کیا ہے۔ جس میں طے پایا تھا کہ نہ انھیں لڑکی دیں گے اور نہ ہی ان کی لڑکیوں سے شادی کریں گے اور ان سے کسی قسم کی خرید وفروخت نہیں ہو گی اس صحیفے کو منصور بن عکرمہ ابن عامر بن ہاشم نے لکھا تھا اور اسے خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا تھا پھر دوسرے دن صبح کے وقت انھوں نے مسلمانوں کو باندھنا اور انھیں اذیت پہنچانا شروع کر دیا اور ان کی مصیبتوں میں اضافہ ہو گیا اسی بارے میں ابوطالبؑ نے کہا

یہ اشعار "بحر طویل" میں ہیں۔

مدحِ پیغمبر اور مقاطعہ کی دستاویز

(۱) اَلَا اَبۡلِغَا عَنِّی عَلٰی ذَاتِ بَیۡنِهَا — لُؤَیًّا وَخُصًّا مِنۡ لُؤَیٍّ بَنِیۡ کَعۡبِ

آگاہ ہو جاؤ اور میری جانب سے لوی اور خاص طور سے بنی کعب کے افراد کو میرا یہ پیغام پہنچا دو جن کا تعلق قبیلۂ لوی سے ہے۔

لُوی ایک قبیلہ کا نام ہے اور بنو کعب کا تعلق لوی سے ہے۔

(۲) اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا نَبِیًّا کَمُوْسٰی خُطَّ فِیْ اَوَّلِ الْکُتُبِ

کیا تم نہیں جانتے کہ ہم نے محمد ﷺ کو پایا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح نبی جیسا کہ سابقہ کتب میں لکھا ہوا ہے یعنی توریت اور انجیل میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔

سورۂ مزمل کی اس آیت کی طرف بھی اشارہ ہے:

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَیْکُمْ کَمَاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾

(۱۵۔ سورۂ مزمل ۔ ۷۳)

ہم نے تمھاری طرف رسول کو گواہ بنا کر بھیجا ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔

بعض مصادر میں مصرع ثانی میں نبیاً کی جگہ رسولاً ہے۔

ایک روایت میں اسحاق بن جعفرؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں فرمایا ان سے دریافت کیا گیا کہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ابوطالبؑ کافر تھے تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا وہ جھوٹ کہتے ہیں وہ شخص بھلا کیسے کافر ہو سکتا ہے جو یہ کہہ رہا ہو "الم تعلموا انا وجدنا محمدا......" الخ (الکافی ۱/ ۴۴۸۔۴۴۹)

(۳) وَ اَنَّ عَلَیْهِ فِی الْعِبَادِ مَحَبَّةً وَ لَا حَیْفَ فِیْمَنْ خَصَّهُ اللّٰهُ بِالْحُبِّ

اور بے شک بندوں کے درمیان آنحضرت ﷺ کے لیے محبت و الفت موجود ہے اور اس میں کوئی ظلم و ستم نہیں ہے کہ ان میں سے اللہ نے صرف محمد ﷺ کو محبت کے لیے منتخب فرمالیا اور مخصوص کرلیا ہے۔

اور بعض مصادر میں ولا خیر فیمن خَصَّهُ اللّٰه بالحب تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اس خیر سے بہتر کوئی اور خیر نہیں ہے کہ ان لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ نے صرف محمد ﷺ کو محبت کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔

(۴) وَ اِنَّ الَّذِیْ رَقَّشْتُمْ فِیْ کِتَابِکُمْ یَکُوْنُ لَکُمْ یَوْمًا کَرَاغِیَةِ السَّقْبِ

اور جس بات کو تم نے اپنی کتاب میں نہایت خوب صورت انداز میں لکھ رکھا ہے وہی تمھارے لیے ایک روز ہو جائے گا اس ناقۂ صالح کی طرح نقصان کا باعث جسے ذبح کر دیا گیا۔

تم نے جو عدم تعاون کا معاہدہ لکھ رکھا ہے وہ تمھارے لیے اسی طرح منحوس ثابت ہوگا جس طرح قوم ثمود کے لیے اونٹنی کا بچہ ان کی ہلاکت کا سبب بنا تھا اور اسے ذبح کر دینے کی وجہ سے ان پر عذاب نازل ہوا تھا۔

اس شعر میں اشارہ ہے اس حلف نامے کی طرف جسے صحیفہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اسے لکھ کے خانۂ کعبہ میں آویزاں کر دیا گیا تھا اور اسی وجہ سے بنی ہاشم کے افراد کو تین سال تک شعب ابی طالب میں مقاطعہ کی زندگی گزارنی پڑی اور سیرت ابن اسحاق میں یہ شعر اس طرح ہے:

(۵) وَ أَنَّ الَّذِیْ أَضَّفْتُمُ فِیْ کِتَابِکُمْ　　لَکُمْ کَائِنٌ نَحْسًا کَرَاغِیَۃِ السَّقْبِ

بعض نسخوں میں تَمَقَّتُمْ لکھا ہے۔

(۶) اَفِیْقُوْا اَفِیْقُوْا قَبْلَ اَنْ تُحْفَرَ الزُّبٰی　　وَ یُصْبِحَ مَنْ لَّمْ یَجْنِ ذَنْبًا کَذِی الذَّنْبِ

ہوش میں آؤ ہوش میں آؤ قبل اس کے کہ تمھارے لیے قبریں کھودی جائیں اور جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو وہ بھی گناہ گاروں کی صف میں آجائے۔

سیرت ابن اسحاق میں الزُّبٰی کی جگہ الثریٰ ہے۔۔

ہوش میں آجاؤ ہوش میں آجاؤ قبل اس کے کہ تمھاری عزت وحرمت کو پیوند خاک کر دیا جائے اور بے قصور اور قصوروار دونوں ایک ہی جیسے ہو جائیں۔

(۷) وَ لَا تَتْبَعُوْا اَمْرَ الْغُوَاۃِ وَ تَقْطَعُوْا　　اَوَاصِرَنَا بَعْدَ الْمَوَدَّۃِ وَالْقُرْبِ

تم گمراہ کرنے والوں کی باتوں میں نہ آؤ اور مودّتِ وقرابت کے بعد عہد شکنی نہ کرو۔

جب قدرت خدا سے دستاویز (حلف نامے) کو دیمک نے چاٹ لیا اور صرف اللّٰہ کا نام باقی رہ گیا اس وقت اکثر قریش والوں کی رائے تھی کہ اب مقاطعہ کو ختم کر دیا جائے لیکن کچھ لوگ اسے جاری رکھنا چاہتے تھے اس موقع پر حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا۔

دوسرے مصادر میں یہ شعر اس طرح ہے:

وَ لَا تَتَّبِعُوْا اَمْرَ الْوُشَاةِ

اور تم لوگ چغل خوروں کی باتیں نہ مانو اور ان کی باتوں میں آ کر محبت و قرابت کو عداوت اور نفرت میں تبدیل مت کرو۔

(۸) وَ تَسْتَجْلِبُوْا حَرْبًا عَوَانًا وَ رُبَّمَا ۔۔۔ اَمَرَّ عَلٰی مَنْ ذَاقَهٗ حَلَبُ الْحَرْبِ

اور خبردار ایسی جنگ کی داغ بیل نہ ڈالو جو کافی عرصے تک جاری و ساری رہے اکثر یہ ہوتا ہے کہ جنگ کی دعوت دینے والے کے لیے جنگ کا مزہ نہایت تلخ ثابت ہوتا ہے۔

(۹) فَلَسْنَا وَ بَيْتِ اللهِ نُسْلِمُ اَحْمَداً ۔۔۔ لِعَزَّاءِ مِن عَضِّ الزَّمَانِ وَ لَا كَرْبِ

قسم ہے خانۂ خدا کی ہم ہرگز احمد کو نہیں چھوڑیں گے نہ زمانے کی سختیوں کے سبب اور نہ ہی مصائب و شدائد کی بنیاد پر۔ ہم انھیں دشمن کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑیں گے بلکہ ان کی حمایت و حفاظت کرتے رہیں گے۔

سیرت اسحاق میں پہلا مصرع اس طرح ہے:

فَلَسْنَا وَرَبِّ الْبَيْتِ (قسم ہے رب بیت کی)

قریش نے حلف نامے کے ذریعے اسی لیے مقاطعہ کیا تھا تاکہ بنی ہاشم بالخصوص حضرت ابوطالبؑ جو رسول کے مربّی تھے وہ ان مصائب و شدائد کی وجہ سے جو شعب ابی طالب میں برداشت کر رہے تھے آنحضرتؐ کو قریش کے حوالے کر دیں گے اس شعر میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ خواہ ہمیں کتنی ہی اذیتوں، مصیبتوں، زحمتوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے، ہم ہرگز آنحضرتؐ کو تنہا نہیں چھوڑیں گے۔

(۱۰) وَ لَمَّا تَبِنْ مِنَّا وَ مِنْكُمْ سَوَالِفٌ ۔۔۔ وَ أَيْدٍ أُتِرَّتْ بِالْمُهَنَّدَةِ الشُّهْبِ

اور ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑ سکتے جب تک ہماری اور تمھاری گردنیں نہ اڑ جائیں اور ہندوستانی لوہے سے بنی ہوئی شہابی تلواروں سے ہاتھوں کو قلم نہ کر دیا جائے۔

بعض مصادر میں دوسرے مصرع میں "المهنّدة" کی جگہ "بالقساسية" ہے۔ چمک دار قساسی تلوار

(۱۱) بِمُعْتَرَكٍ ضَنْكٍ تَرَى كِسَرَ الْقَنَا　　بِهِ وَالضِّبَاعُ الْعُرْجُ تَعْكِفُ كَالشَّرْبِ

تنگ میدان کارزار میں تم دیکھو گے چاروں طرف ٹوٹے ہوئے نیزے بکھرے پڑے ہوں گے اور بجّو لاشوں کے گرد اس طرح منڈلا رہے ہوں گے جیسے شرابی شراب کے گرد چکر لگا تا ہے۔

بعض مصادر میں دوسرے مصرع میں یہ الفاظ ہیں۔

بہ والنّسور الطخم یعکفن کالشّرب

اور سیاہ گردنوں والے گدھ لاشوں کے چاروں طرف شرابیوں کی طرح حلقہ بنائے بیٹھے ہوں۔

"نُسُور" "نسر" کی جمع گدھ "شرب" "شارب" کی اسم جمع۔ پینے والے

(۱۲) كَأَنَّ مُجَالَ الْخَيْلِ فِي حَجَرَاتِهِ　　وَ غَمْغَمَةَ الْأَبْطَالِ مَعْرَكَةُ الْحَرْبِ

گویا کہ اس میدان کے ہر جانب گھوڑوں کی دوڑ بھاگ اور میدان کارزار میں بہادروں کے شور وغوغا سے ایک قیامت برپا ہے۔

(۱۳) أَلَيْسَ أَبُونَا هَاشِمٌ شَدَّ أَزْرَهُ　　وَ أَوْصَى بَنِيهِ بِالطِّعَانِ وَ بِالضَّرْبِ

کیا تمھیں یاد نہیں کہ ہمارے باپ ہاشم نے کس طرح کمر ہمّت باندھی، اور اپنی اولاد کو نیزہ زنی اور حرب و ضرب کی وصیت اور تلقین کی ہے۔

ہاشم حضرت ابوطالبؑ کے دادا تھے ان کا نام عمرو تھا اور کنیت ابونضلہ تھی ان کے والد کا نام عبد مناف اور ان کی والدہ عاتکہ بنت مرہ بن ہلال تھیں بنی سلیم سے جن کا تعلق تھا۔ وہ اپنے والد کے بعد تمام امور کے ذمہ دار قرار پائے وہ سِقایہ (حاجیوں کو پانی پلانے کا انتظام) اور رِفادہ (حاجیوں کی مہمان نوازی) کے والی بنے ان کا نسب نہایت اعلیٰ وارفع تھا وہ نور محمدی کے حامل تھے اور ان تمام امور کے وارث تھے جو اوصیاء کے ساتھ مختص ہیں اور یہ اپنے اسلاف کے بہترین وصی اور خلف صالح تھے۔

ہاشم عبد مناف کے بڑے بیٹے تھے اور مطلب عبد مناف کے چھوٹے فرزند تھے ان دونوں بھائیوں میں بہت محبت تھی یہاں تک یہ کہا جاتا تھا یدان والبصران۔ دو ہاتھ اور دو آنکھیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا:

نَحْنُ وَبَنُو الْمُطَّلِبِ هٰكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِ يَدَيْهِ.

ہم اور مطلب کی اولاد اس طرح ہیں اور آپ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں باہم ملائیں اور فرمایا: اس طرح۔
اور اُن کے حسن و جمال کے سبب انہیں بدران۔ چودھویں کے چاند کہا جاتا تھا۔ ہاشم مجد و شرف اور بلند منزلت اور رفعت میں اس انتہا پر تھے کہ قریش میں کوئی ان کا نظیر نہ تھا اور نہ کوئی ان کی برابری کر سکتا تھا۔ ہمارے سردار ہاشم نہایت فراخ دست صاحب ہمت و جواں مرد تھے وہ پریشاں حال اور تنگ دست لوگوں سے غافل نہ تھے۔ ان کے عہد میں ایک مرتبہ مکہ میں قحط پڑ گیا لوگ بھوکوں مرنے لگے کھانے کی اشیا ختم ہو گئیں تو وہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ سرزمین فلسطین تشریف لے گئے اور وہاں سے آٹا اور کعک (موجودہ کیک جیسی چیز) خرید کر لائے اور حکم دیا کہ روٹیاں پکائی جائیں اور آپ نے گائے ذبح کرائی اور اس کا شوربا بنایا گیا اور آپ اس میں روٹیاں چُور کر کے لوگوں کو آواز دے کر بلایا کرتے اور صبح و شام ان کی ضیافت کی جاتی اور انھیں کھانا کھلایا جاتا۔ اسی وجہ سے آپ کا لقب ہاشم پڑ گیا عبداللہ بن الزبعری اسہمی نے اس بارے میں اشعار کہے ہیں:

قُلْ لِلَّذِيْ طَلَبَ السَّمَاحَةَ وَالنَّدٰى — هَلَّا مَرَرْتَ بِآلِ عَبْدِ مَنَافِ
هَلَّا مَرَرْتَ بِهِمْ تُرِيْدُ قِرَاهُمْ — مَنَعُوْكَ مِنْ ضُرٍّ وَ مِنْ إِيْجَافِ
كَانَتْ قُرَيْشٌ بَيْضَةً فَتَفَلَّقَتْ — فَالْمُخُّ خَالِصُهَا لِعَبْدِ مَنَافِ
اَلرَّائِشِيْنَ وَلَيْسَ يُوْجَدُ رَائِشٌ — وَالْقَائِلِيْنَ هَلُمَّ لِلْاَضْيَافِ
وَ الْقَائِلِيْنَ بِكُلِّ وَعْدٍ صَادِقٍ — وَالْآمِرِيْنَ بِرِحْلَةِ الْإِيْلَافِ
عَمْرُو الَّذِيْ هَشَمَ الثَّرِيْدَ لِقَوْمِهٖ — قَوْمٌ بِمَكَّةَ مُسْنِتِيْنَ عِجَافِ
سَفَرَيْنِ سَنَّهُمَا لَهٗ وَ لِقَوْمِهٖ — سَفَرُ الشِّتَاءِ وَ رِحْلَةُ الْأَصْيَافِ

اس سے جا کر کہہ دو جو سخاوت و فیاضی کا خواہاں ہو کہ کیا تم عبد مناف کی اولاد کے پاس سے گزرے ہو۔
کیا عالم مسافرت میں گزرتے ہوئے تم نے ان سے ضیافت کی خواہش کی تھی۔ ان کے مہمان بنے تھے جنھوں نے تمھیں پریشانیوں اور نیزوں کے حملوں سے بچایا تھا۔
قریش تو ایک انڈے کی مانند تھے پھر وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور خالص حصہ عبد مناف کو مل گیا۔

وہ دوسروں کی مالی معاونت کرتے ہیں لیکن ان میں کوئی رشوت طلب کرنے والا نہیں ہے۔
اور وہی افراد ہیں جو ہمیشہ سچا وعدہ کرتے ہیں اور وہی ہیں جو موسم سرما اور موسم گرما میں سفر کا حکم دیتے ہیں۔
ہاشم وہ ہیں جنھوں نے اپنی قوم کے کھانے کے لیے ثرید کا انتظام کیا، (سورۂ قریش کی طرف اشارہ) جب کہ ان کی قوم مکہ میں قحط سالی سے دوچار تھی۔
انھوں نے ہی دوسفروں یعنی موسم گرما اور موسم سرما کے سفر کی بنیاد ڈالی۔ (رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ)
حضرت ہاشم وہ تھے جنھوں شام اور یمن کی طرف دوسفروں کی داغ بیل ڈالی قرآن کریم نے سورہ قریش میں جس کا تذکرہ کیا ہے۔ آپ نے اپنے خاندان کی ایک خاتون سے شادی کی جن سے اسد بن ہاشم متولد ہوئے جو حضرت علی کے نانا تھے اور حضرت ہاشم کا نکاح سلمٰی بنت عمرو بن زید سے ہوا جس سے حضرت عبدالمطلبؑ پیدا ہوئے۔

(۱۴) وَلَسْنَا نُمِلُّ الْحَرْبَ حَتّٰى تُمِلَّنَا وَلَا نَشْتَكِيْ مِمَّا يَنُوْبُ مِنَ النَّكْبِ

اور ہم تو وہ لوگ ہیں جو جنگ و جدال سے کبھی تنگ نہیں آتے جب تک جنگ ہم سے تنگ آ کر بھاگ نہ جائے اور ہم کتنی ہی مصیبتوں میں گرفتار کیوں نہ ہو جائیں ہم کبھی بھی حرف شکوہ زبان پر نہیں لاتے۔

(۱۵) وَلٰكِنَّنَا اَهْلُ الْحَفَائِظِ وَالنُّهٰى اِذَا طَارَ اَرْوَاحُ الْكُمَاةِ مِنَ الرُّعْبِ

البتہ ہم تو غیرت مند اور صاحبان عقل و خرد میں سے ہیں جس ہنگام بڑے بڑے سورماؤں کے پتے رعب و داب سے پانی ہو جاتے ہیں اور ہوش اڑ جاتے ہیں تو اس وقت بھی ہم خرد کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔

نجاشی

حبشہ کے ہر بادشاہ کا لقب نجاشی تھا جس طرح روم کے بادشاہ کو قیصر کہا جاتا ہے۔ وہ نجاشی جو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں تھا اس کا نام اَصحمہ تھا اور وہ حضرت جعفر بن ابی طالبؑ کے ہاتھوں مسلمان ہو گیا تھا۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی جانب خط روانہ کیا تھا اور اسے ایمان لانے کی دعوت دی تھی۔ خط کی

عبارت یہ تھی:

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللہِ اِلَی النَّجَاشِیِ الْأَصْحَمَۃَ مَلِكِ الْحَبَشَۃِ.

اَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّیْ أَحْمَدُ إِلَیْكَ اللہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ، وَ أَشْهَدُ أَنَّ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ رُوْحُ اللہِ وَ كَلِمَتُهٗ أَلْقَاهَا إِلٰی مَرْیَمَ الْبَتُوْلِ الطَّیِّبَۃِ الْحَصِیْنَۃِ، فَحَمَلَتْ بِعِیْسَی مِنْ رُوْحِهٖ وَ نَفْخِهٖ كَمَا خَلَقَ آدَمَ بِیَدِهٖ وَ نَفْخِهٖ وَ إِنِّیْ أَدْعُوْكَ إِلَی اللہِ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ، وَ الْمُوَالَاۃِ عَلٰی طَاعَتِهٖ، وَ أَنْ تَتَّبِعَنِیْ وَ تُؤْمِنَ بِیْ وَ بِالَّذِیْ جَاءَنِیْ فَإِنِّیْ رَسُوْلُ اللہِ وَ إِنِّیْ أَدْعُوْكَ وَ جُنُوْدَكَ إِلَی اللہِ تَعَالٰی، وَ قَدْ بَلَّغْتُ وَ نَصَحْتُ فَاقْبَلُوْا نَصِیْحَتِیْ، وَ قَدْ بَعَثْتُ إِلَیْكُمُ ابْنَ عَمِّیْ جَعْفَرًا وَ مَعَهٗ نَفَرٌ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ، فَإِنْ جَاءُوْكَ فَأَقْرِهُمْ وَدَعِ التَّجَبُّرَ وَ السَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی.

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت مشفق ہے۔

محمد رسول اللہ کی جانب سے نجاشی اصحمہ کی جانب جو حبشہ کا بادشاہ ہے۔

تم پر سلامتی ہو تم سے اس اللہ کی حمد وثنا کر رہا ہوں کہ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں وہ بادشاہ، پاک و پاکیزہ، امن عطا کرنے والا اور پناہ دینے والا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم روح اللہ اور کلمۃ اللہ تھے اللہ نے حضرت مریم بتول سلام اللہ علیہا کو جو پاک و پاکیزہ اور طاہرہ تھیں اس کلمہ کا القا کیا تھا اور جس سے وہ حاملہ ہوئیں اللہ نے ان میں اپنی روح پھونک دی، عیسیٰ کو پیدا کیا جس طرح آدم کو اپنے ہاتھ سے اور روح پھونک کر پیدا کیا تھا میں تمھیں دعوت دیتا ہوں۔ اللہ کی طرف جو یکتا اور لاشریک ہے۔

اور مسلسل اس کی اطاعت کرتے رہنا، اور یہ کہ تم میرا اتباع کرو اور مجھ پر ایمان لاؤ اور اس کتاب پر جو میرے پاس آئی ہے۔ اس لیے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور میں تم کو اور تمھارے لشکر کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں، میں نے پہنچا دیا اور نصیحت کردی لہٰذا تم میری نصیحت کو قبول کرلو میں نے تمھاری طرف اپنے چچا کے بیٹے جعفر اور ان کے ساتھ کچھ مسلمانوں کو روانہ کیا ہے جب وہ تمھارے پاس آئیں تو تم ان کی مہمان نوازی کرنا اور سرکشی اور تکبر سے کام نہ لینا اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

جب نجاشی کے سامنے یہ خط پڑھا گیا تو وہ اپنے تخت سے نیچے آیا اس نے خط کو ازراہِ تواضع اپنی آنکھوں سے لگایا اور کہا:

"میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ وہی نبی ہیں اہل کتاب کو جن کا انتظار تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جس کی بشارت دی تھی کہ وہ خچر پر سوار ہو کر آئے گا اور عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی کہ وہ اونٹ پر سوار ہوگا۔ یہی ہمارا نبی ہے۔"

اس نے خط کو عاج (ہاتھی دانت) کی ڈبیہ میں رکھا اور کہا:

واللہ لا تزال الحبشة بخیر ما دام ھذا الکتاب فیھم.

بخدا! حبشہ خیر و خوبی کے ساتھ اور بحفاظت رہے گا۔ جب تک یہ خط اُن کے پاس محفوظ رہے گا۔

(۴)

تخریج

البدایۃ والنھایہ ۳/۷۷،	سیرۃ ابن اسحاق/۲۲۱،
سیرۃ ابن ہشام ۱/۲۱۷	شرح ابن ابی الحدید ۳/۳۱۸،
الحجۃ ۲۳۹-۲۴۰ الغدیر ۷/۳۳۷	بحار الانوار ۳۵/۱۲۲

شعر ابی طالب واخبارہ ادیب لغوی ابی ہفان المھزمی المتوفی ۲۵۷ھ

یہ کچھ اشعار ہیں جنھیں حضرت ابوطالبؑ نے لکھ کر نجاشی کے پاس بھیجا جو حبشہ کا بادشاہ تھا جب کہ قریش نے عمرو بن العاص کو ہدایا اور تحائف دے کر نجاشی کے پاس بھیجا تھا کہ نجاشی مومنین کے وفد کو حبشہ سے نکال دے اور ان میں جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی تھے ابوطالبؑ نے ان اشعار کے ذریعے مومنین سے حسن سلوک اور ان کی مدافعت کے بارے میں نجاشی کو آمادہ کیا۔

یہ اشعار "بحر طویل" میں ہیں۔

نجاشی کو مومنین کی حمایت پر آمادہ کرنا

(۱) اَلَا لَیْتَ شِعْرِیْ کَیْفَ فِی النَّاسِ جَعْفَرٌ وَ عَمْرٌو وَ اَعْدَاءُ النَّبِیِّ الْاَقَارِبُ

اے کاش میں جان سکتا کہ جعفر کا لوگوں کے درمیان کیا حال ہے اور جو نبی کے قریبی دشمن ہیں جن میں عمرو بن العاص بھی ہے وہ کیا کر رہا ہے۔

بعض مصادر میں فِی النَّاسِ کی جگہ فِی النَّایِ ہے یعنی دور دراز علاقے میں یعنی حبشہ میں جہاں جعفر ہیں۔

(۲) لَقَدْ ضَلَّ عَنِّیْ جَعْفَرٌ مُتَنَائِیًا وَ اَعْدَی الْاَعَادِیْ مَعْشَرِیْ وَ الْاَقَارِبُ

جعفر مجھ سے دور جا کر گم ہو گئے اور افسوس کا مقام یہ ہے کہ میرے قبیلے اور خاندان کے لوگ ہی میرے سب سے بڑے دشمن بنے ہوئے ہیں۔

(۳) وَهَلْ نَالَ اِحْسَانُ النَّجَاشِیِّ جَعْفَرًا وَ اَصْحَابَهٗ اَمْ عَاقَ ذٰلِكَ شَاغِبُ

اور کیا نجاشی کا حُسن سلوک اور تحفہ و فائدہ جعفر کو مل گیا اور ان کے اصحاب تک پہنچ گیا یا ان فسادیوں نے جو آپ کے پاس آئے ہیں اُس کے حسن سلوک کو اُن لوگوں سے دور کر دیا۔

(۴) تَعَلَّمْ اَبَیْتَ اللَّعْنَ اَنَّكَ مَاجِدٌ كَرِیْمٌ فَلَا یَشْقٰی لَدَیْكَ الْمَجَانِبُ

اے نجاشی میں تمھیں مبارک باد دیتا ہوں تمھیں معلوم ہے کہ تم صاحب مجد و شرف ہو اور سخاوت تمھارا شیوہ ہے تمھارے پاس جو اجنبی لوگ مکہ سے آئے ہیں انھیں کسی پریشانی اور بدبختی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

حضرت ابو طالب علیہ السلام نے نجاشی جو حبشہ کا بادشاہ تھا ابیت اللعن کہہ کر اسے دعائیہ کلمات سے نوازا جو زمانۂ جاہلیت کا طریقہ تھا اور پھر اس کے مجد و شرف اور سخاوت و کرم کا تذکرہ کرتے ہوئے ان مہاجرین کے ساتھ بہترین سلوک اور برتاؤ کی سفارش کی ہے جو مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ تشریف لے گئے تھے جن کی قیادت حضرت جعفر بن ابی طالب کر رہے تھے۔

اور بعض مصادر میں ہے تعلم خیار الناس انك ماجد ہے۔

(۵) وَ نَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ زَادَكَ بَسْطَةً وَ اَسْبَابَ خَیْرٍ كُلَّهَا بِكَ لَازِبُ

اور ہم بخوبی جانتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمھیں نہایت وسعت و فراوانی عطا فرمائی ہے اور جملہ اسباب خیر تمھارے لیے مہیا اور فراہم ہیں۔

(۶) فَاِنَّكَ فَیْضٌ ذُوْ سِجَالٍ غَزِیْرَةٍ یَنَالُ الْاَعَادِیْ نَفْعَهَا وَ الْاَقَارِبُ

بے شک تم فیاض اور بہتات سے سخاوت کرنے کے عادی ہو جس کا فائدہ دشمنوں اور قرابت داروں دونوں کو پہنچ رہا ہے۔

(۵)

تخریج

شرح ابن ابی الحدید ۳/ ۳۱۴،۳۱۴، الحجہ/ ۲۷۵۔۲۷۶، المناقب ۱/ ۶۴، بحارالانوار ۳۵/ ۹۳،
الغدیر ۷/ ۳۵۷ شعرابی طالب واخبارہ، والمستدرک علیہ ابی ھفان مھزمی متوفی ۲۵۷ھ۔

یہ اشعار "بحر خفیف" میں ہیں۔

ابن ابی الحدید نے کہا کہ حضرت ابوطالبؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں شب خون سے خائف تھے جب ان کی خواب گاہ کا کسی کو علم ہو جاتا تو انھیں رات کے وقت نیند سے بیدار کر کے اٹھاتے اور اپنے بیٹے علی کو اُن کی جگہ سلا دیتے تو ایک شب علی علیہ السلام نے حضرت ابوطالبؑ سے کہا: ابا جان! میں قتل کر دیا جاؤں گا تو اس پر حضرت ابوطالبؑ نے یہ اشعار کہے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کا انتظام

(۱) اِصْبِرَنْ يَا بُنَيَّ فَالصَّبْرُ أَحْجىٰ كُلُّ حَيٍّ مَصِيرُهُ لِشُعُوبِ

اے میرے بیٹے تم صبر سے کام لو اس لیے کہ صبر کرنا ہی زیادہ اولیٰ اور مناسب ہے جو شخص بھی نعمتِ حیات سے مالا مال ہے اسے لامحالہ موت کی جانب روانہ ہونا ہے۔

(۲) قَدْ بَذَلْنَاكَ وَالْبَلَاءُ شَدِيدٌ لِفِدَاءِ الْحَبِيبِ وَ ابْنِ الْحَبِيبِ

ہم نے تمھاری جان کو آنحضرت کی حفاظت کے لیے وقف کر دیا ہے اور آزمائش نہایت سخت ہے تم کو فدا کر دیا ہے اس پر جو خود محبوب ہے اور میرے محبوب عبداللہ کا فرزند ہے۔

(۳) لِفِدَاءِ الْأَعَزِّ ذِي الْحَسَبِ الثَّا قِبِ وَالْبَاعِ وَالْكَرِيْمِ النَّجِيْبِ

اس پر فدیہ کرنے کے لیے جو پیارا اور عزت دار ہے جس کا حسب روشن ستارے کی طرح چمک دار ہے اور جو سخی اور فیاض ہے اور شریف الاصل اور منتخب روزگار ہے۔

(۴) إِنْ تُصِبْكَ الْمَنُوْنُ فَالنَّبْلُ تُبْرٰى فَمُصِيْبٌ مِنْهَا وَ غَيْرُ مُصِيْبِ

اگر تمھیں موت آلیتی ہے تو اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے تیر چلتے رہتے ہیں کوئی اس کی زد پر آجاتا ہے اور کبھی اس کا نشانہ خطا ہو جاتا ہے۔

(۵) كُلُّ حَيٍّ وَ إِنْ تَمَلّٰى بِعُمْرٍ آخِذٌ مِنْ مَذَاقِهَا بِنَصِيْبِ

ہر وہ فرد جو زندہ سلامت ہے خواہ کتنی بھی طویل زندگی بسر کرے آخر کار اسے موت کا مزہ چکھنا ہی پڑتا ہے۔

....

حضرت علی علیہ السلام نے ان اشعار کا اس طرح جواب دیا۔

☆ أَتَأْمُرُنِي بِالصَّبْرِ فِي نَصْرِ أَحْمَدٍ فَوَ اللهِ مَا قُلْتُ الَّذِي قُلْتُ جَازِعاً

اے پدر گرامی قدر کیا آپ مجھے نصرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلے میں صبر کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔
میں نے جو کچھ کہا ہے وہ جزع وفزع اور موت کے خوف سے نہیں کہا ہے۔

☆ وَ لٰكِنَّنِي أَحْبَبْتُ اَنْ تَرَ نُصْرَتِي وَ لِتَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَزَلْ لَكَ طَائِعاً

بلکہ میں تو یہ چاہتا تھا کہ آپ میری نصرت کو ملاحظہ فرمائیں اور آپ جان لیں کہ میں تو ہمیشہ سے آپ کا اطاعت گزار رہا ہوں۔

☆ وَ سَعْيِي لِوَجْهِ اللهِ فِي نَصْرِ أَحْمَدٍ نَبِيِّ الْهُدٰى الْمَحْمُوْدِ طِفْلًا وَ يَافِعاً

میں احمد مجتبیٰ کی نصرت کے لیے بہر خدا پوری کوشش کروں گا اس نبی کی جو سرچشمۂ ہدایت ہے جس کی تعریف وتوصیف کی جاتی ہے میں مدد کروں گا طفولیت کے دور میں بھی اور جوان ہو کر بھی میں کسی حال میں بھی حضرت محمدؐ کی نصرت وحمایت سے پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ (بحارالانوار۔ج ۳۵۔ص ۹۳، دیوان الامام علی بن ابی طالب)

(٦)

التخریج

شرح ابن ابی الحدید ۳/ ۳۱۸،	الحجۃ/ ۲۴۹،
بحار الانوار ۳۵/ ۱۲۱	الغدیر ۷/ ۳۵۶
الدیوان المطبوع/ ۳۶	وبعض الابیات فی النقص/ ۵۱۱
ایمان ابی طالب/ ۳۹،	المناقب ۲/ ۱۹، الطرائف ۱/ ۳۰۵، ۳۰۶،
تفسیر ابی الفتوح ۸/ ۴۷۲،	کنز الفوائد/ ۷۹

واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابو طالب علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرے اور ان کے ساتھ ان کے بیٹے جعفر بھی تھے حضرت ابوطالبؑ نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں اور حضرت علیؑ بھی ان کے ساتھ ہیں تو حضرت ابو طالبؑ نے جعفر سے کہا اے میرے بیٹے تم بھی اپنے بھائی کے ساتھ نماز پڑھو تو حضرت جعفر حضرت علی علیہ السلام کے برابر میں کھڑے ہوگئے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی آمد کو محسوس کیا تو وہ دونوں سے آگے بڑھ گئے اور سب اپنے اپنے کام میں مصروف ہوگئے یہاں تک کہ اس سے فارغ ہوئے حضرت ابو طالبؑ خوش و خرم واپس آئے اور یہ اشعار اُن کی زبان پر جاری ہوئے۔

یہ اشعار "بحر منسرح" میں ہیں۔

اپنے بیٹوں کو حمایت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلقین

(۱) اِنَّ عَلِیًّا وَ جَعْفَراً ثِقَتِیْ عِنْدَ مُلِمِّ الزَّمَانِ وَالنُّوَبِ

بلاشبہ یقیناً علی اور جعفر میرے معتمد اور معتبر فرزند ہیں زمانے کی سختیوں اور نازل ہونے والی مصیبتوں کے وقت

(۲) اَجْعَلُهُمَا عُرْضَةَ الْعَدَاءِ اِذَا اُتْرَكُ مَيْتًا اَنْتَمِيْ اِلٰى حَسَبِ

(یہ شعر روضۃ الواعظین ۱/۱۴۰ میں ہے)

میں اپنے ان دونوں بیٹوں علی اور جعفر کو ظلم و زیادتی کے موقع پر نشانہ بنا دوں گا۔ اگر میری موت واقع ہو جائے۔ یعنی میرے مرنے کے بعد۔ یہی دونوں رسول اکرم کے محافظ ہوں گے اور میں اپنی خاندانی شرافت کی حفاظت کیلئے ان دونوں کو ذمہ دار قرار دیتا ہوں۔

عرضۃ، نشانہ، ہمت، قوت، العداء، ظلم و زیادتی، میت، مردہ

انتمی، اِنْتَسِبُ کسی کی طرف نسبت پانا، حَسَبْ، خاندانی شرافت

(۳) اَرَاهُمَا عُرْضَةَ اللِّقَاءِ لِذَا سَامَيْتُ اَوْ اَنْتَمِيْ اِلٰى حَرْبِ

میں ان دونوں کو دیکھ رہا ہوں میدان جنگ میں باہمت۔ میں اسی وجہ سے جب بلندیوں کے اظہار کے لیے یا کارزار کے انھیں آواز دوں گا وہ آمادۂ پیکار نظر آئیں گے۔

اَلْعُرْضَةُ الْهِمَّةُ۔ کہا جاتا ہے ہو عُرضة لکذا ای قَوِیٌّ عَلَيْهِ۔ وہ اس کے قوت و طاقت رکھتا ہے۔

اللِّقَاءُ۔ الحرب۔ جنگ کہا جاتا ہے۔ يَوْمُ اللِّقَاءِ لِيَوْمِ الْحَرْبِ۔ جنگ کے دن کو یوم اللقاء کہا جاتا ہے۔

سَامَاهُ۔ فَاخَرَهُ۔ اس پر فخر کیا۔

اَنْتَمِيْ۔ اَنْتَسِبُ۔ مجھے نسبت ہے۔

(۴) لَا تَخْذُلَا وَ انْصُرَا ابْنَ عَمِّكُمَا ۔ اَخِیْ لِاُمِّیْ مِنْ بَيْنِهِمْ وَ اَبِیْ

تم دونوں انھیں (محمد کو) تنہا نہ چھوڑنا اور اپنے چچا (عبداللہ) کے بیٹے (محمد) کی مدد کرنا جو اولادِ عبدالمطلب کے درمیان ماں اور باپ دونوں کی جانب سے میرا حقیقی بھائی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پدر بزرگوار حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب حضرت ابو طالب علیہ السلام کے حقیقی بھائی تھے۔

خذل۔ چھوڑنا۔

(۵) اِنَّ اَبَا مَعْتَبٍ قَدْ اَسْلَمَنَا ۔ لَيْسَ اَبُوْ مَعْتَبٍ بِذِیْ حَدَبٍ

بے شک ابو معتب یعنی ابولہب نے تو ہمیں دشمن کے سپرد کر دیا ہے اور ابو معتب میں کسی قسم کی شفقت اور مہربانی نہیں پائی جاتی۔

(۶) وَاللّٰهِ لَا اَخْذُلُ النَّبِیَّ وَلَا ۔ يَخْذُلُهُ مِنْ بَنِیَّ ذُوْحَسَبٍ

خدا کی قسم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنہا نہیں چھوڑوں گا اور نہ ہی میری اولاد جو عالی نسب و حسب کے مالک ہیں انھیں تنہا چھوڑیں گے۔

(۷) حَتّٰى تَرَوْنَ الرُّؤُوْسَ طَائِحَةً ۔ مِنَّا وَ مِنْكُمْ هُنَاكَ بِالْقَضَبِ

یہاں تک کہ تم دیکھو گے کہ ہمارے اور تمھارے سر قطع ہو کر وہاں پر گر رہے ہیں اور ہلاکت سے دو چار ہو رہے ہیں۔

حضرت ابوطالبؑ فرما رہے ہیں کہ ہم آنحضرتؐ کی حمایت و نصرت میں اس حد تک جا سکتے ہیں کہ اگر ہمیں میدان کارزار میں مقابلہ کرنا پڑا تو ہم اس سے بھی گریز نہیں کریں گے چاہے ہمارے سر تن سے جدا کر دیے جائیں۔

(۸) نَحْنُ وَ هٰذَا النَّبِیُّ اُسْرَتُهُ ۔ نَضْرِبُ عَنْهُ الْاَعْدَاءَ كَالشُّهُبِ

(بحار اور غدیر میں لفظ اُسْرَتُهٗ کی جگہ "ننصره" ہے یعنی ہم ان کی نصرت کریں گے)

ہم اور یہ نبی جن کا خاندان ان کے ساتھ ہے ہم ان کے دشمنوں کو ان کے پاس سے بھگا دیں گے جیسے شہاب ثاقب سے شیطانوں کو بھگایا جاتا ہے۔ فَأَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ (۱۰ الصافات ۳۷) کی طرف اشارہ ہے۔

(۹) اَنْ نِلْتُمُوْهُ بِكُلِّ جَمْعِكُمْ　　فَنَحْنُ فِي النَّاسِ اَلْأَمُ الْعَرَبِ

اگر تم لوگ مجتمع ہو کر پورے لاؤ لشکر کے ساتھ ان تک رسائی کی کوشش کرو گے تو پھر ہم بھی لوگوں میں عرب کے جنگجو اور تلوار کے دھنی ہیں۔

(۷)

تخریج:

ایمان ابی طالب ۳۷، بحار الانوار ۸۹/۳۵

مناقب ابن شہر آشوب/۶۱ سے نقل کیا گیا اور یہ اشعار مطبوعہ دیوان میں نہیں ہیں۔

روضۃ الواعظین فتال نیشاپوری ج ۱ صفحہ ۱۴۱۔

یہ اشعار "بحر الطویل" میں ہیں۔

قریش کی بے جا خواہش

(۱) یَقُوْلُوْنَ لِیْ دَعْ نَصْرَ مَنْ جَاءَ بِالْھُدٰی وَ غَالِبْ لَنَا غُلَّابَ کُلِّ مُغَالِبِ

لوگ مجھ سے کہتے ہیں: اس کی نصرت کرنا چھوڑ دو جو ہدایت کا پیغام لے کر آیا ہے اور ہر غالب آ جانے والے پر جو غلبہ حاصل کر لیتا ہے ہمیں اس پر غلبہ دلا دو۔

(۲) وَسَلِّمْ اِلَیْنَا اَحْمَدًا وَ اکْفُلَنْ لَنَا بَنِیًّا وَ لَا تَحْفَلْ بِقَوْلِ الْمُعَاتِبِ

اور احمد کو ہمارے سپرد کر دیں اور آپ اس کی جگہ ہمارے بیٹے کو لے کر اس کی کفالت کیجئے اور سرزنش اور ملامت کرنے والوں کی باتوں کی مطلق پروانہ کیجیے۔

یہ اشارہ ہے اس واقعہ کی طرف جب قریش نے یہ محسوس کیا کہ حضرت ابوطالبؑ نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نہ

ہی ان کے اسلام کو بے یارو مددگار چھوڑیں گے تو قریش نے ان سے علاحدگی اور عداوت پر اجماع کر لیا اور وہ عمارہ بن ولید بن مغیرہ کو لے کر گئے اور اُن سے کہا اے ابوطالبؑ یہ عمارہ بن ولید قریش کا نہایت بہادر اور حسین ترین فرد ہے آپ اسے لے لیجیے اس کی عقل اور اس کی نصرت آپ کے لیے ہوگی آپ اسے اپنا بیٹا بنا لیجیے وہ آپ کا ہوا اور اس کے بدلے میں آپ اپنے اس بھتیجے کو ہمارے سپرد کر دیجیے جس نے آپ کے اور آپ کے باپ دادا کے دین کی مخالفت کی ہے اور آپ کی قوم کو منتشر کر دیا ہے اور ان کے خواب کو حماقت سے تعبیر کیا ہے ہم اسے قتل کر دیں گے۔" ایک شخص کے بدلے ایک شخص" حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! تم نے مجھے کیسی بری تجویز دی ہے تم مجھے اپنا بیٹا دے رہے ہو کہ میں اسے کھلاؤں پلاؤں اور اپنا بیٹا تمھارے سپرد کر دوں کہ تم اسے قتل کر ڈالو خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف بن قصی نے کہا اے ابوطالبؑ تمھاری قوم نے انصاف کی بات کی ہے اور اس بات سے تمھیں چھٹکارا دلانا چاہا ہے جسے تم ناپسند کرتے ہو میں نہیں دیکھتا کہ تم ان کی کسی بات کو مانو گے تو ابوطالبؑ نے مطعم سے کہا خدا کی قسم تم نے انصاف نہیں کیا البتہ تم نے میری مدد نہ کرنے پر اجماع کر لیا ہے اور قوم کو میرے خلاف کر دیا ہے تمھارا جو جی چاہے کرو۔

(سیرت نبویہ از ابن ہشام صفحہ ۳۸۵۔۳۸۶ جلد اوّل مطبوعہ مصر ۱۹۳۶ء)

(۳) فَقُلْتُ لَهُمْ اَللهُ رَبِّيْ وَ نَاصِرِيْ عَلٰى كُلِّ بَاغٍ مِنْ لُوَيِّ بْنِ غَالِبِ

تو میں نے ان سے کہا اللہ جو میرا رب ہے وہی میرا پروردگار ہے لوی بن غالب کے ہر باغی اور سرکش کے لیے (وہی ان سے انتقام لے گا)

یہ شعر حضرت ابوطالبؑ کے ایمان اور یقین کی وضاحت کر رہا ہے جو اپنے رب خدائے ذوالجلال پر ہے۔

"اللہ ربی و ناصری" کہنے والا بھی مسلمان اور مومن نہیں ہے تو پھر کون مومن ہے؟

(۸)

تخریج

بحارالانوار ۳۵/۸۵ نقل از مناقب ابن شہرآشوب ۱/۳۶ یہ اشعار دیوان ابوطالب میں نہیں ہیں۔

جب حضرت عبدالمطلب نے حضرت ابوطالبؑ سے کہا تھا۔

(۱) أُوصِيكَ يَاعَبْدَ مَنَافٍ بَعْدِيْ بِمُوَحِّدٍ بَعْدَ أَبِيْهِ فَرْدِ

اے عبدمناف (ابوطالب) میں اپنے بعد یہ وصیت کرتا ہوں کہ اس موحد کا خیال رکھنا جو اپنے باپ عبداللہ کے بعد کائنات میں فرد فرید ہے۔

یہ حضرت ابوطالبؑ نے امتثال امر کے طور پر کہا اور انھوں نے راہب سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف سنے تھے اُن کا ذکر فرمایا۔

یہ اشعار بحر رجز میں ہیں۔

عبدالمطلب کی وصیت اور ابوطالب کا جواب

(۲) لَا تُوصِنِيْ بِلَازِمٍ وَ وَاجِبٍ إِنِّيْ سَمِعْتُ أَعْجَبَ الْعَجَائِبِ

اے پدر گرامی آپ مجھے اس چیز کی تلقین نہ کریں جو مجھ پر لازم اور واجب ہے میں نے تو آنحضرتؐ کے بارے میں عجیب ترین باتیں سن رکھی ہیں۔

(۳) مِنْ كُلِّ حِبْرٍ عَالِمٍ وَ كَاتِبٍ بِأَنَّ بِحَمْدِاللهِ قَوْلُ الرَّاهِبِ

ہر یہودی عالم اور کتابیں لکھنے والوں سے اور خدا کا شکر ہے کہ راہب (عیسائی عالم) کا قول واضح اور ظاہر ہوگیا ہے۔

حِبر جمع أحبار۔ یہودیوں کا عالم

رَاھِب جمع رُھْبَان۔ عیسائی سادھو

(۹)

التخریج

دیوان مطبوع

حضرت ابو طالبؑ "ابوسفیان بن حرب" کو ابھارنے کے لیے فرماتے ہیں۔

یہ اشعار "بحر الطویل" میں ہیں۔

بنی عبد شمس سے خطاب

(۱) وَمَا كُنْتُ اَخْشٰى اَنْ يُرَى الذُّلُّ فِيكُمْ ۔ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ جِيْرَتِيْ وَ الْاَقَارِبِ

اور مجھے خوف لاحق ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے جو تمھارا برتاؤ ہے اس کی وجہ سے ذلت و رسوائی تمھارا مقدر نہ بن جائے اے بنو عبد شمس کے لوگو! تم میرے پڑوسی بھی ہو اور قرابت دار بھی۔

(۲) جَمِيْعًا فَلَا زَالَتْ عَلَيْكُمْ عَظِيْمَةٌ ۔ تَعُمُّ وَ تَدْعُوْ اَهْلَهَا بِالْجَبَاجِبِ

رسوائی اور شدید مصیبت تم سب کا احاطہ نہ کر لے اور تم پر چھا جائے اور وہ اس کے بعد مکہ کے پہاڑوں اس کے بازاروں اور منیٰ کی قربان گاہ تک نہ پہنچ جائے۔

(۳) اَرَاكُمْ جَمِيْعًا خَاذِلِيْنَ فَذَاهِبٌ ۔ عَنِ النَّصْرِ مِنَّا اَوْ اَخٌ مُتَجَانِبِ

اے بنی عبد شمس میں تم سب کو دیکھ رہا ہوں پسپائی پر آمادہ ہماری مدد سے ہاتھ کھینچ لینے والے، الگ تھلگ ہو جانے والے، یا گم راہوں کی طرح دور ہو جانے والے۔ ایسے لوگوں کی طرح جو ایک دوسرے کے لئے اجنبی بن جائیں

(۱۰)

تخریج

سیرت ابن اسحاق: ۳۵

حضرت ابو طالب علیہ السلام نے یہ اشعار اس وقت کہے ہیں جب اُن کے والد حضرت عبدالمطلب نے اپنے پیارے بیٹے عبداللہ کو جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی اور حضرت ابوطالبؑ کے حقیقی بھائی تھے ذبح کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

یہ اشعار "بحر رجز" میں ہیں۔

عبداللہ کے ذبح سے متعلق

كَلَّا وَ رَبِّ الْبَيْتِ ذِى الْأَنْصَابِ وَ رَبِّ مَا أَنْطَى مِنَ الرِّكَابِ

ایسا ہرگز نہیں قسم ہے خانہ کعبہ کے رب کی جس نے حدود حرم کا تعین کر دیا ہے اور جس کے لیے نشانیاں لگا دی گئی ہیں اور قسم ہے پروردگار کی کہ جس کی جانب آتے ہوئے اونٹ تھک گئے ہیں۔ یعنی دور دراز کی مسافت طے کر کے حاجیوں کو اس گھر تک لائے ہیں۔

الرِّکاب۔ اَلْاِبِل۔ اونٹ

(۱) كُلُّ قَرِيبِ الدَّارِ أَوْ مُنْتَابِ يَزُوْرُ بَيْتَ اللهِ ذَا الْحِجَابِ

خانۂ خدا کے قریب رہنے والا ہر فرد یا بار بار اس کی جانب رجوع کرنے والا شخص۔ جو اللہ کے گھر کی زیارت کا قصد کرتا ہے وہ گھر جو غلاف میں لپٹا ہوا ہے۔

(۲) مَا قَتْلُ عَبْدِ اللهِ بِاللَّعَّابِ مِنْ بَيْنِ رَهْطٍ عُصْبَةٍ شَبَابِ

عبداللہ کا قتل ہو جانا کھیل تماشا نہیں ہے ان ہستیوں کی جماعت کے درمیان سے جو بہادر جوانوں کا خاندان ہے۔

پہلا مصرع اس طرح پڑھا گیا ہے۔

مَا ذَبْحُ عَبْدِ اللهِ بِالتَّلْعَابِ

یہ شعر جواب قسم ہے۔

العُصبة من الرجالِ: الجماعة. شباب جمع شاب۔ جوان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدِ گرامی حضرت عبداللہ کے ذبح ہونے کا واقعہ

ماوردی نے اعلام النبوۃ میں نقل کیا ہے۔ بیان کیا زہیری اور یزید بن رومان اور صالح بن کیسان نے کہ حضرت عبدالمطلب بن ہاشم نے نذر مانی تھی کہ اللہ انھیں اگر دس بیٹے عطا فرمائے گا اور وہ سب ان کی نگاہوں کے سامنے پروان چڑھیں گے تو وہ ان میں سے ایک بیٹے کو رب کا شکر ادا کرتے ہوئے خانۂ کعبہ کے لیے ذبح کر دیں گے جب انھیں یہ علم ہوا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسمٰعیل کو اللہ کی راہ میں ذبح کرنے کا ارادہ کیا تھا تو وہ یہ سمجھے کہ غالباً یہی تقرب الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے لہٰذا جب حضرت عبدالمطلب کے بیٹوں کی تعداد پوری ہوگئی اور وہ سب کے سب ان کے سامنے پروان چڑھ گئے تو انھوں نے اپنی اولاد سے مخاطب ہو کر کہا: اے میرے بیٹو! میں نے ایک نذر کی تھی جس کا تمھیں آج سے پہلے سے علم ہے اب بتاؤ تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟

انھوں نے جواب دیا: معاملہ آپ کے ہاتھ میں ہے اور ہم سب آپ کے سامنے ہیں۔

حضرت عبدالمطلب نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک قدح (وہ تیر جس سے عرب کے باشندے فال نکالتے تھے) کی طرف جائے اور اس پر اپنا نام لکھے انھوں نے ایسا ہی کیا پھر وہ ان تیروں کو لے کر عبدالمطلب کی خدمت میں آئے انھوں نے تیروں کو لے کر یہ رجز پڑھے:

عَاهَدتُّهٗ وَ اَنَا مُوْفٍ عَهْدَه   وَ اللهِ لَا يَحْمَدُ شَيْءٌ حَمْدَهٗ

میں نے عہد کیا تھا اور میں اپنا عہد پورا کر رہا ہوں اور اللہ ایسی عظیم ہستی ہے کہ کوئی شے بھی کما حقہ اس کی حمد کا حق ادا نہیں کر سکتی۔

اِذْ كَانَ مَوْلَایَ وَ كُنْتُ عَبْدَهٗ   نَذَرْتُ نَذْرًا لَا اُحِبُّ رَدَّهٗ

جب کہ اللہ میرا مولا ہے اور میں اس کا بندہ ناچیز ہوں میں نے ایک نذر کی ہے میں اب نذر کو رد کرنا پسند نہیں کرتا۔

پھر حضرت عبدالمطلب نے اس "امین" کو بلایا جو تیروں سے فال نکالنے کا ماہر تھا انھوں نے سارے تیر اس کے سپرد کر دیے اور فرمایا تم انہیں حرکت دو اور جلدی نہ کرو اور حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹے عبداللہ سے بہت محبت فرمایا کرتے تھے۔ صاحب قدح نے تیروں سے فال دیکھی تو عبداللہ کا نام نکلا تو حضرت عبدالمطلب نے چھری لی اور عبداللہ کے پاس آئے اور انھیں اساف اور نائلہ کے درمیان لٹا دیا اور یہ اشعار پڑھے۔

عَاهَدتُّهٗ وَ اَنَا مُوْفٍ نَذْرَهٗ   وَاللهُ لَا يَقْدِرُ شَيْءٌ قَدْرَهٗ

هٰذَا بُنَيَّ قَدْ اُرِيْدُ نَحْرَهٗ   وَ اِنْ يُؤَخِّرْهُ تَقْبَلُ عُذْرَهٗ

میں نے عہد و پیمان کیا تھا اور اب میں اپنی نذر پوری کر رہا ہوں اور اللہ نے جو فیصلہ کر دیا ہے کوئی بھی اسے تبدیل کرنے والا نہیں ہے میں نے اپنے اس فرزند کو ذبح کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے اور اگر اس کام میں تاخیر ہوگئی ہے تو اے اللہ میرے عذر کو قبول فرمالے۔

جب حضرت عبدالمطلب نے عبداللہ کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا اس وقت ان کے فرزند ابوطالبؑ تیزی سے اُن کی جانب بڑھے اور وہ حضرت عبداللہ کے حقیقی بھائی تھے۔ انھوں نے عبدالمطلب کو اپنے بھائی کو ذبح کرنے سے روک دیا اور یہ اشعار پڑھے۔

كَلَّا وَ رَبِّ الْبَيْتِ ذِي الْاَنْصَابِ   مَا ذُبِحَ عَبْدُاللهِ بِالتَّلْعَابِ

نہیں ہرگز ایسا نہیں قسم ہے رب بیت کی جو حدود و قیود والا ہے عبداللہ کو باتوں باتوں میں ذبح نہیں کر دیا جائے گا۔

عبداللہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی۔

یَا شَیْبُ اِنَّ الرِّیْحَ ذُوْعِقَابٍ اِنَّ لَنَا جَرَّةً فِی الْخِطَابِ

اَخْوَالَ صِدْقٍ کَلُیُوْثِ الْغَابَاتِ

اے شیبۃ الحمد (عبدالمطلب کا لقب) بے شک ہوا بھی بدلہ لے لیتی ہے سزا دیتی ہے۔ بے شک ہمارے لیے قبیلہ اور خاندان ہے جو قابل ذکر ہے اور ہمارے ماموں جو پیکر صدق وصفا ہیں وہ بیشۂ شجاعت کے شیر ہیں۔

جب بنو مخزوم نے ابوطالبؑ سے یہ سنا اور وہ عبداللہ کے ماموں تھے انھوں نے کہا ہمارے بھانجے نے صحیح کہا وہ سب کے سب عبدالمطلب کی خدمت میں آ گئے اور انھوں نے کہا اے ابوحارث (عبدالمطلب کی کنیت) ہم اپنے بھانجے کو ذبح نہیں کرنے دیں گے آپ ان کے علاوہ جس اولاد کو چاہیں ذبح کر لیں حضرت عبدالمطلب نے فرمایا کہ میں نے نذر کی تھی اور تیر انھی کے نام نکلا ہے انھیں ذبح کرنا ضروری ہے وہ بولے نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا ہمارے پاس جانور ہیں ہم اپنے تمام اموال کو اس انمول بھانجے پر فدیہ کر دیں گے اور اس وقت مغیرہ بن عبداللہ عمرو بن مخزوم نے فی البدیہہ یہ اشعار پڑھے۔

یَا عَجَبًا مِنْ فِعْلِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ وَ ذَبْحِهِ ابْنًا کَتِمْثَالِ الذَّهَبِ

کَلَّا وَ بَیْتِ اللهِ مَسْتُوْرُ الْحُجُبِ مَا ذُبِحَ عَبْدُاللهِ فِیْنَا بِاللَّعِبِ

فَدُوْنَ مَا یَبْغِیْ خُطُوْبٌ تَضْطَرِبُ

حضرت عبدالمطلب کے اس عمل سے حیرانی اور استعجاب ہے اور انھوں نے جو فیصلہ کیا ہے وہ اپنے سونے کی طرح کھرے بیٹے کو ذبح کرنا چاہتے ہیں قسم ہے ربّ بیت الحرام کی جو غلاف میں چھپا ہوا ہے ہمارے درمیان عبداللہ صرف باتوں باتوں میں ذبح نہیں کیا جا سکتا جب تک اس کا فیصلہ باہمی مشورہ سے نہ کر لیا جائے۔

قریش کے سر برآوردہ لوگ عبدالمطلب کی خدمت میں حاضر ہوئے انھوں نے کہا: اے ابوالحارث! آپ

نے جس امر عظیم کا ارادہ کر رکھا ہے وہ بڑی عظمتوں کا حامل ہے اگر آپ نے اپنے بیٹے کو ذبح کر دیا تو اس کے بعد آپ کا جینا مشکل ہو جائے گا ہم آپ کی نذر کے خلاف نہیں ہیں آپ اپنی بات پر قائم رہیے ہم سب مل کر بنی سعد کی کاہنہ کے پاس چلتے ہیں وہ جو کچھ حکم دے آپ اسے بجالایئے۔

حضرت عبدالمطلب نے فرمایا: جو تم لوگوں کی مرضی ہو وہ لوگ اس کاہنہ کو حق پر مانتے تھے جب وہ اس کاہنہ کے پاس پہنچے تو عبدالمطلب نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے سے متعلق اسے بتلایا اور یہ اشعار پڑھے:

یَا رَبِّ اِنِّی فَاعِلٌ لِمَا تُرِدْ	اے میرے پروردگار میں وہ کر کے رہوں گا جو تو چاہتا ہوں
اِنْ شِئْتَ اَلْهِمْتَ الصَّوَابَ الرَّشَدْ	اگر تو چاہے تو مجھے درست اور صحیح امر کی جانب الہام کر دے۔
یَا سَائِقَ الْخَیْرِ اِلٰی کُلِّ بَلَدْ	اے وہ ذات جو ہر بستی تک خیر کو لے کر جاتا ہے
قَدْ زِدْتَ فِی الْمَالِ وَ اَکْثَرْتَ الْعَدَدْ	تو نے مجھے کثرتِ مال اور اولاد کی کثرت سے بھی نوازا ہے۔

کاہنہ نے کہا کہ آج آپ لوگ واپس چلے جائیں۔

وہ لوگ واپس چلے گئے اور دوسرے دن اس کے پاس گئے تو اس نے سوال کیا کہ تم لوگوں کے پاس ایک شخص کی کیا دِیّت (خوں بہا) مقرر ہے؟

انھوں نے کہا: دس اونٹ دیت ہوتی ہے۔

تو اس کاہنہ نے کہا: تم اپنے شہر واپس جاؤ اور اس لڑکے کو جس کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا ہے اسے سامنے رکھ کر دس اونٹوں پر تیر سے فال نکالو اور دیکھو تیر کا فال کس کے نام نکلتا ہے اب اگر اونٹوں پر فال نکل آئے تو دس اونٹوں کو ذبح کر دو اور اگر تمھارے بیٹے کے نام کے تیر نکلے تو پھر اونٹوں میں اور دس دس کا اضافہ کر کے تیر نکالتے رہو یہاں تک کہ تمھارا رب راضی ہو جائے۔

قوم مکہ واپس چلی آئی اور حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے ابوالحارث (عبدالمطلب) آپ کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذاتِ اقدس میں بہترین نمونۂ عمل موجود ہے۔ آپ کے علم میں ہے کہ وہ اپنے بیٹے اسماعیل کو ذبح کرنے کا عزم رکھتے تھے اور آپ حضرت اسماعیل کی اولاد میں اپنی قوم کے سردار ہیں لہٰذا آپ اپنا مال و مویشی اپنی اولاد سے مقدم کر دیں۔

جب صبح طلوع ہوئی تو حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹے عبداللہ کو ذبح کے لیے لے گئے اور اُن کے قریب ہی

دس (۱۰) اونٹ رکھے پھر آپ نے امین القداح (تیروں کے ذریعے فال نکالنے والے) کو بلوایا اور اپنے بیٹے کے لیے تیر مقرر کیا اور اس امین سے کہا تیر نکالو اور جلدی نہ کرو تو تیر عبداللہ کے نام نکلا پھر آپ نے اونٹوں کی تعداد بیس (۲۰) کر دی اور پھر تیر نکالا گیا تو تیر عبداللہ کے نام نکلا پھر اونٹوں کی تعداد تیس (۳۰) کر دی گئی اور تیر نکالا گیا تو عبداللہ کے نام پھر اونٹوں کی تعداد چالیس (۴۰) کر دی گئی اور تیر نکالا گیا تو عبداللہ کے نام نکلا اونٹوں کی تعداد پچاس (۵۰) کر دی گئی اور پھر تیر نکالا تو تیر عبداللہ کے نام نکلا پھر اونٹوں کی تعداد ساٹھ (۶۰) کر دی اور تیر نکالا تو تیر عبداللہ کے نام نکلا پھر اونٹوں کی تعداد بڑھا کر ستر (۷۰) کر دی گئی اور تیر نکالا گیا تو عبداللہ کے نام نکلا پھر اونٹوں کی تعداد اسی (۸۰) کر دی گئی اور تیر نکالا تو عبداللہ کا نام نکلا پھر اونٹوں کی تعداد بڑھا کر نوے (۹۰) کر دی گئی اور تیر نکالا تو تیر عبداللہ کے نام نکلا پھر اونٹوں کی تعداد بڑھا کر سو (۱۰۰) کر دی گئی اور تیر نکالا گیا تو تیر اونٹوں کے نام نکل آیا تو عبداللہ نے تکبیر بلند کی اور قریش نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور کہا: اے ابوالحارث! تمھارے رب کی مرضی معلوم ہوگئی اور تمھارا بیٹا ذبح ہونے سے نجات پا گیا۔

یہ عمل تین دفعہ انجام پایا اور ہر مرتبہ تیر اونٹوں کے نام نکلا تو عبدالمطلب سمجھ گئے کہ انھوں نے اپنے بیٹے کو فدیہ کرنے میں اپنے رب کو راضی کر لیا ہے تو اس وقت انھوں نے فی البدیہ یہ اشعار کہے:

دَعَوْتُ رَبِّي مُخْلِصًا وَجَهْرًا
يَا رَبِّ لَا تَنْحَرْ بُنَيَّ نَحْرًا

میں نے نہایت خلوص کے ساتھ اور بالاعلان یہ دعا طلب کی اے میرے پروردگار تو میرے بیٹے کو ذبح ہونے سے بچا لے اور اسے ذبح نہ ہونے دے۔

فَادِ بِالْمَالِ تَجِدْ لِي وَفْرًا
أُعْطِيكَ مِنْ كُلِّ سَوَامٍ عَشْرًا

اور تو فدیہ لے لے مال و مویشی جو تو نے مجھے وافر مقدار میں دے رکھا ہے میں تجھے اُن میں سے دس اونٹ جو آزادی سے چرتے ہیں عطا کروں گا۔

عَفْوًا وَلَا تُشْمِتْ عُيُونًا خَزْرًا
بِالْوَاضِحِ الْوَجْهِ الْمُغَشِّي بَدْرًا

خوں بہا کے طور پر اور تو خیرہ چشموں کو میری مصیبت پر خوش ہونے کا موقع فراہم نہ ہونے دے اس بیٹے کے عوض جس کا چہرہ روشن ہے گویا کہ چودھویں کے چاند نے اسے ڈھانپ رکھا ہے۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الْاَجَلِّ شُکْرًا
فَلَسْتُ وَالْبَیْتِ الْمُغَطّٰی سِتْرًا

میں اللہ جل جلالہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور اس گھر کی قسم جسے پردے نے چھپا رکھا ہے یعنی خانۂ کعبہ کی قسم۔

مُبَدِّلًا نِعْمَةَ رَبِّیْ کُفْرًا
مَا دُمْتُ حَیًّا اَوْ اَزُوْرَ الْقَبْرَا

میں ہرگز اپنے رب کی نعمت کی ناشکری نہیں کروں گا جب تک رمق حیات باقی ہے یا میں مر کر قبر میں چلا جاؤں۔

پھر اونٹوں کو قریب لایا گیا جن کی تعداد سو تھی اور یہ اونٹ حضرت عبدالمطلب کی ملکیت تھے تو انھوں نے حضرت عبداللہ کے فدیہ کے طور پر ان تمام اونٹوں کو ذبح کر دیا اور انھیں اسی جگہ چھوڑ دیا اور کوئی بھی اس میں رکاوٹ نہ بنا۔

تو اس طرح دیت میں سو اونٹ فدیہ قرار پائے اور یہ طریقہ آج تک جاری ہے اور حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹے عبداللہ کے پاس خوشی خوشی واپس آئے تو اس طرح عبداللہ "ذبیح" کے نام سے پہچانے گئے اور اسی وجہ سے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: اَنَا ابْنُ الذَّبِیْحَیْنِ میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں یعنی اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام اور اپنے والد عبداللہ بن عبدالمطلب کا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے اپنے رسول پر کیوں کہ اس نے انھیں اپنی رسالت کے لیے مقدم کر رکھا تھا اور یہ فیصلہ نبوت کی نشانیوں میں سے ہے لہٰذا کوئی نبی بھی ڈرائی گئی آزمائش سے خالی نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی فرشتہ تنبیہ والی مصیبت سے خالی ہوتا ہے۔

(۴) اِبْنِ نِسَاءٍ سِطَةِ الْاَنْسَابِ اَغَرَّ بَیْنَ الْبِیْضِ مِنْ کِلَابِ

جو عالی نسب عورتوں میں سے ایک خاتون کا فرزند ہے جس کا خاندانِ کلاب کے شریف خوب صورت اور منتخب روزگار افراد سے تعلق ہے۔

(۵) وَ بَیْنَ مَخْزُوْمٍ ذَوِی الْاَحْسَابِ اَهْلِ الْجِیَادِ الْقُبِّ وَالْقُبَابِ

اور بنی مخزوم کے درمیان جو بڑے حسب والے ہیں جو تیز رفتار گھوڑے والے، جو چھریرے بدن والے تیز تلواروں والے اور اونچی ناک کے لوگ ہیں۔ یعنی معزز و محترم افراد ہیں۔

(۶) لَسْتُمْ عَلٰی ذٰلِكَ بِالْاَذْنَابِ حَتّٰی تَذُوْقُوْا حَمَسَ الضِّرَابِ

تم لوگ اس بارے میں اُن کے پیروکار نہیں ہو جب تک کہ تم گھمسان کی لڑائی کا مزہ نہ چکھ لو۔

(۷) بِكُلِّ عَضْبٍ ذَائِبِ اللُّعَابِ ذِيْ رَوْنَقٍ فِي الْكَفِّ كَالشِّهَابِ

ہر کاٹنے والی تلوار (شمشیر براں) کے ساتھ جو لعاب (سورج کی کرنوں) کو بھی پگھلانے والی ہے وہ ہاتھ میں چمک دمک دکھلا رہی ہے شہاب ثاقب (روشن تارہ) کی طرح۔

(۸) تَلْقَاهُ فِي الْاَقْرَانِ ذَا اَنْدَابِ اِنْ لَّمْ يُعَجَّلْ اَجَلُ الْكِتَابِ

وہ اپنے مدمقابل کو زخمی کر دے گی اگر وہ موت آنے میں جلدی نہ کرے جو لکھی ہوئی ہے اور اس کے مقدر میں ہے۔

(۹) قُلْتُ وَ مَا قَوْلِيْ بِالْمَعَابِ يَا شَيْبُ اِنَّ الْجَوْرَ ذُوْعِقَابِ

میں نے کہا اور میری اس بات میں کوئی عیب بھی نہیں ہے اے شیبہ جان لو کہ ظلم وستم کی سزا ملتی ہے۔

یاشَیْبُ. دراصل یاشیبۃ تھا قاعدہ ترخیم سے "ۃ" گر گئی۔ شیبہ بن ربیعہ دشمنِ رسول کا نام ہے۔

(۱۰) اِنَّ لَنَا اِنْ جُرْتَ فِي الْخِطَابِ اَخْوَالَ صِدْقٍ كَاُسُوْدِ الْغَابِ

اگر تم نے مخاطبت میں کوئی ظلم یا زیادتی کی تو یاد رکھو کہ ہمارے ماموں جو پیکر صدق وصفا ہیں وہ بیشۂ شجاعت کے شیر ہیں۔

(۱۱) لَنْ يُسْلِمُوْهُ الدَّهْرَ لِلْعَذَابِ حَتّٰى يُمَصَّ الْقَاعَ ذُوالتُّرَابِ

دِمَاءَ قَوْمٍ حُرُمُ الْاَسْلَابِ

وہ لوگ انھیں یعنی عبداللہ کو ہرگز ستم سہنے کے لئے زمانے کے سپرد نہیں کریں گے جب تک ہمارے سورما اور بہادر قوم کی رگوں میں سے لہو نچوڑ کر مٹی میں نہ ملا دیں اور انھیں خون کے گھونٹ نہ پلا دیں۔

(۱۱)

تخریج

سیرت ابن اسحاق ۱۵۰، الحماسۃ/۱۷۔ یہ اشعار مطبوعہ دیوان میں نہیں یہ اشعار دیوان ابی طالب و اخبارہ والمستدرک علیہ ابی ھفان صفحہ ۱۷ پر ہیں۔

جب حضرت ابوطالبؑ نے اپنے معاملے میں اپنی قوم کے خلاف روش اختیار کی جو کچھ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ارادہ کر رکھا تھا تو قریش حضرت ابوطالبؑ کی دشمنی پر مجتمع ہوئے اور ان کے خلاف ہو گئے حضرت ابوطالب علیہ السلام نے اسی بارے میں فرمایا ہے۔

یہ اشعار "بحرِ طویل" میں ہیں۔

قریش کی دشمنی کے بارے میں

(۱) وَمَا إِنْ جَنَيْنَا مِنْ قُرَيْشٍ عَظِيمَةً سِوَى أَنْ مَنَعْنَا خَيْرَ مَنْ وَطِئَ التُّرْبَا

ہم نے قریش کا کوئی بڑا گناہ نہیں کیا سوائے اس کے کہ ہم نے اس ہستی کی حفاظت کی جو اس خاک دان پر چلنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔

حضرت ابوطالبؑ کے نزدیک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر فرد سے بہتر ہیں۔

(۲) أَخَا ثِقَةٍ لِلنَّائِبَاتِ مُؤَزَّرًا كَرِيمًا ثَنَاهُ لَا لَئِيمًا وَ لَا ذَرِبَا

جو قابل اعتماد شخص کا بھائی ہے اور مصیبت کے وقت اس کی دعا جلدی سے قبول ہوتی ہے یہ وہ صاحب کرم

ہے جس کی تعریف وتوصیف کی جاتی ہے وہ نہ تو لئیم (بخیل اور اوصافِ خبیثہ کا حامل) ہے اور نہ ہی وہ زبان سے کسی کو برا بھلا کہتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کا تذکرہ ہے۔

(۳) فَيَا اَخَوَيْنَا عَبْدَ شَمْسٍ وَنَوْفَلًا فَإِيَّاكُمَا أَنْ تَسْعَرَا بَيْنَنَا حَرْباً

اے ہمارے بھائیو! عبد شمس اور نوفل خبردار تم ہمارے درمیان جنگ کی آگ کو نہ بھڑکانا۔

دونوں خاندانوں کو آتش حرب بھڑکانے سے روکا ہے اور انھیں نصیحت کی ہے۔

(۴) وَ أَنْ تُصْبِحُوا مِنْ بَعْدِ وُدٍّ وَ اُلْفَةٍ اَحَابِيْشَ فِيْهَا كُلُّكُمْ يَشْتَكِي النَّكْبَا

اب اگر مؤدت و الفت کے بعد تم لوگ مختلف قبیلوں سے جا ملے اور اجنبی بن گئے اور تم میں سے ہر ایک مصیبت کی شکایت کرنے لگا۔

(۵) اَلَمْ تَعْلَمُوْا مَاكَانَ فِيْ حَرْبِ دَاحِسٍ وَرَهْطِ اَبِي يَكْسُوْمٍ اِذْ مَلَأُوا الشَّعْبَا

کیا تمھیں خبر نہیں کہ حرب داحس میں اور میرے والد کے رھط (قبیلہ) میں اتنی کثرت ہے کہ وہ وادی کو بھر دیں۔

حرب داحس وغبراء کی طرف اشارہ ہے۔

داحس و غبرا دو گھوڑوں کے نام ہیں۔ جن کی وجہ سے قبیلۂ عبس اور قبیلہ ذبیان میں چالیس سال تک جنگ جاری رہی۔

داحس قیس بن زہیر عبسی کے گھوڑے کا نام ہے (لغت نامۂ دھخدا)

رھط دس آدمیوں کی جماعت کو کہتے ہیں۔

(۶) فَوَاللهِ لَوْ لَا اللهُ لَا شَيْءَ غَيْرُهٗ لَاَصْبَحْتُمْ لَا تَمْلِكُوْنَ لَنَا سَرْبًا

خدا کی قسم! اگر اللہ نہ ہوتا اور کوئی شے بھی اس کے علاوہ نہیں ہے تو پھر تم ہمارے لیے کسی آب رواں کے مالک نہ بنتے نہ تو تمھیں کوئی فائدہ پہنچتا اور نہ ہی تم میں خیر و برکت ہوتی۔

حضرت ابوطالبؑ نے کتنے خوبصورت انداز میں وحدانیت کو بیان کیا ہے۔

غالب نے کیا خوب کہا ہے:

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا

ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

(۱۲)

التخریج

المناقب ۱/۵٦

یہ اشعار "بحرِ بسیط" میں ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب

(۱) اَنْتَ الْاَمِیْنُ اَمِیْنُ اللهِ لَا کَذِبٌ ۔۔۔ وَالصَّادِقُ الْقَوْلِ لَا لَهْوٌ وَ لَا لَعِبٌ

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ امین ہیں اللہ کی جانب سے امانت دار آپ کے لب جھوٹ سے آشنا نہیں۔ آپ کا قول مبنی بر صدق ہے۔ یہ کوئی کھیل تماشا نہیں ہے۔

(۲) اَنْتَ الرَّسُوْلُ رَسُوْلُ اللهِ نَعْلَمُهٗ ۔۔۔ عَلَیْكَ تَنَزَّلَ مِنْ ذِی الْعِزَّةِ الْکُتُبُ

اے محمدؐ! آپ پیغمبر ہیں اللہ کے رسول ہیں اور ہم سب اس بات کو بخوبی جانتے ہیں آپ ہی کی وہ ہستی ہے جس پر باری عزّ اسمہ کی جانب کتابوں کا نزول ہوا ہے۔

اشارہ ہے نزول قرآن وصحف کی جانب، قرآن کی آیتوں نے بعد میں جس کی تصدیق کی ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۸۹﴾

(۸۹۔النحل ۱٦)

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (۱۱۳۔النساء ۴)

(۱۴)

تخریج

انساب الاشراف ۲/ ۲۰ البسیط

حضرت ابوطالب اپنے بھائی زبیر بن عبدالمطلب کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔

یہ اشعار "بحرِ بسیط" میں ہیں۔

زبیر بن عبدالمطلب کا مرثیہ

(۱) یَا زُبَیْرُ اَفْرَدْتَنِیْ لِلنَّائِبَاتِ فَقَدْ　　اَحْلَلْتَ لَحْمِیْ وَ اَمْسَی الرَّاْسُ مُشْتَهِبًا

اے زبیر تم نے مجھے مصائب وشدائد کا مقابلہ کرنے کے لیے تنہا چھوڑ دیا ہے میں نے اس سلسلے میں اپنے گوشت کو گلا دیا ہے اور میری ٹانگیں کمزور ہوگئی ہیں اور میرا سر پہچانا نہیں جاتا اس کی رنگت بھوری ہوگئی ہے۔

(۲) مَنْ کَانَ سُرَّ بِمَا نَالَ الزُّبَیْرُ فَقَدْ　　نَادَی الْمُنَادِی بِزَبْرانِ شَجَبَا

جو کچھ زبیر تک پہنچا اگر کوئی اس بات سے خوش ہو تو منادی نے ندا دی شجاع و بہادر کے لیے غم و الم ہے (موت ہے)

(۳) تَغَیَّرَتْ لُمَّةٌ سُوداً وَ اَرَادَهٗ　　وَفَارَقَ الْمَرْءُ مَحْمُوداً وَ مَا جَذُبَا

مصیبت کی سیاہ آندھیاں تبدیل ہوگئیں اور زبیر کا ارادہ کیا اور ایسا انسان ہم سے اس طرح جدا ہوگیا جو لائق ستائش تھا اور اس میں کسی قسم کا کوئی عیب نہ تھا۔

(۱۴)

تخریج:

نزھۃ الکرام و بستان العوام/۱۱۱،

دیوان ابی طالب بن عبد المطلب تحقیق شیخ محمد حسن آل یٰسین۔ ص ۲۳۱

حضرت ابو طالبؑ نے صحیفہ کے بارے میں فرمایا:

یہ اشعار "بحر طویل" میں ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام اور حمایت کا اعلان

(۱) أَلَا يَا لِقَوْمٍ لِلْأُمُورِ الْعَجَائِبِ وَ صَرْفِ الزَّمَانِ لِلْأَحِبَّةِ ذَاهِبِ

آگاہ ہو جاؤ کہ میری قوم کے عجیب وغریب معاملات ہیں اور زمانے کی گردش محبتوں کو زائل کر رہی ہے۔

(۲) لِأَقْوَالِ أَقْوَامٍ أَضَلَّ حُلُومُهُمْ مَعَ الْبَغْيِ وَالْعُدْوَانِ فِي ذِي الظَّرَائِبِ

ان قوموں کے اقوال کی وجہ سے جن کے خواب پریشان ہو گئے اپنے ہم سر اور ہم مرتبہ لوگوں میں سرکشی اور دشمنی کرنے کی وجہ سے

(۳) يَقُولُونَ إِنَّا سَوْفَ نُسْلِمُ أَحْمَداً لِقَوْلِ سَفِيهٍ أَوْ إِشَارَةِ غَائِبِ

وہ یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ ہم عن قریب احمد کو ان کے سپرد کر دیں گے کسی احمق کے کہنے پر یا کسی غیبی

اشارے کی بنیاد پر۔

(۴) وَ قَدْ جَاءَ بِالْحَقِّ الْجَلِيِّ وَ بَيِّنَتْ رَسَائِلُ صِدْقٍ وَجْهُهَا غَيْرُ كَاذِبِ

وہ یعنی حضرت محمد ﷺ واضح حق لے کر آئے اور انھوں نے سچی تحریر کی بہترین وضاحت کی ان کے چہرے سے سچ آشکارا ہے اس میں جھوٹ کا کوئی شائبہ تک نہیں۔

(۵) رَسَائِلُ مِنْ ذِيْ قُدْرَةٍ يَصْطَفِيْ بِهَا عِبَاداً ذَوِيْ حَقٍّ عَلَى اللهِ وَاجِبِ

وہ تحریریں لے کر آئے تھے اس صاحب قدرت اللہ کی جانب سے جس نے انھیں اس کام کے لیے منتخب کیا تھا اپنے ان حق دار بندوں میں سے جن کا حق اللہ پر لازم ہے۔

(۶) فَإِنْ تَقْبَلُوْا مَا جَاءَ مِنْ عِنْدِ رَبِّكُمْ إِلَيْكُمْ وَ قَوْلُ الْمُرْسَلِيْنَ الْأَطَايِبِ

اگر تم لوگ اس بات کو قبول کر لو جسے وہ تمھارے پروردگار کی جانب سے تمھارے لیے لے کر آئے ہیں اور رسولوں کے پسندیدہ قول کو جسے انھوں نے پیش کیا ہے۔

(۷) لَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ حِرَابِنَا وَشَرُّ خِلَالِ الْمَرْءِ حَرْبُ الْأَقَارِبِ

یہ سب کا سب تمھارے لیے خیر ہے بہ نسبت ہم سے جنگ کرنے کے اور انسان کے لیے بدترین بھائی بندی کی مثال رشتہ داروں سے جنگ وجدال ہے۔

(۸) وَ إِلَّا فَلَسْنَا مُسْلِمِيْنَ مُحَمَّداً لَكُمْ مَا غَدَتْ عَنْسٌ ذَمُوْلٌ بِرَاكِبِ

اور اس کے علاوہ کچھ نہیں ہم ہرگز محمدؐ کو تمھارے سپرد نہیں کریں گے جب تک طاقت ور اونٹنی اپنے سوار کو لے کر نرم رفتاری سے چلتی رہے گی یعنی ہمارا ہر فرد ان کی حفاظت وحمایت کرتا رہے گا ہم ان کی حمایت کرتے رہیں گے۔

(۹) لَهٗ رَحِمٌ فِيْهَا يُعِزُّ جِوَارُهَا وَمِنْ دُوْنِهٖ ضَرْبُ الطُّلَى وَالْحَوَاجِبِ

ان کی رشتہ داریاں ہیں جن کے ہمسایوں کی عزت وتکریم کی جاتی ہے اور ان کے سامنے طرح طرح کے لہو و

لعب ہیں، کھیل تماشے ہیں اور دربان ہیں یعنی آنحضرت ﷺ کے رشتہ دار صاحب عزت وتکریم اور قابل حرمت و تعظیم ہیں اوران کے مقابل میں وہ لوگ ہیں جو عیش وطرب کی بزم سجاتے اور رقص وسرور کی محفلیں گرماتے ہیں۔

پیغمبر اکرم ﷺ کے مخالفین کا کردار واضح کیا ہے۔

(۱۰) وَ جَرْثُوْمَةٍ مِنْ هَاشِمٍ عَرَفْتَ لَهَا كِرَامٌ مَسَاعِيْهَا لُوَيّ بْنِ غَالِبِ

اورتم نے ہاشم کے معزز خاندان اور ان کی اصل کو پہچان لیا ہے جن کی سعی کرنے والے معززین لوی بن غالب جیسے افراد ہیں۔

لوی بن غالب آنحضرتؐ کے اجداد میں آٹھویں نمبر پر ہیں شجرہ یہ ہے:

محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب، بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب۔

(۱۱) فَمَهْلًا وَ لَمَّا يُبْعَثُ الْحَرْبُ بَيْنَنَا وَ شُكِّلَ فِيْهَا رَهْطُهٗ مِنْ كُلِّ رَاكِبِ

آرام سے آرام سے اور یاد رکھو جب ہمارے درمیان جنگ کو ابھارا جائے گا جنگ چھیڑی جائے گی تو اس میں ان کے قبیلے سے ہر شہ سوار شریک وسہیم ہوگا۔

(۱۲) تَفَرَّقَ شُعَبُ الْحَيِّ بَعْدَ اِجْتِمَاعِهٖ وَ تُبْدِيْ جِهَارًا عَنْ خِدَامِ الْكَوَاعِبِ

جو اجتماعیت کے بعد قبیلہ کی مختلف شاخوں کو منتشر کر دے گی اور علانیہ ظاہر ہوگی حسین اور خوب صورت عورتوں کے پازیب کی طرح۔

(۱۳) تَذَلَّلَ اَقْوَاماً وَ كَانُوْا اَعِزَّةً اَصَابَهُمْ صَرْفُ الدُّهُوْرِ النَّوَائِبِ

جو اُن قوموں کو پستی میں ڈال دے گی جو لائق عز وشرف ہوں گے جن تک زمانے کی گردش اور اس کے مصائب وآلام کا گزر ہوگا۔

(۱۵)

تخریج:

منھاج البراعۃ فی شرح نہج البلاغۃ ۱/۲۱۶

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند کی ولادت باسعادت کے موقع پر یہ اشعار کہے تھے۔

یہ اشعار "بحرِ طویل" میں ہیں۔

ولائے علیؑ اور ولادت علیؑ

(۱) اَنْتَ الَّذِیْ فَرَضَ الْاِلٰهَ وِلَاءَهٗ   وَنَطَقْتَ حَقًّا بِالْجَوَابِ الصَّائِبِ

اے علیؑ! تم وہ ہو جس کی ولاء (محبت، الفت، دوستی) کو معبود نے فرض قرار دیا ہے اور تم نے درست اور صحیح جواب دے کر ہمیشہ حق بات کہی ہے۔

اللہ تبارک وتعالی نے قرآن کریم میں آیت نازل فرمائی:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ط (۲۳ الشوریٰ ۴۲)

فرما دیجیے؛ میں تم سے اس تبلیغ کے عوض کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا سوائے قرابت داروں کی مودّت کے۔

اور لفظ "قربی" میں حضرت علی علیہ السلام بھی شامل ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یَا عَلِیُّ! حُبُّكَ اِیْمَانٌ.

اے علیؑ! تمھاری محبت ایمان ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں:

يَا أَهْلَ بَيْتِ رَسُولِ اللهِ حُبُّكُمْ	اے رسول اللہ کے اہل بیت! تمھاری محبت اللہ
فَرْضٌ مِنَ اللهِ فِي الْقُرْآنِ أَنْزَلَهُ	کی جانب سے فرض قرار دی گئی ہے اور اس سلسلے میں قرآن میں آیت (مودت) نازل ہوئی ہے۔

(۲) أَنْتَ الَّذِيْ رَفَعَ الْإِلٰهُ مَحَلَّهُ وَعَلَا عُلَاكَ عَلَى الشِّهَابِ الثَّاقِبِ

اے علی تم وہ ہو معبود نے جس کی منزلت کو رفعت عطا فرمائی ہے اور شہاب ثاقب سے بڑھ کر تم کو بلندی اور علو عطا فرمایا ہے۔

(۳) وَوُلِدْتَ فِي الْبَيْتِ الْحَرَامِ وَخَصَّكَ الْبَارِئُ بِكُلِّ مَكَارِمٍ وَ مَوَاهِبِ

بیت الحرام خانہ کعبہ کو تمھاری جائے ولادت قرار دیا گیا اور باری عزاسمہ نے تم کو ہر طرح بڑائی اور عظمت کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے۔

(۴) جَاءَتْ نِسَاءُ الْمُصْطَفِيْنَ جَمِيْعُهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ إِذْ جِئْتَهُمْ بِعَجَائِبِ

منتخب روزگار افراد کی خواتین آئیں اور وہ سب کی سب بشارت دینے لگیں جب تم سے عجائبات کا ظہور ہوا۔ اسی وجہ سے تمھیں مظہر العجائب کہا جاتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کی ولادت باسعادت خانہ کعبہ کے اندر ہوئی اور اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے چار خواتین کو قابلہ (دائی) کے طور پر بھیجا۔ جو حضرت فاطمہ بنت اسد کی مدد کے لیے آئی تھیں۔

ان کے نام یہ ہیں:

(۱) حضرت حوا، (۲) حضرت مریم،

(۳) حضرت آسیہ اور (۴) مادرِ موسیٰ

حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمایئے:

ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔

تواترت الاخبار ان فاطمة بنت اسد ولدت علیا فی جوف الکعبه

روایتیں متواتر ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت اسد نے علیؑ کو کعبہ کے اندر جنم دیا۔

مستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۴۸۳

کسے را میسّر نہ شد ایں سعادت

بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

غالبؔ نے کہا ہے:

مُشکیں لباس کعبہ علیؑ کے قدم سے جان

نافِ زمین ہے، نہ کہ نافِ غزال ہے

قافیة التّاء

(۱۶)

تخریج

شرح ابن ابی الحدید ۳/۳۱۹، الحجۃ/ ۲۸۳

بحارالانوار ۳۵/ ۱۶۴، الغدیر۔ ۷/ ۳۳۸،

دیوان ابی طالب عم النبی دکتور محمد تونجی صفحہ ۳۰ دارالکتاب العربی بیروت،

شعرابی طالب و اخبارہ والمستدرک علیہ ابی ھفان مہزی صفحہ ۲۷ میں یہ اشعار موجود ہیں۔

غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب محمد خلیل الخطیب صفحہ ۵۰ مطبوعہ ۱۹۵۰ / ۱۹۵۱

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے فرمایا: وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرما رہے تھے کہ وہ اپنی دعوت کا برملا اظہار کریں اور لوگوں کو دعوت دیں کہ وہ ان کی رسالت کا اقرار کریں۔ اور ان کی ہمت افزائی کر رہے تھے۔

یہ اشعار "بحر بسیط" میں ہیں۔

حضور انورؐ کی ہمت افزائی اور وعدۂ نصرت

(۱) لَا يَمْنَعَنَّكَ مِنْ حَقٍّ تَقُوْمُ بِهِ   اَيْدٍ تَصُوْلُ وَ لَا سَلْقٌ بِاَصْوَاتِ

اے نبی! آپ اظہار حق کے لیے بیباکی کے ساتھ ڈٹے رہیے کوئی طاقت بھی آپ کو اس مقصد سے روک

نہیں سکتی نہ تو وہ حملہ آور ہاتھ آپ کے لیے رکاوٹ بن سکتے ہیں جو تلواریں لیے ہوئے ہیں اور آمادۂ پیکار ہیں اور نہ ہی گستاخی کرنے والے اور زبان کے کچوکے لگانے والے زبان دراز افراد کی آوازیں آپ کی آواز کو دبا سکتی ہیں۔

(۲) فَإِنَّ كَفَّكَ كَفِّيْ اِنْ بُلِيْتَ بِهِمْ　　وَ دُوْنَ نَفْسِكَ نَفْسِيْ فِي الْمُلِمَّاتِ

اس لیے کہ مَیں اُن حملہ آوروں کے خلاف آپ کا معین و مددگار رہوں گا اگر آپ کو کسی امتحان سے دو چار ہونا پڑا اور کسی آزمائش سے گزرنا پڑا کیوں کہ آپ کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے اور میں دکھ اور تکلیف کی گھڑی اور مصائب و شدائد کے لمحات میں اپنی جان آپ کے لیے قربان کر دوں گا۔

"كَفَّكَ كَفِّيْ" قربت اور اپنائیت کا اعلان ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا:

یا علی! كفّي و كفُّك في العَدْلِ سَوَاءٌ.

اے علیؑ! میرا اور تمھارا ہاتھ عدل میں یکساں ہے۔

(۱۷)

تخریج

مطبوعہ دیوان ۱۸۔۱۹ غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب/۴۹

دیوان ابی طالب عم النبی دکتور محمد تونجی مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت/۳۰

دیوان ابی طالب بن عبد المطلب۔ شیخ محمد حسن آل یٰسین۔ص ۹۹

حضرت ابوطالبؑ نے اپنے بھائی زبیر بن عبد المطلب کے انتقال پر یہ مرثیہ کہا تھا۔ زبیر بن عبد المطلب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچاؤں میں سب سے بڑے تھے اور ان کا شمار شعرائے قریش میں ہوتا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن تھا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

یہ اشعار "بحر خفیف" میں ہیں۔

زبیر ابن عبد المطلب کی خوبیوں کا بیان

(۱) اَسْبَلَتْ عَبْرَةٌ عَلَى الْوَجَنَاتِ قَدْ مَرَتْهَا عَظِيمَةُ الْحَسَرَاتِ

میری آنکھوں سے جو اشک رواں ہو کر میرے رخساروں پر گر رہے ہیں وہ نتیجہ ہیں ان عظیم حسرتوں کا جو میرے برادرِ عزیز کی وفات پر میرے حصّے میں آئی ہیں۔

(۲) لِاَخٍ سَيِّدٍ نَجِيبٍ لِقَرمٍ سَيِّدٍ فِي الذُّرَى مِنَ السَّادَاتِ

اس بھائی کے لیے اشک رواں ہیں جو سردار تھا اور خاندان میں شرافت اور عظمت کا نشان تھا اور خانوادۂ سادات میں سیادت کی منزل پر فائز تھا۔

(۳) سَيِّدٌ وَ ابْنُ سَادَةٍ اَحْرَزُوا الْمَجْـ   دَ قَدِيمًا وَ شَيَّدُوا الْمَكْرُمَاتِ

اس بھائی کے لیے گریہ کناں ہوں جو خود بھی سردار ہے اور سردار کا فرزند ہے جو زمانۂ قدیم سے ہی مجد و شرف کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے تھے اور انھوں نے سخاوت و شرافت کو مستحکم کیا ہے۔

(۴) جَعَلَ اللّٰهُ مَجْدَهُ وَ عَلَاهُ   فِيْ بَنِيهِ نَجَابَةً وَالْبَنَاتِ

اللہ تعالیٰ نے ان کے بیٹوں اور بیٹیوں میں اپنے مجد و شرف اور علوِ مرتبت اور نجابت و فیاضی کو قرار دیا ہے۔

(۵) مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ وَ عَبْدِ مَنَافٍ   وَ قُصَيٍّ أَرْبَابِ أَهْلِ الْحَيَاةِ

جن کا تعلق بنی ہاشم اور عبد مناف سے ہے اور قصی جو ان کے جد ہیں صاحبانِ حیات ان کی سیادت و زعامت کے قائل ہیں۔

(۶) حَيُّهُمْ سَيِّدُ الْأَحْيَاءِ ذَاالْخُلْـ   قِ وَ مَنْ مَاتَ سَيِّدُ الْأَمْوَاتِ

جو اُن میں زندہ و سلامت ہیں وہ زندہ لوگوں کے سردار ہیں اور صاحبانِ خلق عمیم ہیں اور ان میں سے جو موت کو گلے لگا چکا ہے وہ مرنے والوں کا سید و سردار ہے۔

(۱۸)

تخریج

المناقب ۲/۲۵۴،

کتاب مولد امیر المومنین علیہ السلام۔ ابن بابویہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوطالبؑ مقام حجر کے پاس (محوخواب ہوئے) سو گئے تو انھوں نے عالم رویا (خواب) میں دیکھا کہ گویا کہ آسماں سے ایک دروازہ وَا (کھلا) ہوا ہے اور اس سے ایک نور اتر کر حضرت ابوطالبؑ سے آملا ہے حضرت ابوطالبؑ بیدار ہوئے تو وہ جحفہ کے راہب کے پاس گئے اور اس سے پورا واقعۂ خواب بیان کیا تو راہب نے فوراً یہ اشعار پڑھے۔

أَبْشِرْ أَبَا طَالِبٍ عَنْ قَلِيْلٍ
بِالْوَلَدِ الْحَلَاحِلِ النَّبِيْلِ

اے ابوطالبؑ آپ کو بشارت ہو کچھ ہی دنوں میں آپ کے ہاں ایسا فرزند آئے گا جو شجاع، دلیر، نجیب اور شریف ہوگا۔

يَا لِقُرَيْشٍ فَاسْمَعُوْا تَأْوِيْلِيْ
هٰذَانِ نُوْرَانِ عَلٰى سَبِيْلِ
كَمِثْلِ مُوْسٰى وَ اَخِيْهِ السُّؤُوْلِ

اے قریش کے لوگو میری تاویل کو غور سے سنو یہ ایک ہی راستے پر دو نور ہیں جیسے کہ حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی (ہارون)، حضرت موسیٰ نے جنھیں اللہ سے طلب کیا تھا۔

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِي ﴿۳۰﴾ (۲۹،۳۰۔ طٰہٰ ۲۰)

یہ سن کر حضرت ابوطالبؑ کعبہ کی طرف واپس آئے اور طواف کعبہ کے بعد یہ اشعار پڑھے۔

خواب اور تعبیر خواب

(۱) أَطُوفُ لِلْإِلٰهِ حَوْلَ الْبَيْتِ أَدْعُوكَ بِالرَّغْبَةِ مُحْيِي الْمَيْتِ

مَیں خانۂ کعبہ کے گرد معبود کے لیے طواف کر رہا ہوں اور اے مُردوں کو حیات بخشنے والے میں والہانہ شوق ورغبت سے تجھ سے دعا طلب کر رہا ہوں۔

(۲) بِأَنْ تُرِيَنِي السِّبْطَ قَبْلَ الْمَوْتِ أَغَرَّ نُوراً يَا عَظِيمَ الصَّوْتِ

کہ تو میری وفات سے پہلے مجھے نورانی چہرے والے میرے بیٹے کو دکھلا دے، اے بڑی شہرت کے مالک۔

(۳) مُنْصَلِتًا بِقَتْلِ أَهْلِ الْجِبْتِ وَ كُلِّ مَنْ دَانَ بِيَوْمِ السَّبْتِ

جس نے بتوں کے پجاریوں کو قتل کرنے کے لیے تلوار سونت رکھی ہو اور اسے تہہ تیغ کرنے کے لیے شمشیر کو نیام سے باہر نکالے جو روز سبت کے قانون کو بنظر حقارت دیکھتا ہے۔

ارشاد باری ہے:

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ. (۶۵۔ البقرہ۔ ۲)

تم اپنی قوم کے ان لوگوں کے بارے میں تو جانتے ہو جنھوں نے سبت کا قانون توڑا تھا۔

پھر حضرت ابو طالب علیہ السلام حجر کی طرف واپس آئے اور اس کے اندر سو گئے تو انھوں نے خواب میں دیکھا گویا کہ انھوں نے یاقوت سے جڑا ہوا تاج پہن رکھا ہے اور نفیس کپڑے کا کرتہ زیب تن کیا ہے اور کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا ہے اے ابوطالب! تمھاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور تمھیں کامیابی میسر ہو، اور تمھارا خواب سچ ثابت ہو تمھیں ایسا بیٹا ملے جو شہروں کا حاکم بنے، اور تمارے مال و مویشی میں اضافہ ہو حاسد کی ناپسندیدگی کے باوجود۔

(الدرۃ الغراء جمع و ترتیب باقر قربانی۔ ص ۷۹، ۸۰)

قافيةُ الدَّال

(١٩)

تخریج

سیرۃ ابن اسحاق/١٦٧، سیرت ابن ہشام ١/ ٢٤٩-٢٥١،
البدایۃ والنھایۃ ٣/ ٩٧-٩٨ الغدیر ٧/ ٣٦٤-٣٦٥،
بحار الانوار ٣٥/ ٩٥ الدیوان المطبوع/ ١٣، ١٤، ١٥، ٣٧
اور کچھ اشعار مناقب میں ١/ ٦٦ ہیں، دیوان ابی طالب عم النبی دکتور محمد تونجی/ ١٨،
غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب محمد خلیل الخطیب/ ٦٣-٦٩

حضرت ابو طالب علیہ السلام نے ان اشعار میں اس صحیفہ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔
جسے لکھ کر خانۂ کعبہ کے اندر آویزاں کر دیا گیا تھا۔
ان کی تعریف و توصیف جنھوں نے صحیفہ کو نقض کرنے کی سعی کی یعنی پابندی ختم کرانے کی کوشش کی۔
یہ اشعار "بحرِ طویل" میں ہیں۔

مقاطعہ کو ختم کرانے والوں کو توصیف

(١) أَلَا هَلْ أَتَى بَحْرِيَّنَا صُنْعُ رَبِّنَا عَلَى نَأْيِهِمْ وَ اللهُ بِالنَّاسِ أَرْوَدُ

ذرا بتاؤ تو سہی کیا دور دراز رہنے والوں یعنی حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں کو ہمارے رب کی عنایتوں اور اس کے فضل وکرم کی اطلاع مل گئی کہ اللہ اپنے بندوں پر کتنا مہربان ہے کہ (اس نے مقاطعہ کو ختم کر دیا اور صحیفہ کو دیمک نے چاٹ لیا)

(۲) فَيُخْبِرُهُمْ أَنَّ الصَّحِيفَةَ مُزِّقَتْ   وَ أَنْ كُلَّ مَا لَمْ يَرْضَهُ اللهُ مُفْسِدُ

انھیں بتلا دو کہ صحیفہ کو چاک کر دیا گیا ہے اور اللہ جس بات سے راضی نہ ہو وہ بات مبنی برفساد ہوتی ہے (اللہ کی مرضی یہی تھی کہ مقاطعہ کو ختم کر دیا جائے اور قریش کے عہد و پیمان کو باطل قرار دیا جائے)

قریش نے جو دستاویز تیار کی تھی اور اسے خانۂ کعبہ کے اندر آویزاں کر دیا تھا آنحضرتؐ کو وحی کے ذریعے پتا چلا کہ اب وہ دستاویز باقی نہیں رہی اسے دیمک نے چاٹ کر ختم کر دیا ہے صرف اللہ کا نام باقی رہ گیا حضور اکرمؐ نے جب حضرت ابوطالب سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے آمَنَّا وَ صَدَّقْنَا کہتے ہوئے قریش کو اس امر سے مطلع کیا اور فرمایا اگر یہ بات درست نہ ہوئی تو میں محمدؐ کو تمھارے سپرد کر دوں گا اس واقعے سے حضرت ابوطالبؑ کے ایمان، اطمینان اور یقین کامل کا پتا چلتا ہے۔

(۳) تُرَاوِحُهَا إِفْكٌ وَ سِحْرٌ مُجَمَّعٌ   وَ لَمْ يُلْفَ سِحْرٌ آخِرَ الدَّهْرِ يَصْعَدُ

اس دستاویز کے بارے میں وہ بار بار افترا پردازی کرتے رہے اور جھوٹ گھڑتے رہے اور جادوگری کی تہمت لگاتے رہے اور اس پر ایکا کر لیا اور جادو کا نام و نشان زمانے کے آخر تک تو باقی نہیں رہتا، جادو آخر کار ختم ہو جاتا ہے۔

(۴) تَدَاعَى لَهَا مَنْ لَيْسَ فِيهَا بِقَرْقَرٍ   فَطَائِرُهَا فِي رَأْسِهَا يَتَرَدَّدُ

اس دستاویز کے بارے میں قریش انھی لوگوں کو بلا رہے تھے جو اس کا اہل نہ تھا یعنی وہ پست اور کمینے لوگ تھے اس کی بدشگونی اور برائی ان کے سروں میں چکر لگا رہی تھی۔

قرآن کریم میں ہے:

وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ۔ (۱۳ بنی اسرائیل ۱۷)

اور ہم نے ہر شخص کا نامۂ اعمال اس کی گردن سے لٹکا دیا ہے۔ الا انما طائرھم عنداللہ

(۵) وَ كَانَتْ كَفَاءً وَقْعَةٌ بِأَثِيمَةٍ لِيَقْطَعَ مِنْهَا سَاعِدٌ وَ مُقَلَّدُ

اور کفار و مشرکینِ قریش نے مقاطعہ کے ذریعے ایسے گناہ کا ارتکاب کیا ہے جو جنگ کے مترادف ہے لہٰذا انھیں ایسا ہی بدلہ دیا جانا چاہیے جس میں کلائیاں کٹ کٹ کر گریں اور گردنیں اڑا دی جائیں۔

(۶) وَ يُظْعِنُ اَهْلَ الْمَكَّتَيْنِ فَيَهْرُبُوا فَرَائِصُهُمْ مِنْ خَشْيَةِ الشَّرِّ تَرْعَدُ

اور مکہ و مدینہ یا طائف کے باشندے کوچ کر رہے ہیں اور راہِ فرار اختیار کر رہے ہیں (اور انھوں نے صحیفۂ مقاطعہ لکھ کر جس دشمنی کا ثبوت دیا تھا دیمک نے اسے چاٹ کر ختم کر دیا اور صرف اللہ کا نام باقی رہ گیا اس بات پر وہ بے حد خوف زدہ ہیں) اور جنگ کے خوف سے ان کے جوڑ جوڑ لرز رہے ہیں اور اُن پر کپکپی طاری ہے۔

(۷) وَ يُتْرَكُ حَرَّاثٌ يُقَلِّبُ اَمْرَهُ اَيُتْهِمُ فِيهَا عِنْدَ ذَاكَ وَ يُنْجِدُ

اور زراعت کرنے والے اور تجارت کرنے والے اس فکر میں غلطاں و پیچاں ہیں کہ وہ یہاں سے کوچ کر کے تہامہ کی طرف یا نجد کی جانب چلے جائیں۔

(۸) وَ تَصْعَدُ بَيْنَ الْاَخْشَبَيْنِ كَتِيبَةٌ لَهَا حُرَجٌ سَهْمٌ وَ قَوْسٌ وَ مُرْهَدُ

انھیں یہ محسوس ہو رہا ہے کہ مکہ کے دو پہاڑوں کے درمیان سے لشکر چلا آ رہا ہے گویا کہ جنگ جو جنگ سے منہ نہ موڑنے والے، تیروں کمانوں اور تلواروں سے لیس ہو کر بڑھے چلے آ رہے ہیں۔

(۹) فَمَنْ يَنْشُ مِنْ حُضَّارِ مَكَّةَ عِزُّهُ فَعِزَّتُنَا فِي بَطْنِ مَكَّةَ اَتْلَدُ

مکہ کے رہنے والوں میں سے عزت و شرف میں کون ہے جو ان کا مقابلہ کر سکے ہماری عزت و شرافت مکہ معظمہ میں سب سے زیادہ قدیمی ہے یعنی زمانۂ قدیم سے ہم عزت و کرامت کے مالک ہیں۔

(۱۰) نَشَانَا بِهَا وَ النَّاسُ فِيهَا قَلَائِلُ فَلَمْ نَنْفَكِكْ نَزْدَادُ خَيْرًا وَ نُحْمَدُ

ہم جب مکہ مکرمہ میں پروان چڑھ رہے تھے تو اس وقت وہاں کی آبادی بہت کم تھی ہم جس شرف و منزلت

کے مالک تھے اس میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا گیا اور لوگ ہماری عظمت و منزلت کے قائل ہوتے چلے گئے۔

(۱۱) وَ نُطْعِمُ حَتّٰى يَتْرُكَ النَّاسُ فَضْلَهُمْ   إِذَا جَعَلَتْ أَيْدِي الْمُفِيضِيْنَ تَرْعَدُ

جب مکہ کے باشندوں نے داد و دہش کا سلسلہ بند کر دیا تھا اور قحط سالی کے باعث لوگ تنگ دستی کے شکار تھے ہم اس وقت بھی لوگوں کو کھانا کھلایا کرتے تھے جب سخی لوگوں کے ہاتھ بھی سخاوت کرتے ہوئے کانپ رہے تھے وہ سوچتے تھے کہ ہم کسی کو کچھ عطا کریں یا ہاتھ روک لیں۔

اس شعر میں اشارہ ہے حضرت ہاشم کی سخاوت و فیاضی کی جانب دوسرے شعر کا پہلا مصرعہ شعر ابی طالب و اخبارہ ابی هفان متوفّی ۲۵۷ھ میں اس طرح ہے:

وَ نُطْعِمُ حَتّٰى يُنْزِلُ النَّاسُ سُؤْرَنَا   إِذَا جَعَلَتْ أَيْدِي الْمُفِيضِيْنَ تَرْعَدُ

اور ہم کھانا کھلاتے ہیں یہاں تک کہ ہمارا جھوٹا بچا کھچا کھانا لوگ کھاتے ہیں جب کہ سخی لوگوں کے ہاتھ بھی سخاوت کرتے ہوئے کانپتے اور لرزتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ جب مکہ میں قحط پڑ گیا تو حضرت ہاشم اپنے اہل و عیال کو لے کر فلسطین گئے اور وہاں سے آٹا اور اشیائے خوردنی لے کر مکہ آئے اور حکم دیا کہ روٹیاں پکائی جائیں اور بکریاں ذبح کرا کے شوربا تیار کیا جائے اور اس میں روٹیاں چور کر لوگوں کو کھلائی جائیں ندا کرنے والے سے کہہ دو کہ لوگوں کو صبح و شام کھانے کے لیے مدعو کیا جائے اسی وجہ سے انھیں ہاشم کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

عبداللہ بن زبعری سہمی کہتا ہے:

قُلْ لِلَّذِي طَلَبَ السَّمَاحَةَ وَالنَّدٰى هَلَّا مَرَرْتَ بِآلِ عَبْدِ مَنَافِ	اس سے کہہ دو جو سخاوت و فیاضی کا خواہاں ہو کیا تمھارا گزر کبھی آل عبد مناف کے پاس سے ہوا ہے؟
عَمْرُو الَّذِي هَشَمَ الثَّرِيْدَ لِقَوْمِهٖ قَوْمٌ بِمَكَّةَ مُسْنِتِيْنَ عِجَافِ	یہ تو وہی عمرو بن عبد مناف ہے جس نے اپنی قوم کے لیے ثرید تیار کیا تھا وہ قوم جو مکہ میں مقیم تھی اور قحط سالی کے سبب بدحالی کا شکار تھی

سَفَرَيْنِ سَنَّهُمَا لَهُ وَ لِقَوْمِهِ — انھوں نے اپنی قوم کے لیے دو سفروں کا منصوبہ تیار کیا

سَفَرُ الشِّتَاءِ وَ رِحْلَةَ الْاَصْيَافِ — تھا ایک موسم سرما میں دوسرا موسم گرما میں۔

(سلسلہ آباء النبی السید احمد الواحدی صفحہ ۲۷۱)

قرآن کریم کے سورۃ قریش میں انھی دوسفروں کا ذکر ہے۔

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۝ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ۝ (القریش)

(۱۲) جَزَى اللهُ رَهْطًا بِالْحَجُوْنِ تَتَابَعُوْا — عَلٰى مَلَاٍ يَهْدِيْ لِحَزْمٍ وَ يُرْشِدُ

اللہ تبارک وتعالیٰ حجون کے رہنے والوں کو جزائے خیر عطا کرے جنھوں نے پوری جماعت کے سامنے یہ اعلان کر کے کہ "مقاطعہ ختم ہوگیا" نہایت دوراندیشی اور فہم وفراست کا ثبوت مہیا کیا ہے۔

(۱۳) قُعُوْدًا لَدٰى خَطْمِ الْحَجُوْنِ كَاَنَّهُمْ — مَقَاوِلَةٌ بَلْ هُمْ اَعَزُّ وَ اَمْجَدُ

وہ لوگ جنھوں نے مقاطعہ کو ختم کرنے کا باہمی مشورت سے اعلان کیا وہ حجون کی چوٹی پر بیٹھے ہوئے تھے یوں محسوس ہو رہا تھا گویا کہ وہ شاہانہ سطوت وشان کے مالک ہوں بلکہ اس سے بھی زیادہ قابل عزت وشرف ہوں۔

سابقہ شعر میں "الملاء" سے مراد پانچ افراد ہیں یعنی

(۱)۔ ہشام بن عمرو بن حارث — (۲)۔ زہیر بن ابی میہ مخزومی

(۳)۔ مطعم بن عدی — (۴)۔ بختری بن ہشام

(۵)۔ زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد

یہ سب "خطم الحجون" (حجون کے ابتدائی حصے میں) میں جمع ہوئے اور یہ عہد و پیان کیا کہ وہ صحیفہ (دستاویز مقاطعہ) کو چاک کر دیں گے۔

زہیر نے کہا کہ میں قریش سے بات کی ابتدا کروں گا۔

زہیر خاص حلہ پہن کر آیا اس نے خانۂ کعبہ کے گرد سات چکر لگائے پھر لوگوں کی طرف آیا اور کہا: اے اہل مکہ ہم تو کھانا کھائیں، ہم کپڑے پہنیں اور بنو ہاشم ہلاکت میں پڑے رہیں ان کے لیے خرید وفروخت پر پابندی

عائد ہے، خدا کی قسم! میں چین سے نہیں بیٹھوں گا جب تک اس ظالم صحیفہ کو چاک نہ کر دوں۔

ابوجہل جو مسجد الحرام کے گوشے میں بیٹھا تھا کہا کہ تم اسے چاک نہیں کرو گے۔

زمعہ بن الاسود نے کہا: ہم اس کی کتابت کے وقت راضی نہ تھے۔

ابوالبختری نے کہا: اس میں جو کچھ تحریر کیا گیا ہے اس میں ہماری مرضی شامل نہ تھی اور نہ ہی ہم اس کا اقرار کرتے ہیں۔

مُطعِم بن عدی نے کہا: تم دونوں نے سچ کہا اور جو اس کے سوا کچھ کہتا ہے وہ جھوٹا ہے ہم اس معاملے میں اللہ سے برائت کا اظہار کرتے ہیں اور جو کچھ اس میں تحریر کیا گیا ہے اس سے بھی بیزار ہیں۔

(۱۴) أَعَانَ عَلَيْهَا كُلُّ صِقْرٍ كَأَنَّهُ   إِذَا مَا مَشَى فِي رَفْرَفِ الدِّرْعِ أَحْرَدُ

اس دستاویز کو ختم کرنے کے لیے ہر ذی فہم اور باشعور فرد نے تعاون کیا جو بڑا جری اور سبک سیر تھا کہ نہایت چابک دستی کے ساتھ زرہ سجائے ہوئے تیار تھا۔

(۱۵) أَلَا إِنَّ خَيْرَ النَّاسِ نَفْسًا وَ وَالِدًا   إِذَا عُدَّ سَادَاتُ الْبَرِيَّةِ أَحْمَدُ

جان لو کہ تمام لوگوں میں سب سے بہترین ذاتی اعتبار سے اور خاندان کے لحاظ سے جب کائنات کے سادات کو شمار کیا جائے گا تو ان میں احمد مجتبیٰ نمایاں نظر آئیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ للعالمین اور سید العالمین ہیں۔

(۱۶) نَبِيُّ الْإِلٰهِ وَ الْكَرِيْمُ بِأَصْلِهِ   وَ إِخْلَاقِهِ وَ هُوَ الرَّشِيْدُ الْمُؤَيَّدُ

جنھیں معبود برحق نے نبی بنا کر بھیجا ہے اور نبوت کے عہدے پر سرفراز کیا ہے وہ اصل و نسل کے لحاظ سے کریم ہیں اور اخلاق کے اعتبار سے خلق عظیم کے مالک ہیں وہ ہدایت کرنے والے ہیں اور انھیں اللہ کی تائید حاصل ہے۔

حضرت ابوطالبؑ ایک طرف تشریف فرما تھے کہ اتنے میں مطعم بن عدی اٹھا اور صحیفہ کو لیا کہ چاک کر دے تو کیا دیکھا کہ دیمک نے اس صحیفہ کو چاٹ کر ختم کر دیا ہے سوائے باسمك اللّٰهم کے جو باقی رہ گیا ہے صحیفہ کی

کتابت منصور بن عکرمہ نے کی تھی اس کے دونوں ہاتھ شل ہوگئے اور ابن ہشام نے کہا کہ آنحضرت ﷺ حضرت ابوطالبؑ کو یہ بات پہلے ہی بتا چکے تھے اور آپ نے قریش کو اس امر سے مطلع کر دیا تھا۔

(البدایہ والنہایہ ابن کثیر دمشقی جلد ۳ ص ۱۱۹۔۱۲۰)

(۱۷) جَرِیْءٌ عَلٰی جُلِّ الْخُطُوْبِ کَاَنَّهٗ شِهَابٌ بِکَفَّیْ قَابِسٍ یَتَوَقَّدُ

یہ افراد تمام بڑے بڑے معاملات پر نہایت جرأت و ہمت کا مظاہرہ کرتے ہیں ایسا محسوس ہوتا ہے گویا کہ شہاب ثاقب ہیں جو دونوں ہاتھوں میں سلگتے ہوئے کوئلوں کی طرح چمک دکھلا رہا ہے۔

(۱۸) مِنَ الْاَکْرَمِیْنَ فِیْ لُوَیِّ بْنِ غَالِبٍ اِذَا سِیْمَ خَسْفًا وَجْهُهٗ یَتَرَبَّدُ

ان لوگوں کا تعلق لوی بن غالب تک ان کے آباؤ اجداد کے ذریعے منتہی ہوتا ہے جب بھی انھیں کسی ذلت و حقارت کا سامنا ہوتا ہے اُن کا چہرہ متغیر ہو جاتا ہے پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں۔ یعنی وہ لوگ ذلت کو کبھی قبول نہیں کرتے۔

(۱۹) طَوِیْلُ النِّجَادِ خَارِجٌ نِصْفُ سَاقِهٖ عَلٰی وَجْهِهٖ یُسْقَی الْغَمَامُ وَ یُسْعِدُ

یہ افراد طویل القامت اور بلند و بالا ہیں کہ ان کے کپڑے چھوٹے پڑ گئے آدھی پنڈلیاں کھلی ہوئی ہیں یہ اس خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں جس کے چہرے کی وساطت سے طلب باراں کیا جاتا ہے اور لوگ سعادتوں سے بہرہ ور ہوتے ہیں شریف اور اصیل انسانوں کی اسی طرح مدح و ثنا کی جاتی ہے۔

دوسرے مصرعے میں حضرت ابوطالبؑ نے جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے اسے اپنے قصیدۂ لامیہ میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَ اَبْیَضَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ

امام محمد بن اسماعیل بخاری نے الصحیح البخاری جلد اول جز ثانی صفحہ ۳۵۳ میں بَابُ سُؤَالِ النَّاسِ الْاِمَامَ الْاِسْتِسْقَاءِ اِذَا قَحَطُوْا (قحط سالی کے دوران امام سے طلب باراں کا سوال کرنا)

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْقُتَیْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِاللهِ بْنِ

دِيْنَارٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ اَبِيْ طَالِبٍ.

وَ اَبْيَضَّ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

وقال عمر بن حمزة حدثنا سالم عن ابيه ربما ذكرت قول الشاعر و انا انظر الى وجه النبی یستسقی فما ينزل حتى يجيش كل ميزاب.

وَ اَبْيَضَّ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

وهو قول ابی طالب اور یہ حضرت ابوطالبؑ کا قول ہے۔ صفحہ ۳۵۴، صحیح بخاری، دار الفدا الجدید ص ۱۸۷

(۲۰) عَظِيْمُ الرَّمَادِ سَيِّدٌ وَ ابْنُ سَيِّدٍ يَحُضُّ عَلٰى مِقْرَى الضُّيُوفِ وَ يَحْشُدُ

بہت بڑے سخی اور کریم ہیں خود بھی سردار ہیں اور سردار کے فرزند ہیں وہ لوگوں کو مہمان نوازی پر آمادہ کرتے ہیں اور خود بھی اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور لوگوں کو یکجا کرتے ہیں۔

(۲۱) وَ يَبْنِيْ لِاَبْنَاءِ الْعَشِيْرَةِ صَالِحًا اِذَا نَحْنُ طُفْنَا فِي الْبِلَادِ وَ يَمْهَدُ

جب ہم شہروں میں چکر لگاتے ہیں اور وہاں قیام کرتے ہیں تو ہمیں یہی نظر آتا ہے کہ یہی لوگ خاندان والوں کے لیے صالح امور انجام دیتے ہیں۔

(۲۲) وَ يَبْنِيْ كَثِيْرًا حَيْثُ كَانَ مِنَ الْعِدٰى طِلَاعَ الْمَدٰى لَا غَيْرَ ذٰلِكَ يَجْهَدُ

اور یہ خاندان بہت ہی بہترین اور اچھا سلوک و برتاؤ کرتا ہے جہاں پر ظلم و زیادتی ہوتی ہے اور وہ مہلت دینے میں بھرپور ہے وہ اس کے علاوہ کسی اور بات کی سعی نہیں کرتا۔

(۲۳) اَلَظَّ بِهٰذَا الصُّلْحِ كُلُّ مُبَرَّاٍ عَظِيْمُ اللِّوَاءِ اَمْرُهٗ ثُمَّ يُحْمَدُ

مقاطعہ کے دوران صلح کرانے کے لیے ہر بری الذمہ نے بے انتہا کوشش کی اور اس بات کو حرز جان بنالیا جو پرچم عظیم کو بلند کرنے کے لیے حکم دے رہا تھا پھر اس کے اس عمل کو لائق تحسین قرار دیا گیا۔

(۲۴) اِذَا قَالَ قَوْلًا لَا يُعَادُ لِقَوْلِهٖ كَوَحْيِ الْكِتَابِ فِيْ صَفِيْحٍ يُخَلَّدُ

جب اس نے ایک بات کہی جس کے قول کو دوبارہ دہرانے کی ضرورت نہیں ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ یہ وحی ہے ایسی کتاب میں جو پتھر پر نقش ہے۔

(۲۵) بِجَيْشٍ لَهُ مِنْ هَاشِمٍ يَتْبَعُوْنَهُ ‏ يُسَدِّدُهُمْ رَبُّ الْوَرٰى وَ يُؤَيِّدُ

ایک ایسے لشکر کے ساتھ جس کا تعلق ہاشم سے تھا جو اس کی اقتدا کر رہے تھے اور کائنات کا رب جن کی نصرت وحمایت اور تائید کر رہا تھا۔

(۲۶) هُمْ رَجَّعُوْا سَهْلَ بْنَ بَيْضَاءَ رَاضِيًا ‏ وَ سُرَّ إِمَامُ الْعَالَمِيْنَ مُحَمَّدُ

ان قریش کے لوگوں نے سہل بن بیضاء کو رضا مندی کے ساتھ واپس لوٹایا یعنی اس نے جب قریش کے لوگوں سے مقاطعہ کو ختم کرنے اور دستاویز کو چاک کرنے کی بات کی تو اس کی بات مان لی گئی اور اس بات سے عالمین کے امام سیّد الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت مسرت حاصل ہوئی۔

سہل بن بیضاء سہیل اور صفوان کا بھائی ہے اس کا تعلق بنی فہر بن مالک سے ہے والد کا نام وہب بن ربیعہ ہے اور بیضاء ان کی والدہ کا نام تھا جس کی طرف وہ منسوب ہے۔ جو لوگ سابق فی الاسلام ہیں ان میں اس کا شمار ہے لیکن اُس نے اپنے اسلام کو مخفی رکھا تھا۔ مشرکین سہل بن بیضاء کو بدر میں زبردستی اپنے ساتھ لے گئے تھے اور یہ مشرکین کے ساتھ قید بھی ہوا تھا۔

(۲۷) قَضَوْا مَا قَضَوْا فِيْ لَيْلِهِمْ ثُمَّ أَصْبَحُوْا ‏ عَلٰى مَهَلٍ وَ سَائِرُ النَّاسِ رُقَّدُ

انھوں نے جو فیصلہ کرنا تھا وہ رات کے وقت جمع ہو کر کر لیا تھا پھر صبح نمودار ہوئی اور انھوں نے ٹھہر ٹھہر کر اقدام کیا جب کہ تمام لوگ محوِ خواب تھے۔

دوسروں کو اس مقاطعہ کی کوئی فکر نہ تھی اور بنی ہاشم کی زحمتوں اور پریشانیوں کی کوئی پروا نہ تھی وہ خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے تھے اور صرف پانچ افراد اس بارے میں رات کے وقت منصوبہ بنا رہے تھے کہ کس طرح قریش سے گفتگو کر کے اس دستاویز کو چاک کر دیا جائے سہل بن بیضاء ان پانچوں کے پاس گیا یعنی ہشام بن عمرو بن حارث، زہیر ابن ابی امیہ مخزومی مطعم بن عدی، بختری بن ہشام اور زمعہ بن اسود اور اس نے بھی اس سلسلے میں

سعی کی۔

(۲۸) سَلُوْا مِنْ قُرَیْشٍ کُلَّ کَهْلٍ وَ أَمْرَدُ   وَ إِنْ قَدْ بَغَانَا الْيَوْمَ كَهْلٌ وَ أَمْرَدُ

تم قریش کے ہرا دھیڑ عمر والے اور بے ریش جوان (نوخیز لڑکے) سے دریافت کرلو آج ہم جن کے بارے میں فکر کر رہے ہیں اور چاہ رہے ہیں وہ ادھیر عمر کے لوگ اور نوخیز لڑکے ہیں۔

(۲۹) مَتٰى شَرِكَ الْأَقْوَامُ فِي جُلِّ أَمْرِنَا   وَ كُنَّا قَدِيْمًا قَبْلَهَا نَتَوَدَّدُ

ہمارے جملہ معاملات میں ہماری قوم کب ہمارے ساتھ شریک تھی اور اس نے کب تعاون کا ہاتھ بڑھایا تھا۔ جب کہ ہم زمانۂ قدیم سے ہی اس امر کے متمنی اور خواہش مند تھے۔ ہم پہلے ہی سے یہ چاہتے تھے مگر ایسا نہیں ہوا۔

(۳۰) وَ كُنَّا قَدِيْمًا لَا نُقِرُّ ظُلَامَةً   وَ نُدْرِكُ مَا شِئْنَا وَ لَا نَتَشَدَّدُ

اور ہم عہد قدیم سے ہی کسی ظلم وستم کو برداشت نہیں کرتے تھے اور ہم مظلوم کی مدد و نصرت کو پہنچ جاتے تھے اور اس کا دفاع کرتے تھے لیکن ظلم و زیادتی کرنا ہمارا شعار نہ تھا۔

(۳۱) فَيَا لِقُصَيٍّ هَلْ لَّكُمْ فِي نُفُوْسِكُمْ   وَ هَلْ لَكُمْ فِيْمَا يَجِيْءُ بِهِ الْغَدُ

اے قصی کی اولاد! اے قریش کے لوگو! کیا تم نے کبھی اپنی بقا کے بارے میں سوچا ہے اور ہلاکت سے بچنے کی کوئی تدبیر کی ہے اور کل جو خیر عظیم اور فوز مبین کی خوش خبری لانے والا ہے اس کی تمھیں کچھ فکر بھی ہے یہ سب اتباع محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل ہوسکتا ہے۔

تم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت و نصرت کا کوئی منصوبہ بنایا ہے کہ ان پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو۔

(۳۲) وَ إِنِّيْ وَ إِيَّاكُمْ كَمَا قَالَ قَائِلٌ   لَدَيْكَ الْبَيَانُ لَوْ تَكَلَّمْتَ أَسْوَدُ

اور یقیناً میں اور تم دونوں اس مثال کی طرح ہیں جیسا کہ کہنے والے نے کہا ہے کہ تم ہی کچھ کہو کاش ایسا ہو کہ اسود پہاڑ تمھیں کچھ بتا دے۔

ابن کثیر نے البدایہ والنھایۃ میں کہا ہے کہ سہیلی نے کہا اسود ایک پہاڑ کا نام ہے جہاں پر کسی کو قتل کر دیا گیا اور اس کے قاتل کا پتا نہ چلا تو مقتول کے اولیاء نے کہا:

لَدَيْكَ الْبَيَانُ لَوْ تَكَلَّمْتَ اَسْوَدُ

کہ اے اسود اگر تو کچھ بولے گا تو پھر بتا دے گا کہ اس شخص کو کس نے قتل کیا ہے۔

الدرۃ الغرّاء میں اس قصیدے میں اشعار کی تعداد ۳۲ ہے اور دیگر نسخوں میں ان کی تعداد ۲۶ ہے۔

(۲۰)

تخریج:

سیرت ابن اسحاق/۷۶، الحجہ ۲۸۵۔۲۸۷

بحارالانوار ۳۵/۱۲۹ المناقب ۱/۳۹۔۴۰

الغدیر ۷/۳۴۳ الدیوان المطبوع/۳۳

اور کچھ اشعار ایمان ابی طالب/۳۶۔۴۷ میں ہیں۔

جب حضرت ابو طالب علیہ السلام نے شام کے شہر بصرہ کی طرف تجارت کی غرض سے جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ڈر اور خوف کی وجہ سے ساتھ نہ لیا جب وہ سوار ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناقے کی مہار کو تھام لیا اور رونے لگے اور انھیں اللہ کا واسطہ دیا کہ انھیں ساتھ لے جائیں حضرت ابو طالب علیہ السلام کا دل نرم پڑ گیا اور آپ آنحضرتؐ کو اپنے ساتھ لے جانے پر تیار ہو گئے جب آنحضرتؐ حضرت ابوطالبؑ کے ساتھ روانہ ہوئے تو ہمیشہ بادل ان کے اوپر سایہ فگن رہا دورانِ سفر بحیرا راہب سے اُن کی ملاقات ہوئی جس نے انھیں نبوت پیغمبر کی خبر دی اور سابقہ کتابوں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی جو بشارت تھی اس کا ذکر کیا اس نے حضرت ابوطالبؑ اور ان کے ہمراہیوں کو اپنے گھر کھانے پر بلایا اور تاکید کی کہ وہ حضرت محمدؐ کو بھی ساتھ لے کر آئیں اس نے حضرت ابوطالبؑ کو واپسی پر آمادہ کیا کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر فوراً واپس چلے جائیں اور ان سے کہا کہ میں ان کے بارے میں یہودیوں سے خائف ہوں اس لیے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن ہیں حضرت ابوطالبؑ نے ان ابیات میں اسی واقعے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

یہ اشعار "بحرِ الکامل" میں ہیں۔

آنحضرتؐ اور بصریٰ (شام) کا سفر

(۱) إِنَّ ابْنَ آمِنَةَ النَّبِيَّ مُحَمَّداً عِنْدِيْ يَفُوْقُ مَنَازِلَ الْأَوْلَادِ

یقیناً آمنہ کے فرزند جن کا نام محمدؐ ہے جو اللہ کے نبی ہیں ان کی منزلت میرے نزدیک میرے بیٹوں سے بڑھ کر ہے۔

تفسیر تبیان ۴/ ۱۲۰ میں اس شعر کا پہلا مصرعہ اسی طرح ہے اور اسے علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں بھی بیان کیا ہے۔

ع إِنَّ ابْنَ اٰمِنَةَ الْاَمِيْنَ مُحَمَّداً

آمنہ کے فرزند محمدؐ جو امین کے نام سے مشہور ہیں۔

شیخ طوسی فرماتے ہیں:

آنحضرت وحی سے پہلے بھی مشرکین مکہ میں امین اور صادق کے نام سے مشہور تھے۔

(۲) لَمَّا تَعَلَّقَ بِالزِّمَامِ رَحِمْتُهُ وَ الْعِيْسُ قَدْ قَلَّصْنَ بِالْأَزْوَادِ

جب وہ (محمدؐ) زمام ناقہ سے چمٹ گئے تو مجھے ان پر رحم آ گیا جب کہ ناقوں پر سامان لاد کر انھیں روانگی کے لیے آمادہ کر دیا گیا تھا۔

(۳) فَارْفَضَّ مِنْ عَيْنَيَّ دَمْعٌ ذَارِفٌ مِثْلَ الْجُمَانِ مُفَرِّقُ الْأَفْرَادِ

تو بے اختیار میری آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہو گیا گویا کہ وہ سفید موتی ہوں جو بکھر گئے ہیں۔

آنسوؤں کی لڑی کو موتیوں سے تشبیہ دی ہے۔

(۴) رَاعَيْتُ فِيْهِ قَرَابَةً مَوْصُوْلَةً وَ حَفِظْتُ فِيْهِ وَصِيَّةَ الْأَجْدَادِ

میں نے اس بارے میں قریبی قرابت داری اور رشتہ داری کو ملحوظ خاطر رکھا اور اس سلسلے میں اپنے آباؤ اجداد کی وصیت کو بھی یاد رکھا اور اسے فراموش نہیں کیا۔

(۵) وَ اَمَرْتُهُ بِالسَّيْرِ بَيْنَ عُمُوْمَةٍ   بِيْضِ الْوُجُوْهِ مَصَالِتٍ اَنْجَادِ

اور میں نے ان سے کہا کہ وہ اپنے چچاؤں کے ساتھ مصروفِ سفر رہیں ان سے علیحدہ نہ ہوں وہ افراد جن کے چہرے روشن ہیں جو سخی اور فیاض بہادر اور شجاع ہیں۔

ایک روایت میں حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے:

اِمّا نَحْنُ بَنِي هَاشِمٍ فَاَنْجَادٌ وَ اَمْجَادٌ   ہم اولادِ ہاشم منتظم اور بہادر، سخی اور فیاض ہیں۔

(۶) سَارُوا لِاَبْعَدِ طَيَّةٍ مَعْلُوْمَةٍ   فَلَقَدْ تَبَاعَدَ طَيَّةُ الْمُرْتَادِ

وہ روانہ ہوئے دور دراز سفر پر جس کی منزل کا علم تھا ایسا محسوس ہوتا تھا کہ منزلِ مقصود بہت دور ہوگئی ہے۔

(۷) حَتّٰى اِذَا مَا الْقَوْمُ بُصْرٰى عَايَنُوْا   لَاقُوْا عَلٰى شَرَكٍ مِنَ الْمِرْصَادِ

یہاں تک کہ جب قوم نے بُصریٰ کے شہر کو دیکھا تو انھوں نے بلند مقام پر راستے ہی میں ملاقات کی۔

(۸) حِبْرًا فَاَخْبَرَهُمْ حَدِيْثًا صَادِقًا   عَنْهُ وَ رَدَّ مَعَاشِرَ الْحُسَّادِ

ایک عیسائی عالم سے جس نے انھیں سچی خبر سے مطلع کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اور حاسد گروہ کے منصوبوں کو مسترد کر دیا۔

(۹) قَوْمٌ يَهُوْدٍ قَدْ رَاَوْا مَا قَدْ رَاٰى   ظِلَّ الْغَمَامَةِ نَاغِرِي الْاَكْبَادِ

اور قوم یہود کے لوگوں نے آنحضرت کی جن کرامتوں کا مشاہدہ کرنا تھا وہ کیا یعنی بادل کا سایہ فگن رہنا وغیرہ اس صفت نے ان یہودیوں کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

(۱۰) ثَارُوْا لِقَتْلِ مُحَمَّدٍ فَنَهَاهُمْ   عَنْهُ وَ جَاهَدَ اَحْسَنَ التَّجْهَادِ

یہودیوں نے حضرت محمد پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو بحیرا نے انھیں اس سے روکا اور اس نے بہترین جہاد کیا، جو جہاد کرنے کا حق تھا۔

(۱۱) فَثَنّٰی زبیرا مِنْ بَحِیْرا فَانْثَنٰی فِي الْقَوْمِ بَعْدَ تَجَاوُلٍ وَ بُعَادِ

یہ شعراس طرح بھی پڑھا گیا ہے:

وَ ثَنّٰی بَحِیراءُ زَبِیْرًا فَانْثَنٰی فِي الْقَوْمِ بَعْدَ تَجَاوُلٍ وَ تَعَادِیْ

اور بحیرا نے زبیر کو روکا اور اسے منصرف کر دیا تو وہ مقابلہ کرنے اور دشمنی وعداوت کرنے کے بعد اپنی قوم میں واپس چلا گیا۔

(۱۲) وَ نَهٰی دَرِیْسًا فَانْتَهٰی عَنْ قَوْلِهٖ حِبْرٌ یُوَافِقُ اَمْرَهٗ بِرَشَاد

اور بحیرا نے دریس کو بھی روکا تو وہ بحیرا کی باتیں سُن کر اپنے کام سے رُک گیا عیسائی عالم کی بات سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کے لئے حکم کا درجہ رکھتی ہے۔

یہ شعراس طرح بھی روایت کیا گیا ہے:

وَ نَهٰی دَرِیْسًا فَانْتَهٰی لَمَّا نُهِیْ عَنْ قَوْلِ حِبْرٍ نَاطِقٍ بِسَدَادِ

اور دریس کو بھی روکا گیا تھا تو وہ باز رہا بحیرا عالم کے قول سے جو سچی اور درست بات کہہ رہا تھا۔

اس قصے کا خلاصہ یہ ہے کہ جس کی طرف حضرت ابو طالب علیہ السلام نے اشارہ کیا اور جسے ابن ہشام نے ذکر کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ حضرت ابوطالبؑ ایک کاروان تجارت کے ساتھ ۵۸۲ء میں تجارت کی غرض سے شام کی جانب روانہ ہوئے جب کوچ کی تیاری مکمل ہوگئی اور روانگی کا وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کو ابوطالبؑ کے سامنے گرا دیا جیسا کہ مورخین لکھتے ہیں۔ حضرت ابوطالبؑ کا دل پگھل گیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت صرف بارہ سال کے تھے اور حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں محمدؐ کو اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا وہ نہ مجھ سے جدا ہوں گے اور نہ ہی میں ان سے جدا ہوں گا۔

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوطالبؑ کے ساتھ روانہ ہوئے جب قافلے نے بُصری کے مقام پر پڑاؤ ڈالا جو شام کا ایک علاقہ ہے تو وہاں پر ان کی ملاقات ایک راہب سے ہوئی جس کا نام بحیرا تھا جو اپنے گرجا گھر میں تھا اور اس کے پاس نصرانیوں کا علم تھا اور وہ صرف اسی گرجا گھر میں راہب ہونے کے بعد خدمات انجام دے رہا تھا نصرانیوں کا علم اس کے پاس ایک کتاب میں تھا جس کے بارے میں ان کا یہ خیال تھا کہ یہ لوگ اپنے بزرگوں

سے اس کے وارث ہوتے چلے آرہے ہیں جب قافلے والوں نے اس سال بحیرا کے پاس آکر پڑاؤ ڈالا تو اس سے پہلے وہ لوگ جب بھی اس کے پاس سے گزرتے تھے وہ نہ تو ان لوگوں سے کوئی گفتگو کرتا تھا اور نہ ہی ان کے سامنے آتا تھا یہاں تک کہ جب اس سال کا آغاز ہوا اور قافلے والے اس کے گرجا گھر کے قریب اتر گئے تو اس نے قافلے والوں کے لیے ڈھیر سا کھانا تیار کروایا اور اس کا سبب یہ تھا جیسا کہ وہ سمجھتے ہیں کہ کوئی چیز دیکھی تھی جب کہ وہ اپنے گرجا گھر میں تھا وہ سمجھتے ہیں کہ اس نے قافلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آتے ہوئے دیکھا تھا جب کہ وہ اپنے گرجا گھر میں تھا اور بادل اُن کے اوپر سایہ فگن تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ پھر وہ لوگ آئے تو قریب ہی ایک درخت کے سائے تلے اتر پڑے تو اس نے بادلوں کا سایہ دیکھا اور جب آنحضرتؐ درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے تو درخت کی شاخوں کو جھکتے ہوئے دیکھا۔ جب بحیرا نے یہ کچھ دیکھا تو وہ اپنے گرجا گھر سے نیچے اترا اور اس نے حکم دیا کہ ان لوگوں کے لیے طعام تیار کیا جائے جو تیار کیا گیا پھر اس نے ان کو پیغام بھیجا کہ اے قریش کے لوگو! میں نے تمھاری ضیافت کا اہتمام کیا ہے میری خواہش ہے کہ تم میں ہر چھوٹا بڑا، آزاد اور غلام اس دعوت میں شریک ہو۔

ان میں سے ایک شخص نے کہا: بخدا اے بحیرا! آج کوئی خاص بات ہے ورنہ ہم اس سے پہلے کئی بار یہاں سے گزرے ہیں لیکن تم نے ایسا نہیں کیا آج کیا بات ہے؟

بحیرا نے کہا: تم نے سچ کہا ویسا ہی جیسا تم نے کہا ہے تمھارے پاس ایک خاص مہمان ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تمھاری تکریم کروں اور میں نے تم سب کے لیے کھانے کا اہتمام کیا ہے لہٰذا تم سب آکر طعام نوش کرو سب کے سب وہاں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی کم سنی کی وجہ سے اسباب سفر کے پاس درخت کے نیچے چھوڑ دیا۔

جب بحیرا نے افرادِ قوم کو دیکھا تو ان میں وہ صفت نہیں پائی جسے وہ پہچانتا تھا اور اپنے پاس موجود پا رہا تھا اس نے کہا: اے قریشیو! دیکھو اس دعوت طعام میں تم میں سے کوئی باقی نہ رہ جائے۔

انھوں نے جواب دیا: اے بحیرا! ہم سے کوئی نہیں چھوٹا سوائے ایک لڑکے کے جو عمر میں سب سے چھوٹا ہے اور اسے سامان تجارت کے ساتھ چھوڑ دیا گیا ہے۔

بحیرا نے کہا: ایسا نہ کرو بلکہ اسے بھی بلاؤ کہ وہ تمھارے ساتھ اس طعام میں شریک ہو۔

قریش میں سے ایک شخص نے کہا: جوان کے ساتھ تھا کہ لات وعزیٰ کی قسم! اگر کھانے میں ہمارے ساتھ عبداللہ بن عبدالمطلب کا فرزند نہ ہو تو ہمارے لیے قابلِ ملامت ہے پھر وہ اٹھ کر گیا انھیں گودی میں اٹھایا اور قوم

کے ساتھ انہیں بٹھایا۔

جب بحیرا نے انھیں دیکھا تو اس نے نہایت گہری نظر سے دیکھنا شروع کیا اور ان کے جسم پر نظر ڈالنے لگا (اس نے اپنے پاس جو صفات دیکھی تھیں وہ سب ان میں موجود تھیں) جب قریش کے لوگ کھانے سے فارغ ہوئے اور وہاں سے جانے لگے تو بحیرا کھڑا ہوا اور اس نے کہا: اے صاحبزادے! میں آپ سے لات وعزیٰ کے واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ میں آپ سے جو باتیں دریافت کروں آپ مجھے وہ بتائیں گے۔

بحیرا نے لات وعزیٰ کا واسطہ اس لیے دیا کہ اس نے قریش کے لوگوں کو ایسا کہتے ہوئے سنا تھا انھوں نے یہ خیال کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بحیرا تم مجھ سے لات وعزیٰ کے واسطے سے کچھ نہ پوچھو اس لیے کہ میرے نزدیک ان سے زیادہ ناپسندیدہ کچھ اور نہیں ہے۔

بحیرا نے کہا: آپ کو اللہ کا واسطہ آپ میرے سوالوں کا جواب دیجئے۔

حضورؐ نے فرمایا: جو تمھارا جی چاہے سوال کرو۔

تو اس نے آنحضرتؐ سے ان کے حالات دریافت کیے اور ان کی نیند کے بارے میں پوچھا اور ان کی ہیئت اور امور کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے بحیرا کو بتانا شروع کیا اور بحیرا کے پاس جو ان کے اوصاف موجود تھے اس نے ان سے مطابقت شروع کی پھر اس نے ان کی پشت پر نظر کی تو ان کے کندھوں کے درمیان ختم نبوت کو دیکھا جو اس کے پاس صفات میں موجود تھا۔

ابن ہشام نے کہا: اور ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے پچھنا لگوانے کے اثرات ہوں۔

ابن اسحاق نے کہا: جب بحیرا اس امر سے فارغ ہوگیا تو وہ حضرت ابوطالبؑ کی طرف بڑھا اور اس نے دریافت کیا کہ اس بچے سے آپ کا کیا رشتہ ہے؟

انھوں نے فرمایا: یہ میرا بیٹا ہے۔

بحیرا نے کہا کہ یہ آپ کا فرزند نہیں ہوسکتا میں اس کے باپ کو زندہ نہیں پاتا۔

ابوطالبؑ نے کہا: یہ بچہ میرا بھتیجا ہے۔

بحیرا نے پوچھا کہ باپ کا کیا ہوا؟

فرمایا کہ ان کا انتقال ہوگیا تھا جب کہ ابھی ان کی والدہ حاملہ تھیں۔

بحیرا نے کہا آپ نے سچ کہا آپ اپنے بھتیجے کو لے کر واپس اپنے شہر جائیں اور یہودیوں سے اس بچے کی حفاظت کریں اس لیے کہ اگر یہودیوں نے اس بچے کو دیکھ لیا اور اسے پہچان لیا جس طرح میں نے پہچانا ہے تو وہ اس کے ساتھ برا سلوک کرنا چاہیں گے آپ کا بھتیجا عظیم شان کا مالک ہے اسے جلد ہی واپس اپنے شہر تک لے جائیں۔

ان کے چچا حضرت ابو طالبؑ انھیں جلد ہی مکہ واپس لے کر آ گئے جب وہ شام کی تجارت سے فارغ ہوئے انھوں نے یہ خیال کیا ہے کہ جیسا کہ لوگوں نے روایت کی ہے کہ "زُرَیر"، "تمام" اور "دُریس" کا تعلق اہل کتاب سے تھا انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وہی علامات دیکھی تھیں جو بحیرا نے اس سفر میں دیکھی تھیں جو وہ ابو طالبؑ کے ساتھ کر رہے تھے انھوں نے برائی کا ارادہ کیا جسے بحیرا نے رد کر دیا اور انھیں اللہ کی یاد دلائی اور ان کی کتابوں میں جو آنحضرتؐ کا ذکر اور ان کے صفات ہیں انھیں واضح کیا اور ان سب نے جب اپنے ارادے کے مطابق مجتمع ہو کر کچھ کرنا چاہا تو وہ ان تک نہ پہنچ سکے اور بحیرا ان کے ساتھ رہا یہاں تک کہ اس نے جو کچھ کہا تھا اسے ان لوگوں نے جان لیا اور اس کے قول کی تصدیق کی لہٰذا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیچھا کرنا چھوڑ دیا اور وہاں سے چلے گئے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ابی محمد عبدالملک بن ہشام المعافری۔ مکتبۃ المورد جلد اوّل۔ ص ۱۲۱، ۱۲۳۔ مطبوعہ ۲۰۰۳ء)

اور جو کچھ حضرت ابو طالبؑ نے بحیرا کے ساتھ مل کر اُن کی جدال کے بارے میں کہا ہے جو آنحضرتؐ کی شان میں بہترین قصیدہ ہے جو میم کی ردیف میں ہے۔

وَ اَقْبَلَ رَکْبٌ یَطْلُبُوْنَ الَّذِیْ رَأٰی   بَحِیْرَاءُ رَأٰی الْعَیْنِ وَسْطَ خِیَامِ

جسے ہم آئندہ بیان کریں گے۔

(۲۱)

تخریج

سیرت ابن اسحاق/۷۸ اور ان میں سے کچھ اشعار کا ذکر مطبوعہ دیوان میں ہے/۳۵ اور کچھ بحار الانوار میں مذکور ہیں ۳۵/۱۳۹، غدیر ۷/۳۴۵۔ غایۃ الطالب فی شرح دیوان ابی طالب۔ ص۶۱

اور حضرت ابوطالب علیہ السلام نے یہ فرمایا۔

یہ اشعار بحرِ "الطویل" میں ہیں۔

ابوطالب کے ساتھ تجارتی سفر

(۱) بَکٰی طَرَباً لَمَّا رَاٰنِیْ مُحَمَّدٌ   کَاَنْ لَّا یَرَانِیْ رَاجِعًا لِمَعَادِ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مجھے دیکھا تو خوشی کے مارے اُن کے اشک رواں ہوگئے گویا کہ وہ دوبارہ واپسی پر مجھے نہیں دیکھیں گے یعنی میری جدائی ان پر شاق تھی جب میں انھیں چھوڑ کر تجارتی سفر پر روانہ ہو رہا تھا۔

(۲) فَبِتُّ یُجَافِیْنِیْ تَھَلُّلُ دَمْعُهٗ   وَ عَبْرَتُهٗ مِنْ مَضْجَعِیْ وَوَسَادِیْ

ان کی یہ حالت دیکھ کر کہ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی لگی ہوئی ہے اور ان کی آنکھیں اشک بار ہیں میں نے پوری رات تکیہ و بستر سے دور رہ کر گزاری یعنی میں اس فکر میں رات بھر جاگتا رہا۔

(۳) فَقُلْتُ لَهٗ قَرِّبْ قُعُوْدَكَ وَ ارْتَحِلْ   وَ لَا تَخْشَ مِنِّیْ جَفْوَةً بِبِلَادِ

میں نے اُن سے کہا کہ اپنا سامان لاؤ اور کوچ کی تیاری کرو اور میرے ساتھ رہ کر کسی بھی شہر میں اجنبیت محسوس نہ کرنا اور اس سے خائف نہ ہونا۔

(۴) وَ خَلِّ زِمَامَ الْعِيْسِ وَ ارْتَحِلَنْ بِنَا عَلٰى عَزْمَةٍ مِنْ اَمْرِنَا وَ رَشَادِ

اور تم اونٹ کی مہار چھوڑ دو اور میرے ساتھ ہی ہودج میں سوار ہو جاؤ ہم لوگ مکمل امر اور عزم اور رشد و ہدایت کے ساتھ روانہ ہوں گے۔

(۵) وَرُحْ رَائِحًا فِي الرَّاشِدِيْنَ مُشَيِّعاً لِذِيْ رَحِمٍ فِي الْقَوْمِ غَيْرِ مَعَادِ

اور دوسرے نسخے میں "راشدین" کی جگہ "رائحین" ہے یعنی وہ اونٹ جو کھانے پینے کا سامان لے کر روانہ ہوتے ہیں۔ اور دیوان میں "غیر معاد" کی جگہ غیر بعاد ہے۔

اے محمدؐ! تم بھی سفر کرنے والوں کے ساتھ ساتھ ان کا اتباع کرتے ہوئے سفر کی تیاری کرو اور کوچ اختیار کرو اپنے خاندان والوں کے ساتھ اور قوم کے دوسرے لوگ بھی کچھ دور نہیں ہیں۔

(۶) فَرُحْنَا مَعَ الْعِيْرِ الَّتِيْ رَاحَ رَكْبُهَا يَؤُمُّوْنَ مِنْ غَوْرَيْنَ اَرْضَ اِيَادِ

ہم اسی کارواں کے ساتھ روانہ ہوئے دوسرے سواروں نے جس کے ساتھ کوچ کیا وہ لوگ "غورین" سے "ایاد" کی سرزمین کا قصد کررہے تھے۔

غورین غور کی پہاڑیاں تہامہ سے یمن تک اور ایاد کے بارے میں ابن دُرید نے کہا ہے کہ وہ ایادان یعنی دو ایاد ہیں ایاد بن نزار اور ایاد بن سود، ایاد ارض روم وفرس پر غالب آگئے اسی وجہ سے شہروں کو ان کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

رکب وہ سوار جو چوپایوں پر نہیں بلکہ اونٹوں پر سفر کریں اور ان کی تعداد دس اور اس سے زیادہ ہو۔

(۷) فَمَا رَجَعُوْا حَتّٰى رَاَوْا مِنْ مُحَمَّدٍ اَحَادِيْثَ تَجْلُوْ غَمَّ كُلِّ فُؤَادِ

تو وہ اس وقت تک واپس نہیں لوٹے جب تک انھوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی باتیں مشاہدہ نہ کر لیں جو ہر دل سے غم وھم کو دور کر دینے والی ہیں۔

(۸) وَ حَتّٰى رَأَوْا أَحْبَارَ كُلِّ مَدِيْنَةٍ سُجُوْداً لَهٗ مِنْ عُصْبَةٍ وَ فُرَادِ

اور یہاں تک کہ انھوں نے ہر شہر کے احبار (علمائے یہود) کو دیکھا کہ وہ گروہ کی شکل میں اور فرادی حیثیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تعظیم کے لیے سر تسلیم خم کیے ہوئے تھے۔

(۹) زُبَيْرًا وَ تَمَّاماً وَ قَدْ كَانَ شَاهِدًا دَرِيْسًا وَ هَمُّوا كُلُّهُمْ بِفَسَادِ

اور انھوں نے احبار یہود (علمائے یہود) میں سے "زبیر" (بعض نسخوں میں زریر ہے) "تمام" اور "دریس" کو دیکھا کہ وہ سب فساد کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

(۱۰) فَقَالَ لَهُمْ قَوْلًا بَحِيْرَا وَ أَيْقَنُوْا لَهٗ بَعْدَ تَكْذِيْبٍ وَ طُوْلِ بُعَادِ

بحیرا نے ان علمائے یہود سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں گفتگو کی تو انھوں نے جھٹلانے اور لمبی چوڑی بحث و تمحیص کے بعد بحیرا کی بات کو تسلیم کر لیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف کو مان لیا۔

(۱۱) كَمَا قَالَ لِلرَّهْطِ الَّذِيْنَ تَهَوَّدُوْا وَجَاهَدَ هُمْ فِي اللّٰهِ كُلَّ جِهَادِ

جس طرح بحیرا نے اس گروہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کہا تھا جنھوں نے یہودی مذہب اختیار کر لیا تھا اور بحیرا نے اللہ کے بارے میں ان سے ہر طرح کا جہاد کیا۔

(۱۲) فَقَالَ وَ لَمْ يَتْرُكْ لَهُ النُّصْحَ رُدَّهٗ فَإِنَّ لَهٗ إِرْصَادَ كُلِّ مَصَادِ

بحیرا نے کہا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں نصیحت کو ترک نہیں کیا کہ اے ابوطالبؑ تم انھیں مکہ واپس لے جاؤ اس لیے کہ ان کی تلاش میں ہر شکاری گھات لگائے بیٹھا ہے اور انھیں تکلیف پہنچانے کے درپے ہے۔

(۱۳) فَإِنِّيْ أَخَافُ الْحَاسِدِيْنَ وَ إِنَّهٗ لَفِي الْكُتْبِ مَكْتُوْبٌ بِكُلِّ مِدَادِ

میں ان کے بارے میں حسد کرنے والوں سے خوف زدہ ہوں اس لیے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت اور ان کی خوبیوں کا ذکر سابقہ کتب میں جلی روشنائی سے تحریری شکل میں موجود ہے۔

(۲۲)

تخریج

البدایۃ والنھایہ ۱/۲۶۶، الاصابہ ۴/۱۱۵،
شرح ابن ابی الحدید ۳/۳۱۹ الحجۃ/۲۸۴،
بحارالانوار ۳۵/۱۲۸، الغدیر، ۷/۳۳۵
شعر ابی طالب واخبارہ والمستدرک علیہ ابی ھفان/۷۵
بخاری نے اسے تاریخ الصغیر ۱/۳۸ میں لکھا ہے اور صرف دوسرا شعر ہے ابن عساکر ۱/۲۷۵
مواھب اللدنیہ قسطلانی ۱/۵۱۸

اور حضرت ابوطالب علیہ السلام اپنے اشعار میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح سرائی کررہے ہیں۔

یہ اشعار "بحرِ طویل" میں ہیں۔

نعت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱) لَقَدْ اَکْرَمَ اللهُ النَّبِیَّ مُحَمَّداً فَاَکْرَمُ خَلْقِ اللهِ فِی النَّاسِ اَحْمَدُ

بے شک یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمدؐ کو مکرم ومحترم قرار دیا ہے اور انھیں اپنی مخلوقات میں تمام انسانوں سے افضل و اکرم قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ احمد تمام مخلوقات میں سب سے مکرم ہیں حضرت ابوطالب علیہ السلام نے اس شعر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں ناموں کو یکجا کر دیا ہے پہلے محمدؐ کا ذکر کیا ہے اور اس کے

بعد احمد کا تذکرہ ہے۔

حضرت عبدالمطلب نے قریش کے مروّجہ ناموں سے ہٹ کر اس نومولود کا نام محمد رکھا جب لوگوں نے اس نام رکھنے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا۔

"یہ نام اس توقع پر رکھا ہے کہ زمین وآسمان میں میرے فرزند کی تعریف ہو" (تاریخ ابوالفداء صفحہ ۱۱۔ رحمۃ للعالمین جلد اوّل سلیمان منصور پوری محسنِ اعظم اور محسنین از فقیر سید وحید الدین)

(۲) وَشَقَّ لَهُ مِنْ اِسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَ هٰذَا مُحَمَّدٌ

اور اللہ نے اپنے اسم مبارک سے ان کے نام کو مشتق کیا ہے تاکہ ان کی بزرگی وعظمت عیاں ہو لہٰذا مالک عرشِ بریں محمود ہے اور اس نے اسی لفظ محمود سے محمد کا نام مشتق کیا ہے۔

محمود کے معنی ہیں جس کی حمد کی گئی ہو اور جس کی سب سے زیادہ تعریف وتوصیف کی جائے وہ محمدؐ ہے۔ یعنی خالق محمود ہے مخلوق محمد ہے معبود محمود ہے اور بندہ محمد ہے علامہ امینی نے غدیر ۷/ ۳۳۶ میں فرمایا ہے کہ حسان بن ثابت نے اس شعر کی تضمین کی ہے وہ فرماتے ہیں:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَ عَبْدَهٗ بِاٰيَاتِهٖ وَ اللّٰهُ اَعْلٰى وَ اَمْجَدُ وَشَقَّ لَهُ مِنْ اِسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَ هٰذَا مُحَمَّدٌ	کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے اپنے بندے کو اپنی آیتوں اور معجزات کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے اور اللہ تو اعلیٰ اور بزرگ وبرتر ہے۔ اس نے آنحضرت کا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے لہٰذا صاحب عرش محمود ہے اور یہ محمدؐ ہے۔

یہ اشعار مجمع البیان ۲/ ۵۱۲ میں بھی موجود ہیں۔

اور دلائل النبوۃ بیہقی ۱/ ۱۲۸ اور تاریخ اسلام ذھبی/ ۳۲ میں ہے کہ علی بن زید بن جدعان نے فرمایا کہ سوال یہ ہوا کہ عربی زبان کا سب سے بہتر شعر کس کا ہے؟ تو سب نے بالاتفاق یہ کہا کہ حضرت ابوطالبؑ کا قول حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں:

وَ شَقَّ لَهُ مِنْ اِسْمِهٖ لِيُجِلَّهُ
فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَ هٰذَا مُحَمَّدُ

قرآن کریم میں آنحضرتؐ کے دونوں ناموں کا تذکرہ ہے۔

سورۂ صف میں فرمایا:

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ (۶ الصف ۶۱)

یاد کیجیے جب عیسیٰ بن مریم نے کہا تھا اے بنی اسرائیل! میں تمھاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں اور جو کتاب توریت میرے سامنے موجود ہے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور بشارت دیتا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہے پس جب وہ ان کے پاس واضح دلائل لے کر آیا تو انھوں نے کہا یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

قرآن کریم میں لفظ "محمدؐ" چار مقامات پر آیا ہے سورہ آل عمران ۱۴۴ سورہ احزاب ۴۰ سورۂ محمد ۲ اور سورۂ الفتح آیت ۲۹ میں ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

كُنْتُ اَحْمَدٌ فِي السَّمَاءِ وَاَنَا مُحَمَّدٌ فِي الْاَرْضِ

میرا نام آسمانوں میں احمد تھا اور زمین پر میرا نام محمدؐ ہے۔

اسی لیے ہم کلمہ، اذان، تشہد اور درود میں نام محمدؐ لیتے ہیں۔

اور معراج کی تمام روایتوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے "یا احمد" کہہ کے خطاب کیا ہے۔

حضرت ابو طالب علیہ السلام نے اپنے مختلف اشعار میں ان دونوں ناموں کو نہایت خوب صورت انداز میں بیان کیا ہے۔

(۲۳)

تخریج

شرح ابن ابی الحدید ۳/۳۱۹،	الحجہ/۲۹۴،
کنز الفوائد/۷۹،	تفسیر ابوالفتوح ۸/۴۷۳
بحار الانوار ۳۵/۱۶۵	دیوان ابی طالب مطبوعہ ترتیب شیخ محمد تونجی/۴۱

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے فرمایا۔

یہ اشعار "بحرِ رجز" میں ہے۔

ابوطالب اور اعلان دین

(۱) يَا شَاهِدَ اللهِ عَلَيَّ فَاشْهَدْ أَنِّي عَلَى دِيْنِ النَّبِيِّ اَحْمَدْ

مَنْ ضَلَّ فِي الدِّيْنِ فَإِنِّي مُهْتَدْ

شیخ محمد تونجی نے "یا شاھد اللہ" کی جگہ "یا شاھِدَ الخلق عَلَیَّ فَاشْھَدْ" کہا ہے اے اللہ کی جانب سے مخلوقات پر شاہد (گواہ) آپ میرے لیے گواہی دیں کہ میں نبی اکرم احمد مجتبیٰ کے لائے ہوئے دین پر عمل پیرا ہوں۔ جو بھی دین میں گم راہی سے دوچار ہے تو ہوا کرے میں تو ہدایت یافتہ اور راہ ہدایت پر گامزن ہوں۔ اے مخلوقات کی جانب سے مجھ پر گواہ تم گواہی دے دو کہ میں احمد مجتبیٰ کے لائے ہوئے دین پر ہوں۔

اس شعر میں سورۃ احزاب کی ایک آیت کی طرف اشارہ ہے:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٤٥﴾ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ﴿٤٦﴾

اے رسول! بے شک ہم نے آپ کو شاہد اور خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔ (احزاب: ۴۵، ۴۶)

(۲۴)

تخریج

شرح ابن الحدید ۳/۳۱۹،　　　الحجۃ/۲۸۱۔۲۸۲،

مجمع البیان ۷/۲۷۰، کچھ اختلاف کے ساتھ　بحار الانوار ۳۵/۱۶۴،

الغدیر، ۷/۳۳۶،

غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب محمد خلیل الخطیب مطبوعہ ۱۹۵۰۔۱۹۵۱ ص ۷۰،

شعر ابی طالب واخبارہ والمستدرک علیہ ابی ھفان/۷۵،

ودیوان ابی طالب عم النبی جمعہ وشرحہ الدکتور محمد تونجی ص ۳۵۔۳۶

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں یہ اشعار کہے جن کے ذریعے وہ آپؐ کی رسالت کی گواہی دے رہے ہیں اور ان اشعار کے ذریعے ان کی نبوت کا اقرار کر رہے ہیں۔

یہ اشعار "بحر مجزوء الکامل" میں ہیں۔

توصیف پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱) أَنْتَ النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ　　قَرْمٌ أَغَرُّ مُسَوَّدُ

تم نبی ہو تمھارا نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے تم سردار، شریف، روشن چہرے والے، بہادر اور شجاع ہو۔

(۲) لِمُسَوَّدِيْنَ اَكَارِمٌ طَابُوا وَ طَابَ الْمَوْلِدُ

تم نہایت محترم اور معزز سرداروں کے فرزند ہو جو خود بھی طیب و طاہر تھے اور تمھاری ولادت بھی پاک و پاکیزہ ہے۔

(۳) اَنْتَ السَّعِيْدُ مِنَ السُّعُوْدِ تَكَنَّفَتْكَ الْاَسْعَدُ

تم بابرکت ہو اور مبارک خاندان سے تمھارا تعلق ہے نیکیاں اور خوش بختیاں تمھارے گرد حلقہ کیے ہوئے ہیں۔

(۴) مِنْ لَدُنْ آدَمَ لَمْ يَزَلْ فِيْنَا وَصِيٌّ مُرْشِدُ

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک اور ہمیشہ ہمارے درمیان ایسا وصی موجود رہا ہے جو ہدایت کا فریضہ انجام دیتا ہے۔

(نوٹ) یہ دونوں شعر مجمع البیان میں موجود ہیں، ۷/ ۱۴۴

(۵) نِعْمَ الْاَرُوْمَةُ اَصْلُهَا عَمْرُو الْخِضَمُّ الْاَوْحَدُ

کیا کہنا اس خاندان کا جس کے مورثِ اعلیٰ عمرو (ہاشم بن عبدِمناف) جیسے بے مثال سخی اور فیاض ہوں۔

(۶) هَشَمَ الرَّبِيْكَةَ فِي الْجِفَا نِ وَ عَيْشُ مَكَّةَ اَنْكَدُ

وہ جنھوں نے بڑے بڑے پیالوں میں روٹیوں کے ٹکڑے دودھ اور شوربے میں ڈالے جب کہ مکہ مکرمہ میں قحط سالی کی وجہ سے زندگی گزارنا نہایت دشوار اور جینا مشکل تھا۔

ہاشم کا نام عمرو تھا اور ان کی کنیت ابونُضیلہ تھی یہ عبدمناف کے فرزند تھے ان کی والدہ کا نام عاتکہ بنت مرہ بن ہلال تھا جن کا تعلق بنوسلیم سے تھا۔ ہاشم اپنے والد کے بعد تمام امور بالخصوص سقایہ (حاجیوں کو پانی پلانے کا انتظام) اور رفادہ (حاجیوں کی مہمان نوازی کرنا) کے ذمہ دار تھے۔ یہی نور محمدی کے حامل تھے اور عبدمناف کے دوسرے بیٹے کا نام مطلب تھا حضور اکرم فرماتے ہیں:

نحن و بنو المطلب هکذا و شبك بين اصابعه

ہم اور مطلب کی اولاد باہم اسی طرح ملے ہوئے ہیں جیسے یہ ہاتھ کی انگلیاں باہم پیوست ہیں۔

اور ان دونوں کے بے انتہا حسن و جمال کی وجہ سے انھیں (البدران) دو چاند کہا جاتا تھا اور ہمارے سردار ہاشم نہایت فیاض تھے بڑے باہمت وشجاع تھے وہ مکہ کے تنگ دست افراد اور بے سہارا لوگوں سے غافل نہ تھے جب مکہ میں قحط سالی ہوئی اور لوگ بھوکوں مرنے لگے تو آپ اپنے اہل وعیال کے ساتھ فلسطین تشریف لے گئے اور وہاں سے آٹا خرید کر لائے اور مکہ میں آکر حکم دیا کہ روٹیاں پکائی جائیں اور ہر روز اونٹ اور بکریوں کو ذبح کرتے اور ان کے شوربے میں روٹیاں چور کر لوگوں کو آواز دی جاتی اور صبح وشام انھیں کھانا کھلایا جاتا اسی وجہ سے ان کا نام ہاشم زیادہ شہرت پا گیا۔ (سلسلہ آباء النبی السید احمد الواحدی صفحہ ۲۶۹۔۲۷۱)

جب حج کا موسم آیا تو انھوں نے قریش کے سامنے خطبہ دیا اور فرمایا:

يامعشر قريش انكم جيران الله واهل بيته الحرام و انه ياتيكم فى هذا الموسم زوار الله يعظمون حرمة بيته فهم اضياف الله واحق الضيف بالكرامة ضيفه و قد خيركم الله بذلك و اكرمكم به ثم حفظ منكم افضل ما حفظ جار من جاره فاكرموا ضيفه و زواره فانهم ياتون شعثا غبرا من كل بلد على ضَوَامِر كالقداح و قد اَعْيُوْا و تفلوا و قملوا وارملوا فاقروهم واغنوهم۔ (تاریخ الیعقوبی ج۲ص۲۸۱)

اے قریش کے لوگو! تم اللہ کی ہمسائیگی میں اور اس کے بیت الحرام کے اہل ہو اور یہ کہ اس موقع پر اللہ کے زائرین تمھارے پاس آتے ہیں اور اس کے گھر کی حرمت کی تعظیم کرتے ہیں وہ سب کے سب اللہ کے مہمان ہیں اور مہمان کا یہ حق ہے کہ اس کی تکریم کی جائے اور اللہ نے تمھیں اس کام کے لیے منتخب کر لیا ہے اور تمھیں یہ شرف عطا کیا ہے پھر تمھیں اس سے افضل یہ کہ حفاظت کی ذمہ داری سونپی ہے جو ایک پڑوسی اپنے پڑوسی کے لیے کرتا ہے لہٰذا تم پر لازم ہے کہ اللہ کے مہمان اور اللہ کے زائرین کی تکریم کرو اس لیے کہ وہ لوگ مختلف شہروں سے دبلے پتلے اونٹوں پر بغیر پھلوں کے تیر کی طرح ہو جاتے ہیں بال بکھرائے ہوئے گرد وغبار میں اَٹے ہوئے تھکے ماندے آتے ہیں ان کے جسم سے بدبو آرہی ہوتی ہے کیوں کہ معطر نہیں ہوتے بغیر نہائے ہوئے، جوئیں بالوں میں بھری ہوئی اور ریت سے اَٹے ہوئے آتے ہیں۔ لہٰذا ان کی مہمان نوازی کرو اور انھیں ہر چیز سے بے نیاز کر دو۔

(۷) فَجَرَتْ بِذٰلِكَ سُنَّةٌ فِيْهَا الْخَبِيْزَةُ تُثْرَدُ

اس طرح یہ طریقہ ان کے خاندان میں جاری و ساری رہا کہ شوربے اور دودھ میں روٹیوں کو چور کر بھوکے لوگوں کو کھلایا جاتا تھا۔

(۸) وَ لَنَا السِّقَايَةُ لِلْحَجِيْـ ـجِ بِهَا يُمَاثُ الْعَنْجَدُ

اور ہمارے خاندان میں ہی حاجیوں کو پانی پلانے کا منصب یعنی "سقایۃ" ہے اور یہی خانوادہ ہے جو حاجیوں کو کشش کا شربت پلاتا ہے۔

حدیث میں وارد ہوا ہے:

كُلُّ مَأْثُرَةٍ مِنْ مَآثِرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ إِلَّا سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَسِدَانَةَ الْبَيْتِ.

زمانۂ جاہلیت کے تمام آثار (رسومات) میرے پیروں تلے ہیں سوائے حاجیوں کو پانی پلانا اور خانہ کعبہ کی تولیت رکھنا۔

(۹) اَلْمَازِمَانِ وَ مَا حَوَتْ عَرَفَاتُهَا وَ الْمَسْجِدُ

مازمان یعنی عرفہ اور مشعر الحرام کے درمیان کا علاقہ اور جو کچھ مشتمل ہے عرفات اور مسجد الحرام پر وہ سب ہماری ہی نگرانی میں ہے اور ہم لوگ ہی اس کا منصب رکھتے ہیں۔

(۱۰) اَنّٰى تُضَامُ وَ لَمْ اَمُتْ وَ اَنَا الشُّجَاعُ الْعَرْبَدُ

اے محمدؐ! یہ کیسے ممکن ہے کہ تم پر ظلم و ستم کیا جائے جب کہ میں ابھی زندہ ہوں اور میں بہادر اور بیشۂ شجاعت کا شیر ہوں۔

(۱۱) وَ بِطَاحُ مَكَّةَ لَا يُرٰى فِيْهَا نَجِيْعٌ اَسْوَدُ

اور اے محمدؐ! تم پر ظلم کیسے ہوسکتا ہے جب کہ مکہ مکرمہ کی کشادہ وادی میں سیاہی مائل خون بہتا ہوا نظر نہیں آرہا ہے۔

(۱۲) وَ بَنُو اَبِيكَ كَاَنَّهُمْ أُسُدُ الْعَرِيْنِ تُوَقَّدُ

اور اے نبی تم پر ظلم کیسے ممکن ہے جب کہ تمھارے چچا کے بیٹے ایسے ہیں گویا کہ وہ کچھار کے شیر ببر ہوں جن میں جوش وخروش بھرا ہوا ہے۔

(۱۳) وَ لَقَدْ عَهِدْتُكَ صَادِقاً فِي الْقَوْلِ لاَتَتَزَيَّدُ

اے میرے لختِ جگر (محمدؐ) میں نے تم کو ہمیشہ صادق پایا ہے تم صادق القول ہو اور تم نے کبھی بھی افراط کو اپنا شعار نہیں بنایا

(۱۴) مَا زِلْتَ تَنْطِقُ بِالصَّوَا بِ وَ اَنْتَ طِفْلٌ اَمْرَدُ

اے بیٹے (محمدؐ)! تم ہمیشہ سے ہی صحیح اور درست بات کہتے رہے ہو جب کہ ابھی تم بچے تھے اور ڈاڑھی اور مونچھوں کے بال بھی نہیں آئے تھے۔

(۲۵)

تخریج

ایمان ابی طالب/ ۴۰، الحجۃ/ ۲۹۴،
کنز القوائد/ ۷۹، روضۃ الواعظین ۱/ ۱۴۱،
غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب محمد خلیل الخطیب صفحہ ۷۳۔
دیوان ابی طالب عم النبیؐ جمعہ وشرحہ الدکتور محمد التونجی/ ۳۷

حضرت ابوطالب علیہ السلام کے یہ اشعار اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا اور تعریف وتوصیف پر مشتمل ہیں۔
یہ اشعار "بحرِ وافر" میں ہیں۔

خداوند عالم کی صفات

(۱) مَلِيكُ النَّاسِ لَيْسَ لَهُ شَرِيكٌ هُوَ الْجَبَّارُ وَ الْمُبْدِئُ الْمُعِيدُ

وہ اللہ جو اپنی ذات وصفات میں ہر ایک سے مستغنی ہے اور ہر موجود جس کا محتاج ہے اس کی ذات اور صفات میں کوئی بھی اس کا شریک وسہیم نہیں ہے وہ جبار (بہت طاقت ور اور ہر چیز پر تسلط رکھنے والا) ہے اور مبدی (تخلیق کا آغاز کرنے والا) ہے اور معید (دوبارہ زندہ کرنے والا) ہے۔

غایۃ المطالب اور دیوان ابی طالب میں دوسرا مصرع اس طرح ہے:

هُوَ الْوَهَّابُ وَ الْمُبْدِئُ وَ الْمُعِيدُ

یعنی وہ اللہ وھاب (زیادہ نعمتوں والا اور ہمیشہ عطا کرنے والا) ہے۔

اللہ تعالیٰ کا نام الملک ہے جسے حضرت ابوطالبؑ نے "الملیك" کہا ہے۔ "ملك" اور "ملیك" دونوں کے معنی ہیں بادشاہ۔ اس کے علاوہ دوسرے مصرع میں الجبّار اور الوھاب اللہ کا نام ہے جسے بیان کیا ہے اور المبدیٰ اور المعید بھی اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے۔

لفظ ملیك۔ الجبار، الوھاب، المبدی اور المعید قرآن کریم میں آیا ہے۔

ملیك: فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾ (۵۵ القمر ۵۴)

حقیقی عزت کی جگہ ہر طرح کی قدرت والے بادشاہ کے نزدیک۔

الجبار: اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ (۲۳ الحشر ۵۹)

وہ بادشاہ ہے نہایت پاک، سلامتی والا، امن دینے والا، نگہبان زبردست زور آور ہے۔

الوھاب: وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۸﴾ (۸ آل عمران ۳)

اور تو اپنی جانب سے ہمیں رحمتوں سے نواز دے بے شک تو ہی عطا کرنے والا ہے۔

المبدی والمعید: قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ (۳۴ یونس: ۱۰)

اے نبی آپ فرما دیجیے کہ اللہ ہی پہلی مرتبہ مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا تم کہاں بہکائے جاتے ہو۔

اس عظیم شاعر یعنی حضرت ابو طالب علیہ السلام نے رب کریم کی ثنائے عظیم بیان کی ہے اور کچھ اسمائے حسنیٰ کا تذکرہ کیا ہے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو بھی ان اسمائے حسنیٰ کو یاد رکھے گا اللہ اسے جنت میں داخل کر دے گا۔

امام بخاری نے کتاب التوحید میں ابو ہریرہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ان للّٰہ تِسعۃ وتسعین اسما مائۃ الا واحدًا من احصاھا دخل الجنۃ

بے شک اللہ کے ننانوے (۹۹) نام ہیں جو بھی ان کا احصا کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(کتاب الشروط۔ باب ۱۸، حدیث نمبر ۲۷۳۱)

"اِحْصَا" کے معنی ہیں معانی کا ادراک کرنا۔

(۲) وَ مَنْ تَحْتَ السَّمَاءِ لَهٗ بِحَقٍّ وَ مَنْ فَوْقَ السَّمَاءِ لَهٗ عَبِيْدُ

اور جو بھی مخلوق آسمان کے نیچے یعنی زمین اور آسمان کے درمیان میں بستی ہے درحقیقت وہ سب کی سب اور جو مخلوق آسمان کے اوپر زندگی بسر کر رہی ہے وہ بھی اللہ کی عبودیت اور بندگی اور غلامی میں ہے۔

اس شعر میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ (۹۳۔ مریم ۱۹)

آسمانوں اور زمین میں جو بھی بستے ہیں وہ سب رحمان کے پاس غلام بن کر آئیں گے۔

(۲۶)

تخریج

مطبوعہ دیوان/ ۱۸ — دیوان ابوطالبؑ عم النبی جمعہ وشرحہ الدکتور محمد التونجی ۴۰/ ۴۱

شعر ابی طالب واخبارہ والمستدرک علیہ ابی ھفان (۲۵۷ھ) ۴۳،

غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب محمد خلیل الخطیب/ ۵۲

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے اپنے بھائی عبداللہ بن عبدالمطلب جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدگرامی تھے اُن کی وفات پر مرثیہ کہا ہے وہ فرماتے ہیں۔

یہ اشعار بحر "بسیط" میں ہیں۔

اپنے حقیقی بھائی عبداللہ کی وفات پر

(۱) عَیْنَیَّ اثْذِنِی بِبُکَاءٍ آخِرَ الْاَبَدِ وَ لَا تَمَلِّیْ عَلٰی قَرْمٍ لَنَا سَنَدِ

اے میری آنکھو! مجھے رخصت دو کہ جب تک زندگی باقی ہے میں آنسو بہاتا رہوں اور تم قوم کے سردار اور معتمد عبداللہ پر آنسو بہاتے ہوئے کسی قسم کی تھکن محسوس نہ کرنا۔

تملی۔ اکتانا، بے چین ہونا، قرم، قبیلہ کا سردار۔ سند بھروسے کے قابل مستند۔

(۲) اَشْکُو الَّذِیْ بِیْ مِنَ الْوَجْدِ الشَّدِیْدِ لَهٗ وَ مَا بِقَلْبِیْ مِنَ الْاٰلَامِ وَ الْکَمَدِ

میں اس شدید غم والم کی فریاد کرتا ہوں جو ان کے فراق میں مجھ تک پہنچا ہے اور میرے دل کو جو رنج ومحن اور

افسردگی طاری ہے۔

کمد۔ غم افسردگی، الوجد، محبت، طاقت۔

(۳) اَضْحٰی اَبُوْهُ لَهٗ یَبْكِیْ اِخْوَتُهٗ بِكُلِّ دَمعٍ عَلَی الْخَدَّیْنِ مُطَّرِدِ

عبداللہ کے والد عبدالمطلب ان کی وفات پر گریہ کناں تھے اور ان کے جملہ برادران ان کی جدائی پر رو رہے تھے اور ان کے رخساروں سے آنسوؤں کی لڑی بہہ رہی تھی اور آنسو جاری و ساری تھے۔

عبداللہ کے بھائیوں یعنی عبدالمطلب کی اولاد کی تعداد میں اختلاف ہے کسی نے کہا دس، کسی نے کہا گیارہ اور کسی نے تیرہ کہا ہے ان کے نام تھے ابوطالبؑ، حرث اور یہ عبدالمطلب کے بڑے بیٹے تھے زبیر، عبدالکعبہ "حمزہ، عباس، مقوم، حجل اور ان کا نام مغیرہ تھا، ضرار، قثم ابولہب، غیداق اور عبداللہ اور جس نے گیارہ تعداد بتلائی ہے اس نے عبدالکعبہ کو حذف کر دیا اور کہا وہ مقوم تھے اور اس نے غیداق اور حجل کو ایک قرار دیا اور جس نے تعداد دس بتلائی تو اس نے قثم کو محذوف کر دیا۔

اور عبدالمطلب کی چھ بیٹیاں تھیں ام حکیم امیمہ، اروی، برہ، عاتکہ اور صفیہ۔

(۴) لَوْ عَاشَ كَانَ لِفِهْرٍ كُلِّهَا عَلَمًا اِذْ كَانَ مِنْهَا مَكَانَ الرُّوْحِ فِي الْجَسَدِ

اگر عبداللہ زندہ رہتے تو پورے قریش کے لیے پرچم قیادت قرار پاتے اس لیے کہ وہ خاندان قریش میں یہی حیثیت رکھتے تھے جو جسم میں روح کی ہوتی ہے۔

فہر سے مراد قبیلہ فہر ہے اور اس کی کنیت ابو غالب ہے اور فہر کو ہشام کے قول کے مطابق مُجَمِّع یعنی قریش کو ایک جگہ جمع کرنے والا کہا گیا ہے اور اس کی ماں جندلہ بنت عامر بن مضاض الجرھمی تھی اور فہر مکہ کے سردار تھے اور کہا گیا کہ حسان یمن کا رہنے والا تھا اور حمیر کے ساتھ تھا وہ یہ چاہتا تھا کہ کعبہ کے پتھروں کو یمن منتقل کر دے وہ نخلہ کے مقام پر اترا تو قریش کنانہ، خزیمہ اور اسد جمع ہوئے اور ان سب کا رئیس فہر بن مالک تھا بہت شدید لڑائی ہوئی حسان کو قید کیا گیا اور حمیر کو ہزیمت اٹھانی پڑی اور حسان تین سال مکہ میں قید رہا اس نے فدیہ دے کر قید سے نجات پائی اور مکہ سے روانہ ہوا اور مکہ اور یمن کے درمیان میں اس کا انتقال ہو گیا جیسا کہ کامل ابن الاثیر میں تحریر ہے۔

(۲۷)

تخریج

دیوان مطبوعہ/ ۱۹، غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب/ ۶۲

شعر ابی طالب واخبارہ والمستدرک علیہ/ ۴۴،

دیوان ابی طالب عم النبی جمعہ وشرحہ الدکتور محمد التونجی/ ۳۲

فرمایا کہ ان اشعار کے ذریعہ حضرت ابوطالبؑ نے اپنے بھتیجے ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کے لیے آمادہ کیا۔

یہ اشعار "بحرِ الکامل" میں ہیں۔

ربیعہ ابن حارث کو نصرتِ پیغمبر کی دعوت

(۱) اِعْلَمْ اَبَا اَرْوٰی بِاَنَّکَ مَاجِدٌ　　مِنْ صُلْبِ شَیْبَۃَ فَانْصُرَنَّ مُحَمَّداً

اے ابو اَرْوٰی تم جان لو کہ تم صاحب مجد وشرف ہو، شیبہ (عبدالمطلب) کے صلب سے تمھارا تعلق ہے تم کو چاہیے کہ تم ضرور بالضرور (حضرت) محمدؐ کی نصرت کرو۔

(۱) اَرْوٰی کا نام ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم تھا یہ اپنے چچا عباس سے عمر میں بڑے تھے اور ان کی والدہ عزّہ بنت قیس الفہر یہ تھیں اور ربیعہ زمانۂ جاہلیت میں حضرت عثمان کے ساتھ تجارت میں شریک تھے اور ان کا انتقال حضرت عمر کی خلافت کے دوران اپنے دو بھائیوں نوفل اور ابوسفیان سے پہلے ہوا تھا اور کہا گیا ہے

کہ ان کا انتقال ۲۳ ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا (الاصابہ ۳/۱۶۶)

(۲) لِلّٰهِ دَرُّكَ اِنْ عَرَفْتَ مَكَانَهٗ فِيْ قَوْمِهٖ وَ وَهَبْتَ مِنْكَ لَهٗ يَدًا

اے ابوارویؓ تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں اس سے زیادہ باعظمت کوئی کام نہیں کہ اگر تم حضرت محمد کو بنی ہاشم میں جو مرتبہ حاصل ہے اسے جان اور پہچان لیتے تو ان کی مدد اور نصرت سے کبھی دریغ نہ کرتے اور ہمیشہ ان سے نیکی کا سلوک کرتے۔

لِلّٰهِ دَرُّكَ۔ تمھاری خوبی اللہ کے لئے ہے۔ کسی کی تعریف میں یہ جملہ کہا جاتا ہے۔ مکان۔ منزلت۔

(۳) اَمَّا عَلِيٌّ فَارْتَبَتْهُ اُمُّهٗ وَ نَشَا عَلٰى مِقَةٍ لَهٗ وَ تَزَيَّدَا

جہاں تک علیؑ کا تعلق ہے تو ان کی ماں فاطمہ بنت اسد نے ان کی تربیت اور پرورش کی ہے اور ان کی نشوونما رسول اکرمؐ کی محبت پر ہوئی ہے اور اس میں دن بدن اضافہ ہوتا رہا۔

ارتبتہ۔ ان کی پرورش کی (بچے کو بالغ ہونے تک پالنا)۔ نشاء۔ پروان چڑھا،

المقۃ۔ الحب محبت و الفت

(۴) شَرَفُ الْقِيَامَةِ وَ الْمَعَادِ بِنَصْرِهٖ وَ بِعَاجِلِ الدُّنْيَا يَحُوْزُ السُّؤْدَدَا

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت وحمایت کے سبب انھیں قیامت اور معاد (آخرت) میں شرف وفضیلت حاصل ہوگی اور دنیا میں بھی انھیں سرداری اور مجد وشرف نصیب ہوگا۔

یہ پیش گوئی سچ ثابت ہوئی۔

(۵) اَكْرِمْ بِمَنْ يَقْطِيْ اِلَيْهِ بِاَمْرِهٖ نَفْسًا اِذَا عُدَّ النُّفُوْسُ وَ مَحْتِدَا

کیا کہنا اس نفس کا جو اپنے تمام معاملات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے کر جاتا ہے جو ذاتی اعتبار سے اور خاندان کے لحاظ سے بھی اعلیٰ درجے پر فائز ہے۔

پہلے مصرع میں لفظ یقطی کو یفضی بھی پڑھا گیا ہے۔

(۶) وَ خَلَائِقًا شَرُفَتْ بِمَجْدِ نِصَابِهٖ يَكْفِيْكَ مِنْهُ الْيَوْمَ مَا تَرْجُوْ غَداً

اور عادات و اطوار اور اخلاق کریمانہ کے لحاظ سے بھی اے علی تم حضرت محمدؐ کے نصاب اخلاق سے مشرف ہوئے ہو ان کی ذات ایسی کریم ہے کہ وہ تمھیں آج اس دنیا میں اتنا عطا فرمائیں گے کہ آخرت میں تمھیں جس کی امید ہے اس کے لیے کافی ہوگا لہٰذا تمھیں آخرت کی کوئی فکر باقی نہیں رہے گی۔

حضرت ابوطالبؑ کے ایک خطبے میں جس میں آپ اپنی قوم کو وصیت اور تلقین کر رہے ہیں۔

یا معشر قریش کونوا له ولاة ولِحِزْبِهٖ حماة والله لا يَسْلك احد سبيله الا رشد ولا يأخذ احد بهديه الا سعد ولو كان لنفسي مدة وفي اجلي تاخير لكففت عنه الهَزَاهِزَ ولدفعت عنه الدواهي.

اے قریش کے لوگو! تم حضرت محمدؐ کے دوست اور ان کی جماعت کے حامی بن جاؤ خدا کی قسم جو بھی ان کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن ہوگا وہ راہ راست پر ہوگا اور جو بھی ان کی رہنمائی اور رہبری سے منسلک ہوگا تو وہ سعادتوں سے بہرہ ور ہوگا اگر میری حیات کا عرصہ باقی ہوتا اور میری موت میں تاخیر ہوتی تو میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فتنوں اور جنگوں کو باز رکھتا اور ان سے آفتوں اور بلاؤں کو دور رکھتا۔ (غایۃ المطالب حاشیہ/ ۶۲)

اور کہا جاتا ہے کہ مشہور شاعر اعشیٰ نے حضرت ابو طالب علیہ السلام کے اس مصرع "يكفيك منه اليوم ما ترجو غدًا" سے یہ مضمون اخذ کیا ہے اور کہا ہے "وليس عطاءُ اليوم مانعه غدًا"۔

(۲۸)

تخریج

ناسخ التواریخ ۳/ ۵۰۷۔۵۰۸ الدرۃ الغراء۔ ۹۰،۹۱

حضرت ابو طالب علیہ السلام نے شق القمر کے بارے میں فرمایا۔

یہ اشعار "بحرِ طویل" میں ہیں۔

معجزۂ شق القمر کا بیان

(۱) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللهَ جَلَّ جَلَالُهٗ اَتَانَا بِبُرْهَانٍ عَلٰى يَدِ اَحْمَدِ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ جل جلالہ نے احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت سے ہمیں بُرھان دلیل اور ثبوت فراہم کیے ہیں۔

(۲) وَ اَبْدٰى ظَلَامًا حَالِكًا فَعَمَتْ بِهٖ عُيُوْنُ الْوَرٰى فِيْ كُلِّ غَوْرٍ وَ مُنْجَدِ

اور گھٹا ٹوپ اندھیرے کو ظاہر کر دیا جس کی وجہ سے زمین کے نشیب و فراز اور پہاڑیاں مخلوقات کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئیں۔

(۳) وَ اَقْبَلَ بَدْرُ التَّمِّ مِنْ بَعْدِ ظُلْمَةٍ اِلٰى اَنْ عَلَا فَوْقَ الْحَطِيْمِ بِمَبْعَدِ

اور سامنے آیا بدر کامل (چودھویں کا چاند) ظلمت و تاریکی کے بعد یہاں تک کہ وہ حطیم (کعبہ کی ایک دیوار جہاں دعا مانگتے ہیں) کے اوپر بلند ہوا گویا کہ دور کا سفر طے کر کے آیا ہے

(۴) وَ طَافَ بِبَيْتِ اللهِ سَبْعًا وَ حَجَّهٗ وَ خَرَّ اَمَامَ الْبَيْتِ فِيْ خَيْرِ مَسْجِدِ

اس نے اللہ کے گھر کا طواف کیا اس کے گرد سات چکر لگائے اور اس گھر کا قصد کیا اور خانۂ خدا کے سامنے بہترین مسجد میں وہ سرنگوں ہوا۔

(۵) وَ سَارَ اِلٰى اَعْلٰى قُرَيْشٍ مُسْلِمًا وَ اَكْرَمَ فَضْلِ الْهَاشِمِيِّ مُحَمَّدِ

اور وہ قریش کے اعلیٰ فرد تک سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے گیا اور اس نے ہاشمی خاندان کے افضل فرد حضرت محمدؐ کی تعظیم و تکریم کی۔

(۶) وَ قَدْ غَابَ بَدْرُ التَّمِّ فِيْ وَسْطِ جَيْبِهٖ وَ فِيْ ذَيْلِهٖ اَهْوٰى عَلٰى رَغْمِ حُسَّدِ

اور وہ بدر کامل آنحضرتؐ کے گریبان کے درمیان میں سے غائب ہوگیا اور حسد کرنے والوں کی ناپسندیدگی کے باوجود وہ حضرت محمدؐ کے دامن کی طرف جھکا۔

(۷) وَ عَايَنْتُهٗ فِي الْاُفُقِ يَرْكُضُ وَاضِحًا مُبِيْنًا بِتَقْدِيْرِ الْعَزِيْزِ الْمُمَجَّدِ

میں نے بدر کامل کو اُفق میں دیکھا کہ اس کی حرکت واضح نظر آرہی ہے اور وہ عزیز و مجید اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو واضح اور آشکار کر رہا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ (۳۹ یس ۳۶)

اور ہم نے چاند کی بھی منزلیں مقرر کر رکھی ہیں یہاں تک کہ وہ پلٹ کر کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے۔

(۸) وَ عَايَنْتُهٗ نِصْفَيْنِ فِي الشَّرْقِ وَاحِدٌ وَ فِي الْغَرْبِ نِصْفٌ غَيْرَ شَاكٍّ لِمُلْحِدِ

اور میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ چاند کا آدھا حصہ مشرق میں اکائی کی حیثیت سے ہے اور بغیر کسی شک کے اس کا دوسرا حصہ مغرب میں ملحد کو دکھائی دے رہا ہے۔

معجزۂ شق القمر

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے ان مذکورہ اشعار میں معجزۂ شق القمر کا ذکر کیا ہے ہجرت سے تقریباً پانچ سال پہلے

ایک مرتبہ مشرکین مکہ حضور کے پاس آکر جمع ہوئے جن میں ولید بن مغیرہ ابوجہل، عاص بن وائل، عاص بن ہشام، اسود بن یغوث، اسود بن مطلب، زمعہ بن الاسود نضر بن حارث وغیرہ بھی تھے آپ سے یہ درخواست کی کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو اپنی نبوت کا کوئی خاص نشان دکھلائیں اور ایک روایت میں ہے کہ یہ کہا کہ چاند کے دوٹکڑے کر کے دکھلائیں رات کا وقت تھا اور چودھویں رات کا چاند طلوع تھا آپ نے فرمایا: اچھا اگر میں معجزہ دکھلادوں تو کیا تم ایمان لے آؤ گے؟

لوگوں نے کہا: ہاں ہم ایمان لے آئیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جل شانہ سے دعا کی اور انگشت مبارک سے چاند کی طرف اشارہ کیا اسی وقت چاند دو ٹکڑے ہوگیا ایک ٹکڑا جبل ابی قیس پر تھا اور دوسرا جبل قیقعان پر تھا دیر تک لوگ حیرت سے دیکھتے رہے حضور اس وقت فرما رہے تھے:

اشھدوا اشھدوا — اے لوگو گواہ رہو گواہ رہو۔

مشرکین مکہ نے کہا: محمدؐ نے تو جادو کر دیا ہے تم باہر سے آنے والے مسافروں کا انتظار کرو اور ان سے دریافت کرو کیوں کہ یہ ناممکن ہے کہ محمدؐ تمام لوگوں پر جادو کر دیں چنانچہ مسافروں سے دریافت کیا گیا اور ہر طرف سے آنے والے مسافروں نے اپنا مشاہدہ بیان کیا ہم نے شق قمر دیکھا ہے۔ مگر ان شہادتوں کے بعد بھی معاندین ایمان نہ لائے اور یہ کہا یہ سحر مستمر ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝١ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝٢

قیامت قریب آگئی اور چاند دو ٹکڑے ہوگیا اور یہ کفار اگر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ جادو ہے جو مسلسل چلا آرہا ہے۔ (۱-۲ القمر ۵۴)

(سیرۃ مصطفیٰ مولانا محمد ادریس کاندھیلوی، جلد اوّل۔ ص ۲۳۶، ۲۳۷۔ السیرۃ النبویۃ من تاریخ اسلام الامام حافظ ذھبی۔ ص ۱۰۱، ۱۰۲ تفسیر روح المعانی آلوسی بغدادی تفسیر بغوی۔ ص ۱۲۵۲)

علامہ محمد اقبال فرماتے ہیں:

عشق بانانِ جویں خیبر کشاد
عشق در اندامِ مہ چاکی نہاد

(۲۹)

تخریج

انساب الاشراف ۲/ ۳۳۔ الدرۃ الغرّاء۔ ۹۲

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے امر صحیفہ کے بارے میں فرمایا تھا۔

یہ اشعار "بحرِ الوافر" میں ہیں۔

ابووہب کو پیغام اور ابوالعاصی کی تعریف

(۱) أَلَا أَبْلِغْ أَبَاوَهَبٍ رَسُوْلًا فَإِنَّكَ قَدْ دَأَبْتَ لِمَا تُرِيْدُ

آگاہ ہوجاؤ اور ابووھب تک یہ پیغام پہنچادو کہ تم جو کچھ چاہتے تھے اس میں تم جانفشانی دکھا چکے ہو۔

(۲) لَبِئْسَ اللهُ ثُمَّ لَعُوْنُ قَوْمٍ بِلَا ذَنْبٍ وَ لَا ذَحْلٍ أُصِيْدُوا

اللہ ان کا برا چاہے پھر ان پر قوم کی لعنت ہو کہ جن کو بغیر کسی گناہ اور خون کے انتقام کے شکار کرلیا گیا۔

(۳) وَ آزَرَهُ أَبُوالْعَاصِيْ بِحَزْمٍ وَ ذٰلِكَ سَيِّدٌ بَطَلٌ مَجِيْدُ

اور ابوالعاصی نے اس کی مدد کی اس کا ہاتھ بٹایا نہایت ہوشیاری کے ساتھ اور وہ سردار بہادر اور صاحب مجد شرف ہے۔

(۴) وَ مَنْ تَمْشِي اَبُو الْعَاصِي اَخَاهُ فَلَا مُنْزِيْ اَخُوْهُ وَ لَا وَحِيْدُ

اور ابوالعاصی کو اس کے بھائی تک کون لے جائے گا۔ اس کا بھائی نہ غالب آیا اور نہ ہی تنہا رہا۔

(۵) شَبِيْهَ اَبِيْ اُمَيَّةَ غَيْرُ خَافٍ اِذَا مَا الْعَوْدُ خَذَّامَةُ الْجَلِيْدُ

ابوامیہ کی طرح اس کے باہمت اور دلیر نوکر چاکر جب واپس آتے ہیں تو ان کے دل میں کسی قسم کا خوف اور ڈر نہیں ہوتا۔

(۳۰)

تخریج

تیسیر المطالب/ ۳۵۸

بیان کیا ابوالحسن علی بن مھدی طبری نے انھوں نے کہا روایت کی گئی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جب حضرت ابو طالب علیہ السلام کو اسلام کی دعوت دی تو حضرت ابوطالبؑ نے ان سے فرمایا کہ ہم سے بڑھ کر آپ کی باتوں کا تصدیق کرنے والا کون ہے اور ہم ہی ہیں جو آپ کی نصیحت کو تسلیم کرتے ہیں یہ سب آپ کے آباء و اجداد کی اولاد ہیں جو یہاں پر مجتمع ہیں اور میں بھی اُن میں سے ایک ہوں اور خدا کی قسم آپ جو کچھ چاہتے ہیں ان میں سب سے جلدی لبیک کہنے والا ہوں آپ کو جو حکم دیا گیا ہے آپ اسے بجالائیے میں جب تک زندہ ہوں آپ کی حفاظت کرتا رہوں گا اور آپ کے امر کی تکمیل تک آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔

اور اے علیؑ! تمھارے چچا زاد بھائی تمھیں جس امر کی جانب دعوت دے رہے ہیں تمھیں اسے قبول کرنے میں کیا بات مانع ہے اور میں بھی اس کے بعد پیچھے پیچھے اس میں شامل ہو جاؤں گا۔ اور میں تم دونوں کے پیچھے پیچھے حفاظت وحمایت کرتا رہوں گا رسول اکرم ﷺ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور ان کی کمر مضبوط ہوگئی اور اسی بارے میں حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا۔

یہ شعر "بحرِ طویل" میں ہے۔

ایمان بالغیب اور قوم کی حالت

وَ بِالْغَيْبِ آمَنَّا وَ قَدْ كَانَ قَوْمُنَا يُصَلُّوْنَ لِلْاَوْثَانِ قَبْلَ مُحَمَّدِ

اور ہم غیب پر ایمان لائے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بات کو تسلیم کر لیا جب کہ حضرت محمد کی تشریف آوری سے قبل ہماری قوم بتوں کی عبادت کیا کرتی تھی اور ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتی تھی۔

اس سے مراد یہ ہے کہ پوری قوم نہیں بلکہ قوم کے کچھ لوگ بت پرست تھے جیسے ابولہب۔ دیگر افراد، مِلّتِ ابراہیمی کے پیروکار تھے اور انھوں نے کبھی بھی بتوں کے سامنے سرِ تسلیم خم نہ کیا تھا حضرت علی علیہ السلام کو کرم اللہ وجہہ کہنے کی یہی توجیہ کی جاتی ہے۔

يقال له كرّم الله وجهه لانه لم يعبد الاوثان قط۔

ان کو کرم اللہ وجہہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ انھوں نے کبھی بھی بتوں کی پرستش نہیں کی۔

الصواعق المحرقہ۔ ابن حجر مکّی ھیثمی۔ الفصل الاوّل فی اسلامہ وھجرتہ۔ الباب التاسع ۱۸۵۔

(۳۱)

تخریج

شرح ابن ابی الحدید ۱۸ / ۳۶۵ مطبوعہ مدرسہ الاعلمی ۱۹۹۵

شعر ابی طالب والمستدرک ابن حفان ص ۷۷

حضرت ابوطالبؑ نے اپنے اس کلمہ میں آنحضرت کا تذکرہ کیا ہے۔

یہ شعر "بحرِ طویل" میں ہے۔

کاررسالت کے بارے میں پیش گوئی

وَ حُكْمُكَ يُبْقِي الْخَيْرَ اِنْ عَزَّ اَمْرُهُ تَخَمَّطَ وَاسْتَعْلٰى عَلَى الْاَضْعَفِ الْفَرَدِ

اور اے محمدؐ آپ کا حکم خیر کو باقی رکھے گا خواہ اس راہ میں کتنی ہی دشواریاں کیوں نہ پیش آئیں۔ وہ لوگوں کے تکبر اور غضب کو فرو کرے گا اور کمزور ترین اور لاوارث افراد پر غلبہ حاصل کر لے گا۔

(۳۲)

تخریج

شرح ابن ابی الحدید ۱۸ / ۳۶۴ مطبوعہ موسسہ الاعلمی بیروت ۱۹۹۵

دیوان ابی طالب عم النبی الدکتور محمد تونجی/ ۲۷، غایۃ المطالب محمد خلیل خطیب ۱۹۵۰/ ۱۹۵۱/ ۷۶

حضرت ابوطالبؑ نے اپنے دونوں ماموں ہشام اور ولید پر ابوسفیان بن حرب کے مقابلے میں فخر کرتے ہوئے فرمایا۔

یہ اشعار "بحرِ طویل" میں ہیں۔

اپنے ماموؤں پر فخر مباہات

(۱) وَ خَالِيْ هِشَامُ بْنُ الْمُغِيْرَةُ ثَاقِبٌ   إِذَا هَمَّ يَوْمًا كَالْحُسَامِ الْمُهَنَّدِ

اور میرے ماموں ہشام بن مغیرہ روشن ستارے ہیں جب وہ کسی جنگ کا قصد کریں تو سیف برّان تیز ہندی تلوار کی مانند ہیں (ہندوستانی لوہے سے بنی ہوئی تیز دھار والی تلوار کی طرح ہیں)

(۲) وَ خَالِي الْوَلِيْدُ الْعَدْلُ عَالٍ مَكَانُهُ   وَ خَالُ أَبِيْ سُفْيَانَ عَمْرُو بْنُ مَرْثَدِ

اور میرے ماموں ولید بن مغیرہ عدل کرنے والے ولید کے نام سے مشہور ہیں ان کا مرتبہ نہایت بلند ہے اور ابوسفیان کا ماموں عمرو بن مُرثد ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں۔

ہشام بن مغیرہ مخزومی ابوجہل کے والد زمانہ جاہلیت میں عرب کے سادات میں سے تھے اور ان کی وفات پر

تاریخ کا تعین کیا گیا وہ حرب فجار میں قبیلۂ مخزوم کے رئیس تھے اور دوسرا ماموں ولید بن مغیرہ زمانۂ جاہلیت میں عرب کے قاضیوں میں سے تھا۔ وہ قریش کے لیڈروں اور زندیقوں میں سے تھا اس نے زمانۂ جاہلیت میں شراب کو حرام کرلیا تھا وہ اسلام کا دشمن تھا اور یہ کہتا تھا کہ حضرت محمدؐ ساحر (جادوگر) ہیں۔ سن ۱ ہجری میں اس کا انتقال ہوا اور وہ خالد بن ولید کا باپ تھا۔

(۳۳)

تخریج:

شرح ابن ابی الحدید ۱۸ / ۷۰ ۳ مطبوعہ الاعلمی بیروت ۱۹۹۵ء

حضرت ابوطالبؑ اس بات پر فخر کر رہے ہیں کہ ولید بن مغیرہ جس کی والدہ صخرہ بنت الحارث بن عبداللہ بن عبدالشمس القشیری تھی وہ ان کے ماموں تھے۔

ولید بن مغیرہ کا تعارف

(۱) وَ خَالِي الْوَلِيْدُ قَدْ عَرَفْتُمْ مَكَانَهُ وَ خَالِي أَبُو الْعَاصِيْ إِيَاسُ بْنُ مَعْبَدِ

اور ولید میرے ماموں تھے تم جن کی منزلت سے واقف ہو اور میرے ماموں ابوالعاصی ایاس بن معبد ہیں۔

ولید بن مغیرہ کافروں کا سردار تھا اور ان کا حاکم تھا اور رسول اللہ ﷺ کا سب سے بڑا دشمن تھا اللہ تعالیٰ نے بدترین صفات کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے:

ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۝ (سورۂ مدثر: ۱۱)

چھوڑ دو مجھے اور اس شخص کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا ہے۔

اور اس کے واقعات میں سے یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے سورۂ غافر کی ان آیات کو نازل فرمایا:

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ (سورۂ غافر (المومن): ۱ تا ۳)

حا۔میم۔اس کتاب کی تنزیل اللہ کی جانب سے ہے جو غالب اور دانا ہے جو گناہ معاف کرنے والا، توبہ قبول کرنے والا، شدید عذاب دینے والا اور بڑا صاحب فضل ہے۔نہیں ہے کوئی معبود سوائے اُس کے اور سب کی بازگشت اُسی کی طرف ہے۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد الحرام میں کھڑے ہوئے اور ولید بن مغیرہ وہیں قریب تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاوت کو سن رہا تھا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محسوس کیا کہ وہ سن رہا ہے تو آپ نے آیتوں کو دوبارہ پڑھا تو ولید اپنی قوم کے پاس آ کر یہ کہنے لگا میں نے ابھی ابھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا کلام سنا ہے جو کسی بشر کا کلام نہیں ہو سکتا۔اور نہ ہی کوئی جن ایسا کہہ سکتا ہے۔

ان لہ لحلاوۃ و ان علیہ لطلاوۃ و ان اعلاہ لمثمر و ان اسفلہ لمغدق وانہ یعلو ولا یعلی علیہ.

اس کلام میں شیرینی ہے بلاشبہ اس میں حسن وخوبی اور شگفتگی ہے اس کا بالائی حصہ ثمردار ہے اور زیریں حصہ پُر از برگ وبار ہے یہ خود بلند ہے اس پر کسی شے کو بلند نہیں کیا گیا۔پھر وہ اپنے گھر چلا گیا تو قریش نے کہا: خدا کی قسم! ولید بے دین ہو گیا ہے، خدا کی قسم! قریش کے سب لوگ لادین ہو جائیں گے۔

ابو جہل اٹھا اور اس نے کہا: میں اس کے لیے کافی ہوں وہ وہاں سے روانہ ہوا اور ولید کے پاس غمگین صورت بنا کر بیٹھ گیا۔

ولید نے دریافت کیا: میں تمھیں نہایت غم زدہ پا رہا ہوں۔

اس نے کہا: میں کیوں نہ غم زدہ رہوں کہ قریش کے لوگ تمھارے لیے نفقہ (رقم) جمع کر رہے ہیں تمھارے بڑھاپے کے سبب، تاکہ تمھاری مدد کریں ان کا خیال ہے کہ تم نے محمدؐ کے کلام کو زینت دی ہے اور تم ان کے پاس جا کر بچے کھچے کھانے کا سوال کرو گے۔

وہ غضب ناک حالت میں بیٹھا اور کہا: تم نہیں جانتے کہ میں ان سے مال اور اولاد میں زیادہ ہوں کیا محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کو پیٹ بھر کھانا مل گیا جو بچ جائے اور میں اسے لے لوں۔

پھر وہ ابو جہل کے ساتھ اٹھا اور قوم کی مجلس میں آیا اور ان سے کہا: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ محمدؐ دیوانہ ہیں، کیا کبھی تم نے انھیں دیکھا ہے کہ ان کا گلا گھٹ گیا ہو اور وہ اول فول بک رہے ہوں؟

انھوں نے کہا: نہیں۔

اس نے کہا: تم سمجھتے ہو کہ وہ کاہن (غیب جاننے والا) ہیں کیا کبھی تم نے دیکھا کہ انھوں نے غیب دانی کا دعویٰ کیا ہو۔

لوگوں نے کہا: نہیں۔

اس نے کہا: تم سمجھتے ہو کہ وہ شاعر ہیں کیا کبھی تم نے انھیں کوئی شعر پڑھتے ہوئے سنا ہے؟

انھوں نے کہا: نہیں۔

اس نے کہا: تم انھیں جھوٹا سمجھتے ہو کیا تمھیں ان کے کسی جھوٹ سے سابقہ پڑا ہے؟

لوگوں نے کہا: نہیں اور رسول اللہ نبوت کے اعلان سے پہلے ہی اپنی سچائی کی وجہ سے امین کہلاتے تھے۔

قریش نے ولید سے دریافت کیا: پھر یہ کیا ہے؟

اُس نے کچھ دیر سوچا اور کہا: یہ تو سحر ہے جو ان پر اثر کر گیا ہے۔

ولید ان بڑے لوگوں میں سے تھا جو رسول کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ (غایۃ المطالب/۷۶۔۷۷)

تفسیر بغوی للامام ابی محمد الحسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ اور تفسیر مجمع البیان فضل بن حسن طبرسی علیہ الرحمہ متوفی ۵۴۸ھ نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے بغوی فرماتے ہیں ایوب بن عکرمہ نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ولید بن مغیرہ کے سامنے یہ آیت پڑھی:

"اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۝۹۰"

بے شک! اللہ حکم دیتا ہے عدل، احسان اور قرابت داروں کو ان کا حق ادا کرنے کا اور روکتا ہے بے حیائی، ناپسندیدہ کاموں اور ظلم و زیادتی سے وہ تمھیں واعظ کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔ (۹۰ نحل ۱۶)

تو اس نے سن کر کہا: اے بھتیجے ذرا اسے دہراؤ، آنحضرتؐ نے جب اسے دہرایا تو اس نے کہا:

ان له والله لحلاوة و ان عليه لطلاوة و ان اعلاه مثمر وان اسفله لمغدق وما هو بقول البشر.

یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہو سکتا۔ (تفسیر البغوی امام بن محمد حسین بن مسعود البغوی دار ابن حزم ۲۰۰۲ء صفحہ ۷۱۸)

علامہ طبرسی نے مجمع البیان ج ۶ صفحہ ۲۲۰۔۲۲۱ پر تحریر فرمایا کہ جب یہ آیت ان اللہ یامر الخ نازل ہوئی تو عثمان بن مظعون نے کہا کہ میں نے رسول اکرم کی شرم سے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس لیے کہ وہ بار بار میرے سامنے اسلام پیش کر رہے تھے مگر ابھی اسلام میرے دل میں راسخ نہیں ہوا تھا میں ایک دن اُن کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ کیا دیکھا کہ ان کا چہرہ آسمان کی طرف اٹھا گویا کہ کسی بات کو غور سے سن کر سمجھ رہے ہوں جب اس حالت سے افاقہ ہوا تو میں نے اُن کی کیفیت کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ میں تم سے محوِ گفتگو تھا کہ اتنے میں جبرئیل علیہ السلام کو ہوا میں دیکھا کہ وہ یہ آیت لے کر نازل ہوئے "اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ .... تَذَكَّرُوْنَ" عثمان بن مظعون فرماتے ہیں کہ اس آیت کو سن کر اسلام میرے دل میں راسخ ہوگیا اور میں ان کے چچا حضرت ابوطالبؑ کے پاس آیا اور انھیں یہ بات بتلائی تو انھوں نے فرمایا:

يَاآلَ قُرَيْشٍ اِتَّبِعُوا مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وآلہ تَرْشُدُوْا فَاِنَّهٗ لَا يَاْمُرُكُمْ اِلَّا بِمَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ.

اے قریش کے لوگو تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کرو ہدایت پا جاؤ گے اس لیے کہ وہ تو تم کو صرف مکارم اخلاق کا حکم دیتے ہیں۔ عثمان بن مظعون فرماتے ہیں کہ میں ولید بن مغیرہ کے پاس آیا اور میں نے اس کے سامنے اس آیت ان اللہ یامرکم الخ کی تلاوت کی اس نے کہا کہ اگر محمدؐ نے یہ کہا ہے تو بہت اچھا کہا ہے اور اگر محمدؐ کے رب نے کہا تو پھر بھی بہت عمدہ ہے تو اس وقت اللہ نے آیت نازل فرمائی:

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى ۝ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ۝ (النجم: ۳۳،۳۴)

(اے نبی) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے منہ پھیر لیا اس نے تھوڑا سا مال دیا اور ہاتھ روک لیا۔

یعنی وہ اپنی بات پر قائم نہ رہا۔

عکرمہ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرمؐ نے یہ آیت ولید بن مغیرہ کے سامنے پڑھی تو اس نے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے اسے دوبارہ پڑھو نبی نے دوبارہ پڑھا تو اس نے سن کر کہا:

اِنَّ لَهٗ لَحَلَاوَةً وَاِنَّ عَلَيْهِ لَطَلَاوَةً وَاِنَّ اَعْلَاهُ لَمُثْمِرٌ وَاِنَّ اَسْفَلَهٗ لَمُغْدِقٌ وَمَا هُوَ قَوْلُ الْبَشَرِ۔

قافیة الرّاء

(۳۴)

تخریج

سیرت ابن اسحاق/ ۱۵۳، سیرت ابن ہشام ۱/ ۱۶۹-۱۷۰،
الروض الانف ۱/ ۱۷۱ الغدیر ۷/ ۳۶۰-۳۶۱،
البدایۃ والنھایۃ ۳/ ۴۸/ ۴۹ مطبوعہ دیوان/ ۲۱-۲۲
اور کچھ اشعار تاریخ الاسلام ذھبی۔ ص ۱۵۳ میں ہیں، شرح ابن ابی الحدید ۳/ ۳۱۰
غایۃ المطالب صفحہ ۸۴-۸۷ اشعار میں کچھ اختلاف کے ساتھ دیوان ابی طالب عم النبی جمعہ وشرحہ
دکتور محمد تونجی/ ۴۷-۴۸ قدرے اختلاف ہے شعر ابی طالب واخبارہ ابی ھفان/ ۴۸-۴۹۔

حضرت ابو طالب علیہ السلام نے یہ اشعار اس وقت کہے جب ان کی قوم کے لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ دیا اور ان کی نصرت نہیں کی حضرت ابو طالبؑ عتابانہ انداز میں ان سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

افرادِ قوم کے رویوں کا ذکر

(۱) اَلَا قُلْ لِعَمْرٍو وَ الْوَلِيْدِ وَ مُطْعِمًا اَلَا لَيْتَ حَظِّيْ مِنْ حِيَاطَتِكُمْ بَكْرُ

'آگاہ ہو جاؤ اور عمرو اور ولید اور مطعم سے کہہ دو کہ اگر میرے پاس تمھاری جگہ جوان اونٹ ہوتے تو میرے لیے زیادہ سودمند اور منفعت بخش ہوتے مگر تم جیسے جوانوں کا کیا فائدہ جب تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد ونصرت کے لیے تیار نہیں ہو۔

مطبوعہ دیوان میں یہ شعر اس طرح ہے۔

أَلَا لَيْتَ حَظِّي مِنْ حِيَاطَتِكُمْ بَكْرٌ　　بِأَنْ لَيْسَ لِي نَفْعٌ لَدَيْكُمْ وَ لَا ضَرٌّ

اے کاش تمھارے بجائے میرے پاس جوان اونٹ ہوتے اس لیے کہ تمھارے وجود سے نہ میرا کچھ فائدہ ہے اور نہ ہی نقصان۔

عمرو سے مراد عمرو بن ہشام ابوجہل ہے اور ولید سے مراد ولید ابن مغیرہ ہے اور مطعم سے مراد ابن عدی ہے۔
بِکر اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس نے پہلی مرتبہ بچہ جنا ہو۔ اور بَکر بالفتح جوان اونٹ کو کہا جاتا ہے جو نویں سال میں داخل نہ ہوا ہو۔

(۲) وَ سَارَ بِرَحْلِيْ فَاطِرُ النَّابِ جَاشِمٌ　　ضَعِيْفُ الْقُصَيْرٰى لَا كَبِيْرٌ وَ لَا بَكْرُ

اور میں نے سفر کو جاری رکھا ایسے اونٹ پر جس کے کھر شگافتہ تھے جس کی نچلی پسلیاں کمزور تھیں نہ ہی وہ اونٹ بڑا تھا اور نہ ہی جوان تھا۔

(۳) مِنَ الْخُوَرِ حَبْحَابٌ كَثِيْرٌ رُغَاؤُهٗ　　يَرُشُّ عَلَى السَّاقَيْنِ مِنْ بَوْلِهٖ قَطْرُ

ایسی اونٹنی جس کا دودھ زیادہ ہے یا اس کی رنگت مٹیالی اور سرخی مائل ہے اور اور وہ پستہ قد اور بدصورت ہے اور اس کی پنڈلیوں پر پیشاب کرتے وقت کمزوری کے سبب قطرے گرتے رہتے ہیں۔

(۴) تَخَلَّفَ خَلْفَ الْوِرْدِ لَيْسَ بِلَاحِقٍ　　إِذَا مَا عَلَا الْفَيْفَاءَ قِيْلَ لَهٗ وَبْرُ

ایسی اونٹنی جو لشکر کے پیچھے چل رہی ہے اور اس سے مل نہیں پا رہی ہے اور جب وہ چٹیل میدان میں بلند ہوتی ہے تو تم دیکھ کر کہو گے کہ یہ وَبر ہے۔ یعنی ایک قسم کا شامی نیولا ہے۔

(۵) أَرَىٰ أَخَوَيْنَا مِنْ أَبِيْنَا وَ أُمِّنَا إِذَا سُئِلَا قَالَا إِلَىٰ غَيْرِنَا الْأَمْرُ

جب ہم اپنے بھائیوں پر نظر کرتے ہیں جو باپ اور ماں کی جانب سے رشتۂ اخوت میں منسلک ہیں جب ان سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے یہ کہا کہ اس امر کا تعلق ہمارے غیر سے ہے۔

اخوین سے مراد عبد شمس اور نوفل ہیں یہ دونوں شاخیں ہیں بنی عبد مناف بن قصی کی۔ عبد مناف بن قصی کے چار بیٹے تھے ہاشم، مطلب، عبد شمس اور نوفل بنو المطلب تو بنی ہاشم کے ساتھ تھے اور شعب ابی طالب میں ان کے ساتھ ساتھ تھے لیکن بنو عبد شمس اور بنو نوفل ان کے مخالفین میں سے تھے اور دیگر قبائل قریش کی موافقت کرتے تھے اور وہ سب بنی ہاشم اور بنو المطلب کی دشمنی پر جمع تھے اسی لیے حضرت ابوطالبؑ نے اپنے شعر میں ان کے لیے بددعا کی ہے:

جَزَى اللهُ عَنَّا عَبْدَ شَمْسٍ وَ نَوْفَلاً عُقُوْبَةَ شَرٍّ عَاجِلٍ غَيْرِ اٰجِلِ

اللہ تبارک وتعالی ہماری جانب سے عبد شمس اور نوفل کو ایسی بدترین سزا دے جو جلد ہی ان تک پہنچ جائے اس میں کسی قسم کی تاخیر نہ ہو۔

اور یہ بھی حضرت ابوطالبؑ کا قول ہے:

جَزَى اللهُ عَنَّا عَبْدَ شَمْسٍ وَ نَوْفَلاً وَ تَيْمًا وَ مَخْزُوْماً عُقُوْقاً وَ مَأْثَمَا

اللہ ہماری جانب سے عبد شمس، نوفل، تیم اور مخزوم کو ان کی نافرمانی اور گناہوں کی جزا دے۔

جب ان سے مطالبہ کیا گیا کہ تم ہم سے اپنے شر کو دور رکھو اور ہمیں اذیت نہ پہنچاؤ تو انھوں نے جواب دیا کہ ہمارا معاملہ تو دوسروں کے ہاتھ میں ہے "الی غیرنا الامر" سے مراد بنو خلف، غیاطل اور سہم اور مخزوم اور نُفیل کا خاندان ہے اور ان سب کی طرف حضرت ابوطالبؑ نے اپنے قصیدۂ لامیہ میں اشارہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

لَقَدْ سَفُهَتْ أَحْلَامُ قَوْمٍ تَبَدَّلُوْا بَنِيْ خَلَفٍ قَيْضًا بِنَا وَ الْغَيَاطِلِ

وَ سَهْمٌ وَ مَخْزُوْمٌ تَمَالَوْا وَ أَلَّبُوْا عَلَيْنَا الْعِدَا مِنْ كُلِّ طِمْلٍ وَ خَامِلِ

وَ رَهْطُ نُفَيْلٍ شَرُّ مَنْ وَطِئَ الْحِصٰى وَ اَلْأَمُ حَافٍ مِنْ مَعَدٍّ وَ نَاعِلِ

(ان اشعار کا ترجمہ قافیہ لام کے ذیل میں پیش کیا جائے گا۔)

(۶) بَلٰى لَهُمَا اَمْرٌ وَ لٰكِنْ تَجَرْجَمَا كَمَا جَرْجَمَتْ مِنْ رَأْسِ ذِيْ عَلَقٍ صَخْرُ

امر مکمل طور سے ان کے ہاتھ میں تھا لیکن وہ تو اوندھے منہ گر پڑے جس طرح ذی علق (پہاڑ کا نام) کی چوٹی سے چٹان گر پڑے۔

ذِي الْعَلَقِ بھی آیا ہے۔

(۷) لِزُهْرَةِ كَانُوْا اَوْلِيَائِيْ وَ نَاصِرِيْ وَ اَنْتُمْ اِذَا تَدْعُوْنَ فِيْ سَمْعِكُمْ وَقْرُ

(یہ شعر انساب الاشراف ۲/۳۲ میں ہے)

یقیناً بنی زہرہ جو ہمارے دوست اور مددگار ہیں اور تم وہ ہو کہ جب تمھیں پکارا جاتا ہے تو ایسا لگتا ہے کہ تمھارے کان بہرے ہیں تم ہماری آواز کو سن ہی نہیں رہے ہو۔ ہماری آواز تم تک نہیں پہنچ رہی ہے۔

(۸) تَدَاعَا عَلَيْنَا مَوْلَيَانَا فَاصْبَحُوْا اِذَا اسْتَنْصَرُوْا قَالُوْا اِلٰى غَيْرِنَا النَّصْرُ

(یہ شعر انساب الاشراف ۲/۳۲ میں ہے)

ہمارے حلیف اور ساتھی ہمارے خلاف اکٹھے ہو کر ٹوٹ پڑے جب ان سے نصرت طلب کی گئی تو انھوں نے جواب دیا کہ ہماری نصرت تو ہمارے غیر کے لیے ہے۔

(۹) أَخُصُّ خُصُوْصًا عَبْدَ شَمْسٍ وَ نَوْفَلًا هُمَا نَبَذَانَا مِثْلَ مَا يُنْبَذُ الْجَمْرُ

میں خصوصیت کے ساتھ عبد شمس اور نوفل کا ذکر کرتا ہوں جنھوں نے ہمیں اس طرح چھوڑ دیا جیسے کوئی شخص انگارے کو دہکتا دیکھ کر اس سے دور ہو جاتا ہے۔

(۱۰) فَاَقْسَمْتُ لَايَنْفَكُّ مِنْهُمْ مُجَاوِرٌ يُجَاوِرُنَا مَا دَامَ مِنْ نَسْلِنَا شَفْرُ

(یہ شعر سیرۃ ابن اسحاق/ ۱۵۳ اور نزھۃ الکرام اور بستان العوام/ ۱۰۳ میں ہے۔ اور نزھۃ الکرام میں مجاور

کے بدلے محاذر ہے اور یحاذرنا کی بجائے یحاذرنا ہے۔)
میں نے قسم کھائی کہ ان میں سے کوئی پڑوسی جس نے ہمیں گھیر رکھا ہے ان سے جدا نہ ہوگا جب تک ہماری نسل اور خاندان سے ایک فرد بھی موجود ہے۔

(۱۱) هُمَا اَغْمَزَا لِلْقَوْمِ فِیْ اَخَوَیْهِمَا فَقَدْ اَصْبَحَا مِنْهُمْ أَكُفُّهُمَا صِفْرُ

انھوں نے اپنے برادری کے دو خاندانوں سے بڑی کمزوری دکھائی اور نہایت برا سلوک کیا اور ان کے ہاتھ مدد ونصرت سے خالی ہوگئے یعنی انھوں نے ہماری مدد نہیں کی اخوین سے مراد بنوالمطلب اور بنی ہاشم ہیں۔

(۱۲) هُمَا اَشْرَكَا فِی الْمَجْدِ مَنْ لَا اَبَا لَهٗ مِنَ النَّاسِ اَلَّا اَنْ یُرَسَّ لَهٗ ذِكْرُ

حالانکہ دوسرے خاندانوں کی بہ نسبت جو قابل ذکر نہیں ہیں یہ لوگ مجد وشرف میں ہمارے ساتھ شریک تھے انسانوں میں سے وہ لوگ جن کا ذکر مخفی ہے اور جو کسی قطار اور شمار میں نہیں ہیں ان کے مقابلے میں یہ دو خاندان یعنی بنی عبدشمس اور بنی نوفل اولاد قصی میں ہونے کی وجہ سے مجد وشرف میں ہمارے ساتھ شریک تھے۔

(۱۳) وَ تَیْمٌ وَ مَخْزُوْمٌ وَ زُهْرَةٌ مِنْهُمْ وَ كَانُوْا لَنَا مَوْلًی اِذَا بُغِیَ النَّصْرُ

اور ان قبائل میں سے بنی تیم اور بنی مخزوم اور بنی زہرہ ہمارے حامی و ناصر تھے جب بھی ان سے مدد طلب کی جاتی تھی تو وہ ہمارے دشمنوں کے مقابلے میں ہمارے مددگار ہوتے تھے۔

(۱۴) فَوَ اللّٰهِ لَا تَنْفَكُّ مِنَّا عَدَاوَةٌ وَ لَا مِنْهُمْ مَا دَامَ مِنْ نَسْلِنَا شَفْرُ

خدا کی قسم دشمنی اور عداوت نہ ہم سے جدا ہوسکتی ہے اور نہ ہی ان سے الگ ہوسکتی ہے جب تک ہماری نسل سے ایک فرد بھی باقی ہے اس لیے کہ یہ لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی پر کمر بستہ ہیں۔

(۱۵) فَقَدْ سَفُهَتْ اَحْلَامُهُمْ وَ عُقُوْلُهُمْ وَكَانُوْا كَجَفْرٍ بِئْسَ مَا صَنَعَتْ جَفْرُ

یقیناً ان کے خواب اور ان کی عقلیں حماقت و جہالت پر مبنی ہیں ان کے اخلاق پست ہوچکے ہیں اور وہ بکری کے بچے کی طرح منمنا رہے ہیں جفر نے ان کے ساتھ کتنا برا کیا ہے۔ یہ اشارہ ہے ایک ضرب المثل کی طرف کہ

ایسا شخص جو اپنے نفس کو نقصان پہنچانے کے لیے مدد کرتا ہے۔ اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص کو بکری ملی اس نے اسے ذبح کرنا چاہا تو اسے چھری نہیں ملی اسی اثنا میں بکری نے اپنے کھر سے زمین کو کھودا اور اسے چھری مل گئی اس شخص نے اسی چھری سے بکری کو ذبح کر دیا۔

(۱۶) وَ مَا ذَاكَ اِلَّا سُؤْدَدٌ خَصَّنَا بِهٖ اِلٰهُ الْعِبَادِ وَ اصْطِفَانَا لَهُ الْفَخْرُ

اور ان قبائل کے حسد کی وجہ یہ سرداری ہے جس سے بندوں کے معبود نے ہمیں مخصوص کیا ہے اور نبی اکرم کی وجہ سے ہمارا منتخب کیا جانا باعث فخر و شرف ہے۔

(۱۷) رِجَالٌ تَمَالَوْا حَاسِدِيْنَ وَ بِغْضَةً لِاَهْلِ الْعُلٰی فَبَيْنَهُمْ اَبَدًا وِتْرٌ

وہ ایسے لوگ ہیں جو بنی ہاشم کے خلاف بغض حسد اور عداوت پر مجتمع ہو گئے ہیں وہ بنی ہاشم جو ان لوگوں کے درمیان ہمیشہ سے صاحب مجد و علا رہے ہیں۔

(۱۸) وَلِيْدٌ اَبُوْهُ كَانَ عَبْدًا لِجَدِّنَا اِلٰی عِلْجَةٍ زَرْقَاءَ جَالَ بِهَا السِّحْرُ

وہ ولید جس کا باپ مغیرہ ہمارے جد کا غلام تھا اس نیلی آنکھوں والی کا فرہ عجمی عورت کے سحر نے اسے ہماری جانب سے منحرف کر دیا عجلہ سے مشرکین تقرب خداوندی طلب کیا کرتے تھے۔

ولید سے مراد ولید بن مغیرہ بن عبداللہ المخزومی ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑایا کرتا تھا یہی وہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امر کے بارے میں حضرت ابوطالبؑ کے پاس آیا تھا اور اس کے بارے میں قرآن میں یہ آیت نازل ہوئی:

ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ﴿۱۱﴾ (المدثر ۱۱)

چھوڑ دو مجھے اور اس شخص کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا ہے۔

یہ اپنی قوم میں وحید کہلاتا تھا۔ (الغدیر ۷/۳۶۱)

(۳۵)

تخریج

الاغانی ۹/ ۵۱۔۵۲،	خزانۃ الادب ۴/ ۲۴۵،
الدیوان المطبوع ۳۶/ ۳۷،	شرح ابن ابی الحدید ۴/ ۲۴۹
غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب ۷۷/ ۸۰	دیوان ابی طالب عم النبی دکتور محمد تونجی ۳۰/ ۳۱
شعر ابی طالب و اخبارہ بن ھقان/ ۶۸۔۶۹	

حضرت ابوطالبؑ نے یہ مرثیہ کہا ہے ابو امیہ بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم کے لیے۔ خزانۃ الادب ۴/ ۲۴۸ میں ہے کہ یہ عاتکہ بنت عبدالمطلب کا شوہر تھا اور اس کا لقب زادالرّاکب تھا "سرو سحیم" کے مقام پر اس کی وفات ہوئی جب وہ تجارتی سفر پر شام روانہ ہوا تھا۔

یہ اشعار "بحرِ طویل" میں ہیں۔

عاتکہ بنت عبدالمطلب کے شوہر کے انتقال پر

(۱) اَرِقْتُ وَ دَمْعُ الْعَيْنِ فِي الْعَيْنِ غَائِرُ وَ جَادَتْ بِمَا فِيْهَا الشُّؤُوْنُ الْاَعَاوِرُ

میں بیدار رہا جب کہ آنسو میری آنکھوں میں رواں دواں تھے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی یوں محسوس ہو رہا تھا گویا کہ اس میں آنسوؤں کی رگیں بہہ کر آرہی ہیں۔ جس کے بعد انسان کو کچھ بھائی نہیں دیتا۔

(۲) كَأَنَّ فِرَاشِي فَوْقَهُ نَارٌ مُوْقَدٌ مِنَ اللَّيْلِ أَوْ فَوْقَ الْفِرَاشِ السَّوَاجِرُ

گویا کہ میرا بستر ایسا ہے جس کے اوپر بھڑکتی ہوئی آگ ہے رات کے ہنگام یا بستر کے اوپر کوئی سیلاب آ گیا ہے یعنی میرے بہتے ہوئے آنسوؤں نے بستر کو تر کر دیا ہے آنسوؤں کا سیلاب آ گیا ہے۔

(۳) كَأَنَّ عَلَى رَضْرَاضِ قِضٍّ وَ جَنْدَلٍ مِنَ الْيُبْسِ أَوْ تَحْتَ الْفِرَاشِ الْمَجَامِرُ

(یہ شعر شرح ابن ابی الحدید میں ہے)

یعنی خشکی کے سبب میں قص اور جندل کے ریگستان میں کنکر والے سخت بستر پر کروٹیں بدل رہا ہوں یا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بستر کے نیچے انگیٹھی جل رہی ہے اسی وجہ سے بے چین اور مضطرب ہوں۔

(۴) أَلَا إِنَّ خَيْرَ النَّاسِ غَيْرَ مُدَافِعٍ بِوَادِي أَشِيّ غَيَّبَتْهُ الْمَقَابِرُ

شرح ابن ابی الحدید میں خیر الناس کی جگہ زاد الرکب ہے اور الاغانی میں وادی اَشِیّ کی جگہ سروحیم ہے۔

آگاہ ہو جاؤ کہ ابوامیہ بہترین انسان تھے کوئی ان کا بدل نہ تھا انھیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اَشِیّ کی وادی میں قبرستان نے انھیں نگاہوں سے اوجھل کر دیا۔

زاد الرکب ابوامیہ کا لقب ہے زبیر بن بکار نے کہا کہ قریش کے تین افراد "ازواد الرکب" (سواروں کے زاد راہ) کہلاتے تھے مسافر بن عمرو بن امیہ بن عبد شمس، زمعہ بن الاسود ابن المطلب بن اسد ابن العزّیٰ اور ان میں تیسرے ابوامیہ بن المغیر ہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم تھے اور انھیں "اَزْوَادُ الرکب" اس لیے کہا جاتا تھا کہ جب وہ سفر کرتے تھے تو ان کے ساتھ جانے والوں مسافروں کو زاد راہ لے جانے کی ضرورت نہ تھی وہ اپنے ہم سفروں کو کھانا کھلاتے اور اس کے زاد راہ کا انتظام کرتے تھے اور یہ اشراف قریش کی عادت تھی اور ان کا اخلاق تھا اس نام سے ان تینوں کے علاوہ کوئی اور موسوم نہیں ہوا۔ (ثمار القلوب/۳۹)۔

(۵) تُبَكِّيْ أَبَاهَا أُمُّ وَهْبٍ وَ قَدْ نَأَى وَ رَيْسَانُ أَضْحَى دُوْنَهُ وَ يُحَابِرُ

امّ وھب اپنے والد کی موت پر آنسو بہا رہی ہے جب کہ ریسان اور یحابر اس سے دور چلے گئے ہیں۔

ریسان کسی شخص کا نام ہے اور یحابر کہا جاتا ہے کہ اس کا نام مراد بن مالک بن ادد بن زید ہے جس کا تعلق

کہلان اور قحطان سے ہے یہ یمن کا باشندہ جدِ جاہلی تھا (الاعلام زرکلی ۸ / ۱۳۳)

(۶) عَلٰی خَیْرِ حَافٍ مِنْ مَعَدٍّ وَ نَاعِلٍ　　اِذَا الْخَیْرُ یُرْجٰی أَوْ اِذَا الشَّرُّ حَاضِرُ

قبیلۂ معد کے بہترین فرد پر آنسو بہا رہے ہیں جو ننگے پاؤں چلنے والوں اور جوتا پہن کر چلنے والوں میں سب سے بہتر تھے جب خیر کی امید کی جاتی تھی تو وہ امیدوں کا مرکز تھے اور جب لڑائی جھگڑے کے بادل منڈلاتے تھے تو وہ فوراً حاضر ہو جاتے تھے۔

(۷) تَوَلَّوْا وَ لَا اَبُوْ اُمَیَّةَ فِیْهِمُ　　لَقَدْ بَلَغَتْ کَظَّ النُّفُوْسِ الْحَنَاجِرُ

کتاب اغانی میں "تولّوا" کی جگہ "تنادوا" ہے۔

وہ واپس لوٹے تو اس وقت ان کے درمیان ابوامیہ نہیں تھے اور کرب وغم اور الم وحزن کے باعث کلیجے منہ کو آرہے تھے قرآن کریم میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے:

وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ. (۱۰احزاب ۳۳)

(۸) بِسَرْوِ سُحَیْمٍ عَارِفٌ وَ مُنَاکِرٌ　　وَ فَارِسُ غَارَاتٍ خَطِیْبٌ وَ یَاسِرُ

وہ سرو سحیم کی وادیوں میں ایک مدبر اور غیر معمولی انسان اور میدان جنگ کے شہسوار اور خطیب فصیح اللسان اور بہترین شاطر (شطرنج کا ماہر) سے محروم ہوگئے۔ یاسر اس شخص کو کہتے ہیں جو خشک سالی اور قحط کے دنوں میں جوسر کی بازی کھیلتا ہے اور یہ زمانۂ جاہلیت میں کوئی معیوب امر نہ تھا اور اس کی آمدنی کو فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔

(۹) تَنَادَوْا بِاَنْ لَا سَیِّدَ الْحَیِّ فِیْهِمُ　　وَ قَدْ فُجِعَ الْحَیَّانِ کَعْبٌ وَ عَامِرُ

آواز دی گئی، اعلان کیا گیا کہ اب ان کے درمیان ان کا سردار زندہ نہیں رہا اور ان کے انتقال کی وجہ سے کعب اور عامر دونوں خاندان غمگین ملول اور حزین ہیں۔

(۱۰) وَ کَانَ اِذَا یَاْتِیْ مِنَ الشَّامِ قَافِلًا　　تُقَدِّمُهٗ تَسْعٰی اِلَیْنَا الْبَشَائِرُ

وہ جب شام کے قافلے کے ساتھ تشریف لاتے تھے تو ان کے آتے ہی ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ جاتی تھی اور خوش خبریاں ہماری جانب بڑھنے لگتی تھیں۔

(۱۱) فَيُصبِحُ آلُ اللهِ بِيضًا كَأَنَّمَا كَسَتْهُم حَبِيرًا رَيْدَةٌ وَ مَعَافِرُ

خزانۃ الادب میں "آل اللہ" کی جگہ "اھل اللہ" ہے اور شرح ابن الحدید میں یہ شعر اس طرح ہے۔

فَيُصبِحُ آلُ اللهِ بِيضًا ثِيَابُهُم وَ قَدَمًا حَبَاهُم وَ الْعُيُونُ كَوَاسِرُ

تو آلِ خدا سفید پوشاک میں خود کو ڈھانپ لیتی تھی یمن کے علاقے ریدہ شہر اور معافر قبیلے کے بہترین و منقش اور نرم و نازک کپڑے انھیں میسر آتے تھے۔ (ریدہ یمن کا ایک شہر) اور اس سے مراد ریدہ کے لوگ ہیں۔ معافر یمن کا ایک قبیلہ تھا۔

عرب کے لوگ قریش کو "اہل اللہ" کہتے تھے اس لیے کہ وہ ارباب مکہ تھے زیارت امام حسین علیہ السلام جو پندرہ رجب کو پڑھی جاتی ہے اس میں یہ کلمات ہیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا آلَ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَفْوَةَ اللهِ (مفاتیح الجنان)

سلام ہو آپ پر اے اللہ والو! سلام ہو آپ پر اے اللہ کے منتخب بندو!

(۱۲) تَرَى دَارَهُ لَا يَبْرَحُ الدَّهْرَ عِنْدَهَا مُجَعْجِعَةٌ كُوْمٌ سِمَانٌ وَ بَاقِرُ

تم دیکھو گے کہ ان کے گھر ایسے ہیں کہ ہمیشہ وہاں سے اونٹوں کی آوازیں آتی ہیں جو ان کی اولاد کے ذبح کے وقت نکلتی ہیں اور بڑے کوہانوں والے اونٹ اور گائے ضیافت کے سامان کے طور پر نظر آتے ہیں۔ یعنی وہ لوگ بڑے سخی ہیں ان کی سخاوت کا دور دور تک شہرہ ہے۔ مطبوعہ دیوان میں یہ شعر اس طرح۔

تَرَى دَارَهُ لَا يَبْرَحُ الدَّهْرُ وَسْطَهَا مُكَلَّلَةٌ أُدْمٌ سِمَانٌ وَ بَاقِرُ

(۱۳) إِذَا أُكِلَتْ يَوماً أَتَى الغَدَ مِثْلُهَا زَوَاهِقُ زُهْمٌ أَوْ مَخَاضٌ بَهَازِرُ

(یہ شعر خزانۃ الادب میں ہے)

جب اونٹوں اور گائے کے گوشت سے مہمانوں کی ضیافت ہو جاتی ہے تو پھر دوسرے دن اسی طرح ضیافت کا اہتمام کیا جاتا ہے اور موٹے فربہ چربی والے جانور نظر آتے ہیں اور قریب الولادۃ اونٹنیاں اور موٹے تازے اونٹ دکھائی دیتے ہیں۔

(۱۴) ضَرُوْبٌ بِنَصْلِ السَّیْفِ سُوْقَ سِمَانِهَا إِذَا عَدِمُوْا زَاداً فَإِنَّكَ عَاقِرُ

جب لوگوں کا زادِراہ ختم ہو جاتا تھا تو فربہ اونٹ کو نحر کرنے کے لیے اس کی پنڈلیوں پر تلوار کے پھل کی ضرب لگائی جاتی تھی اس وقت اے ابواُمیہ بن مغیرہ آپ ہی اس اونٹ کو ذبح کیا کرتے تھے۔

یہ شعر سیبویہ کی کتاب میں شاہد کے طور پر لایا گیا ہے کتاب سیبویہ ۱/ ۷۳ وشرح کافیہ۔۔ ۲/ ۲۰۲

(۱۵) وَ إِلَّا یَكُنْ لَحْمٌ غَرِیْضٌ فَإِنَّهُ تَكُبُّ عَلَى أَفْوَاهِهِنَّ الْغَرَائِرُ

مطبوعہ دیوان میں "والایکن" کی جگہ "وان لم یکن" ہے۔

اور اگر تر و تازہ گوشت باقی نہ بچا ہو تو پھر ان کے منہ تک کھانے کے لیے روٹیاں لائی جاتی ہیں غرضیکہ انھیں بھوکا نہیں رکھا جاتا

غرارۃ ایسا برتن جس میں آٹا اور دوسری چیزیں رکھی جاتی ہیں۔

(۱۶) فَیَالَكَ مِنْ نَاعٍ حُبِیْتَ بِأَلَّةٍ شِرَاعِیَّةٍ تَصْفَرُّ مِنْهَا الْأَظَافِرُ

اے ابوامیہ کی موت کی خبر دینے والے تم کو ایسا آلۂ جنگ دیا گیا ہے جو بڑا طویل ہے جس کی وجہ سے ناخنوں کی سرخی پیلی پڑ جاتی ہے یعنی انسان مرجاتا ہے مردہ شخص کے ناخن پیلے ہو جاتے ہیں۔

(۳۶)

تخریج

سیرت ابن اسحاق/۱۵۰، مطبوعہ دیوان میں یہ اشعار نہیں ہیں۔

حضرت ابو طالب علیہ السلام ابولہب کے پاس آئے جب ان کی قوم نے اس کے ساتھ ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف باہمی گٹھ جوڑ کر لیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی پر کمر بستہ ہو گئے تھے حضرت ابوطالبؑ اور حضرت عبداللہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدِ گرامی اور زُبیر، فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم کے بطن سے تھے تو حضرت ابوطالبؑ نے ابولہب کو اس کی ماں کی وجہ سے معیوب ٹھہرایا جس کا نام اسماجیح تھا اور ابوالہب کو بہت برا بھلا کہا۔

یہ اشعار "بحرالکامل" میں ہیں۔

ابولہب کی مذمت

(۱) مُسْتَعْرِضُ الْأَقْوَامِ يُخْبِرُهُمْ عُذْرِیْ وَ مَا اِنْ جِئْتُ مِنْ عُذْرِ

اقوام کو قتل کی خبر دینے والا انھیں میری دلیل سے آگاہ کر دے گا اگرچہ میں کوئی عذر پیش نہیں کر رہا ہوں۔

(۲) فَاجْعَلْ فُلَانَةَ وَ ابْنَهَا عِوَضًا لِكَرَائِمِ الْأَكْفَاءِ وَ الصِّهْرِ

کہ تو قرار دے فلاں عورت اور اس کے بیٹے کو عوض ایسے لوگوں کا جو ہمسری اور دامادی میں صاحب عزّ وشرف ہیں۔

(۳) وَ اسْمَعْ نَوَادِرَ مِنْ حَدِيْثٍ صَادِقٍ تَهْوِيْنَ مِثْلَ جَنَادِلِ الصَّخْرِ

اور تم سنو سچی باتوں میں سے نادر چیزوں کو جو اس طرف آرہی ہیں جیسے چٹان کا بڑا پتھر لڑھک کر آرہا ہو۔

(۴) اِنَّا بَنُوْ اُمِّ الزُّبَيْرِ وَ فَحْلُهَا حَمَلَتْ بِنَا لِلطَّيِّبِ وَ الطُّهْرِ

بے شک ہم اُمّ زبیر کے فرزند اور بہادر جوان ہیں ہماری ماں نے ہمیں پاکیزگی کے لیے اور طہارت کے لیے حمل میں رکھا تھا۔

(۵) فَحَرِمْتَ مِنَّا صَاحِبًا وَ مُؤَازِراً وَ اَخًا عَلَى السَّرَّاءِ وَ الضُّرِّ

تم نے ہمیں محروم کر دیا اپنے ساتھی اور مددگار کی حیثیت سے اور خوشی اور غمی اور رنج و محن میں بھائی چارے سے۔

(۳۷)

تخریج

الطرائف ا/۳۰۳۔۳۰۴، ۳۰۴، الغدیر ۷/۳۵، بحار الانوار ۳۵/۱۴۹۔۱۵۰ اس میں ۲۱ اشعار ہیں۔ شعر ابی طالب واخبارہ والمستدرک علیہ ابی ہفان دار الثقافہ/۷۹، ۸۰ اس میں کل نو شعر ہیں۔ دیوان ابی طالب عم النبی جمعہ وشرحہ الدکتور محمد تونجی/۵۰ اس میں کل نو شعر ہیں۔ اس کے علاوہ نہایۃ الطالب وغایۃ السؤول فی مناقب آل الرسول، اعیان الشیعہ ۸/۱۲۱ اور ایک شعر کا مصرع النہایۃ ابن الاثیر میں ہے ۲/۲۶۵ اور غایۃ المطالب/۸۹

حضرت ابو طالب علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا تو یہ سمجھے کہ قریش کے کسی فرد نے انھیں دھوکے سے پوشیدہ طور پر قتل کر دیا ہے تو انھوں نے بنی ہاشم کو پیغام بھیجا اور فرمایا کہ اے بنی ہاشم کے لوگو! میں سمجھ رہا ہوں کہ قریش کے کسی شخص نے محمد کو دھوکے سے پوشیدہ طور پر قتل کر دیا ہے تم میں سے ہر ایک تیز دھار کا کاٹنے والا آلہ لے لے اور قریش کے عظیم لوگوں کے برابر میں بیٹھ جائے جب میں کہوں مجھے محمد مطلوب ہیں تو تم میں سے ہر ایک اپنے برابر میں بیٹھے ہوئے شخص کو قتل کر دے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ابو طالبؑ کے اس اجتماع کی اطلاع مل گئی آنحضرتؐ اس وقت خانۂ کعبہ میں صفا کے قریب تھے وہ حضرت ابو طالبؑ کے پاس آ گئے جس وقت وہ مسجد الحرام میں تھے جب حضرت ابو طالبؑ نے انھیں دیکھا تو ان کا ہاتھ تھاما اور فرمایا اے قریش کے لوگو! میں نے محمد کو نہیں پایا تو میں یہ سمجھا کہ تم میں سے کسی شخص نے انھیں دھوکے سے چھپ کر قتل کر دیا ہے تو میں نے بنی ہاشم کے ہر جوان سے جو تمھیں نظر آ رہے ہیں یہ کہہ دیا تھا کہ وہ لوہا لے کر آئے اور ان میں سے ہر ایک تمھارے بڑے لوگوں کے برابر میں بیٹھ جائے اور جب میں یہ کہوں کہ مجھے محمد مطلوب ہیں تو ان میں سے ہر ایک اپنے پہلو میں بیٹھے

ہوئے شخص کو قتل کر ڈالے اے بنی ہاشم کے لوگو! جو کچھ تمھارے ہاتھ میں پوشیدہ ہے اسے ظاہر کر دو۔ تو بنی ہاشم نے جو آلات چھپا رکھے تھے انھیں ظاہر کر دیا قریش نے جب اس منظر کو دیکھا تو قریش پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہیبت چھا گئی۔ پھر حضرت ابو طالب علیہ السلام نے یہ اشعار کہے:

یہ اشعار "بحر الوافر" میں ہیں۔

رسول کی گمشدگی اور حمایت نبیؐ

(۱) آلَا اَبْلِغْ قُرَيْشًا حَيْثُ حَلَّتْ وَ كُلُّ سَرَائِرٌ مِنْهَا غُرُوْرٌ

آگاہ ہو جاؤ اور قریش کو وہ جہاں کہیں بھی ہوں یہ خبر پہنچا دو کہ ان کی جانب سے جتنی سازشیں ہیں وہ سوائے دھوکے اور فریب کے کچھ بھی نہیں۔

(۲) فَاِنِّیْ وَ الضَّوَابِحِ عَادِيَاتٍ وَ مَا تَتْلُوا السَّفَاسِرَةُ الشُّهُوْرُ

بے شک! میں قسم کھاتا ہوں سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی اور قسم کھاتا ہوں تمام کتابوں اور علماء کی یعنی ہم شہسواروں اور بہادر جوانوں کے ذریعے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کریں گے۔

سورۂ عادیات ۱۰۰ میں ہے وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا۔

اور قسم ہے سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی۔

(۳) لِاٰلِ مُحَمَّدٍ رَاعٍ حَفِيْظٌ وَ وُدُّ الصَّدْرِ مِنِّیْ وَ الضَّمِيْرُ

سب کے سب آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نگہبان اور محافظ ہیں اور میرا دل اور میرا ضمیر اُن کی مودّت سے سرشار ہے۔

"آلِ محمد" کا لفظ سب سے پہلے حضرت ابو طالبؑ نے استعمال کیا ہے۔

(۴) فَلَسْتُ بِقَاطِعٍ رَحِمِیْ وَ وُلْدِیْ وَ لَوْ جَرَّتْ مَظَالِمَهَا الْجَزُوْرُ

میں نہ تو رشتہ داری ختم کرسکتا ہوں اور نہ ہی اولاد سے قطع رحمی کرسکتا ہوں خواہ مجھ پر کتنے ہی تباہ کن مظالم کیوں نہ روا رکھے جائیں۔

(۵) فَيَاللهِ دَرُّ بَنِي قُصَيٍّ لَقَدْ اِحْتَلَّ عَرْصَتَهُمْ ثُبُوْرُ

کاش ایسا ہو کہ اللہ اولادِ قصی کا بھلا چاہے ابھی تو ان کے صحن میں ہلاکت نے قبضہ جما لیا ہے۔ اور اتر کر آگئی ہے۔

(۶) عَشِيَّةَ يَنْتَحُوْنَ بِأَمْرِ هَزْلٍ وَ يَسْتَهْوِي حُلُوْمَهُمُ الْغُرُوْرُ

اس دن کی شام جب وہ غیر سنجیدہ امر کے بارے میں طے کر رہے تھے اور اُن کی سوچ پر دھوکا اور فریب غالب آچکا تھا۔

(۷) فَلَا وَ اَبِيْكَ لَا ظَفِرَتْ قُرَيْشٌ وَ لَا اَمَّتْ رَشَاداً اِذْ تُشِيْرُ

ایسا نہیں ہے تمھارے باپ کی قسم قریش کبھی بھی کامیاب نہیں ہوئے اور نہ ہی انھوں نے راہِ راست کا قصد کیا جب تم مشورہ دے رہے تھے۔

(۸) أَيَامُرُ جَمْعُهُمْ اَبْنَاءَ فِهْرٍ بِقَتْلِ مُحَمَّدٍ وَ الْاَمْرُ زُوْرُ

کیا ان کی جماعت نے فہر کی اولاد کو (حضرت) محمد ﷺ کے قتل کا حکم دیا ہے اس بات میں کوئی صداقت نہیں یہ مبنی بر کذب ہے۔

(فہر قبیلۂ قریش کے جدِ اعلیٰ تھے ان کی کنیت ابو غالب تھی اور وہ مکہ میں لوگوں کے رئیس اور سردار تھے (الاعلام ۵/۱۵۷)

(۹) آلَا ضَلَّتْ حُلُوْمُهُمْ جَمِيْعًا وَ اُطْلِقَ عَقْلُ حَرْبٍ لَاتَبُوْرُ

آگاہ ہو جاؤ ان سب کے خواب و خیال گم ہو کر رہ گئے اور جنگ کی گرہ کھول دی گئی جو تھمنے والی نہیں ہے۔

(۱۰) بَنِيَّ اَخِي وَ نُوْطُ الْقَلْبِ مِنِّي وَ اَبْيَضُ مَاؤُهُ غَدَقٌ كَثِيْرُ

میرے بھائی کا نورِ نظر اور میرے جگر کا ٹکڑا مجھ سے ہے اس کی چمک دمک باقی رہے اور اس کا چشمۂ فیض بھرپور طریقے سے جاری و ساری رہے۔

(۱۱) وَ يَشْرَبُ بَعْدَهُ الْوِلْدَانُ رَيًّا وَ اَحْمَدُ قَدْ تَضَمَّنَهُ الْقُبُوْرُ

اور احمد تو اپنی ظاہری زندگی گزار کر پیوندِ قبر ہو جائیں گے اور ان کے بعد لڑکے بالے سیراب ہوں گے اور خوب سیر ہو کر پانی پئیں گے۔ حضرت ابوطالب مستقبل کی خبر دے رہے ہیں۔

(۱۲) أَيَرْضَى مِنْكُمُ الْحُلَمَاءُ هٰذَا وَمَا ذَاكُم رَضًى لِيْ اَنْ تَبُوْرُوْا

کیا تم میں سے حلیم الطبع افراد اس بات پر راضی ہوں گے اور نہ ہی میری رضامندی اس بات میں ہے کہ تم ہلاکت سے دوچار ہو جاؤ۔

(۱۳) فَكَيْفَ يَكُوْنُ ذُلُّكُمْ قُرَيْشًا فَمَا مِنِّي الضَّرَاعَةُ وَ الْفُتُوْرُ

قریش سے ایسی تابعداری کیسے ممکن ہے جب کہ میری جانب سے فروتنی اور ناتوانی نہیں ہے۔

(۱۴) عَلَيَّ دِمَاءُ بُدْنٍ عَاطِلَاتٍ لَئِنْ هَدَرَتْ بِذٰلِكُمُ الْهُدُوْرُ

میرے ذمّے ہے آزاد اور لمبی گردنوں والے جانوروں کا خون اگر اس کے سبب خوں ریزی کی گئی اور خون بہایا گیا۔

یہ شعر جوابِ قسم ہے۔

(۱۵) لَقَامَ الضَّارِبُوْنَ بِكُلِّ ثَغْرٍ بِاَيْدِيْهِمْ مُهَنَّدَةٌ تَمُوْرُ

کہ اگر تمھاری وجہ سے خوں ریزی کی گئی تو ہر گوشے سے تلوار چلانے والے جمع ہو جائیں گے۔ جن کے ہاتھوں میں ہندوستان کے لوہے سے تیار کی ہوئی تلوار ہوگی جسے نیام سے باہر نکالا جائے گا۔

(۱۶) وَ تَلْقَوْنِيْ اَمَامَ الصَّفِّ قِدْمًا اُضَارِبُ حِيْنَ تَحْزِمُهُ الْاُمُوْرُ

اور تم مجھے پاؤ گے صف سے آگے پیش پیش جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر امور دشوار ہو جائیں گے تو میں اس

وقت تلوار زنی اور نیزہ بازی کروں گا اور قتال کروں گا۔

(۱۷) أُرَادِيْ مَرَّةً وَ أَكُرُّ أُخْرٰى حِذَاراً أَنْ تَغُوْرَ بِهِ الْغُرُوْرُ

میں پتھراؤ کر کے مدافعت کروں گا اور دوبارہ دشمن پر پلٹ کر حملہ کروں گا چوکس رہتے ہوئے کہ کہیں دھوکے سے کوئی حضرت محمدؐ پر حملہ نہ کر دے۔

(۱۸) أَذُوْدُهُمْ بِأَبْيَضَ مَشْرَفِيٍّ إِذَا مَا حَاطَهُ الْأَمْرُ النَّكِيْرُ

میں حضرت محمدؐ کی حفاظت کروں گا چمک دار مشرفی تلوار سے جب کوئی دشوار امر انھیں احاطہ کر لے گا جب ناپسندیدہ امر سے سامنا ہوگا۔ "مشرفی" سرزمین عرب کے ایک قریہ کی طرف منسوب ہے وہاں کی تلواروں کو السیوف المشرفیہ کہا جاتا ہے (اقرب الموارد)

(۱۹) وَ جَمَّعْتُ الْجُمُوْعَ أُسُوْدَ فِهْرٍ وَ كَانَ النَّقْعُ فَوْقَهُمْ يَثُوْرُ

میں نے خاندان فہر کے شیروں اور بہادروں کی ایک جماعت اکٹھی کر لی ہے جب وہ میدان کارزار میں آتے ہیں تو ان کی تیزی اور پھرتی کی وجہ سے گرد و غبار ان کے اوپر اڑتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

(۲۰) كَأَنَّ الْأُفُقَ مَحْفُوْفٌ بِنَارٍ وَ حَوْلَ النَّارِ آسَادٌ تَزِيْرُ

یوں لگتا ہے جیسے اُفق آگ سے گھرا ہوا ہے اور آگ کے چاروں طرف شیر غصے میں دھاڑ رہے ہیں بہادروں اور دلیروں کے حملے کو شیر کے دھاڑنے سے تشبیہ دی ہے اور تلواریں جب ٹکرا رہی ہیں تو اُن سے شرارے نکل رہے ہیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہر طرف گویا آگ لگی ہوئی ہے۔ یعنی آتش حرب بھڑک رہی ہے۔

(۲۱) بِمُعْتَرَكِ الْمَنَايَا فِيْ مِكَرٍّ تَخَالُ دِمَاءَهُ قِدْرًا تَفُوْرُ

موت کے معرکے میں حملہ کی جگہ پر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے خون دیگ میں ہے جو جوش مار رہی ہے اور خون ابل رہا ہے۔

(۲۲) إِذَا سَأَلَتْ مُجَلْجِلَةٌ صَدُوْقٌ كَأَنَّ زُهَاءَهَا رَأْسٌ كَبِيْرٌ

جب کسی سچے طاقت ور سردار سے دریافت کیا جائے گا تو وہ اونچی آواز میں جواب دے گا کہ لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی بڑے بڑے سر قلم ہو گئے۔

(۲۳) وَ شَظَّاهَا مَحَلُّ الْمَوْتِ حَقًّا وَ حَوْضُ الْمَوْتِ فِيْهَا يَسْتَدِيْرُ

یہ بات درست ہے کہ موت کے آنے نے قوم کو پراگندہ کر دیا اور قوم کے درمیان موت کا حوض چکّر لگا رہا ہے۔

(۲۴) هُنَالِكَ اَیْ بُنَیَّ یَكُوْنُ مِنِّیْ بَوَادِرُ لَا يَقُوْمُ لَهَا الْكَثِيْرُ

ایسے عالم میں اے میرے فرزند (محمدؐ) مجھ سے ایسے امور ظاہر ہوں گے کہ بہت سے لوگ اس جیسا اقدام نہیں کر سکتے تھے۔

(۲۵) تَدَهْدَهَتِ الصُّخُوْرُ مِنَ الرَّوَاسِیْ اِذَا مَا الْاَرْضُ زَلْزَلَهَا الْقَدِيْرُ

چٹانیں اپنے پتھروں کو چوٹیوں سے لڑھکائیں گی جب قادرِ مطلق خدا زمین میں زلزلہ پیدا کر دے گا۔

ارشادِ ربّ العزت:

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝ (سورۃ الزلزال)

جب زمین میں پوری شدت کے ساتھ زلزلہ آ جائے گا اور زمین اپنے بوجھ کو نکال باہر کرے گی۔

(۲۶) وَ لَا قَفْلٌ بِقَيْلِهِمْ فَاِنِّیْ وَ مَا حَلَّتْ بِكَعْبَتِهِ النُّذُوْرُ

اور تم دوپہر کو آنے والوں اور آرام کرنے والوں کے لیے کعبہ میں قفل نہ لگاؤ قسم ہے اس ذات کی جس کی کعبہ تک نذریں لائی جاتی ہیں۔

(۲۷) وَفِیٌّ دُوْنَ نَفْسِكَ اَنْ اَرَادُوْا بِهَا الدَّهْيَاءَ اَوْ سَالَتْ بُحُوْرُ

بے شک اے محمدؐ! میں آپ کی جان بچانے کے لیے اپنے عہد کو پورا کروں گا اگر قریش والوں نے کسی بڑی مصیبت میں آپ کو مبتلا کر دیا یا پھر اس مقصد کے لیے سمندر بہنے لگیں گے۔ یعنی کشت و خون کا بازار گرم ہوگا اور

خون کے دریا بہیں گے۔

(۲۸) اَیَا ابْنَ الْاَنْفِ اَنْفَ بَنِی قُصَیٍّ　　کَاَنَّ جَبِیْنَكَ الْقَمَرُ الْمُنِیْرُ

اے فرزند اور دل بند اولادِ قصی کے سربلند اور باعثِ شرف آپ کی پیشانی تو ایسی روشن ہے جیسے چودھویں کا چاند چمک رہا ہو۔

(۲۹) لَكَ اللّٰهُ الْغَدَاةَ وَ عَهْدِ عَمٍّ　　تُجَنِّبُهُ الْفَوَاحِشُ وَ الْفُجُوْرُ

اے میرے فرزند (محمدؐ) آج کے دن صبح کے وقت اللّٰہ تمھاری حمایت و حفاظت کے لیے کافی ہے اور تمھارے چچا کا عہد و پیمان ہے جو تمھاری حمایت و حفاظت کے لیے موجود ہے ہر فواحش و فجور نے جس سے کنارہ کشی کر رکھی ہے۔

"فواحش" "فاحشه" کی جمع ہے بہت سخت قبیح گناہ، زانی گناہوں میں منہمک

(۳۰) بِتَحْفَاظِیْ وَ نُصْرَةِ أَرْيَحِيٍّ　　مِنَ الْاَعْمَامِ مِعْضَادٌ يَصُوْرُ

اے محمدؐ! آپ کو میری حفاظت و حمایت حاصل ہے اور آپ کے چچاؤں کی، جو اخلاق میں اعلیٰ درجے پر فائز ہیں ان کی نصرت و اعانت کا شہرہ ہے جو یقیناً آپ کے لیے موجود ہے۔

(۳۸)

تخریج

ایمان ابی طالب/ ۳۴۔۳۵،	شرح ابن ابی الحدید ۳/ ۳۱۹
کنز الفوائد/ ۷۹، الحجۃ/ ۲۷۷،	الغدیر ۷/ ۳۵۷، المناقب ۱/ ۶۲
بحار الانوار ۳۵/ ۹۰۔۹۱	پہلا اور تیسرا شعر مجمع البیان ۴/ ۲۸۷ میں ہے
شعر ابی طالب واخبارہ ابی ھفان/ ۷۷	دیوان ابی طالب عم النبی الدکتور محمد التونجی/ ۴۳

اور حضرت ابو طالب علیہ السلام نے اپنے بھائی حمزہ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت پر آمادہ کیا۔

یہ اشعار "بحر طویل" میں ہیں۔

حضرت حمزہ کو دعوت اسلام اور نصرت کی تمنا

(۱) فَصَبْرًا اَبَا يَعْلٰى عَلٰى دِيْنِ اَحْمَدٍ ۔۔۔ وَكُنْ مُظْهِرًا لِلدِّيْنِ وُفِّقْتَ صَابِرًا

اے ابو علی (حمزہ) تم حضرت احمد مجتبیٰ کے لائے ہوئے دین پر ثابت قدم رہنا اور ہمیشہ دین کے آئین کا اظہار کرتے رہنا اور اس پر ہمیشہ صبر و استقامت کے ساتھ چلتے رہنا۔

(۲) وَ حُطْ مَنْ اَتٰى بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِ رَبِّهٖ ۔۔۔ بِصِدْقٍ وَ عَزْمٍ لَاتَكُنْ حَمْزُ كَافِرًا

اور اس کی حمایت وحفاظت کرو جو اپنے رب کی جانب سے حق بات لے کر آیا ہے صدق اور عزم و ہمت کے

ساتھ اور اے حمزہ کبھی بھی کفر اختیار نہ کرنا حضرت محمد ﷺ کی باتوں کا انکار نہ کرنا۔

(۳) فَقَدْ سَرَّنِیْ اِذْ قُلْتَ اِنَّكَ مُؤمِنٌ فَكُنْ لِرَسُوْلِ اللهِ فِي اللهِ نَاصِراً

مجھے یہ سن کر نہایت خوشی ہوئی جب تم نے کہا کہ تم مومن ہو لہٰذا اب تم رسول اللہ کے لیے اللہ کی راہ میں ناصر و حامی بن کر رہو۔

(۴) وَ نَادِ قُرَيْشًا بِالَّذِيْ قَدْ اَتَيْتَهٗ جِهَارًا وَ قُلْ مَا كَانَ اَحْمَدُ سَاحِرًا

اے حمزہ! اب تم علانیہ طور سے قریش کو بتلا دو اور اعلان کر دو کہ تم مسلمان ہو اور یہ بھی کہہ دو کہ احمدؐ ساحر اور جادوگر نہیں (بلکہ اللہ کے رسول) ہیں۔

حضرت ابوطالب اپنے بھائی حضرت حمزہ کے مومن ہونے اور اسلام قبول کر لینے سے بے حد خوش ہیں اور وہ ان سے خواہش کر رہے ہیں کہ وہ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کریں اور نبی اکرم ﷺ کی نصرت و حمایت پر کمربستہ ہو جائیں اور نبی اکرم ﷺ پر جو جادوگر ہونے کا الزام ہے اسے رد کریں۔

(۳۹)

تخریج

مناقب آل ابی طالب ابن شہر آشوب متوفی ۵۸۸ھ، ج ۲۔ص ۲۸۸، ۲۸۹

حضرت ابو طالب علیہ السلام نے خانۂ کعبہ کا طواف کیا اس کے بعد حجر اسود کے پاس آئے اور اس کے قریب سو گئے تو انھوں نے خواب میں عبد مناف کو دیکھا جو فرما رہے تھے:

مَا يُثْبِتُكَ عَنِ ابْنَةِ أَسَدٍ.

تمھیں بنت اسد سے شادی کرنے کے لیے کس نے ثابت قدم رکھا؟

جب وہ وہ نیند سے بیدار ہوئے تو انھوں نے حضرت فاطمہ بنت اسد سے شادی کی اور خانۂ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے یہ اشعار کہے۔

یہ اشعار "بحر رجز" میں ہیں۔

فاطمہ بنت اسد سے شادی کے موقع پر

(۱) قَدْ صَدَّقْتُ رُؤْيَاكَ بِالتَّعْبِيرِ وَ لَسْتُ بِالْمُرْتَابِ فِي الْأُمُوْرِ

اے عبد مناف! آپ نے خواب میں جو دکھایا میں نے اسے سچا سمجھا اور اسے تعبیر تک پہنچایا اور میں امور کے بارے میں کسی قسم کے شک وشبہے میں مبتلا نہیں ہوں۔

(۲) اَدْعُوْكَ رَبَّ الْبَيْتِ وَ النُّذُوْرِ دُعَاءَ عَبْدٍ مُخْلِصٍ فَقِيْرِ

اے خانۂ کعبہ اور نذروں کے رب میں تجھ سے دعا طلب کر رہا ہوں ایک ایسے بندے کی دُعا جو مخلص اور تیرا محتاج ہے۔

(۳) فَاَعْطِنِيْ يَا خَالِقِيْ سُرُوْرِيْ بِالْوَلَدِ الْحَلَاحِلِ الْمَذْكُوْرِ

اے میرے خالق تو مجھے شادکام کر دے ایسا بیٹا عطا کر کہ جو سیّد ہو، شجاع ہو اور سردار ہو۔

(۴) يَكُوْنُ لِلْمَبْعُوْثِ كَالْوَزِيْرِ يَاْلَهُمَا يَاْلَهُمَا مِنْ نُوْرِ

جو تیرے مبعوث کردہ نبی کے لیے وزیر کی حیثیت رکھتا ہو ان دونوں انوار کا کیا کہنا دونوں ہی کا تعلق نور سے ہے۔

(۵) قَدْ طَلَعَا مِنْ هَاشِمِ الْبُدُوْرِ فِيْ فَلَكٍ عَالٍ عَلَى الْبُحُوْرِ

جو یہ دونوں نور طلوع ہوئے بنی ہاشم کے چاندوں سے اس آسمان پر جو بلند و بالا ہے اور سمندروں پر حاوی ہے۔

(۶) فَيَطْحَنُ الْاَرْضَ عَلَى الْكُرُوْرِ طَحْنَ الرَّحَى لِلْحَبِّ بِالتَّدْوِيْرِ

زمانے کی گردش سے وہ زمین کو پیس کر رکھ دے جیسے چکی چلتی ہے اور دانہ اُس میں پس جاتا ہے۔
اکثر شعراء نے زمین و آسمان کو چکی کے دو پاٹوں سے تشبیہ دی ہے اور انسان کو اس کے درمیان گردش لیل و نہار میں پستے ہوئے دکھایا ہے۔

(۷) اِنَّ قُرَيْشًا بَاتَ بِالتَّكْبِيْرِ مَنْهُوْكَةً بِالْغَيِّ وَ الثُّبُوْرِ

بے شک قریش نے تکبیر (اللہ اکبر) کے ساتھ رات بسر کی اور وہ گمراہی اور ہلاکت میں پڑے رہے۔

(۸) وَ مَا لَهَا مِنْ مَوْئِلٍ مُجِيْرِ مِنْ سَيْفِهِ الْمُنْتَقِمِ الْمُبِيْرِ

اور قریش کے لیے نہ تو کوئی پناہ گاہ ہے اور نہ ہی کوئی پناہ دینے والا ہے اس تلوار سے جو انتقام لیتی ہے اور ہلاک کر ڈالتی ہے۔

(۹) وَ صَفْوَةُ النَّامُوْسِ فِي السَّفِيْرِ حُسَامُهُ الْخَاطِفُ لِلْكَفُوْرِ

اور منتخب فرشتہ جبرئیل علیہ السلام سفیر کی حیثیت رکھتے ہیں ان کی اُچک لینے والی تلوار نافرمانوں کے لیے ہے۔

(۴۰)

تخریج

الحجۃ/۲۲۰ الحماسہ لابن الشجری/۱۷

شعر ابی طالب و اخبارہ/۷۸

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے اپنے خاندان والوں میں سے افرادِ قوم کو سرزنش کرتے ہوئے انھیں دشمنی کے وبال سے خبردار اور متنبہ کیا ہے۔

یہ اشعار "بحرِ طویل" میں ہیں۔

خاندان والوں کو تنبیہ

(۱) خُذُوْا حَظَّکُمْ مِنْ سِلْمِنَا اِنَّ حَرْبَنَا اِذَا ضَرَّسَتْنَا الْحَرْبُ نَارٌ تَسَعَّرُ

ہم جب صلح پر آمادہ ہیں تو تم لوگ اس صلح سے فائدہ اٹھاؤ اور اپنا حصہ اس سے لے لو اس لیے کہ اگر ہم لڑائی چھیڑ دیں گے تو یاد رکھو کہ ہماری جنگ ایک بھڑکتی ہوئی آگ کی طرح ہوگی۔ جس کے شعلے جلا کر بھسم کر دیں گے۔

(۲) فَاِنَّا وَ اِیَّاکُمْ عَلٰی کُلِّ حَالَۃٍ لَمِثْلَانِ بَلْ اَنْتُمْ اِلَی الصُّلْحِ اَفْقَرُ

یقیناً ہم اور تم ہر حال میں ایک دوسرے کے مانند ہیں بلکہ تم تو صلح کے زیادہ ضرورت مند ہو۔ تمھیں صلح و آشتی کی زیادہ ضرورت ہے۔

(۴۱)

تخریج

اثابت الوصیۃ/ ۹۲۔۹۳

ابن عباس سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ قیس کے شہروں میں قحط سالی نے آلیا اور بہت شدید سوکھا پڑ گیا آسمان سے زمین پر ایک قطرہ نہیں گرا اور نہ ہی نباتات نے زمین سے سر نکالا گوشت جاتا رہا اور چربی پگھل گئی اور لوگ تکلیف اور کمزوری کے سبب خانہ بدوشی پر مجبور ہونے لگے۔ قیس نے باہمی مشورہ کیا اور ایک دوسرے سے رائے طلب کی اور انھوں نے وہاں سے کوچ کا قصد کیا اور چراگاہ کی جستجو میں روانہ ہونا چاہا۔ ان میں سے ایک گروہ نے کہا: اے قیس بن عیلان کے لوگو! "یقیناً تم ایسے امر میں مبتلا ہوگئے جو کوئی مذاق نہیں ہے یہ امر نہایت عظیم الشان ہے اور اس کا منظر دور ہے۔" ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ عبدالمطلب مکہ کے سردار نے بارش طلب کی تو سیراب ہوئے اور دعا مانگی تو وہ قبول ہوئی اور سفارش کی تو ان کی سفارش تسلیم کی گئی تم ان کے پاس جاؤ اور ان پر اعتماد کرو اور تم بھی اسی طرح ان سے سفارش چاہو جس طرح دوسرے لوگوں نے سفارش کرائی تھی ان لوگوں نے کہا کہ تمھاری رائے درست ہے وہ لوگ حضرت عبدالمطلب کی خدمت اقدس میں آئے اور ان سے کہا اے کامیابی کی ضمانت ابوالحارث (عبدالمطلب) ہماری اور آپ کی قرابت داری ہے اور ہمارا ایک دوسرے سے پیوند ہے ہمیں قحط سالی کا سامنا ہے ہمارے موٹے تازے جانور دبلے اور کمزور ہوگئے اور مددگار لوگ محتاج بن گئے ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ آپ کی دعا میں اثر ہے۔ اور ہم اس کے اثرات اور ثمرات سے واقف ہیں آپ اس سے ہماری سفارش کر دیجیے جس سے شفاعت کی جاتی ہے حضرت عبدالمطلب نے فرمایا۔ جبل عرفات ہماری وعدہ گاہ ہے۔

پھر وہ اپنے بیٹوں اور بیٹوں کے بیٹوں کے ساتھ روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ عرفات کے پہاڑ تک پہنچ گئے

وہاں پر حضرت عبدالمطلب نے اپنے ہاتھوں کو دعا کے لیے بلند کیا اور فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ الریح العاصف و البرق الخاطف و الرعد القاصف منشئ السحاب و مالك الرقاب و خالق الخلق و منزل الرزق و الحق، ھذہ مضر، خیر البشر، تشکو شدّۃ الحال و کثرۃ الامحال، قد احدودبت ظھورھا، و شعثت شعورھا، و ھزل سمینھا و نضب معینھا، و غارت عیونھا، و قد خلّفوا نشأ ظلعا، و بھائم رتّعا، و أطفالا رضّعا، اللّٰھم فاتح لھم ریحا خرّارۃ و سحابۃ درّارۃ تضحك أرضھم و تذھب ضرّھم۔

اے اللہ! اے تیز و تند ہواؤں، چکا چوند برق، اور زور وشور سے گرجنے اور کڑکنے والے بادل کے رب، اے بادلوں کو ایجاد کرنے والے، اے گردنوں کے مالک، اے مخلوقات کو خلق کرنے والے، اے رزق اور حق کو نازل کرنے والے یہ خاندانِ مضر کے لوگ ہیں وہ مضر جو خیر البشر تھا انھیں شدت حال کی شکایت ہے اور ان کی زمینیں قحط سالی کا شکار ہیں زمین خشک سالی کے سبب کبڑی ہوگئی ہے اور اس کے بال پراگندہ ہیں اور اس کے جانور دبلے ہوگئے ہیں اور اس کے جوہڑ سوکھ گئے ہیں اور اس کے چشموں کا پانی گہرائی میں چلا گیا ہے اور انھوں نے اپنے پیچھے ایسے لوگوں کو چھوڑا ہے جن پر زمین تنگ ہے اور ایسے چوپائے جنھیں چرانے کی ضرورت ہے ایسے بچے جو دودھ کے طلب گار ہیں۔

اے اللہ! تو ان کے لیے مہیا کر دے ایسی ہوا جو تند و تیز اور ثمر بخش ہو اور ایسے بادل جن سے موسلا دھار بارش ہو تا کہ ان کی زمین مسکرانے لگے اور ان کی تکلیف دور ہو جائے۔

فرمایا: ابھی وہ جدا نہیں ہوئے تھے کہ سیاہی مائل بادل پیدا ہوئے جن میں گرج اور چمک تھی حضرت عبدالمطلب نے ان سے کہا مبارک ہو یہ ہوا کی سرسراہٹ کا وقت ہے تم بیلچے سے زمین کی کھدائی کرو پھر فرمایا اے قریش کے لوگو واپس جاؤ تمھاری زمین سیراب ہو چکی وہ لوگ واپس چلے گئے اللہ نے اُن پر ایسا ہی کرم کیا اس وقت حضرت ابوطالبؑ نے یہ اشعار کہے۔

یہ اشعار "بحر طویل" میں ہیں۔

عبدالمطلب کے اوصاف حمیدہ کا بیان

(۱) أَبُونَا شَفِيعُ النَّاسِ حِيْنَ سَقَوْا بِهِ مِنَ الْغَيْثِ رَجَّاسُ الْعَشِيْرِ بَكُوْرُ

ہمارے والدگرامی لوگوں کے شفیع ہیں جب وہ اُن سے بارش کے لیے دعا کراتے ہیں وہ اپنے قبیلے کے لیے گرجنے والے بادل کی حیثیت رکھتے ہیں یعنی ابر باراں ہیں یا موسم بہار کی پہلی بارش ہیں۔

(۲) وَ نَحْنُ سِنِيْنَ الْمَحَلِ قَامَ شَفِيْعُنَا بِمَكَّةَ يَدْعُوْ وَ الْمِيَاهُ تَغُوْرُ

ہم قحط زدہ بے آب و گیاہ تھے کہ اتنے میں ہمارا شفاعت کرنے والا مکہ میں دُعا کرنے لگا اور پانی نے ابلنا شروع کر دیا۔

(۳) فَلَمْ تَبْرَحِ الْاَقْدَامُ حَتّٰى رَاَوْا بِهَا سَحَابَاتُ مُزْنٍ صَوْبُهُنَّ دَرُوْرُ

قدم اس وقت تک جمے رہے جب تک انھوں نے خود اپنی آنکھوں سے بارش کے بادلوں کو دیکھ نہ لیا جن کا موسلا دھار ہونا لازمی تھا۔

(۴) وَ قَيْسٌ اَتَتْنَا بَعْدَ اَزْمٍ وَ شِدَّةٍ وَ قَدْ عَضَّهَا دَهْرٌ أَكَبَّ عَثُوْرُ

اور قبیلۂ قیس کے لوگ ہمارے پاس آئے قحط اور تنگی و سختی کے بعد جب زمانے نے انھیں اپنی گرفت میں جکڑ لیا تھا جیسے کوئی بہت زبردست ٹھوکر کھا کر اوندھے منہ گر جائے۔

(۵) فَمَا بَرِحُوْا حَتّٰى سَقَى اللهُ اَرْضَهُمْ بِشَيْبَةَ غَيْثًا فَالنَّبَاتُ نَضِيْرُ

وہ اس وقت تک جدا نہیں ہوئے جب تک اللہ نے ان کی زمین کو سیراب نہ کر دیا شیبۃ الحمد (عبدالمطلب) کے ذریعے باران رحمت بھیج کر جس سے نباتات تر و تازہ اور شاداب ہو گئے۔

(۴۲)

تخریج

طبقات ابن سعد ا/ ۹۴، انساب الاشراف ا/ ۱۰۰

دیوان ابی طالب عم النبی الدکتور محمد تونجی/ ۵۱ غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب/ ۸۳۔ ۸۴

اور فرمایا جب خانہ کعبہ کی تعمیر کے بعد حجر اسود کو اس کی جگہ نصب کرنا تھا۔

قریش میں اختلاف ہوا کہ کون حجر اسود کو اس کے صحیح مقام پر رکھے گا جب وہ لوگ خانۂ کعبہ کی تعمیر نو کر رہے تھے ان کے درمیان اس مسئلہ پر جنگ چھڑ جانے کا اندیشہ تھا۔ یہاں تک کہ انھوں نے یہ طے کیا کہ ان کے مابین وہ فیصلہ کرے گا جو باب بنی شیبہ سے سب سے پہلے داخل ہوگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے فرد تھے جو داخل ہوئے جب لوگوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو کہا ہم اس کے فیصلے پر راضی ہوں گے اس لیے کہ وہ امین ہے انھوں نے آنحضرتؐ کو اس امر سے آگاہ کیا آنحضرتؐ نے اپنی چادر اتاری اور اسے زمین پر پھیلا دیا پھر اس چادر پر حجر اسود کو رکھ دیا اور اُن سے کہا کہ تم میں سے ہر ایک چادر کے ایک گوشے کو تھام لے پھر سب اسے اٹھائیں سب نے مل کر اسے اٹھا لیا پھر آنحضرتؐ نے حجر اسود کو اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا پھر مجد کا ایک شخص بڑھا تا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتھر اٹھا کر دے تا کہ وہ حجر اسود کو مستحکم کر دیں حضرت عباس بن عبدالمطلب نے اسے روک دیا اور خود پتھر اٹھا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا اس طرح انھوں نے حجر اسود کو مضبوط کیا مجدی کو جب ہٹایا گیا تو وہ غضب ناک ہو گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہا کہ ہمارے ساتھ وہی خانۂ کعبہ کی تعمیر میں حصہ لے سکتا ہے جو ہم سے تعلق رکھتا ہو نجدی نے کہا مجھے اس قوم پر تعجب ہے جو صاحب شرف صاحب عقل اور سن رسیدہ اور مال دار افراد پر مشتمل ہے اس کے باوجود انھوں نے ایسے فرد کی طرف رجوع کیا ہے جو ان سے کم سن ہے جس کے پاس مال و دولت کی کمی ہے

انھوں نے اپنی بڑائی اور عظمت کے باوجود اسے سردار بنالیا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ سب لوگ اس کے خادم ہوں خدا کی قسم یہ اُن سب سے آگے بڑھ جائے گا یہ اُن کے درمیان خوش قسمتی اور بلند ہمتی کو تقسیم کرے گا۔ اور کہا جاتا ہے کہ وہ نجدی ابلیس تھا حضرت ابوطالب علیہ السلام نے اس وقت فرمایا۔

حجر اسود کو نصب کرتے وقت

(۱) إِنَّ لَنَا أَوَّلَهُ وَ آخِرَهُ فِي الْحُكْمِ وَالْعَدْلِ الَّذِي لَا نُنْكِرُهُ

بے شک ہمارے ہی لیے اس کا اوّل بھی ہے اور اس کا آخر بھی ہے فیصلے میں اور عدل و انصاف کے موقع پر جس کا ہم انکار نہیں کر سکتے۔

(۲) وَ قَدْ جَهَدْنَا جُهْدَهُ لِنُعَمِّرَهُ وَ قَدْ عَمَّرْنَا خَيْرَهُ وَ أَكْبَرَهُ

فَإِنْ يَكُنْ حَقًّا فَفِينَا أَوْفَرُهُ

ہم نے اپنی پوری تگ و دو کی ہے تاکہ کعبہ کو بسائے رکھیں اور ہم نے ہی اسے آباد کیا ہے بہتر سے بہتر انداز میں اور اس کی عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسے آباد کیا ہے۔ پس اگر یہ بات حق ہے تو ہمارا اس میں وافر حصہ ہے۔

کتاب انساب الاشراف میں یہ شعر اس طرح ہے:

نَحْنُ عَمَّرْنَا خَيْرَهُ وَ أَكْثَرَهُ لَنَا وَضْعُهُ إِذَا تَمَارَوْا حُجَّتَهُ

(۴۳)

تخریج

ایمان ابی طالب/ ۳۵، شرح ابن ابی الحدید ۳/ ۳۱۹،
الحجہ/ ۲۸۳، بحار الانوار ۳۵/ ۱۶۴۔۱۶۵
شعر ابی طالب واخبارہ والمستدرک علیہ ابی ہفان/ ۷۸ دیوان ابی طالب عم النبی الدکتور محمد التونجی/ ۴۴

حضرت ابو طالب علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح سرائی کرتے ہوئے جن فضائل ومحاسن کے وہ اہل ہیں ان کا تذکرہ کرتے ہیں۔

یہ اشعار "بحر المتقارب" میں ہیں۔

خاندانِ بنی ہاشم اور سرورِ کائنات کا قصیدہ

(۱) إِذَا قِيْلَ مَنْ خَيْرُ هٰذَا الْوَرٰى قَبِيْلًا وَ أَكْرَمُهُمْ أُسْرَةً

جب دریافت کیا گیا کہ اس کائنات میں سب سے بہتر کون ہے؟ قبیلہ کے اعتبار سے اور خاندان کے لحاظ ہے کون سب سے زیادہ مکرم ومحترم ہے۔

(۲) أَنَافَ بِعَبْدِ مَنَافٍ أَبٍ وَ فَضَّلَهُ هَاشِمُ الْغُرَّةُ

شرف اور منزلت کے اعتبار سے عبد مناف جو اس خاندان کے جد اعلیٰ ہیں اور فضیلت وعظمت کے لحاظ سے

(۴۵)

تخریج

نزھۃ الکرام وبستان العوام/ ۱۱۲

حضرت ابوطالبؑ نے بیت الحرام کی تعظیم کے لیے کہا ہے۔

یہ اشعار "بحرِ طویل" میں ہیں۔

سب سے عظیم حق اور بڑا جرم

(۱) لَقَدْ كَانَ مِنِّيْ مَا رَأَيْتَ وَ اِنَّنِيْ لَاَعْظَمُ حَقِّ الْبَيْتِ وَ الرُّكْنِ وَ الْحِجْرِ

جو کچھ تم نے دیکھا ہے وہ میری ہی جانب سے تھا اور میں ہی ہوں جو خانۂ کعبہ کے حَجَرِ اَسْوَدْ اور حِجرِ اسماعیل کے بارے میں سب سے بڑا حق رکھتا ہوں۔

(۲) وَلَيْسَ اِخْتِرَاطُ السَّيْفِ يَاقَوْمُ فَاعْلَمُوْا بِاَعْظَمَ عِنْدَاللهِ جُرْمًا مِنَ الْغَدْرِ

اے میری قوم کے لوگو! جان لو کہ تلوار کا سونت لینا اللہ کے نزدیک غداری سے بڑا جرم نہیں ہے اس لئے کہ کسی سے غداری کرنا کسی کے خلاف تلوار کھینچ لینے سے بڑا جرم ہے۔

(۴۶)

تخریج

شرح ابن ابی الحدید ۴/ ۲۹۴ـ۲۹۵، شعر ابی طالب واخبارہ المستدرک/۷۶
دیوان ابی طالب عم النبی/۴۶ـ۴۷ غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب/۸۰ـ۸۱

حضرت ابوطالبؑ نے اپنے ماموں ہشام بن المغیرہ کا مرثیہ کہا ہے۔

یہ اشعار "بحرِ طویل" میں ہیں۔

ہشام بن المغیرہ کا مرثیہ

(۱) فَقَدْنَا عَمِيْدَ الْحَيِّ وَ الرُّكْنُ خَاشِعٌ لِفَقْدِ اَبِيْ عُثْمَانَ وَ الْبَيْتُ وَ الْحِجْرُ

ہم نے قبیلہ کے سردار کو اپنے درمیان موجود نہیں پایا ہے اور ابوعثمان (ہشام بن مغیرہ) کے مفقود ہوجانے کی وجہ سے حجر اسود، خانۂ کعبہ اور حجر اسماعیل سب کے سب حالت خشوع میں ہیں یعنی عجز و نیاز سے جھکے ہوئے ہیں۔ (ابوعثمان ہشام بن مغیرہ کی کنیت تھی)

(۲) وَ كَانَ هِشَامُ ابْنُ الْمُغِيْرَةِ عِصْمَةً اِذَا عَرَكَ النَّاسَ الْمَخَاوِفُ وَ الْفَقْرُ

اور ہشام بن مغیرہ پناہ گاہ اور سہارا بنتے تھے جب بھی لوگ خوف وخطر میں اور فقر و فاقہ میں مبتلا ہوا کرتے تھے۔

(۳) بِأَبْيَاتِهِ كَانَتْ أَرَامِلُ قَوْمِهِ تَلُوْذُ وَ أَيْتَامُ الْعَشِيْرَةِ وَ السَّفُرُ

قوم کے محتاج لوگ اور بیوائیں اور قبیلے کے یتیم بچے بچیاں اور مسافر حضرات سب کے سب ہشام بن المغیرہ کے گھروں میں آ کر پناہ لیا کرتے تھے۔

(۴) فَوَدَّتْ قُرَيْشٌ لَوْ فَدَتْهُ بِشَطْرِهَا وَ قَلَّ لِعَمْرِيْ لَوْ فَدَوْهُ لَهُ الشَّطْرُ

قریش کی یہ خواہش اور تمنا تھی کہ وہ اپنی آدھی زندگی ان پر قربان کر دیتے اور میری حیات کی قسم اگر وہ اپنی آدھی زندگی اُن پر وار دیتے تو یہ بھی ان کی کارکردگی کے مقابلے میں بہت کم ہوتا۔

(۵) نَقُوْلُ لِعَمْرٍو وَ أَنتَ مِنْهُ وَ إِنَّنَا لَنَرْجُوْكَ فِيْ جُلِّ الْمُلِمَّاتِ يَا عَمْرُو

اب ہم عمرو سے یہ کہتے ہیں کہ تم ایسی عظیم ہستی کے فرزند ہو لہٰذا ان کے نقشِ قدم پر چلو جملہ حادثات اور سخت مصیبت کے وقت اے عمرو ہمیں تم سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔

ہشام ابن المغیرہ کا تعلق بنی مخزوم سے تھا، بنی ہاشم اور بنی عبد شمس کے بعد یہی قریش کے قابلِ فخر اور عظیم الشان لوگوں میں سے شمار کیے جاتے ہیں ابوعثمان کو بنی مخزوم کے شعراء کی سرپرستی حاصل رہی اور اسی وجہ سے ان کی شہرت ہر طرف پھیل گئی اور جود و سخا، عزّت و حرمت، طاقت و قوت اور شرف و منزلت میں ان کی مثالیں دی جاتی تھیں اور قوم نے ہشام کی موت پر سال و وقت کا تعین کیا اور یہ قول مشہور ہوا:

وحين يناعي الركب موت هشام.

اس وقت کا واقعہ ہے جب سوار ہشام کی موت کی خبر لے کر آیا تھا۔ جس طرح عام الفیل اور خانۂ کعبہ کی تعمیر سے ماہ و سال کا تعین کیا گیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

لو دخل أحد من مشركي قريش الجنة لدخلها هشام بن المغيرة كان أبذلهم للمعروف وأحملهم للكل. (شرح بن ابی الحدید ج ۱۸/۲۹۳)

اگر مشرکین قریش میں سے کوئی شخص جنت میں جائے گا تو وہ ہشام بن المغیرہ ہوں گے اس لیے کہ وہ اچھے کاموں میں اموال صرف کرتے تھے نیز کمزوروں اور بے نواؤں کی مدد کیا کرتے تھے۔

اسی کا بیٹا عمرو بن ہشام تھا زمانۂ جاہلیت میں جس کی کنیت ابوالحکم تھی اور نبی اکرم ﷺ نے اس کی کنیت ابوجہل رکھ دی تھی۔ یہ ۲ ہجری میں غزوہ بدر میں مارا گیا اسے عمرو بن الجموح اور ابن الصفراء جو انصاری تھے انھوں نے قتل کر ڈالا اور یہ دونوں جوان تھے اور احادیث کی کتابوں میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ابوجہل کی مقتول پایا تو فرمایا قتل فرعون ھذہ الامۃ اس اُمت کا فرعون مارا گیا ابوجہل بدخلق سخت کلام (درشت کلام) اور دل کا بہت بُرا شخص تھا۔

(۴۷)

تخریج

دیوان ابی طالب عم النبی الدکتور محمد تونجی/۵۱، اعیان الشیعہ ج ۸/ ۱۱۹

یہ اشعار کتاب الدرّۃ الغراء فی شعر ابی البطحاء میں نہیں ہیں۔

یہ سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے اور مؤرخین نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ عمرو بن العاص جب حبشہ کی طرف روانہ ہوا تا کہ حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھیوں کو نجاشی کی پناہ سے نکال کر اپنے مکر وفریب سے لے آئے تو آپ نے اس وقت فرمایا۔ اور آپ نے بھی حبشہ جانے کا ارادہ ظاہر کیا اور کی تیاری کی۔

یہ اشعار "بحر متقارب" میں ہیں۔

نجاشی کے پاس جانے کا ارادہ

(۱) تَقُوْلُ اِبْنَتِیْ اَیْنَ اَیْنَ الرَّحِیْلُ وَ مَا الْبَیْنُ مِنِّیْ بِمُسْتَنْكَرٍ

ابوطالبؑ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حبشہ کی طرف جانے کی تیاری کی تو میری بیٹی نے دریافت کیا کہ اب کہاں کوچ کی تیاری ہے اور جب کہ سفر کرنا میری طرف سے کوئی انہونی اور انوکھی بات نہیں ہے۔

(۲) فَقُلْتُ دَعِیْنِیْ فَاِنِّیْ امْرَؤٌ اُرِیْدُ النَّجَاشِیَّ فِیْ جَعْفَرٍ

میں نے بیٹی کو جواب دیا کہ مجھے جانے دو اور اس بارے میں مجھ سے دریافت نہ کرو اس لیے کہ میں اپنے

فرزندارجمند جعفر کی حمایت ونصرت کے لیے نجاشی کے پاس جانا چاہتا ہوں۔

(۳) لِاُکْوِیَهٗ عِنْدَهٗ کَیَّةً اُقِیْمُ بِهَا نَخْوَةَ الْاَصْعَرِ

تاکہ میں نجاشی کے پاس خود جا کر عمرو بن العاص کی مکاریوں اور عیاریوں کا جواب دے سکوں جس نخوت و غرور کا مظاہرہ کرتے ہوئے عمرو بن العاص اپنی گردن ٹیڑھی کیے ہوئے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس لفظ کو ایک مرتبہ قرآن کریم میں استعمال کیا ہے۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۔(۱۸ لقمان ۳۱)

اور لوگوں سے بے رخی نہ کرنا اور زمین میں اکڑ کر نہ چلنا۔

(۴) وَ اِنَّ اَنْتِنَائِیْ عَنْ هَاشِمٍ بِمَا اسْطَعْتُ فِی الْغَیْبِ وَ الْمَحْضَرِ

اور اولاد ہاشم کی مدد ونصرت اور حمایت کرنا میرا فرض ہے جب تک جان میں جان باقی ہے اور میرے بس میں ہے میں ان کی موجودگی اور ان کی عدم موجودگی میں ان کو دشمنوں سے محفوظ رکھوں گا اور ان کی پشت پناہی کرتا رہوں گا۔

(۵) وَ عَنْ عَائِبِ اللَّاتِ فِیْ قَوْلِهٖ وَ لَوْ لَا رِضَا اللَّاتِ لَمْ تُمْطَرِ

اور لات کو عیب لگانے والے ابوطالبؑ کی جانب سے ان لوگوں کو یہ پیغام پہنچا دو جو یہ کہتے ہیں کہ اگر لات (بت کا نام) راضی نہ ہو تو ہمارے ہاں بارش بھی نہیں ہوتی۔

(۶) وَ اِنِّیْ لَاَشْنَا لَهٗ قُرَیْشًا وَ اِنْ کَانَ کَالذَّهَبِ الْاَحْمَرِ

کہ خاندان قریش میں سے مَیں وہ ہوں جو اسے سب سے زیادہ برا جانتا ہے اور لات کا سب سے بڑا دشمن ہوں خواہ وہ بت سرخ رنگ کے سونے کی مانند ہو یعنی ان کے نزدیک بیش قیمت اور قدر ومنزلت والا ہو۔

لات ومنات اور ھبل کا دشمن موحد نہیں ہوگا تو کون ہوگا؟ جو عمر بھر ان بتوں کو پوجتے رہے انھیں مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے اور جو ان کی دشمنی میں پیش پیش ہو اس کے اسلام میں شک ہے۔

بدین عقل ودانش بباید گریست

قافية السّين

(۴۸)

تخریج

الحجۃ/۳۲۶۔۳۲۷ المناقب ۱/۶۱ اور ان میں سے کچھ ایمان ابی طالب کتاب میں ہیں/۷ ۳، تفسیر ابی الفتوح ۸/۴۷ ۴، الغدیر ۷/۴۰۰ ضیاء العالمین شیخ فتونی سے منقول ہے بحار الانوار ۳۵/۹۰، دیوان ابی طالب عم النبی الدکتور محمد تونجی/ ۵۳ شعر ابی طالب و اخبارہ المستدرک علیہ/۸۱ پہلا دوسرا اور چوتھا شعر مجمع البیان ۴/۲۸۸ اور النقض /۷ ۴ میں ہے۔

جب قریش نے یہ دیکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاملہ روز بروز بڑھتا جا رہا ہے اور رو بترقی ہے تو انھوں نے کہا کہ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ محمد کی بڑائی میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے ہو نہ ہو یا تو وہ جادوگر ہیں یا مجنوں ہیں انھوں نے آپس میں یہ عہد و پیمان کیا کہ اگر ابوطالبؑ مر گئے تو وہ تمام قبائل کو جمع کر کے حضرت محمد کے قتل پر انھیں آمادہ کر لیں گے حضرت ابوطالب علیہ السلام کو اس بات کا پتا چل گیا تو انھوں نے بنی ہاشم اور قریش میں سے اپنے حلیفوں کو جمع کیا اور انھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں وصیت کی اور فرمایا کہ میرا بھتیجا جو کچھ کہہ رہا ہے اس بارے میں ہمارے آباؤ اجداد اور ہمارے صاحبان علم پہلے ہی بتلا چکے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ "حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے نبی اور واضح امین ہیں اور ان کی شان نہایت عظیم ہے اور ان کی منزلت رب کے نزدیک بہت اعلیٰ و ارفع ہے" لہٰذا تم لوگ ان کی دعوت پر لبیک کہو اور ان کی نصرت کے لیے اکٹھے ہو جاؤ اور ان کے تعاقب میں آنے والے دشمنوں کا قصد کرو اس لیے کہ رہتی دنیا تک یہ تمھارے لیے باقی رہنے والا شرف ہے پھر آپ نے یہ اشعار کہے ہیں۔

عزیز واقارب کو نصرتِ نبی کی وصیت

(۱) اَوْصٰی بِنَصْرِ النَّبِیِّ الْخَیْرِ مَشْهَدُهٗ   عَلِیًّا اِبْنِیْ وَ عَمَّ الْخَیْرِ عَبَّاسَا

میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کے لیے اپنے نورِ نظر علی اور اور اُن کے چچا عباس بن عبدالمطلب کو وصیت کرتا ہوں ایسا نبی جس کی زیارت باعثِ خیر و برکت ہے۔

(۲) وَ حَمْزَةَ الْاَسَدَ الْمَخْشِیَّ صَوْلَتُهٗ   وَ جَعْفَراً أَنْ يَّذُوْدُوا دُوْنَهُ النَّاسَا

اور بیشۂ شجاعت کے شیر حمزہ کو جن کے زبردست حملے کا خوف طاری ہے اور اپنے فرزند جعفر کو وصیت کرتا ہوں کہ یہ چاروں افراد مل کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت اور کمک کرتے رہیں اور ان کے دشمنوں کو ان سے دور کرتے رہیں۔

(۳) وَ هَاشِمًا كُلَّهَا اَوْصٰی بِنُصْرَتِهٖ   اَنْ يَّاخُذُوْا دُوْنَ حَرْبِ الْقَوْمِ اَمْرَاسَا

اور میں ہاشم کے تمام فرزندوں کو ان کی اولاد کی اولاد کو آنحضرتؐ کی حمایت و نصرت کے لیے وصیت کرتا ہوں کہ اگر قوم جنگ پر آمادہ ہو تو تم لوگ بھی دفاعِ پیغمبر اکرم کے لیے تجربہ کار جنگ جو کی طرح کمر بستہ ہو جانا۔

"اَمْرَاس" "مَرِس" کی جمع ہے۔ تجربہ کار جنگ جو

(۴) كُوْنُوْا فِدَآءً لَّكُمْ اُمِّيْ وَ مَا وَلَدَتْ   مِنْ دُوْنِ اَحْمَدَ عِنْدَ الرَّوْعِ اَتْرَاسَا

میری ماں اور اس کی تمام اولاد تم پر نچھاور ہو جائے تم سب کے سب اے بنی ہاشم کے جیالو! جب جنگ کے بادل منڈلا رہے ہوں تو تم حضرت احمد کے لیے ڈھال اور سپر بن جانا۔

(۵) بِكُلِّ اَبْيَضَ مَصْقُوْلٍ عَوَارِضُهٗ   تَخَالُهٗ فِيْ سَوَادِ اللَّيْلِ مِقْبَاسَا

ہر اس تلوار کے ساتھ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کرنا جو چمک دار اور برّاق و آبدار ہو تم جب اسے دیکھو تو وہ رات کی تاریکی میں تمھیں شعلۂ جوالہ نظر آئے یعنی تلوار کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفاع کے لیے مستعد اور تیار رہنا۔

قافیۃ العین

(۴۹)

تخریج

الحجۃ/۲۹۲

جب ابوجہل بن ہشام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت زیادہ اذیت دینی شروع کی اور اس کی دشمنی بڑھ گئی تو حضرت ابوطالب علیہ السلام نے اس کو دھمکی دیتے ہوئے اور اسے جنگ کا خوف دلاتے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اور ان کے دین کو درست قرار دے کر اور اس پر اعتقاد رکھتے ہوئے فرمایا۔

یہ اشعار "بحر الکامل" میں ہیں۔

ابوجہل کو تہدید

(۱) صَدَقَ ابْنُ آمِنَةَ النَّبِیُّ مُحَمَّدٌ فَتَمَیَّزُوْا غَیْظاً بِہٖ وَ تَقَطَّعُوْا

آمنہ کے فرزند اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا ہے ان کے سچ کو سنتے ہی کفار و مشرکین غیظ و غضب میں آپے سے باہر ہوگئے اور انھوں نے آنحضرتؐ سے تمام تعلقات منقطع کر لیے۔

عربی زبان میں کہتے ہیں تَمَیَّزَ مِنَ الْغَیْظِ وہ غصے سے پھٹ پڑا یہ عربی زبان کا محاورہ ہے۔

(۲) اِنَّ ابْنَ آمِنَةَ النَّبِيَّ مُحَمَّداً سَيَقُوْمُ بِالْحَقِّ الْجَلِيِّ وَ يَصْدَعُ

بے شک حضرت آمنہ کے دل بند اللہ کے نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ حق کے واضح اعلان کے لیے مستعد اور آمادہ ہیں اور وہ اللہ کے حکم کو واضح طور سے بیان کر رہے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ لفظ یصدع امر کی صورت میں استعمال کیا ہے۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾ (الحجر ۱۵)

آپ کو جس کام پر مامور کیا گیا ہے آپ اس کا واشگاف اعلان فرما دیجیے اور مشرکین کی کوئی پروا نہ کیجیے۔

(۳) فَارْبَعْ أَبَا جَهْلٍ عَلَى ظَلْعٍ فَمَا زَالَتْ جُدُوْدُكَ تَسْتَخِفُّ وَ تَظْلَعُ

اے ابوجہل جس بات کی تم میں طاقت نہیں اس سے رک جاؤ تمھارے پاس جتنی طاقت ہے اسی کے مطابق کام کرو یاد رکھو کہ تمھارے نصیب اور مقدر میں کمی آتی جا رہی ہے اور تمھاری طاقت گھٹتی جا رہی ہے۔

عربی زبان میں اربع علی ظلعك محاورہ ہے جس کی تم میں طاقت نہیں اس سے رک جاؤ۔

(۴) سَتَرَى بِعَيْنِكَ اِنْ رَأَيْتَ قِتَالَهُ وَ عِنَادَهُ مِنْ اَمْرِهِ مَا تَسْمَعُ

تم حضرت محمدؐ کے امر یعنی دین اسلام سے متعلق ان سے جنگ و جدال و قتال کو اپنی آنکھوں سے دیکھو گے اگر تمھیں دیکھنے کا موقع ملا اور تم ان سے عناد و دشمنی کا مشاہدہ کرو گے جس کے بارے میں ابھی تک سنتے رہے ہو۔ یہی ہوا جس کا مشاہدہ ابوجہل کو غزوۂ بدر کے موقع پر کرنا پڑا وہ خود اس جنگ میں شریک تھا اور اس میں قتل کر دیا گیا جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ گویا کہ یہ ایک طرح سے حضرت ابوطالبؑ کی پیش گوئی تھی اور اُن کی بصیرت تھی جو مستقبل کو دیکھ رہی تھی اور پیش آنے والے واقعات سے آگاہ کر رہی تھی۔

قافية الفاء

(۵۰)

تخریج

سیرت ابن اسحاق/۲۰۸، شرح ابن ابی الحدید ۳/۳۱۱

الحماسۃ/۱۷ الحجۃ/۳۴۲۔۳۴۳،

غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب/۹۰۔۹۳

دیوان عم النبی جمعہ وشرحہ الدکتور محمد التونجی/۵۵۔۵۶،

شعر ابی طالب واخبارہ المستدرک علیہ/۸۱۔۸۲ المستدرک ص ۸۱ پر ہے۔

ابولہب کے ناروا سلوک پر اسے نصیحت کرنے کے لیے حضرت ابوطالبؑ نے یہ اشعار کہے ہیں کہ رسول اللہؐ سے عمدہ سلوک کرو اور مہربانی کا رویہ اختیار کرو۔

یہ اشعار "بحر طویل" میں ہیں۔

ابولہب کو نصیحت اور نصرت کی دعوت

(۱) عَجِبْتُ لِحِلْمٍ يَا ابْنَ شَيْبَةَ حَادِثٍ ‌ ‌ وَ اَحْلَامِ اَقْوَامٍ لَدَيْكَ سِخَافِ

اے ابن شیبہ (عبدالمطلب کے فرزند) ابولہب تمھاری عقل وخرد پر مجھے حیرانی ہو رہی ہے جس کا ظہور تم سے

ہو رہا ہے۔ یعنی نبی اکرمؐ کی (مخالفت کرنا) اور دوسرے افراد جن کا تعلق بنی ہاشم سے ہے ان کی عقل و دانش تمھارے نزدیک حماقت پر مبنی ہے۔

دوسرے مصادر میں اس شعر کا پہلا مصرع اس طرح ہے:

"عَجِبْتُ لِحِلْمٍ یَابْنَ شَیْبَةَ عَازِبِ"

مجھے شیبہ کے فرزند ابولہب بن عبدالمطلب کی عقل پر حیرانی ہو رہی ہے جو تنہا اس فکر کا مالک ہے۔

ابولہب کا نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب تھا اور اس کے جمال کی وجہ سے اس کی کنیت ابولہب تھی۔ اسی کے لیے قرآن مجید میں سورۂ لہب کا نزول ہوا اور اس سورت میں اس کی جس بیوی کا ذکر ہے اس کا نام اُمِ جمیل تھا وہ ابوسفیان بن حرب کی بہن تھی۔ اس کا اصل نام اروی بنت حرب تھا اور یہ کفر و شرک میں اپنے شوہر کی مددگار تھی۔

(۲) یَقُوْلُوْنَ شَایِعْ مَنْ اَرَادَ مُحَمَّداً بِسُوْءٍ وَ قُمْ فِیْ اَمْرِهٖ بِخِلَافِ

وہ کہتے ہیں کہ جو بھی محمد ﷺ سے برائی اور ظلم کا ارادہ کرتا ہے تم اس کے ساتھ شریک و سہیم ہو جاؤ اور جو بھی وہ حکم دیتے ہیں تم اس کے خلاف کھڑے ہو جاؤ یعنی ان کے فرمان کی مخالفت کرو۔ اور دین اسلام کی مخالفت کرو۔

(۳) اَضَامِیْمُ اِمَّا حَاسِدٌ ذُوْخِیَانَةٍ وَ اِمَّا قَرِیْبٌ مِنْكَ غَیْرُ مُصَافِ

یہ جو لوگوں کی جماعتیں ہیں یا تو ان میں حسد کرنے والے خائن لوگ موجود ہیں یا اے ابولہب تمھارے وہ نزدیکی لوگ ہیں جن کے دل صاف اور شفاف نہیں ہیں۔ پھٹے ہوئے

(۴) فَلَا تَرْكَبَنَّ الدَّهْرَ مِنْهُ ظُلَامَةً وَ اَنْتَ امْرُؤٌ مِنْ خَیْرِ عَبْدِ مَنَافِ

تم آنحضرت پر ظلم و ستم ڈھانے میں زمانے کا ساتھ مت دو تم عبد مناف جیسے بہترین خانوادے سے تعلق رکھنے والے فرد ہو۔

عبد مناف قریش کے بہترین شخص تھے ابن الزبعری نے کہا ہے۔

كَانَتْ قُرَيْشٌ بِيْضَةً فَتَفَلَّقَتْ فَالْمُحُّ خَالِصَةٌ لِعَبْدِ مَنَافِ

قریش تو معزز لوگوں میں سے تھے۔ اس کے بعد انھوں نے آپس میں جنگ و جدال شروع کر دیا اور ان میں

سب سے خالص اور اصل تو عبد مناف سے تعلق رکھنے والے اور اُن کے خاندان کے افراد ہیں۔

(۵) وَ لَا تَتْرُكَنْهُ مَا حُيِّيتَ لِمُعْظَمٍ وَ كُنْ رَجُلًا ذَانَجْدَةٍ وَ عَفَافِ

اے ابولہب تم جب تک زندہ ہو تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی بھی سخت مصیبت اور آزمائش کی گھڑی میں بے یارو مددگار نہ چھوڑ دینا بلکہ تم اپنی خاندانی عظمت و وجاہت کا پاس رکھتے ہوئے بہادر اور پارسا انسان کا کردار پیش کرو۔

(۶) يَذُودُ الْعِدٰى عَنْ ذَرْوَةٍ هَاشِمِيَّةٍ اِلَافُهُمْ فِي النَّاسِ خَيْرُ اِلَافِ

خاندان بنی ہاشم کے اعلیٰ منزلت لوگوں سے دشمنوں کو دور کرنے اور ان کے دفاع کی سعی کرو ایسے لوگوں سے معاشرت قائم کرنا اور مانوس ہونا تو بہترین افراد سے مانوس ہونا ہے سورۃ قریش میں اسی فلسفے کو بیان کیا گیا ہے۔

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۙ﴿۱﴾ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَ الصَّیْفِ ۚ﴿۲﴾

قریش کو مانوس کرنے کے لیے انھیں موسم سرما اور گرما کے سفر سے مانوس کرنے کے لئے

(۷) فَاِنَّ لَهٗ قُرْبٰى لَدَيْكَ قَرِيبَةً وَ لَيْسَ بِذِي حِلْفٍ وَ لَا بِمُضَافِ

اور غور کرو کہ اے ابولہب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمھاری کتنی قریبی رشتہ داری ہے وہ تمھارے بھائی کے بیٹے ہیں وہ (حلیف) اتحادی لوگوں میں سے نہیں ہیں اور نہ ہی ان لوگوں میں سے جنھیں ہماری جانب منسوب کر دیا گیا ہو۔

مضاف وہ شخص جسے کسی قبیلے سے نسبت دی جائے اور اس قبیلے اور خاندان سے اس کا تعلق نہ ہو۔

حرم کے باشندے موسم سرما اور موسم گرما کے سفر کے دوران سفر کرتے وقت اور سامان کی نقل و حمل میں محفوظ رہتے تھے جب کہ اردگرد کے دوسرے لوگوں کو اچک لیا جاتا تھا ان کا مال چھین لیا جاتا تھا۔

جب ان کے ساتھ ایسا معاملہ پیش آتا تو وہ کہتے تھے ہم تو اللہ کے حرم کے لوگ ہیں لہٰذا کوئی ان کے سامنے نہیں آتا تھا حضرت ہاشم شام سے مانوس تھے اور عبد شمس حبشہ کی طرف اور مطلب یمن کی جانب اور نوفل فارس کی سمت سفر کیا کرتے تھے اور قریش کے تمام تاجر ان بھائیوں کے ساتھ مل کر سفر کیا کرتے تھے اور اُنھیں کوئی دشواری پیش نہیں آتی تھی۔

حِلف بالکسر معاہدے کو کہتے ہیں جو قوم کے مابین ہوتا ہے اور صدیق ہر ایک سے قسم لیتا ہے کہ وہ غداری اور خلاف ورزی نہیں کرے گا اور اس کی جمع اَحلَاف ہے اور قریش کے چھ قبائل ایک دوسرے کے حلیف ہیں عبدالدار، کعب، جمح، سہم، مخزوم اور عدی۔

(۸) وَلٰكِنَّهُ مِنْ هَاشِمٍ فِيْ صَمِيْمِهَا إِلٰى أَبْحُرٍ فَوْقَ الْبُحُوْرِ طَوَافِ

لیکن حضرت محمد ﷺ تو خاص الخاص بنی ہاشم جیسے عظیم الشان خاندان کے فرد ہیں ان کا تعلق ایسے بحر زخار سے ہے کہ عظمتوں کے تمام سمندر جس کے گرد محوِ طواف ہیں۔ سیرت ابن اسحاق میں طواف کی جگہ "صَوَاف" ہے

(۹) وَ زَاحِمْ جَمِيْعَ النَّاسِ عَنْهُ وَ كُنْ لَّهٗ ظَهِيْرًا عَلَى الْأَعْدَاءِ غَيْرَ مُجَافِ

اور اے ابو لہب تم تمام لوگوں کو حضرت محمدؐ سے ہٹا کر دور کر دو، تنگ جگہ میں دھکیل دو اور ان کے مددگار اور پشت پناہ بن کر دشمنوں کے خلاف ہو جاؤ اور بزدل نہ بنو۔ شرح ابن ابی الحدید میں "ظَهِيْرًا" کی جگہ "وَزِيْرًا" ہے۔ یعنی ان کے وزیر بن کر بوجھ اٹھانے والا۔

(۱۰) فَإِنْ غَضِبَتْ فِيْهِ قُرَيْشٌ فَقُلْ لَهُمْ بُنَيَّ عَمِّنَا مَا قَوْمُكُمْ بِضِعَافِ

پس اگر قریش حضرت محمدؐ سے ناراض ہو جائیں اور غضب ناک ہو جائیں تو اے ابولہب تم قریش کو واشگاف الفاظ میں بتلا دو کہ اے ہمارے ابن عم تمھاری قوم کمزور نہیں ہے بلکہ ان میں مقاومت اور مقابلہ کرنے کی پوری صلاحیت موجود ہے لہٰذا تم نبی اکرم سے گستاخی نہ کرنا۔ "فَإِنْ" کی جگہ "وَإِنْ" بھی آیا ہے۔

(۱۱) وَ مَا بَالُكُمْ تَغْشَوْنَ مِنْهُ ظُلَامَةً وَ مَا بَالُ أَحْلَامٍ هُنَاكَ خِفَافِ

اور تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ تم حضرت محمدؐ پر کیوں ظلم ڈھا رہے ہو؟ اور کس بات کا بدلہ لے رہے ہو؟ اور کیا ہو گیا ہے؟ تمھارے کون سے خواب ہیں جنھیں تم نے چھپا رکھا ہے؟

دوسرے نسخے میں ہے۔

"ومَا بَالُ أَحْقَادٍ هُنَاكَ خَوَافِ" یا بھی آیا ہے۔

اور وہاں پر کون سا ایسا بغض و حسد ہے جس نے تمھیں ابھار رکھا ہے۔

(۱۲) فَمَا قَوْمُنَا بِالْقَوْمِ يَخْشَوْنَ ظُلْمَنَا وَ مَا نَحْنُ فِيمَا سَاءَهُمْ بِخِفَافِ

ہماری قوم وہ نہیں ہے جو کسی پر ظلم وستم کو روا رکھے اور نہ ہی ہم لوگ وہ ہیں جو کسی سے برا سلوک اختیار کریں۔

(۱۳) وَ لٰكِنَّنَا اَهْلُ الْحَفَائِظِ وَ النُّهٰى وَ عِزٍّ بِبَطْحَاءِ الْحَطِيْمِ مَوَافِ

البتہ ہم لوگ حرم کے محافظین میں سے ہیں اور صاحبان عقل و دانش ہیں اور مکمل طور سے مکہ کی عزت کے پاسبان اور مناسک اور حطیم کے نگہبان ہیں۔

دوسرے نسخے میں دوسرا مصرع اس طرح ہے:

وَعِزٍّ بِبَطْحَاءِ الْمَشَاعِرِ وَافِ

اور مکمل طور سے ہم مکہ کی عزت کے پاسبان اور مناسک مشعر الحرام کے نگہبان ہیں۔

اور حضرت ابوطالبؑ نے بنی ہاشم کی شجاعت کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے فرمایا جیسا کہ معجم البلدان ج۶/ ۱۰ میں ہے اور ہم نے اسے غایۃ المطالب صفحہ ۹۳ سے نقل کیا ہے۔

☆ مَنَعْنَا اَرْضَنَا مِنْ كُلِّ حَيٍّ كَمَا امْتَنَعَتْ بِطَائِفِهَا ثَقِيفُ

ہم نے اپنی زمین کی حفاظت کی ہے ہر ہر قبیلے سے جس طرح اپنے طائف کی حفاظت ثقیف نے کی ہے۔

☆ اَتَاهُمْ مَعْشَرٌ كَيْ يَسْلُبُوهُمْ فَحَالَتْ دُوْنَ ذٰلِكُمُ السُّيُوْفُ

ان کے پاس کچھ لوگ آئے تاکہ انھیں لوٹ لیں تو اس وقت تمھاری تلواریں درمیان میں حائل ہوگئیں اور وہ اپنے مقصد میں ناکام رہے۔

طائف وادی وج کو کہتے ہیں اور وہ ثقیف کے شہر ہیں اس کے اور مکہ کے درمیان بارہ (۱۲) فرسخ کا فاصلہ ہے اس کا نام طائف اس طرح پڑا کہ "صدف" کا ایک شخص جسے "دمُون بن عبدالملک" کہا جاتا تھا اس نے اپنے چچا کے بیٹے کو جسے عمرو کے نام سے یاد کیا جاتا تھا حضرموت میں قتل کر دیا تھا جس کو عمر و حضرموت کہا جاتا اس نے راہ فرار اختیار کی اور یہ شعر پڑھا:

وَ حَرْبَةٍ نَاهِكٍ اَوْ جَرْتُ عمرا　　فَمَالِي بَعْدَهُ اَبَدًا قَرَارُ

اور کاٹنے والا تیز و تند چھوٹا نیزہ میں نے عمر کو کرایے پر دیا۔ اس کے بعد میرا چین وقرار جاتا رہا۔

مسعود بن معتب ثقفی آیا اور اس کے پاس بہت مال و دولت تھی وہ تاجر تھا اس نے کہا میں قسم کھاتا ہوں کہ یقیناً تم لوگ مجھ سے رشتہ رکھو گے اور میں تم سے سلسلۂ ازدواج جاری رکھوں گا اور میں تمھارے لیے دیوار کی طرح چہار دیواری بنادوں گا تم تک عرب کا کوئی شخص نہیں پہنچ سکے گا انھوں نے کہا کہ اس نے اس مال سے چہار دیواری بنادی ااور اس کا نام طائف رکھ دیا یہ کھیتوں اور کھجور و انگور کے باغات کا مالک تھا وہاں کیلیے اور دیگر پھلوں کے درخت تھے اور چشمے جاری تھے انگور نہایت شیریں تھے اس کے بہترین انگوروں کی مثال دی جاتی تھی۔ عربوں کو ان کی سرسبز زمینوں سے حسد ہوا بنی عامر نے ان سے چھیننا چاہا انھوں نے حفاظت کی ان کے درمیان جنگ ہوئی ثقیف کامیاب ہوئے اور طائف کے تنہا مالک بن گئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن ۹ھ میں اُسے فتح کیا اور ان کے مابین صلح ہوئی۔ (معجم البلدان یاقوت حموی متوفی ۶۲۶ھ ج ۴/ص ۱۲۔ دارالکتب العلمیہ۔ بیروت)

(۵۱)

تخریج

مطبوعہ دیوان/ ۲۰ — غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب۔ ۸۹، ۹۰

دیوان ابی طالب عم النبی جمعہ وشرحہ دکتور محمد تونجی۔ ۵۴، ۵۵

شعر ابی طالب واخبارہ بروایۃ ابی ھفان۔ ۴۵، ۴۶۔

حضرت ابوطالب نے اپنی قوم کی مدح میں فرمایا۔

یہ اشعار "بحر رجز" میں ہیں۔

اپنی قوم کی تعریف وتوصیف

(۱) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ قَدْ شَرَّفَا قَوْمِیْ وَ اَعْلَاهُمْ مَعاً وَ غِطْرِفَا

ہر طرح کی حمد صرف اللہ کے لیے سزاوار ہے (خدا کا شکر ہے) جس نے میری قوم کو مجد وشرف سے نوازا ہے اور انھیں اعلیٰ درجے پر فائز کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ انھیں ساداتِ کرام میں سے قرار دیا ہے۔

(۲) قَدْ سَبَقُوْا بِالْمَجْدِ مَنْ تَعَرَّفَا مَجْدًا تَلِیْدًا وَاصِلًا مُسْتَطْرِفَا

یہ لوگ جود وسخا میں عرفات میں آنے والے تمام لوگوں سے سابق ہیں یہ لوگ مجد وکرم میں زمانۂ قدیم سے پیش پیش ہیں اور عصرِ حاضر میں بھی سب سے آگے ہیں۔

(۳) لَوْ اَنَّ اَنْفَ الرِّيحِ جَارَاهُمْ هَفَا أَوْ صَارَ عَنْ مَسْعَاهُمْ مُخَلَّفَا

یہ لوگ شرافت وسخاوت کی انتہائی منزل پر فائز ہیں یہاں تک کہ ہوا جس کی سرعت وتندی ضرب المثل ہے وہ بھی مکارم میں ان کے ساتھ چلے تو ہوا پیچھے رہ جائے گی اور ان کی نجابت اور کرم گستری آگے بڑھ جائے گی۔

(۴) كَفُّوْا سُعَاةَ الشَّيْءِ مَنْ تَكَلَّفَا كَانُوْا لِاَهْلِ الْخَافِقَيْنِ سَلَفَا

ہر پریشاں حال کی پریشانی کو دور کرنے کی سعی کرتے ہیں اور اس کی تکالیف کو دور کرتے ہیں یہ لوگ مشرق و مغرب میں رہنے والوں کے لیے بھی بہترین سلف ہیں۔

دوسرے نسخوں میں پہلا مصرع اس طرح ہے:

كَفُوْا إِسَاةَ الشَّيِّ من تكلفا

جو بھی مبتلائے رنج وغم ہوتا ہے یہ لوگ اس کی پریشانی کو دور کرنے کے لیے کافی ہوتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ اہل بقیع کے پاس سے گزرے تو آپ نے اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ

(تم ہم سے پہلے چلے گئے اور ہم تمھارے بعد آنے والے ہیں)

(۵) اَصْبَحُوْا مِنْ كُلِّ خَلَفٍ خَلَفَا هُمْ اَنْجُمٌ وَ اَبْدُرٌ لَنْ تَكْسُفَا

اور یہ لوگ وہ ہیں کہ اُن میں سے ہر ایک کے بعد جو بھی دوسرا شخص آیا وہ سب کے سب درخشندہ ستارے اور ماہِ تاباں تھے یہ وہ سورج اور چاند تھے جنھیں کبھی گہن نہیں لگتا تھا بلکہ ہمیشہ منور اور فروزاں رہتے تھے۔

دوسرے نسخے میں پہلا مصرع اس طرح ہے:

وَاَصْبَحُوْا مِنْ كُلِّ خَلْقٍ خَلَفًا

ہر مخلوق میں یہ بہترین خلف تھے۔

(۶) وَ مَوْقِفٌ فِي الْحَرْبِ اَسْنٰى مَوْقِعًا اُسْدٌ تَهُدُّ بِالزَّئِيْرَاتِ الصَّفَا

اور جنگ وجدال کے موقع پر ان کا موقف سب سے اعلیٰ وارفع ہوتا ہے۔ یہ عالم جنگ میں اتنے سخت ہو

جاتے ہیں کہ ان بیشہ شجاعت کے شیروں کی دھاڑ سے چٹانیں کانپتی ہیں۔

(۷) تَرْغَمُ مِنْ اَعْدَائِهِنَّ الْاَنْفَا وَ تَدْمَعُ الدَّهْرُ الَّذِیْ قَدْ اَجْحَفَا

یہ لوگ وہ ہیں جو اپنے دشمنوں کو مغلوب کر کے ذلیل وخوار کر دیتے ہیں اور وہ زمانہ جو قحط سے دو چار ہوتا ہے ان کے سامنے آنسو بہاتا ہے یعنی یہ اس کا مداوا کرتے ہیں قحط سالی کے زمانے میں لوگوں کی ضیافتیں کرتے ہیں۔

دوسرے نسخے میں یہ شعر اس طرح پڑھا گیا ہے۔

تُرْغَمُ مِنْ اَعْدَائِهِنَّ الْاَنْفَا وَ تَدْفَعُ الدَّهْرَ الَّذِیْ قَدْ اَجْحَفَا

اور جواُن کے سید وسردار ہیں وہ دشمنوں کی ناک رگڑ دیتے ہیں انھیں ذلیل وخوار کر دیتے ہیں اور وہ زمانہ جو قحط سالی کی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے اسے دور کر دیتے ہیں یعنی بھوکوں کو ایسے عالم میں کھانا کھلاتے ہیں۔

(۸) لَوْ عُدَّ اَدْنٰی جُوْدِهُمْ لَاُضْعِفَا عَلَی الْبِحَارِ وَ السَّحَابِ اسْتَرْعَفَا

یہ ایسے صاحبان جود وسخا ہیں کہ اگر ان کی معمولی سی سخاوت کو بھی شمار کیا جائے تو سمندروں جتنی بن جائے بلکہ ان سے بھی بڑھ جائے اور اگر بادلوں سے ان کا موازنہ کیا جائے تو وہ ان سے بھی زیادہ وسیع نظر آئے۔

(۵۲)

تخریج

المناقب ۲/۲۸۸

حضرت ابوطالبؑ حجر اسماعیل میں محوخواب ہوئے تو انھوں نے خواب میں دیکھا کہ یاقوت کا تاج اور نفیس کپڑے کا کرتا پہنے ہوئے ہیں اور کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے۔ اے ابوطالبؑ، تمھارے سکون کا سامان آگیا، تمھاری آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں، تمھارے ہاتھوں نے کامیابی کو چھولیا، تمھارا خواب بہترین صورت میں پورا ہوا تمھیں بیٹا عطا کر دیا گیا جو شہر کا مالک ہے اور اس کی اولاد حاسدوں کے حسد کے باوجود چار دانگ عالم میں پھیلے گی" یہ سن کر حضرت ابوطالبؑ خوشی خوشی بیدار ہوئے اور آپ نے طواف کعبہ کرتے ہوئے یہ کہا۔

یہ اشعار "بحر الرجز" میں ہیں۔

رب سے دعا اور تمنا

(۱) اَدْعُوْكَ رَبَّ الْبَيْتِ وَ الطَّوَافِ دُعَاءَ عَبْدٍ بِالذُّنُوْبِ وَافِ

میں تجھ سے دعا طلب کر رہا ہوں اے خانۂ کعبہ اور مرکز طواف کے رب ایسے بندے کی دعا جو گناہوں میں ڈوبا ہوا ہے۔

(۲) تُعِيْنَنِيْ بِالْمَنِّ اللَّطَّافِ وَ الْوَلَدِ الْمَحْبُوِّ بِالْعَفَافِ

تو میری مدد فرما اپنے نہایت مہربانی والے لطف و احسان سے ایسا بیٹا عطا فرما کر جو عفت و پارسائی سے نوازا گیا ہو۔

وَسَيِّدُ السَّادَاتِ وَالْأَشْرَافِ

اور جو سیدوں کا سردار اور اشراف میں سے ہو۔

یعنی یہ حضرت علی علیہ السلام کی ولادت باسعادت کی بشارت کا خواب تھا۔

قافیۃ القاف

(۵۳)

تخریج

سیرت ابن اسحاق/۲۱۱۔۲۱۲، شرح ابن ابی الحدید ۳/۳۱۸،
الحجہ/۲۲۴ کنز الفوائد/۷۴۔۷۵،
الغدیر ۷/۳۳۶۔۳۳۷، بحار الانوار ۳۵/۱۱۹
دیوان مطبوع ۱۳، دیوان ابی طالب عم النبی/۵۸۔۵۹،
غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب/۹۴۔۹۷،
شعر ابی طالب واخبارہ والمستدرک ابن ھفان ۳۶۔

ابوجہل بن ہشام رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا جب کہ وہ سجدے میں تھے اس کے ہاتھ میں پتھر تھا اور وہ انھیں مارنا چاہتا تھا جب اس نے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا تو پتھر ہاتھ میں چپک گیا اور وہ اپنے ارادے کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکا اس بارے میں حضرت ابوطالب علیہ السلام نے یہ اشعار کہے۔

یہ اشعار "بحر المتقارب" میں ہیں۔

ابوجہل کی گستاخی کا بیان

(۱) اَفِيقُوْا بَنِیْ غَالِبٍ وَ انْتَهُوْا عَنِ الْبَغْيِ فِیْ بَعْضِ ذَا الْمَنْطِقِ

اے بنو غالب (فہر کے بیٹو) تم غفلت کے نشے سے ہوش میں آؤ اور تمھاری باتوں سے ظلم و جور کی جو بُو آرہی ہے اس سے باز آجاؤ

بعض مصادر میں یہ شعر اس طرح ہے:

اَفِيقُوْا بَنِیْ عَمِّنَا وَ انْتَهُوْا عَنِ الْغَيِّ فِیْ بَعْضِ ذَا الْمَنْطِقِ

اے ہمارے چچا کی اولاد تم ذرا عقل کے ناخن لو ہوش میں آؤ اور تمھاری باتوں سے جو گمراہی اور شیطنت کی بو آرہی ہے اس سے رُک جاؤ۔

(۲) وَ اِلَّا فَاِنِّیْ اِذَنْ خَائِفٌ بَوَائِقَ فِیْ دَارِكُمْ تَلْتَقِیْ

وگرنہ ایسی صورت میں مجھے یہ خوف دامن گیر ہے کہ ایسے مصائب و آلام تمھارے گھروں کا رخ کریں گے جن کا تمھیں اندازہ بھی نہیں ہے۔

(۳) تَكُوْنُ لِغَيْرِكُمْ عِبْرَةً وَ رَبِّ الْمَغَارِبِ وَ الْمَشْرِقِ

مغربوں اور مشرق کے پروردگار کی قسم تم جن مصائب و آلام میں گرفتار ہو گے وہ دوسروں کے لیے عبرت بن جائیں گے کہ اگر انھوں نے ایسا عمل کیا تو ان کا بھی یہی حشر ہوگا۔

گویا کہ اللہ تبارک و تعالی کے اس قول کی طرف اشارہ ہے:

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِی الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ

"اگر وہ لڑائی میں آپ کے ہاتھ لگ جائیں تو ان لوگوں کے ذریعے ان کے بعد والوں کو بھی منتشر کر دیجیے ہوسکتا کہ بدعہدوں کے انجام سے وہ سبق لیں۔" (۵۷ انفال ۸)

(۴) كَمَا ذَاقَ مَنْ كَانَ مِنْ قَبْلِكُمْ ثَمُوْدُ وَ عَادٌ فَمَنْ ذَا بَقِيْ

جس طرح تم سے پہلے قوم ثمود اور قوم عاد اپنی نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے عذاب کا مزہ چکھ چکے ہیں ذرا بتاؤ ان میں سے کون باقی بچا؟

دوسرے نسخے میں ۔کما نال۔ ہے۔

(۵) غَدَاةً اَتَاهُمْ بِهَا صَرْصَرٌ وَ نَاقَةُ ذِيْ الْعَرْشِ قَدْ تَسْتَقِيْ

وہ دن جب صبح کے وقت ان پر صرصر (تیز چلنے والی ٹھنڈی ہوا) کا عذاب آیا اور صاحب عرش کا ناقہ (ناقۃ اللہ) جب پانی پینے کے لیے روانہ ہوا۔

(۶) فَحَلَّ عَلَيْهِمْ بِهَا سَخْطَةٌ مِنَ اللهِ فِيْ ضَرْبَةِ الْاَزْرَقِ

اس قوم یعنی قوم ثمود پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے غیظ وغضب کا نزول ہوا یعنی عذاب آیا جب قدار الازرق نامی شخص نے ناقہ کو ضربت لگائی اور اسے پے کر دیا قرآن کریم میں قوم ثمود کا واقعہ نہایت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے جس کی طرف حضرت ابوطالبؑ نے اپنے مذکورہ اشعار میں اشارہ کیا ہے۔

ارشاد باری ہے:

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۔ (۷۳،اعراف)

اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔

اور وہ ثمود بن عامر بن ارم بن سام بن نوح تھے اور یہاں پر ثمود سے مراد قبیلہ ثمود ہے۔

قرآن مجید میں ۲۶ مقامات پر ثمود کا ذکر آیا ہے اور ثمود الحجر کی رہائش گاہیں حجاز اور شام کے درمیان میں تھیں ان کا واقعہ بطور خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عاد اولیٰ کے بعد انھیں زمین میں جانشین بنایا انھوں نے بستی بسائی اور پہاڑوں میں اپنے گھر بنائے اور زمین پر محلات تعمیر کیے انھوں نے اللہ کے امر کو تبدیل کر دیا اور زمین میں فساد برپا کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف صالح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا جو ان لوگوں کو عبادت خداوندی کی جانب بلایا کرتے تھے لیکن بہت کم لوگوں نے ان کا اتباع کیا اور ان میں زیادہ تر قوم کے کمزور ترین افراد تھے جب حضرت صالح علیہ السلام نے دین کی دعوت میں اصرار کیا تو انھوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے نشانی کا مطالبہ کیا اور انھوں نے کہا

اَللّٰهُمَّ اَرِهِمْ آیۃ لیعتبروا بھا پروردگارا! ان لوگوں کو نشانی دکھلا دے تاکہ یہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ اور ان لوگوں کو نشانی طلب کرنے میں مختار بنا دیا کہ وہ جو چاہیں اللہ ویسی ہی نشانی بھیج دے گا انھوں نے مطالبہ کیا کہ چٹان کے اندر سے ایک اونٹنی برآمد ہو اور اس کا بچہ بھی اس کے ساتھ ہو تو حضرت صالح علیہ السلام نے اُن سے کہا:

هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵ الشعراء ۲۶﴾

یہ ایک ناقہ ہے ایک مقررہ دن اس کے پانی پینے کی باری ہوگی اور ایک مقررہ دن تمھارے لیے ہے۔

وہ لوگ مکمل سیرابی تک اس سے دودھ دوہتے اور وہ اس دن ان کا پورا پانی پی جاتی تھی اور وہ دوسرے دن پانی پیا کرتے تھے جب اسی طرح کافی عرصہ گزرا تو وہ لوگ تھک گئے اور قوم کے ۹ بدبخت اور شرارتی افراد جمع ہوگئے کہ اس ناقے کو ذبح کر دیں جس شخص نے ناقے کو ذبح کیا تھا اس کا نام قدار احمر ازرق تھا اس قوم پر عذاب آیا اور وہ سب کے سب مر گئے۔

ضحاک سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَا عَلِيُّ اَتَدْرِيْ؛ مَنْ اَشْقَى الْاَوَّلِيْنَ

اے علی! کیا تم جانتے ہو کہ سابقین میں سب سے بڑا بدبخت کون تھا علی نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں فرمایا جس نے ناقۂ صالح کو پے کیا تھا فرمایا اے علی جانتے ہو آخری زمانے میں سب سے بڑا بدبخت کون ہوگا علی نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں تو فرمایا وہ تمھارا قاتل ہوگا (العرائس ثعلبی)

قصہ عاد: اس سے مراد عاد اولیٰ ہیں ان کی رہائش گاہیں شحر اور عمان کے درمیان میں تھیں اور حضرموت وہ لوگ بہت طاقتور اور طویل القامت تھے ان جیسی کوئی اور قوم نہیں تھی ارشادِ ربّ العزت ہے:

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ﴿۶۹ اعراف ۷﴾

اور یاد کرو جب اس نے قوم نوح کے بعد تمھیں جانشین بنایا اور تمھاری جسمانی ساخت میں وسعت دی (تنومند بنایا) اور وہ لوگ بت پرست تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا تھا جو توحید باری تعالیٰ اور اس کی عبادت کی دعوت دے رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے کہ لوگوں پر ظلم کرنا چھوڑ دو ان لوگوں نے حضرت ہود علیہ السلام کو جھٹلایا اور کہا:

مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ﴿۱۵ فصلت ۴۱﴾

اور بھلا ہم سے بڑھ کر کون طاقت ور ہے؟

اور قوم ہود کے بہت کم لوگ ایمان لائے ان کی تکذیب کے سبب قحط نے انھیں آلیا تو انھوں نے مکہ میں ایک وفد بھیجا تا کہ ان کے لیے طلب باراں کرے تو اللہ تعالیٰ نے تین طرح کے بادل انھیں سیراب کرنے کے لیے بھیجے انھوں نے کالے بادل کو منتخب کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے عذاب نازل کر کے انھیں سیراب کر دیا بادل کو دیکھ کر فریاد کرنے والے نے کہا مبارک ہو جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۴﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۵﴾

پھر جب انھوں نے عذاب کو اپنی وادیوں کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو، کہا یہ بادل ہے جو ہمیں سیراب کر دے گا۔ نہیں، "بلکہ" وہ عذاب ہے جس کی تم جلدی مچا رہے تھے۔ یہ ایک ایسی ہوا ہے جس میں دردناک عذاب چھپا ہوا ہے۔ جو اپنے رب کے حکم سے ہر شے کو تباہ کر ڈالے گی تو وہ ایسے ہو گئے کہ ان کی رہائش گاہوں کے سوا کچھ بھی دکھائی نہ دیتا تھا ہم مجرم لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ (۴۶۔ احقاف: ۲۴۔۲۵)

اور اللہ تعالیٰ نے اس ہوا کو سات راتوں اور آٹھ دنوں تک مسخر کر دیا تھا اس نے ہر ایک کو ہلاک کر ڈالا اور حضرت ہود علیہ السلام اور مومنین کے لیے نسیم آئی جس سے ان کی ارواح کو سکون اور جسم کو راحت ملی اور حضرت ہودؑ کا مکہ مکرمہ میں انتقال ہوا اس وقت ان کی عمر ۱۵۰ سال تھی اور وہ حجر میں دفن ہوئے۔

(۷) غَدَاةَ يَعَضُّ بِعُرْقُوبِهَا حُسَامٌ مِنَ الْهِنْدِ ذُوْ رَوْنَقِ

وہ صبح جس دن ناقہ کی کونچوں کو کاٹ ڈالا ہندی تلوار نے جو بڑی چمک دار تھی یعنی قدار الازرق نامی شخص نے تلوار کی ضربت سے ان کی کونچوں کو کاٹ کر اسے ذبح کر دیا تھا۔

(۸) وَ اَعْجَبُ مِنْ ذَاكَ فِيْ اَمْرِكُمْ عَجَائِبُ فِي الْحَجَرِ الْمُلْصَقِ

اس سے بھی زیادہ حیران کن وہ بات ہے جس کا تم سے تعلق ہے وہ اس پتھر کا ہاتھ سے چپک جانا ہے جسے ابوجہل نے (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) مارنے کے لیے اٹھایا تھا جب وہ سجدے کے عالم میں تھے۔

(۹) بِكَفِّ الَّذِيْ قَامَ مِنْ جَنْبِهٖ اِلَى الصَّابِرِ الصَّادِقِ الْمُتَّقِيْ

وہ پتھر اس کے ہاتھ میں چپک کر رہ گیا جو شخص (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) پہلو میں کھڑا ہوا تھا وہ (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو مصیبتوں پر صبر کرنے والے ہمیشہ سچ بولنے والے اور تقویٰ و پرہیزگاری کا مرقع تھے۔

اس شعر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین صفات وخصوصیات کو بیان کیا ہے الصابر، الصادق اور المتقی

(۱۰) فَاَثْبَتَهُ اللّٰهُ فِيْ كَفِّهٖ عَلٰى رَغْمِهٖ ذَا الْجَائِرِ الْاَحْمَقِ

اس ظالم اور احمق کے ہاتھ کو اللہ نے اس کے نہ چاہنے کے باوجود خشک کر ڈالا اور وہ آنحضرت کو پتھر نہ مار سکا۔

(۱۱) اُحَيْمِقُ مَخْزُوْمِكُمْ اِذْ غَوٰى لِغَيِّ الْغُوَاةِ وَ لَمْ يَصْدُقِ

اور تمھارے خاندان مخزوم کا احمق یعنی ابوجہل بن ہشام جب بہک گیا اور گمراہ کرنے والوں کی گمراہی کے جال میں پھنس گیا اور اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی تصدیق نہیں کی اور ایمان قبول نہیں کیا۔

ابوجہل بن ہشام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بدترین دشمن تھا وہ قریش کے دوسرے افراد کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے دین کی تبلیغ کی اور انھیں آخرت کے عذاب سے ڈرایا اور ان پر واضح کیا کہ حماقت سے باز آئیں اور اپنے خود ساختہ معبودوں کو چھوڑ دیں اور صرف ایک اللہ کی پرستش کریں ان لوگوں نے انکار کیا اور سرکشی کرنے لگے، آنحضرت ان لوگوں کے پاس سے غمگین لوٹے۔

ابوجہل ملعون نے اُن لوگوں سے کہا: اے قریش کے لوگو! تم دیکھ رہے ہو کہ محمد کیا کر رہے ہیں؟ میں نے اللہ سے وعدہ کیا ہے کہ کل میں اتنا بڑا پتھر لے کر آؤں گا جسے وہ اٹھا بھی نہ سکیں گے جب وہ سجدے کے عالم میں ہوں گے تو میں اس پتھر سے اُن کا سر کچل دوں گا ایسی حالت میں تم میری حفاظت کرنا اور میرا دفاع کرنا میرے ساتھ اولادِ عبد مناف جو کرنا چاہے کر لے انھوں نے کہا خدا کی قسم ہم تمھیں ہرگز کسی قیمت میں ان کے حوالے نہیں کریں گے۔

جب صبح ہوئی اس نے ویسا ہی پتھر اٹھایا جیسا کہ بیان کیا تھا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عادت کے مطابق سجدہ کیا اور قریش اس منظر کو دیکھ رہے تھے ابوجہل ملعون نے پتھر اٹھایا اور حضور کی جانب بڑھا جب

قریب آیا تو شکست کھا کر واپس مڑ گیا اس کا رنگ فق تھا اس پر کپکپی طاری تھی اس کے دونوں ہاتھ پتھر پر جم گئے تھے یہاں تک کہ اس نے وہ پتھر پھینک دیا۔ لوگ اس کی طرف اٹھ کر آئے اور اس سے پوچھا: اے ابوالحکم! تمھیں کیا ہوگیا؟

اس نے جواب دیا: میں جب انھیں مارنے کے لئے بڑھا جیسا کہ تم سے میں نے کل کہا تھا میں جب اُن کے قریب گیا تو اُن کے سامنے ایک سانڈ آگیا میں نے اتنا بڑا سر کبھی نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی ایسی صورت پہلے کبھی نظر آئی تھی اور کسی سانڈ کے ایسے دانت بھی نہیں دیکھے تھے وہ مجھے ہڑپ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔

بیان کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ جبرئیل امین تھے اگر ابوجہل آگے بڑھتا تو وہ اسے پکڑ لیتے۔

(السیرۃ النبویہ ابن ہشام ج ۲ صفحہ ۳۱۹۔۳۲۰)

(۵۴)

تخریج

سیرت ابن اسحاق ۱۴۹، شرح ابن ابی الحدید ۳/ ۳۱۸،
ایمان ابی طالب/ ۳۷، الحُجّة/ ۲۲۷،
بحارالانوار ۳۵/ ۱۶۲، الغدیر ۷/ ۳۳۷،
مطبوعہ دیوان/ ۲۴، پہلا اور تیسرا شعر مجمع البیان ۴/ ۲۸۷ میں ہے،
غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب ۹۸/ ۹۹،
شعر ابی طالب و اخبارہ والمستدرک علیہ/ ۵۱،
دیوان ابی طالب عم النبی جمعہ وشرحہ الدکتور محمد التونجی/ ۵۹

ابنِ ابی الحدید نے کہا ہے کہ لوگوں نے کہا یہ عبداللہ المامون بن ہارون الرشید کا قول ہے وہ یہ کہتا تھا خدا کی قسم ابوطالبؑ کے یہ اشعار ان کے مسلمان ہونے کی واضح دلیل ہیں ابوطالبؑ کا ان اشعار کو کہنا گویا اسلام قبول کرنا ہے۔

یہ اشعار "بحر متقارب" میں ہیں۔

ابوطالب اور نصرتِ رسولؐ

(۱) نَصَرْتُ الرَّسُوْلَ رَسُوْلَ الْمَلِيْكِ بِبِيْضٍ تَلَأْلَؤُ كَلَمْعِ الْبُرُوْقِ

میں نے نصرت کی رسول کی جو ہر شے کے مالک اللہ کا پیغام لے کر آئے ہیں ایسی براق تلواروں سے جو بجلی

کی طرح چمک رہی تھیں۔

دوسرے نسخوں میں ہے:

مَنَعْنَا الرَّسُوْلَ رَسُوْلَ الْمَلِيْكِ

ہم نے حفاظت کی رسول کی، جو ہر شے کے مالک اللہ کا رسول بن کر آیا ہے۔

(۲) بِضَرْبٍ يُذَيِّبُ دُوْنَ النِّهَابِ حِذَارَ الْوَتَائِرِ وَ الْخَنْفَقِيْقِ

ایسی ضرب کے ذریعے سے جو سامنے پڑے ہوئے مال غنیمت کو بھی پگھلا دے، خون کے انتقام سے چوکنا رہتے ہوئے اور مصیبت سے بچنے کے لئے۔

(۳) أَذُبُّ وَ أَحْمِيْ رَسُوْلَ الْإِلٰهِ حِمَايَةَ حَامٍ عَلَيْهِ شَفِيْقٌ

ہم ان تلواروں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے فرستادہ رسول کی حمایت و حفاظت کر رہے تھے ایسے فرد کی طرح جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حقیقی حمایت کرنے والا اور شفیق ہو۔ بعض نسخوں میں "حَامٍ" کی جگہ "حَانٍ" ہے مہربان و شفیق۔

(۴) وَ مَا إِنْ أَدِبُّ لِأَعْدَائِهِ دَبِيْبَ الْبِكَارِ حِذَارَ الْفَنِيْقِ

اور میں چپکے چپکے آہستہ آہستہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کی طرف نہیں بڑھتا ہوں جیسے جوان اونٹ ڈر ڈر کر سانڈ کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔

فنیق ایسے سانڈ کو کہتے ہیں جسے اس کے اہل کی کرامت کے سبب اذیت نہیں دی جاتی اور نہ ہی اس پر سوار ہوا جاتا ہے۔

(اقرب الموارد)

(۵) وَ لٰكِنْ أَزِيْرُ لَهُمْ سَامِيًا كَمَا زَارَ لَيْثٌ بِغَيْلٍ مُضِيْقِ

البتہ میں ان کی جانب شیر نر کی طرح سر اٹھائے ہوئے ڈھاڑتا ہوا جاتا ہوں جیسے کوئی مقابلے کے دوران اپنے مقابل کو للکار کر جاتا ہے اس شیر کی طرح جو جنگل کی گھاٹی میں دھاڑتا پھرتا ہے۔

(۵۵)

تخریج

مناقب ابن شہر آشوب ۱/ ۶۲، بحار الانوار ۳۵/ ۹۱

دیوان ابی طالب عم النبی الدکتور محمد التونجی/ ۵۵

حضرت ابو طالب علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت اپنے بڑے بیٹے طالب کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت اور حمایت و مدد کے لیے یہ وصیّت کی تھی۔

یہ اشعار "بحر الکامل" میں ہیں۔

بڑے بیٹے طالب کو نصیحت

(۱) أَبُنَيَّ طَالِبُ اِنَّ شَيْخَكَ نَاصِحٌ فِيمَا يَقُوْلُ مُسَدِّدٌ لَكَ رَاتِقُ

اے میرے پیارے فرزند طالب تمھارا بوڑھا باپ تمھیں نصیحت کر رہا ہے اور وہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ تمھارے لیے درست صحیح اور سیدھا راستہ ہے اور اسی میں تمھاری بھلائی اور بہتری مضمر ہے (فلاح وصلاح ہے)

(۲) فَاضْرِبْ بِسَيْفِكَ مَنْ اَرَادَ مَسَائَةً حَتّٰى تَكُوْنَ لِذِى الْمَنِيَّةِ ذَائِقُ

یاد رکھو! جو بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گستاخی کرے اور اس کا برتاؤ برا ہو تم فوراً تلوار لے کر اس پر ٹوٹ پڑو تاکہ تم اسے موت کا مزہ چکھا سکو اور اسے پتا چلے کہ اس نے کس سے ٹکر لی ہے۔

(۳) هٰذَا رَجَائِيْ فِيْكَ بَعْدَ مَنِيَّتِيْ لَا زِلْتَ فِيْكَ بِكُلِّ رُشْدٍ وَاثِقْ

میرے دنیا سے چلے جانے اور موت سے ہم کنار ہو جانے کے بعد مجھے تم سے یہی امید ہے کہ تم ایسا ہی کرو گے اور میں نے تمھیں ہمیشہ ہر اعتبار سے سمجھ دار اور قابل اعتماد پایا ہے۔

(۴) فَاعْضِدْ قُوَاهُ يَا بُنَيَّ وَ كُنْ لَهٗ اِنِّيْ بِجَدِّكَ لَا مُحَالَةَ لَاحِقْ

اے میرے لال تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے قوت بازو بن جاؤ اور مکمل طور سے ان کی حمایت کرو، میں تو لامحالہ مرنے کے بعد تمھارے جد عبدالمطلب سے جا کر ملاقات کروں گا۔

(۵) آهًا أُرَدِّدُ حَسْرَةً لِفِرَاقِهٖ اِذْ لَمْ اَرَاهُ قَدْ تَطَاوَلَ بَاسِقْ

ہائے افسوس میں اس حسرت کے ساتھ ان سے جدا ہو رہا ہوں کہ ان کے پرچم اقتدار کو دنیا میں لہراتے ہوئے نہ دیکھ سکا کہ انھوں نے حق کے پرچم کو بلند کر دیا ہے۔

(۶) أَتَرٰى اَرَاهُ وَاللِّوَاءُ أَمَامَهٗ وَ عَلِيٌّ اِبْنِيْ لِلِّوَاءِ مُعَانِقْ

کیا تم دیکھ رہے ہو؟ ہاں میں چشم تصور سے اس منظر کو اچھی طرح دیکھ رہا ہوں کہ نبی اکرم اور ان کا پرچم ان کے آگے آگے لہرا رہا ہے اور میرے دل بند علیؑ اس پرچم کو گلے سے لگائے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں۔

(۷) أَتَرَاهُ يَشْفَعُ لِيْ وَ يَرْحَمُ عَبْرَتِيْ هَيْهَاتَ أَنِّيْ لَا مُحَالَةَ زَاهِقْ

کیا تم یہ سمجھتے ہو اور یقیناً یہ بات درست ہے کہ نبی اکرمؐ روز محشر میری شفاعت کریں گے اور میرے ان بہتے ہوئے آنسوؤں پر رحم کھائیں گے افسوس صد افسوس مجھے تو لامحالہ اس دنیا سے آخرت کے سفر پر روانہ ہونا ہے۔ (لیکن تم ان کی حمایت و نصرت سے کبھی پیچھے نہ ہٹنا اور میں نے جس طرح ہر قدم پر ان کی مدد کی ہے تم بھی اسی طرح مدد کرنا)۔

قافیة الکاف

(٥٦)

تخریج

شرح ابن ابی الحدید ۳/۳۱۸، الحجۃ/ ۲۴۳،

الغدیر ۷/ ۳۵٦ بحار الانوار ۳۵/ ۱۲۰

اور یہ شعر مطبوعہ دیوان میں نہیں ہے۔ البتہ شعر ابی طالب واخبارہ والمستدرک علیہ میں یہ شعر ہے/ ۸۳

ابن ابی الحدید نے کہا حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ ان کے والد نے اُن سے کہا:

یَا بُنَیَّ اَلْزِمْ اِبْنَ عَمِّكَ فَاِنَّكَ تَسْلِمُ بِهٖ مِنْ كُلِّ بَأْسٍ عَاجِلٍ وَآجِلٍ.

اے میرے عزیز فرزند تم اپنے چچا کے بیٹے کا دامن تھامے رہو اور ان سے کبھی الگ نہ ہونا تم ہر پریشانی اور مصیبت سے دنیا اور آخرت میں محفوظ رہو گے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آپ نے یہ شعر کہا جو بطور وصیّت ہے۔

یہ شعر "بحر الکامل میں ہے۔

حضرت علیؑ کو وصیت

(۱) إِنَّ الْوَثِيقَةَ فِي لُزُومِ مُحَمَّدٍ فَاشْدُدْ بِصُحْبَتِهِ عَلِيُّ يَدَيْكَا

بے شک! حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دامن کو مضبوطی سے تھام لینے میں بھلائی مضمر ہے۔ لہٰذا اے علی! تم ان کی صحبت میں اپنے دونوں ہاتھوں کو مضبوط رکھنا (یعنی ان کی پشت پناہی کرنا)۔

غالباً یہ قرآن کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا جسے قرآن مجید کی سورۂ طٰہٰ میں ذکر کیا گیا ہے۔

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِي ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِيْ ﴿۳۱﴾ (۲۹۔۳۰۔۳۱ طٰہٰ ۲۰)

اور اے (اللہ) تو میرے اہل سے، میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنادے اور ان کے ذریعے میری پشت کو مضبوط بنادے۔

محمد بن اسماعیل بخاری نے اپنی کتاب میں حدیث منزلت کو بیان کیا ہے۔ حدیث نمبر ۴۴۱۶ ہے۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ اِلٰى تَبُوْكَ وَاسْتَخْلَفَ عَلِيًّا. فَقَالَ اَتُخَلِّفُنِيْ فِي الصِّبْيَانِ وَالنِّسَاءِ؟ قَالَ اَلَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى؟ اِلَّا اَنَّهٗ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِيْ.

ہم سے بیان کیا مسدد نے، ہم سے بیان کیا یحییٰ نے، انھوں نے شعبہ سے، انھوں نے حکم سے انھوں نے مصعب بن سعد سے انھوں نے اپنے والد سے کہ رسول اللہ ﷺ تبوک کی طرف روانہ ہوئے تو (حضرت) علیؑ کو اپنا جانشین بنایا، علیؑ نے کہا: کیا آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں اپنا جانشین بنا کر روانہ ہو رہے ہیں، فرمایا: کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(صحیح البخاری دارالغد الجدید المنصورہ صفحہ ۸۱۵)

قافیۃ اللّام

(۵۷)

قصیدہ لامیہ خالدہ ۱۲۰ اشعار

تخریج

یہ وہ قصیدہ ہے جس کے سات اشعار ابن اسحاق نے اپنی کتاب سیرت ۱۵۶ میں ذکر کیے ہیں اور ابن ہشام نے اپنی سیرت کی کتاب ۱/۲۷۲۔۲۷۶ میں ۹۴ اشعار لکھے ہیں اور ابن کثیر نے اپنی تاریخ ۳/۵۳۔۵۷ میں اُن میں سے ۹۲ اشعار کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ قصیدہ نہایت بلیغ ہے جس کی طرف یہ قصیدہ منسوب ہے اس کے علاوہ کوئی بھی ایسے اشعار کہنے پر قدرت نہیں رکھتا اور یہ قصیدہ معلقات سبع (زمانہ جاہلیت کے سات قصائد جنھیں سونے کے پانی سے لکھ کر خانہ کعبہ میں آویزاں کیا گیا تھا) سے فضیلت اور شرف میں کہیں زیادہ ہے اور ان معلقات سے زیادہ و معانی و مفاہیم کی وضاحت کرنے والا ہے اور ان میں سے کچھ کا تذکرہ شرح ابن ابی الحدید/۳/۳۱۹۔۳۲۱ اور خزانۃ الادب بغدادی ۲/۵۹۔۷۵ اور الملل والنحل شہرستانی ۲/۲۴۹ اور حماسہ ابن الشجری/۱۷۔۱۸ اور بلوغ الارب آلوسی ۱/۳۲۶۔۳۲۷ اور ایمان ابی طالب ۱۸، ۲۳ اور ۳۷ الغدیر ۷/۳۳۸۔۳۴۰، الحجۃ/۲۹۸ بحار الانوار ۳۵/۱۶۵۔۱۶۷ مطبوعہ دیوان/۲۔۱۲ اور تاریخ اسلام ذہبی/۱۶۲۔۱۶۳ شعر ابی طالب ابی ہفان میں ۱۱۱ اشعار ہیں دیوان ابی طالب عم النبی میں دکتور محمد تونجی نے ۱۱۰ اشعار تحریر کیے ہیں اور غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب میں ۱۰۹ اشعار ہیں اور مزید ایک شعر اسی قافیہ میں معجم البلدان کے حوالے سے ہے۔

بہت سے لوگوں نے اس قصیدہ کی شرح رقم کی ہے ان میں سے بغدادی نے خزانۃ الادب میں ۲/ ۵۶۔۷۵ تک اور علامہ جعفر نقدی نے کتاب زہرۃ الادباء فی شرح لامیۃ شیخ البطحاء اور ہم نے اس سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے یہ اور علی فہمی نے طلبۃ الطالب فی شرح لامیۃ ابی طالب میں اور سہیل نے روض الانف ۱/ ۱۱۴ میں اور علامہ حیدر قلی خان سردار کابلی نے جیسا کہ ان کے شاگرد کیوان سمعی نے ص ۱۲۲ میں ان کے حالات زندگی کے ذیل میں بیان کیا ہے۔

قسطلانی نے ارشاد الباری ۲/ ۲۲۷ میں فرمایا کہ یہ قصیدہ جلیل القدر، بلیغ بحرِ طویل میں ہے اور اس میں اشعار کی تعداد ۱۱۰ ہے حضرت ابو طالب علیہ السلام نے یہ قصیدہ اس وقت کہا جب قریش نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت پر کمربستہ ہوگئے اور جو بھی حلقہ بگوش اسلام ہوتا اس سے نفرت کا اظہار کرتے۔

ابن ابی الحدید نے کہا لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ تمام اشعار تواتر کے ساتھ آئے ہیں اگر یہ جدا جدا ہوتے تو اس تواتر کے ساتھ نہ ہوتے ان تمام اشعار کا ایک ساتھ یکجا ہونا دلالت کرتا ہے کہ یہ کسی امر واحد جو مشترک ہے اس کے بارے میں یہ اشعار کہے گئے ہیں اور وہ ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کی تصدیق کرنا اور یہ تمام اشعار مکمل طور سے متواتر ہیں جس طرح حضرت علی علیہ السلام کا جنگوں میں شہ سواروں کو قتل کرنا آحاد ہے لیکن مجموعی اعتبار سے ان میں تواتر ہے اور وہ ہمیں حضرت علی علیہ السلام کی شجاعت کے بارے میں علم ضروری سے نوازتے ہیں اور اسی طرح حاتم کی سخاوت اور حلم احنف و معاویہ اور ایاس کی ذکاوت و ذہانت اور ابونواس کی بے حیائی کے بارے میں اور اس کے علاوہ بہت کچھ کہا گیا ہے وہ سب احاد ہے لیکن ان کی شہرت ہے ان سب کو چھوڑ دو تمھارا کیا کہنا ہے امراؤ القیس کے مشہور قصیدۂ لامیہ "قفا نبك" کے بارے میں اگر حضرت ابوطالبؑ کے اشعار میں کوئی شک کرتا ہے تو اسے "قفا نبك" کے بارے میں اور اس کے بعض شعروں کے بارے میں شک کرنا چاہیے۔

ابن ہشام نے اپنی سیرت کی کتاب میں تحریر کیا ہے کہ جب حضرت ابوطالبؑ کو عرب کی جماعتوں کے بارے میں خوف ہوا کہ وہ اپنی قوم کا ساتھ دیں گے تو آپ نے وہ قصیدہ کہا جس میں حرم مکہ سے پناہ طلب کی اور اس سے اپنا تعلق ظاہر کیا اور اشراف قوم سے مؤدت کا اظہار کیا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بتلا رہے تھے کہ وہ کسی حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دشمن کے سپرد نہیں کریں گے اور نہ ہی کسی حال میں ان سے کنارہ کشی اختیار کریں گے یہاں تک کہ وہ ان کے سامنے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیں تو آپ نے فرمایا۔

یہ اشعار "بحرِ طویل" میں ہیں۔

قصیدہ دربارۂ ارکانِ حج، حمایت پیغمبر اور قبائل کا سلوک

(۱) خَلِيْلَيَّ مَا اُذْنِيْ لِاَوَّلِ عَاذِلٍ بِصَغْواءَ فِيْ حَقٍّ وَ لَا عِنْدَ بَاطِلٍ

اے میرے دوستو! میرے کان پہلی ملامت کے وقت حق و باطل کے بارے میں کسی ایک طرف مائل نہیں ہوئے ہیں کہ اس کی بات کو محفوظ کر لیں۔

(۲) خَلِيْلَيَّ اِنَّ الرَّاْيَ لَيْسَ بِشِرْكَةٍ وَ لَا نَهْنَهٍ عِنْدَ الْاُمُوْرِ التَّلَاتِلِ

اے میرے دوستو! بے شک رائے معاملات کے آغاز و انجام کے بارے میں درست نہیں ہوتی اگر اس میں عقلاء شریک نہ ہوں اور جب امور میں شدائد ہوں تو اس وقت صاف اور شفاف نہیں ہوتی۔

اور بعض نسخوں میں "التلاتل" کی جگہ "البلابل" ہے یعنی اطمینان قلب میسّر نہیں ہوتا نَهْنَهٍ اس کپڑے کو کہتے ہیں جو نہایت باریک بناوٹ والا اور نرم ہو۔

(۳) وَ لَمَّا رَأَيْتُ الْقَوْمَ لَا وُدَّ فِيْهِمُ وَ قَدْ قَطَعُوْا كُلَّ الْعُرٰى وَ الْوَسَائِلِ

اور جب میں نے یہ دیکھا کہ افرادِ قوم یعنی کفار قریش میں مودّت نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہی ہے اور اور انھوں نے تمام بندھنوں، رشتوں کو توڑ ڈالا ہے اور ہر وسیلہ منقطع کر دیا ہے۔

(۴) وَ قَدْ صَارَحُوْنَا بِالْعَدَاوَةِ وَ الْاَذٰى وَ قَدْ طَاوَعُوْا اَمْرَ الْعَدُوِّ الْمُزَايِلِ

اور وہ علانیہ طور سے ہماری دشمنی اور اذیت رسانی پر کمر بستہ ہو چکے ہیں اور ہمارے دشمنوں کی باتوں میں آگئے جو ہماری دشمنی پر ڈٹے ہوئے ہیں یعنی قریش والے ہمارے دشمنوں سے جا کر مل گئے ہیں۔

(۵) وَ قَدْ حَالَفُوْا قَوْمًا عَلَيْنَا اَظِنَّةً يَعَضُّوْنَ غَيْظًا خَلْفَنَا بِالْاَنَامِلِ

اور قریش والوں نے ہمارے خلاف ایسی قوم سے معاہدہ کر لیا جو متہم تھے اور شدت غیظ وغضب سے ہمارے پیچھے انگلیاں چباتے تھے۔

دوسرے مصرع میں قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے اور علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں اس شعر سے استشہاد کیا ہے۔

وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۚ (آل عمران/۱۱۹)

اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف انگلیاں چبا چبا کر اپنے غصے کا اظہار کرتے ہیں۔

القوم الاظنه سے مراد بنوبکر بن عبد مناف بن کنانہ تھے اور قریش اور بنوبکر کے درمیان زمانہ قدیم سے عداوت چلی آ رہی تھی حضرت ابوطالبؑ نے اس مصرع میں زجر و توبیخ کی ہے اور قریش سے کہا ہے کہ تم نے ہماری مخالفت میں قطع رحمی اور دشمنی کے بعد ایک پست اور نیچ قوم کے ساتھ معاہدہ کر لیا ہے قریش ہماری دشمنی میں اس حد تک گر گئے ہیں۔

(۶) صَبَرْتُ لَهُمْ نَفْسِي بِسَمْرَاءَ سَمْحَةٍ وَ أَبْيَضَ عَضْبٍ مِنْ تُرَاثِ الْمَقَاوِلِ

تو ایسی حالت میں، مَیں نے یہ کہا کہ گندم گون لچک دار نیزے اور اپنے بزرگوں کی میراث سفید دھار والی تیز تلوار کو اٹھا کر خود کو مرنے کے لیے آمادہ کر لو۔

حضرت ابوطالبؑ فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ دیکھا کہ قریش کے لوگ قتل و غارت گری پر آمادہ ہیں اور ہمارے حریفوں کو حلیف بنا رہے ہیں اور ان سے گٹھ جوڑ کر رہے ہیں تو پھر غیرت ہاشمی کا تقاضا تھا کہ ہم ان کے مقابلے کے لیے صف آرا ہو جائیں نیزوں اور تلواروں سے۔

اس شعر میں حضرت ابوطالبؑ نے جس تلوار کا ذکر کیا ہے وہ ہدیہ اور تحفہ تھا جو حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں سیف بن ذی یزن نے پیش کیا تھا جب وہ قریش کے وفد کے ساتھ حبشہ کو قتل کرنے کے بعد رسول اکرمؐ کی ولادت باسعادت کے دو سال بعد حضرت عبدالمطلب سے ملاقات کے لیے آئے تھے۔

(۷) وَ أَحْضَرْتُ عِنْدَ الْبَيْتِ رَهْطِي وَ إِخْوَتِي وَ أَمْسَكْتُ مِنْ أَثْوَابِهِ بِالْوَصَائِلِ

اور میں نے یہ کیا کہ اپنے قبیلہ کے لوگوں اور بھائیوں کو لے کر خانہ کعبہ کے پاس آ گیا اور میں نے بیت اللہ

کے سرخ دھاری دار یمنی پردے کو تھام کر دعا طلب کی۔
عرب کے لوگ پریشانیوں اور مصائب و شدائد کے وقت دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے اسی پردے سے تمسک کرتے تھے اور دعا طلب کیا کرتے تھے۔
"وصیلة" یمنی سرخ کپڑے کو کہتے ہیں جس سے کعبہ کو ڈھانکتے تھے یعنی اس دور میں غلاف کعبہ سرخ رنگ کا اور یمنی کپڑے کا ہوتا تھا۔

(۸) قِيَامًا مَعًا مُسْتَقْبِلِيْنَ رِتَاجَهٗ   لَدٰى حَيْثُ يَقْضِيْ نُسْكَهٗ كُلُّ نَافِلِ

ہم سب ایک ساتھ کعبہ کے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر مصروف دعا تھے جہاں پر ہر عبادت گزار مناسک ادا کرنے کے لیے آتا ہے اور کھڑا ہوتا ہے۔

رتاج۔ بیت اللہ کا دروازہ۔ النافل عبادت گزار یا عہد کرنے والا
نُسك. نِسْك۔ زہد و تقویٰ۔ عبادت

یہ وہ جگہ ہے جہاں پر لوگ آکر اپنا عہد و پیمان، نذریں اور قسمیں پوری کرتے تھے اور خانۂ خدا کے سامنے صدقات دیتے تھے اور اسے قربت خداوندی کا سبب گردانتے تھے۔

(۹) وَ حَيْثُ يُنِيْخُ الْأَشْعَرُوْنَ رِكَابَهُمْ   بِمَفْضَى السُّيُوْلِ مِنْ إِسَافٍ وَ نَائِلِ

اور ہم وہاں پر کھڑے ہوئے تھے جہاں عرب کے لوگ جنھوں نے ابھی حلق نہیں کیا ہوتا اپنی سواریاں بٹھلاتے ہیں یعنی ابھی وہ احرام کی حالت میں ہوتے ہیں اِساف اور نائل کی طرف لوگ سیلاب کی طرح تیزی سے آتے ہیں۔

اشعرون۔ جن لوگوں نے سر نہیں منڈوایا تھا اشعر اس کا واحد ہے اس سے مراد حاجی حضرات ہیں "رکاب" اونٹ کو کہتے ہیں اس کا واحد "رکب" ہے اساف قریش کے بت کا نام جو کوہ صفا پر رکھا گیا تھا اور نائلہ وہ بت تھا جسے مروہ پر رکھا گیا تھا عرب کے باشندوں کا خیال ہے کہ اساف مرد تھا اور نائلہ عورت تھی جنھوں نے کعبہ میں زنا کیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں مسخ کر دیا انھیں کعبہ سے ہٹا کر زمزم کے پاس رکھ دیا گیا تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں جب کافی عرصہ گزر گیا اور بتوں کی پرستش کی جانے لگی تو انھیں بھی پوجا گیا جب اسلام آیا اور اس نے

بتوں کو پاش پاش کر دیا تو ان بتوں کو بھی توڑ دیا گیا۔

اور شعر میں نائلہ کی جگہ "نائل" قاعدۂ ترخیم کی بنا پر ضرورت شعری کے لیے لایا گیا ہے۔

(۱۰) مُوَسَّمَةَ الْاَعْضَادِ اَوْ قَصَرَاتِهَا مُخَبَّسَةً بَيْنَ السَّدِيْسِ وَ بَازِلِ

ان سواریوں کے اونٹ ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے بازوؤں اور ان کی گردنوں پر خاص قسم کے نشانات ہیں انھیں خاص جگہ پر روک کر رکھا جاتا ہے ان میں سے کچھ اونٹ آٹھ سال کے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو نویں سال میں داخل ہو چکے ہیں۔

کچھ نسخوں میں دوسرے مصرع میں "مُحَبَّسَةٌ" کی جگہ "مُخَيَّسَةٌ" ہے یعنی وہ اونٹ بڑے اطاعت گزار ہیں۔

الاعضاد عضد کی جمع ہے بازو قصرات قصرہ کی جمع ہے گردن کی جڑ، یا پوری گردن سَدِيْس وہ اونٹ جو آٹھویں سال میں داخل ہو رہا ہو اور بازِل وہ اونٹ جس کے دانت نکل رہے ہوں اور وہ نویں سال میں داخل ہو رہا ہو۔

(۱۱) تَرَى الْوَدْعَ فِيْهَا وَ الرُّخَامَ وَ زِيْنَةً بِاَعْنَاقِهَا مَعْقُوْدَةً كَالْعَثَاكِلِ

تم دیکھو گے کہ گھونگھے (کوڑیوں) اور سنگ مرمر کا ٹکڑا اور زیور کے ہار اونٹوں کے گلے کی زینت ہیں اور گردن میں ایسے بندھے ہوئے ہیں جیسے کھجور کے گچھے لٹک رہے ہوں۔

الودع گھونگھا، کوڑی، رُخام، سنگ مرمر زینةً زیور عثاکل وہ ٹہنیاں جن پر کھجوریں لگتی ہیں۔ واحد عِثْکَال اور عُثْکُول ہے جیسے شمراخ اور شمروخ اور اس کی جمع عَثَاکِیْل ہے ضرورت شعری کی وجہ سے "ی" کو حذف کر دیا اور عَثَاکِلُ ہو گیا۔

(۱۲) اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مِنْ كُلِّ طَاعِنٍ عَلَيْنَا بِشَرٍّ اَوْ مُلِحٍّ بِبَاطِلِ

"بعض" نسخوں میں دوسرے مصرعے میں بِشَرٍّ کی جگہ "بِسُوْءٍ" ہے۔

پھر جب قوم کی شدت عداوت ان کے اور ان کے خاندان کے ساتھ جو تھی اسے بیان کیا اور یہ کہ قریش ان سے قتال کرنے کے لیے مجتمع ہو گئے تو اس وقت حضرت ابوطالبؑ نے نیزہ زن کے شر سے اور باطل پر اصرار کرنے

والے سے جو ان کے خلاف نبرد آزما تھے اللہ سے پناہ طلب کی اور اس کے لیے ربّ الناس (انسانوں کا پروردگار) کا لفظ استعمال کیا اور (خداوند عالم نے جب سورۃ الناس جو قرآن میں آخری سورہ ہے اسے نازل فرمایا تو کہا:

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝

کہہ دیجیے میں انسانوں کے رب کی پناہ طلب کر رہا ہوں۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت ابوطالبؑ کو اللہ پر ایمان کامل تھا اسی لیے انسانوں کے پروردگار اللہ سے پناہ طلب کر رہے ہیں عرب کے اکثر لوگ اصنام کو بھی اللہ کی عبادت میں شریک گردانتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝ (۱۰۶۔ یوسف۔۱۲)

ان میں سے اکثر لوگوں کا یہ حال تھا کہ وہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے تھے بلکہ وہ اللہ کا کسی کو شریک گردانتے تھے۔

اور جب اُن سے دریافت کیا جاتا ہے کہ ارض و سما کا خالق کون ہے؟ تو وہ جواب دیتے ہیں: اللہ

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (لقمان:۲۵)

اور ان میں کچھ لوگ دہریے تھے جو یہ کہتے تھے کہ ہر شے خود بخود وجود میں آ گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے عقیدے کے بارے میں فرمایا ہے۔

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ (۲۴ جاثیۃ۴۵)

اور انھوں نے کہا ہمارے لیے تو بس یہی دنیاوی زندگی ہے جس میں ہم مرتے اور جیتے ہیں اور زمانہ ہمیں ہلاک کر دیتا ہے۔

اور ان میں سے کچھ لوگ یہودیت کی طرف مائل تھے اور کچھ نصرانیت کی جانب راغب تھے اور ان میں کچھ صابئی تھے جو ستاروں کے طلوع و غروب ہونے کے منازل سے آشنا تھے اور ستاروں کے بارے میں منجمین کی طرح ان کا عقیدہ تھا اور وہ کہتے تھے کہ یہ ستارے فی نفسہ امور انجام دیتے ہیں اور وہ کہا کرتے تھے ہماری طرف فلاں ستارے نے بارش کی ہے اور ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو فرشتوں اور جنوں کی پرستش کیا کرتے تھے۔

اور کہا جاتا ہے کہ سرزمین عرب میں سب سے پہلے جو بتوں کو لے کر آیا وہ عمرو بن لحی تھا اور وہ خزاعہ کا مورث اعلیٰ تھا اور کہا جاتا ہے کہ اولاد اسمٰعیل میں سب سے پہلے بت پرستی اس طرح شروع ہوئی کہ تنگی اور عسرت کے موقع پر جب بھی کوئی شخص مکہ سے کوچ کرتا تو حرم کی تعظیم کی وجہ سے اپنے ساتھ حرم کا پتھر لے جاتا اور وہ جہاں پر جا کر بس جاتے اس پتھر کے گرد ویسے ہی طواف کیا کرتے جیسے وہ کعبہ کے گرد طواف کیا کرتے تھے کافی عرصہ اسی طرح گزر گیا اس کے بعد انھیں جو بھی پتھر خوب صورت اور اچھا نظر آتا وہ اس کی عبادت شروع کر دیتے وہ اصل طریقے کو فراموش کر چکے تھے اور انھوں نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے لائے ہوئے دین کو تبدیل کر دیا تھا انھوں نے بت پرستی شروع کر دی اور ان سے پہلے امتیں جس گمراہی میں مبتلا تھیں وہ بھی انھیں میں گرفتار ہو گئے اور دین ابراہیمی کی جو بچی کچھ چیزیں خانہ کعبہ کی تعظیم سے متعلق باقی رہ گئی تھیں وہ لوگ ان سے بھی تمسک کرتے تھے۔ جیسے طواف کعبہ، عمرہ، حج وقوف عرفات اور وقوف مزدلفہ اور جانوروں کی قربانی دینا اور حج وعمرہ کے موقع پر اللہ کا نام لے کر انھیں ذبح کرنا۔

قبیلۂ کنانہ اور قریش جب جانور ذبح کرتے تھے تو کہتے تھے:

لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ. لَا شَرِيْكَ لَكَ. إِلَّا شَرِيْكٌ هُوَ لَكَ هُوَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ.

تلبیہ کہتے وقت وہ اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرتے تھے اور پھر اس کے بعد اپنے بتوں کو اس میں شامل اور داخل کر دیتے تھے اور ان کی ملکیت اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ۝ (یوسف:۱۰۶)

ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے بلکہ وہ لوگ تو مشرک ہیں۔

اور قریش کا ایک بت تھا بیچ کعبہ میں جس کا نام "ھُبل" تھا اور اسی کے لیے ابوسفیان نے غزوہ احد کے موقع پر کہا تھا "أَعْلِ هُبل" ھُبل کی جے اور "اساف" اور نائلہ صفا اور مروہ پر تھے اور ھذیل کا بت تھا جسے "سواع" کہا جاتا تھا اور وہ رھاط میں تھا اور کلب بن وبرہ جس کا تعلق قضاعة سے تھا اس کے بت کا نام "ودّ" تھا جو دومة الجندل میں تھا اور پھر مراد کا پھر بنی غطیف کا بت تھا جرش میں جس کا نام "یغوث" تھا اور ہمدان کا بت سرزمین ہمدان میں جو یمن کا حصہ ہے اس کا نام "یعوق" تھا اور ذوالکلاع کے لیے جن کا تعلق حمیر

سے ہے ان کے بت کا نام "نسر" تھا اور خولان کا "عمِ انس" اور دوس کا ذوالکفین اور مزینہ کا "نہم" تھا اورعرب کے باشندوں نے خانۂ کعبہ کے ساتھ ساتھ "طواغیت" جھوٹے معبود بنا رکھے تھے اور یہ ایسے گھر تھے جہاں بتوں کو رکھا گیا تھا وہ ان کی ایسی ہی تعظیم کرتے تھے جیسے خانۂ کعبہ کی تعظیم کیا کرتے تھے اور اس گھر کے بھی دربان اور محافظ تھے اور اس گھر کو ویسے ہی ہدایا دیے جاتے تھے جس طرح کعبہ میں ہدیے بھیجے جاتے تھے اور ویسے ہی طواف ہوتا تھا جس طرح کعبہ کا طواف کیا جاتا ہے اور اس کے قریب اونٹوں کو نحر بھی کیا جاتا تھا۔

البتہ سب کعبہ کی فضیلت کو پہچانتے تھے اس طرح کہ یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا گھر تھا ان پر اور ہمارے نبی پر درود و سلام ہو قریش اور بنی کنانہ کے لیے عُزیٰ نخلہ کے مقام پر تھا اور ثقیف کے لیے "لات" طائف میں تھا اور اوس وخزرج کے لیے "مَنَاۃ" تھا اور ان کے لیے بھی جو لوگ سمندر کے کنارے ان کے دین پر عمل پیرا تھے مُشلّل کے قدید نامی حصے میں اور تبالہ کے مقام پر دوس، خثعم اور بجیلہ کے بت کا نام "ذوالخلصہ" تھا اور حمیر اور یمن والوں کے لیے صنعاء میں ایک گھر تھا جسے "رئام" کہا جاتا تھا اور بنو ربیعہ بن کعب بن سعد بن زید بن مناۃ بن تمیم نے ایک گھر بنایا تھا جسے "رُضاء" کہا جاتا ہے اور کعب بکر تغلب اور اباد کے لیے سنداد میں ذوالکعبات نامی گھر تھا جب اسلام کا ظہور ہوا اور اللہ نے اپنے دین کو غالب کیا تو ان گھروں کو منہدم کر دیا گیا اور تمام اصنام کو توڑ دیا گیا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

(۱۳) وَ مِنْ كَاشِحٍ يَسْعٰى لَنَا بِمَعِيْبَةٍ وَ مِنْ مُلْحِقٍ فِي الدِّيْنِ مَا لَمْ نُحَاوِلِ

اور میں انسانوں کے رب کی پناہ ایسے دشمن سے بھی چاہتا ہوں جو باطنی طور سے عداوت کرتا ہے اور ہمیشہ عیب جوئی کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور ایسے شخص سے بھی جو دین میں کچھ چیزوں کو ملحق کرنا چاہتا ہے جنھیں ہم پسند نہیں کرتے۔

اور بعض مصادر میں "ومن ملحق فی الدین کی جگہ من مفتر فی الدین" ہے۔

اور اگر "مُفْتَرٍ فِي الدِّيْنِ" تو مفہوم ہوگا جو دین میں افترا پردازی کر رہا ہے کاشح دشمنی کو چھپانے والا جو اپنی عداوت ظاہر نہ کرتا ہو بلکہ باطنی طور سے دشمن ہو حدیث میں آیا ہے أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ عَلٰى ذِي الرَّحِمِ الْكَاشِحِ قریبی رشتہ داروں کے لیے افضل ترین صدقہ پوشیدہ طور سے دینا ہے یعنی چھپا کر دینا ہے۔

(۱۴) وَ ثَوْرٍ وَ مَنْ اَرْسٰی ثَبِیْرًا مَکَانَهٗ　　وَرَاقٍ لِیَرْقٰی فِیْ حِرَاءٍ وَ نَازِلِ

قسم ہے جبلِ ثور کی اور اس عظیم ہستی (اللہ) کی جس نے اس کی جگہ ثبیر جیسے پہاڑ کو زمین میں گاڑ دیا اور اس بلند ہونے والی ذات حضرت محمد ﷺ کی جو غار" حرا" میں اور" نازل" میں بلند ہوا (تا کہ وہاں اللہ کی عبادت کرے) معجم البلدان میں ہے کہ ثور اس غار کا نام ہے جہاں پر نبی اکرمؐ نے ہجرت کے موقع پر اپنے آپ کو چھپالیا تھا۔ نصر نے کہا ثبیر بھی مکے کے پہاڑوں میں سے بڑا پہاڑ ہے اور حرا اور نازل وہ پہاڑ ہیں جہاں پر نبی اکرمؐ کئی کئی دنوں تک رہتے تھے اور غارِ حرا میں بیٹھ کر عبادت کیا کرتے تھے اور اسی مقام پر پہلی مرتبہ وحی نازل ہوئی تھی۔

بعض نسخوں میں دوسرا مصرع اس طرح ہے وعیر وراق فی حراءٍ و نازل عیر، حراء اور نازل مکہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔

(۱۵) وَ بِالْبَیْتِ رُکْنِ الْبَیْتِ مِنْ بَطْنِ مَکَّۃَ　　وَ بِاللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِغَافِلِ

اور میں پناہ طلب کرتا ہوں کعبہ کی اور رکن کعبہ کی جو وسطِ مکہ میں واقع ہے اور پناہ مانگتا ہوں ذاتِ پروردگار تبارک وتعالیٰ کی یہ بات جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ اس ظلم وستم اور مقاطعہ سے جو تم نے کیا تھا غافل نہیں ہے وہ ضرور بالضرور تمھیں سزا دے گا اور تمھارا مواخذہ کرے گا۔

اس کا تعلق سابقہ شعر سے ہے بعض نسخوں میں پہلا مصرع اس طرح ہے:

وَبِالْبَیْتِ حَقِّ الْبَیْتِ مِنْ بَطْنِ مَکَّۃَ

اور میں پناہ طلب کرتا ہوں بیت اللہ کی جو بیت اللہ کہلانے کا حق رکھتا ہے یہ مبالغہ اور مدح کی توصیف ہے سیبویہ نے کہا کہ وہ کہتے ہیں ھٰذَا عَالِمٌ حَقُّ الْعَالِمِ اور موصوف کو نکرہ رکھا جاتا ہے اور اس ترکیب کو رضی نے بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ ایسے مقامات پر نکرہ سے توصیف کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے۔

اَنْتَ رَجُلٌ کُلُّ الرَّجُلِ وَحَقُّ الرَّجُلِ وَجَدُّ الرَّجُلِ۔

(۱۶) وَ بِالْحَجَرِ الْمُسَوَّدِ اِذْ یَمْسَحُوْنَهٗ　　اِذَا اکْتَنَفُوْهُ بِالضُّحٰی وَ الْاَصَائِلِ

اور حجرِ اسود کی حرمت وعظمت کی خاطر جسے لوگ چھوتے اور (جس کا بوسہ لیتے ہیں) اور صبح وشام اس کے گرد حلقہ کیے رہتے ہیں۔

اور حجر الاسود کی بجائے الحجر المسو د ضرورت شعری کی وجہ سے لایا گیا حجر اسود جنّت سے نازل ہوا تھا اور اسے کعبہ کے جنوب مشرق میں نصب کیا گیا اور اسے رکن سے تعبیر کیا جاتا ہے اس کا رنگ برف اور دودھ سے زیادہ سفید تھا مشرکین کی خطاؤں نے اسے سیاہ کر دیا عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے:

كَانَ الْحَجَرُ الْأَسْوَدُ أَبْيَضَ مِنَ اللَّبَنِ. وَكَانَ طُوْلُهٗ كَعَظْمِ الذِّرَاعِ.

حجر اسود دودھ سے زیادہ سفید تھا اور اس کی لمبائی ایک بازو جتنی تھی۔

ابن عباس سے مروی ہے:

إِنَّ هٰذَا الرُّكْنَ يَمِيْنُ اللهِ فِي الْأَرْضِ يُصَافِحُ بِهَا عِبَادَهٗ مُصَافَحَةَ الرَّجُلِ أَخَاهُ.

یہ رکن زمین پر اللہ کا دایاں ہاتھ ہے وہ اپنے بندوں سے اس کے ذریعے سے مصافحہ کرتا ہے جس طرح ایک بھائی دوسرے سے مصافحہ کیا کرتا ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب سے مروی ہے کہ وہ حجر اسود کے پاس آئے اور اس سے مخاطب ہو کر فرمایا

إِنِّيْ أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا إِنِّيْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ.

میں جانتا ہوں کہ تو حجر اسود ہے نہ نقصان پہنچاتا ہے اور نہ ہی فائدہ دیتا ہے اگر میں نے نبی اکرم ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا جب حضرت علی علیہ السلام نے حضرت عمر کو یہ کہتے ہوئے سنا تو آپ نے فرمایا

بَلْ يَضُرُّ وَيَنْفَعُ.

ایسا نہیں ہے جیسا آپ نے فرمایا بلکہ حجر اسود نقصان بھی پہنچاتا ہے اور فائدہ بھی دیتا ہے انھوں نے دریافت کیا آپ کس طرح فرما رہے ہیں حضرت علیؑ نے کہا کتاب اللہ تبارک وتعالیٰ میں ہے انھوں نے پوچھا کتاب اللہ میں کہاں لکھا ہے فرمایا ارشاد باری ہے:

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ ۚ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوْا بَلٰى ۛ شَهِدْنَا. (۱۷۲ الاعراف)

اے نبیؐ! یاد کیجئے جب آپ کے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے اُن کی اولاد کو نکالا اور انھیں ان کی جانوں پر گواہ بنایا اور پوچھا کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں انھوں نے کہا بے شک ہم گواہی دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا اور ان کی پشت کو مسح کیا پھر ان سے اقرار لیا کہ وہ ان کا رب ہے اور وہ اللہ کے بندے ہیں اور ان سے عہد و میثاق لیا اور اسے ایک پتلی کھال پر لکھ دیا اور اس پتھر کی دو آنکھیں اور زبان تھیں اس سے کہا اپنا منہ کھولو فرمایا اس نے منہ کھولا وہ کھال اس کے منہ میں ڈال دی اور کہا:

اِشْهَدْ لِمَنْ وَافَاكَ بِالْمُوَافَاةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

جو بھی تم سے عہد وفا کرے تم قیامت کے دن اس کی گواہی دینا۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ روز قیامت حجر اسود کو لایا جائے گا اور اس کی فصیح و بلیغ زبان ہوگی اور جس نے اسے چوما ہوگا وہ اس کی توحید کی گواہی دے گا تو اے امیر المومنین (عمر) وہ نقصان بھی پہنچاتا ہے اور فائدہ بھی دیتا ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا:

اَعُوْذُ بِاللهِ اَنْ اَعِيْشَ فِيْ قَوْمٍ لَسْتَ فِيْهِمْ يَا اَبَا حَسَنٍ.

میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ میں ایسے افراد کے درمیان میں رہوں جن میں ابوالحسن (علی) آپ نہ ہوں۔ (المستدرک ۱/۴۵۷)

(۱۷) وَ مَوْطِئُ اِبْرَاهِيْمَ فِي الصَّخْرِ وَطْأَةً عَلٰى قَدَمَيْهِ حَافِيًا غَيْرَ نَاعِلِ

اور مقام ابراہیم کی حرمت کی خاطر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام گیلے پاؤں کے ساتھ پتھر پر ننگے پاؤں کھڑے ہوگئے تھے انھوں نے جوتیاں نہیں پہن رکھی تھیں (اور اس پتھر میں ان کے پیروں کے نشانات مرتسم ہوگئے تھے۔)

موطی ابراہیم سے مراد ان کے قدموں کی جگہ ہے جہاں ان کی بہو نے ان کا سر دھویا تھا اور وہ سواری پر تشریف فرما تھے انھوں نے پتھر پر اپنے قدموں کو رکھا اور اپنے سر کو جھکا دیا تھا کہ ان کی بہو اسے دھوئے اور چلتے وقت سارہ نے یہ عہد لیا تھا کہ وہ اپنی سواری سے نہیں اتریں گے اور سلام اور حالات کا جائزہ لینے کی رخصت تھی لہٰذا انھوں نے سارہ کے کہنے پر عمل کیا اور پتھروں پر ان کے قدموں کے نشانات ابھر گئے جس کے بارے میں اللہ نے ارشاد فرمایا:

فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ

خانہ کعبہ میں بہت سی نشانیاں موجود ہیں اور مقام ابراہیم بھی ہے۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى

(اور حکم دیا کہ) تم مقام ابراہیم کو مصلّٰی بنالو (۱۲۵ البقرۃ:۲)

اور اس بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام خانۂ کعبہ کی دیواروں کو بلند کر رہے تھے اور اس پتھر پر کھڑے ہوئے تھے تو اس وقت آپ کے پیروں کے نشانات اس پر ابھر گئے تھے۔

صخر صخرہ کی جمع ہے اور اس کے معنی ہیں عظیم پتھر

اور بعض نسخوں میں مصرع اوّل میں وطأةً کی جگہ رَطبۃٌ ہے

جس کے معنی ہیں نرمی اور پاکیزگی اور اسی وجہ سے لؤلؤ (موتی) کو رطب کہا گیا ہے جیسا کہ حریری نے کہا:

يَفْتَرُّ عَنْ لُؤْلُؤٍ رَطْبٍ وَعَنْ بَرَدٍ ۔۔۔ وعن أقَاحٍ وَعن طَلْعٍ وَعَنْ حَبَبِ

(۱۸) وَأَشْوَاطٌ بَيْنَ الْمَرْوَتَيْنِ إِلَى الصَّفَا ۔۔۔ وَ مَا فِيهِمَا مِنْ صُورَةٍ وَ تَمَاثُلِ

اور صفا اور مروہ کے مابین ہونے والی سعی کی خاطر اور ان کے درمیان جو تصویریں اور بت رکھے ہوئے ہیں۔

اشواط: شوط کی جمع ہے۔ یعنی سعی کرنا صفا اور مروہ کے درمیان چکر لگانا اور مروتین سے مراد مکّہ کا پہاڑ ہے اور تثنیہ لانے کا سبب اس کے دونوں حصوں کا بیان ہے۔

یہ بات ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے کہ حضرت ابوطالب علیہ السلام مشرکینِ مکہ بالخصوص قریش سے محاذ آرائی نہیں چاہتے تھے اور قریش کے لوگ اپنی اکثریت پر ایسے نازاں اور مفتخر تھے کہ حرمت کعبہ حرمت ایام حج اور حرمت حج اور ارکان حج کو فراموش کر کے حضرت ابوطالبؑ سے رسول اللہ کی وجہ سے نبرد آزما ہونا چاہتے تھے لہٰذا حضرت ابوطالبؑ نے امن وآشتی کے لیے باقاعدہ طور پر خود کو اور اپنے سارے خاندان کو جو ان کا ہمنوا تھا خانۂ کعبہ کا پردہ تھام کر اللہ کی پناہ میں دے دیا اور پھر قریش کو امن و امان کی برقراری کے لیے ان تمام چیزوں کی طرف متوجہ کیا جنھیں قریش قابلِ احترام اور عزیز جانتے تھے اسی ذیل میں صفا اور مروہ کی تمثالوں کا ذکر بھی کیا ہے اور حج کرنے والوں اور حجر اسود اور صفاء مروہ اور دیگر متعلقات حج کا بھی تذکرہ کیا ہے آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر تم ان چیزوں

کی بقا چاہتے ہوتو جنگ سے گریز کرو ورنہ ہمارے اور تمھارے ساتھ یہ چیزیں بھی مٹ جائیں گی۔

(۱۹) وَ مَنْ حَجَّ بَيْتَ اللهِ مِنْ كُلِّ رَاكِبٍ وَ مِنْ كُلِّ ذِيْ نَذْرٍ وَ مِنْ كُلِّ رَاجِلِ

اور ان تمام لوگوں کی خاطر جو حج بیت اللہ ادا کرنے کے لیے سوار ہو کر مختلف سواریوں پر ہر جانب سے آتے ہیں اور ہر اس شخص کی خاطر جو نذر پوری کرنے کے لیے خانۂ کعبہ کا قصد کرتا ہے اور ہر وہ شخص جو پیادہ پا اس جانب رُخ کرتا ہے۔

حج کے لفظی معنی ہیں ارادہ کرنا لیکن اصطلاح شریعت میں ماہ ذی الحجہ میں ارکان حج بجالانے کے ارادے کو "حج" کہا جاتا ہے۔

راکب۔ سواری پر، راجل پیادہ پا

(۲۰) وَ بِالْمَشْعَرِ الْاَقْصٰى اِذَا عَمَدُوْا لَهٗ اِلَالَ اِلٰى مَفْضَى الشِّرَاجِ الْقَوَابِلِ

اور اس مشعر اقصٰی یعنی مقام عرفات کی خاطر جب حاجی اس طرف روانہ ہوتا ہے الال کی پہاڑی کی طرف حج کرنے والے بڑھتے ہیں اور ساری وادی میں پھیل جاتے ہیں۔

مَشعر۔ مناسک حج کی جگہ کو کہا جاتا ہے مشعر اقصٰی سے مراد عرفہ ہے۔

اِلَال کتاب کا ہم وزن ہے وہ پہاڑ جس پر امام کھڑا ہوتا ہے اور وہ عَلَمِیَّت کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

جریر نے کہا ہے:

یَزُرْنَ اِلَالًا سَیْرُهُنَّ التَّدَافُعُ

اسے "اِلَال" اس لیے کہا جاتا ہے کہ حجاج کرام اس کو دیکھ کر اس جانب تیزی سے آنے کی جدوجہد کرتے ہیں تاکہ موقف تک پہنچ سکیں اور مفضی الشی اس کی انتہا کو کہتے ہیں شراج شرج کی جمع ہے۔ پہاڑیوں کے درمیان بہنے والا نالہ قوابل جو ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں۔

(۲۱) وَ تُوْقَافِهِمْ فَوْقَ الْجِبَالِ عَشِيَّةً يُقِيْمُوْنَ بِالْاَيْدِيْ صُدُوْرَ الرَّوَاحِلِ

اور رات کے ہنگام حاجیوں کے جبل عرفات پر ٹھہرنے اور قیام کرنے کی خاطر جب کہ وہ اپنے ہاتھوں سے

اپنی سواریوں کے سینوں کو اٹھاتے یا سیدھا کرتے ہیں یعنی جب وہ عرفات سے مزدلفہ جانے کی تیاری کرتے ہیں۔

توقاف مصدر ہے بہ معنی وقوف جیسے تذکار۔ رواحل راحلہ کی جمع ہے اور راحلة میں "ت" مبالغہ کے لیے آئی ہے سفر کے لیے طاقت ور اونٹ اس میں نر و مادہ برابر ہیں۔

(۲۲) وَ لَيْلَةِ جَمْعٍ وَ الْمَنَازِلِ مِنْ مِنًى　　وَ مَا فَوْقَهَا مِنْ حُرْمَةٍ وَ مَنَازِلِ

اور مزدلفہ میں رات کے وقت فجر تک جمع ہونے کی خاطر نیز مقام منٰی پر منزل کرنے کی خاطر، کیا ان حرمتوں اور عظمتوں سے بڑھ کر کچھ اور ہے؟ میں جس کی طرف تمھاری توجہ مبذول کراؤں ان منازل کی حرمت سے بڑھ کر کوئی حرمت نہیں اور ان منازل سے بڑھ کر کسی منزل کا احترام نہیں۔

ومافوقھا میں ایک روایت وھل فوقھا بھی ہے اور استفہام نفی کے معنی دے رہا ہے۔

(۲۳) وَ جَمْعٍ إِذَا مَا الْمُقْرَبَاتُ أَجَزْنَهُ　　سِرَاعاً كَمَا يَخْرُجْنَ مِنْ وَقْعِ وَابِلِ

اور بعض مصادر میں "یخرجن" کی جگہ "یفزعن" ہے۔

اور حاجیوں کا وہ جم غفیر (اجتماع) یا پیادہ چلنے والے مجمع کی خاطر جس کے آگے آگے عمدہ گھوڑے فرائے بھرتے نکل جاتے ہیں جیسے وہ بڑی بڑی بوندوں والی موسلا دھار بارش سے ڈر کر بھاگ رہے ہوں۔

مُقْرَبَات مُقْرِبہ یا مُقْرَبَہ کی جمع ہے عمدہ گھوڑا جس کی خوبی کے سبب تھان قریب بنایا جائے۔

اجزنه راستہ طے کرنا کہا جاتا ہے جزت الوادی وادی کو طے کیا سِرَاعاً تیزی سے گزر گیا وقع وابل بڑی بڑی بوندوں کی بارش کا ہونا۔ موسلا دھار بارش۔

(۲۴) وَ بِالْجَمْرَةِ الْكُبْرَى إِذَا صَمَدُوْا لَهَا　　يَؤُمُّوْنَ قَذْفًا رَاسَهَا بِالْجَنَادِلِ

اور اسی طرح جمرۂ کبریٰ یعنی بڑے شیطان کی خاطر جب اس کی جانب قصد کرتے ہیں تاکہ حج کرنے والے اس کے سر کو کنکریاں مار کر سنگسار کریں۔

الجمرة منٰی میں رمی الجمار کی جگہ کنکریاں مارنے کی جگہ جمرۂ کبری سے جمرۂ عقبہ یعنی بڑا شیطان مراد ہے ابن مسعود کی ایک روایت ہے کہ وہ جمرۂ عقبہ تک پہنچے اور انھوں نے خانہ کعبہ کو اپنے بائیں طرف رکھا

اور منیٰ کو دائیں جانب اور سات کنکریاں ماریں اور وہیں پر جمرۂ وسطیٰ بھی موجود ہے صمدوا کے معنی ہیں قصد واراد کیا، قذفا رمیا پھینکنا اس الشئی اس کی جانب جنادل جندل کی جمع ہے بروزن "جعفر" اس کے معنی ہیں بڑا پتھر یہاں کنکریاں مراد ہیں۔

(۲۵) وَ كِنْدَةَ اِذْ تَرْمِي الْجِمَارَ عَشِيَّةً تُجِيْزُ بِهَا حُجَّاجُ بَكْرِ بْنِ وَائِلِ

بعض نسخوں میں یہ شعر اس طرح ہے:

"وَ كِنْدَةَ اِذْ هُمْ" بِالْحِصَابِ عَشِيَّةً تُجِيْزُ بِهِمْ حُجَّاجُ بَكْرِ بْنِ وَائِلِ

اور قبیلۂ کندہ کو دیکھو جب شام کے وقت وہ رمی الجمرات کے لیے وہاں سے گزرے اور قبیلۂ بکر بن وائل کے حاجی حضرات کا بھی گزر وہاں سے ہوا۔

کندہ قبیلہ کا نام ہے اس کے افراد کی کثرت کے سبب خصوصیت کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے اور یہ قبیلہ منسوب ہے کندہ بن عضیر بن عدی بن الحارث جن کا تعلق کہلان سے ہے بکر بن وائل مشہور قبیلہ ہے جس کا تعلق ربیعہ بن نزاز سے ہے۔

حصاب کو محصب کہا جاتا ہے رمی الجمرات کی جگہ

(۲۶) حَلِيْفَانِ شَدَّا عَقْدَ مَا احْتَلَفَا لَهُ وَرَدَّا عَلَيْهِ عَاطِفَاتِ الْوَسَائِلِ

اور بعض مصادر میں الوسائل کی جگہ "الذلائل" ہے۔

چوں کہ یہ دونوں قبائل یعنی کندہ اور بکر بن وائل ایک دوسرے کے حلیف تھے لہٰذا انھوں نے اپنے معاہدۂ حلف کو اور بھی مضبوط اور مستحکم بنایا اور ایسے اسباب فراہم کیے جس سے ملاطفت اور قربت میں مزید اضافہ ہو۔

حلیف حریف کی ضد ہے، اتحادی

شدّاً۔ باندھا مضبوط کیا

عقد۔ گرہ، معاہدہ۔

عاطفات عاطفہ کی جمع رحم وشفقت کا جذبہ مہربانی۔ وسائل وسیلہ کی جمع۔

(۲۷) وَ حَطْمِهِمُ سُمْرَ الرِّمَاحِ مَعَ الظُّبٰى وَ اِنْفَاذِهِمُ مَا يَنْتَقِيْ كُلُّ نَابِلِ

بعض مصادر میں یہ شعر اس طرح ہے۔

وَ حَطْمِهِمْ سُمْرَ الرِّمَاحِ مَعَ الظُّبٰى وَ اِنْفَاذِهِمُ مَا يَتَّقِيْ كُلُّ نَابِلِ

ان معاہدوں کو گندم گوں نیزے اور تلواروں کی دھار توڑ سکتی ہے اور جب تک ماہر تیرانداز موجود ہیں کوئی بھی ہمارے عہد و پیمان کو باطل نہیں کرسکتا۔

حطم: توڑنا، حطّ۔ گرانا، شکست دینا، بھگا دینا۔ اِنْفَاذهم۔ افناؤهم

سمر اسمر کی جمع ہے نیزے۔ النّابل من مَعَه النّبل (جس کے پاس عربی تیر ہوں)

رماح رُمح کی جمع جنگ کا آلہ۔ نیزہ۔

کسروا بینهم رمحا وہ برسرِ پیکار ہیں۔

الظُّبٰى ظبّه کی جمع تلوار یا نیزے کی دھار نابل تیرانداز اور تیر ساز

الحاذق بالنبل ماہر تیرانداز يَنْتَقِي۔ چن لینا چھانٹ لینا منتخب کرنا۔

(۲۸) وَ مَشْيِهِمُ حَوْلَ الْبَسَالِ وَ سَرْحِهٖ وَ سَلْمِيّهٖ وَخْدَ النَّعَامِ الْجَوَافِلِ

اور ذرا دیکھوان کا بسال کے اردگرد چلنا اور نباتات کا پامال کرنا جیسے شتر مرغ تیز تیز چلا کرتے ہیں۔

بعض مصادر میں وسَلْمِيّهٖ کی جگہ "وَشِبْرِقِهٖ" ہے اس شعر میں اونٹوں کے تیز تیز چلنے کو اور گزرگاہ سے نباتات کے پامال ہونے اور درختوں کے ٹوٹنے کا ذکر کیا ہے۔

بسال۔ کسی جگہ کا نام ہے

سرح بڑا درخت یا ہر کانٹے دار درخت مراد ہے۔

سَلْمٰى۔ نبات وَخْدَ النّعام۔ شتر مرغ کا چلنا اور نَعام اونٹوں کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے نَعام کا واحد نَعامه ہے شتر مرغ اور نَعَم جس کی جمع اَنْعام و نُعمان اور جمع الجمع اناعیم ہے چوپایہ خصوصاً اونٹ کو کہا جاتا ہے

اَلْجَوَافِلُ جَافِلَة کی جمع ہے تیز چلنے والے سریع السیر

ان تینوں اشعار میں حضرت ابوطالبؑ کسی خاص واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس میں دو حلیف قبیلوں نے بعض ناخوش گوار واقعات کے باوجود اپنے معاہدۂ دوستی کو باقی رکھا اور ان سے جنگ وجدال نہیں کی لہٰذا آپ قریش کو متوجہ کرتے ہیں کہ تم ان سے سبق لو اور اپنے معاہدوں کی پاس داری کرو اور اسلام دشمنی کی وجہ سے اپنے عہد وپیمان سے روگردانی نہ کرو اور معاہدوں کو پس پشت نہ ڈالو۔

(۲۹) فَهَلْ بَعْدَ هٰذَا مِنْ مَعَاذٍ لِعَائِذٍ وَ هَلْ مِنْ مُعِيْذٍ يَتَّقِي اللهَ عَادِلِ

کیا اس کے بعد بھی پناہ حاصل کرنے والوں کے لیے کوئی اور جائے پناہ ہے جہاں پر جا کر وہ پناہ حاصل کریں اور کوئی پناہ دینے والا ایسا ہے جو اللہ سے بھی ڈرتا ہوں اور انصاف پسند ہو۔ یعنی پناہ لینے والے نے جہاں پناہ طلب کی ہے اس کے بعد کوئی پناہ دینے والا نہیں ہے۔

بعض مصادر میں فهل بعد هذا کی جگہ فهل فوق هذا ہے

مَعَاذ جائے پناہ۔ عائذ پناہ طلب کرنے والا۔ معیذ پناہ دینے والا

هل بعد هذا میں استفہام انکاری ہے۔

(۳۰) يُطَاعُ بِنَا الْاَعْدَاءُ وَدُّوْا لَوْ اِنَّنَا تُسَدُّ بِنَا اَبْوَابُ تُرْكٍ وَ كَابُلِ

کیا ہمارے بارے میں دشمنوں کی بات تسلیم کی جاتی ہے وہ دشمن یہ چاہتے ہیں کہ ہم پر ترک اور کابل کے دروازے بھی بند کر دیے جائیں۔ ہمارے دشمن یہ چاہتے ہیں کہ ہم حجاز سے ان دونوں شہروں میں چلے جائیں اور پھر اپنے وطن واپس آنا نصیب نہ ہو قریب کے علاقے تو کہاں دور دراز کے علاقوں کے دروازے بھی ہم پر بند کر دیے جائیں اور ہمیں کہیں بھی پناہ نہ ملے۔

ترک۔ ترکی اور کابل افغانستان کا شہر۔

(۳۱) كَذَبْتُمْ وَ بَيْتِ اللهِ نَتْرُكُ مَكَّةَ وَ نُظْعِنُ اِلَّا اَمْرُكُمْ فِي بَلَابِلِ

قسم ہے خانۂ خدا کی تم نے جھوٹ کہا کہ ہم مکہ (مکرمہ) کو ترک کر دیں گے اور وہاں سے کوچ کر جائیں گے ایسا ہرگز نہیں ہوگا البتہ تم غم وھم میں مبتلا ہوگے اور تمھیں حزن وملال سے دو چار ہونا پڑے گا۔

"و" قسم کے لیے آیا ہے اور "نترك مكة" جواب قسم ہے اگر ہم لفظ "لا" کو مقدر مانیں گے قرآن مجید میں اس کی مثال موجود ہے تالله تفتأ (یوسف ۸۵) دراصل تالله لاتفتا ہے۔

کذبتم یعنی بطل املکم تمھاری آرزوئیں خاک میں مل گئیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول میں ہے

أُنظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ (۲۴ انعام ۶)

دیکھیے انھوں نے کس طرح اپنے آپ کو جھٹلایا اور وہاں اُن کے سارے بناوٹی معبود گم ہو گئے۔

(۳۲) كَذَبْتُمْ وَ بَيْتِ اللهِ نُبْزِيَ مُحَمَّدًا ۔۔۔ وَ لَمَّا نُطَاعِنْ دُونَهُ وَ نُنَاضِلِ

اور بیت اللہ کی قسم تم نے غلط سمجھا ہے اور جھوٹ کہا ہے کہ حضرت محمدؐ کو ہم سے زبردستی چھینا جا سکتا ہے نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا جب تک ہم محمدؐ کے سامنے نیزہ بازی اور تیراندازی کرتے ہوئے اپنی جانیں ان پر نچھاور نہ کر دیں۔ ہمارے جیتے جی ایسا نہیں ہوسکتا۔ بعض نسخوں میں "نناصل" کی جگہ "نناضل" ہے۔ تیر پھینکنا۔

"و" قسم کے لیے آیا ہے اور نبزی محمداً جواب قسم ہے اور لائے نافیہ کو مقدر ماننا ہوگا اور محمداً نزع خافض کی بنا پر منصوب ہے۔

نطاعن طعن سے نکلا ہے یعنی نیزہ زنی نناصِل "نصل" سے ہے تیر و پیکان۔ اس کا مفہوم ہے ہم تلواروں سے جنگ کریں گے۔

(۳۳) أَبَيْتُ بِحَمْدِ اللهِ تَرْكَ مُحَمَّدٍ ۔۔۔ بِمَكَّةَ أُسْلِمُهُ لِشَرِّ الْقَبَائِلِ

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے خداوند عالم کے فضل و کرم سے میں نے محمدؐ کا ساتھ چھوڑنے سے انکار کر دیا یہ کہ میں انھیں مکہ میں تنہا چھوڑ کر چلا جاؤں اور انھیں بدترین قبیلوں کے سپرد کردوں۔ حضرت ابو طالبؑ حمایت پیغمبر اکرمؐ پر شکر رب ادا کر رہے ہیں۔

أبیت۔ میں نے انکار کیا ہے اسلمه۔ انھیں سپرد کردوں۔ شر بدترین۔

(۳۴) وَ قَالَ لِيَ الْأَعْدَاءُ قَاتِلْ عُصَابَةً ۔۔۔ أَطَاعُوهُ وَابْغِهِ جَمِيعَ الْغَوَائِلِ

ابو طالبؑ فرماتے ہیں: اور مجھ سے دشمنوں نے کہا کہ تم اس جماعت سے قتال کرو جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی اطاعت کی ہے اور انھیں ہلاکت اور مصیبت سے دو چار کر دو۔

یہ دو شعر کتاب ایمان ابی طالب/ ۳۷ میں ہیں۔

(۳۵) نُقِيمِ عَلَى نَصْرِ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ نُقَاتِلُ عَنْهُ بِالظُّبَى وَ الْعَوَاسِلِ

ہم نے جواباً کہا کہ ہم نبی اکرم حضرت محمد ﷺ کی نصرت اور حمایت پر ڈٹے اور جمے رہیں گے اور ان کے لیے ہم تلوار کی دھاروں اور نیزوں کی انیوں سے قتال کرتے رہیں گے۔

العواسل۔الرّماح۔نیزے

اور یہ شعر مجمع البیان ۴/ ۸۲۸ میں اس طرح ہے۔

أُقِيمُ عَلَى نَصْرِ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ أُقَاتِلُ عَنْهُ بِالْقَنَا وَ الْقَنَابِلِ

میں اللہ کے نبی حضرت محمد ﷺ کی نصرت وحمایت پر جما اور ڈٹا رہوں گا اور ان کی خاطر نیزوں اور گھوڑوں اور انسانوں کی جماعت کے ساتھ دشمنوں سے قتال کرتا رہوں گا۔

القنا جمع ہے القناۃ کی نیزہ القنابل قُنْبُلَة کی جمع ہے جس کے معنی میں اَلطَّائِفَة یعنی لوگوں کی جماعت یا گھوڑوں کا گروہ اور ایمان ابوطالب/ ۳۸ میں القنابل کی جگہ النوابل ہے یعنی باریک نیزے۔

(۳۶) وَ نُسْلِمُهُ حَتَّى نُصَرَّعَ حَوْلَه وَ نَذْهَلَ عَنْ اَبْنَائِنَا وَ الْحَلَائِلِ

اور تم لوگوں نے یہ غلط سمجھ رکھا ہے کہ ہم محمدؐ کو تمھارے حوالے کر دیں گے نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، جب تک ہم لوگ ان کا دفاع کرتے ہوئے ان کے ارد گرد لڑتے لڑتے گرا نہ دیے جائیں اور اپنے ہوش وحواس نہ کھو بیٹھیں کہ ہم اپنے بیٹوں اور بیویوں کو بھی بھول جائیں نسلمه یعنی لا نسلمه ہم ہرگز سپرد نہ کریں گے۔

نصرع زمین پر پچھاڑ دیے جائیں نذھل ہم غافل ہو جائیں "الحلائل" جمع "حلیلة" یعنی زوجہ

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ہرگز ہرگز حضرت محمد ﷺ کو قریش کے سپرد نہیں کریں گے یہاں تک کہ شدید جنگ وجدال کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے اور ان کی حفاظت کرتے ہوئے کشتوں کے پشتے لگ جائیں اور ہم جنگ میں ایسے مگن ہوں کہ اپنے بیوی بچوں تک کو بھول جائیں اور ان کی طرف کوئی توجہ نہ دیں خواہ وہ ہلاک ہو جائیں۔

(۳۷) وَ يَنْهَضُ قَوْمٌ فِي الْحَدِيْدِ اِلَيْكُمْ نُهُوْضَ الرَّوَايَا تَحْتَ ذَاتِ الصَّلَاصِلِ

"الروایا" "راویة" کی جمع ہے وہ اونٹ یا خچر یا گدھا جس پر سیراب کرنے کے لیے پانی لادا جاتا ہے۔

"الصلاصل" "صلصلة" کی جمع ہے پانی کی بڑی مشک میں پانی کا بچ رہنا۔

حضرت ابوطالبؑ فرماتے ہیں کہ قوم کے افراد تمھاری طرف لوہے کا وزن اٹھاتے ہوئے اس طرح حملہ آور ہوں گے کہ ان کی آواز سنائی دے گی جیسے پانی کی آواز مشکوں میں سنائی دیتی ہے۔

(۳۸) وَ حَتّٰى نَرَى ذَا الضِّغْنِ يَرْكَبُ رَدْعَهٗ مِنَ الطَّعْنِ فِعْلَ الْاَنْكَبِ الْمُتَحَامِلِ

اور یہاں تک کہ کینہ پرور شخص کو تم دیکھو گے کہ وہ منہ کے بل گرا ہوا اپنے خون میں لت پت ہے نیزہ زنی کے سبب اس اونٹ کی مانند جو وزن اٹھائے ہوئے کندھے کے درد کی وجہ سے ایک طرف جھک کر چل رہا ہے۔

الضغن، کینہ۔ یرکب ردعہ سر کے بل گرے گا۔

الطعن۔ نیزہ زنی

الردع۔ خون میں لتھڑنا، خون کا نشان اور زعفران

انکب وہ اونٹ جس کے کندھے میں درد ہو جو ایک جانب جھک جائے۔

(۳۹) وَ اِنَّا لَعَمْرُ اللّٰهِ اِنْ جَدَّ مَا اَرٰى لَتَلْتَبِسَنْ اَسْيَافُنَا بِالْاَمَاثِلِ

اگر یہ بغض و عناد جاری رہا جسے میں دیکھ رہا ہوں تو میری حیات کی قسم! ہماری تلواریں تمھارے اشراف و افاضل کی گردنیں اڑا کر انھیں خاک و خون میں غلطاں کر دیں گی۔

جَدَّ پورا ہو گیا۔ متحقق ہو گیا۔ لعمر اللہ۔ جان کی قسم التباس۔ اختلاط

اماثل امثل کی جمع ہے قوم کا شریف اور صاحب شرف فرد

کتاب دلائل الاعجاز میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مقتولین بدر کو پچھڑا ہوا زمین پر لیٹا ہوا پایا تو حضرت ابوبکر سے مخاطب ہو کر کہا کہ اگر اس وقت حضرت ابوطالبؑ زندہ ہوتے تو وہ جان لیتے کہ ہماری تلواروں نے بڑے بڑے سورماؤں اور اشراف قریش کو خاک و خون میں غلطاں کر دیا ہے اور یہ ابوطالبؑ کے قول کی تعبیر

كَذَبْتُمْ وَ بَيْتِ اللهِ اِنَّ جَدَّ مَا اَرٰى
لَتَلْتَبِسَنْ اَسْيَافُنَا بِالْاَمَاثِلِ

میں جو کچھ بغض و عناد دیکھ رہا ہوں اگر اس میں دوام پیدا ہوگیا اور وہ جاری و ساری رہا تو میری زندگی کی قسم ہماری تلواریں تمھارے اشراف و افاضل کی گردنیں اڑانے سے گریز نہیں کریں گی۔

(۴۰) بِكَفَّيْ فَتىً مِثْلَ الشِّهَابِ سَمَيْدَعٍ — اَخِيْ ثِقَةٍ حَامِيْ الْحَقِيْقَةِ بَاسِلِ

اور ہماری یہ تلواریں ایسے بہادروں اور دلیروں کے ہاتھوں میں ہوں گی جو شہاب ثاقب کی طرح دشمنوں پر جھپٹ پڑیں گے جو قابلِ اعتماد ہوں گے اور حق و حقیقت کی حمایت کرنے والے ہوں گے اور ایسے شجاع ہوں گے جنھیں کوئی شکست نہ دے سکے گا۔

کفی۔ دونوں ہاتھوں میں۔ فتیٰ جوان، شھاب۔ روشن ستارہ
سمیدع فیاض، سیّد کریم اور شریف اخو ثقة۔ معتبر فرد کے ساتھ عرب کے لوگ جب بھی کوئی کسی کے ساتھ مسلسل بکثرت رہتا ہے تو کہتے ہیں جو فیاض اور اخا الباسل ایسا شجاع جو نا قابل شکست ہو۔

(۴۱) مِنَ السِّرِّ مِنْ فَرْعَيْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ — مَنِيْعُ الْحِمىٰ عِنْدَ الْوَغىٰ غَيْرُ وَاكِلِ

آنحضرت ﷺ لوی بن غالب کے خاندان سے اور ان کے اصل اور شریف لوگوں میں سے ہیں جنگ و جدال کے ہنگام وہ مکمل طور سے حفاظت کا انتظام کرتے ہیں اور مضبوط و طاقت ور ہیں وہ کسی کے سامنے عاجز اور شکست خوردہ نہیں ہیں۔

السّر۔ عمدہ اور پسندیدہ، اصل اور حقیقت اور ہر چیز کا درمیانہ حصہ
فَرْعَيْ لُؤَي: فرعی لوی کی دو شاخیں ماں باپ دونوں کی جانب سے لوی سے آنحضرتؐ کا خاندان جا ملتا ہے۔

لوی بن غالب ماں باپ دونوں کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے جدِّ مکرم ہیں (زهرة الادباء للنقدی)

وغی کے معنی ہیں جنگ۔ الواکل یعنی عاجز

(۴۲) شُهُوراً وَ اَیَّامًا وَ حَوْلًا مُجَرَّمًا عَلَیْنَا وَ تَاتِیْ حِجَّةٌ بَعْدَ قَابِلِ

ہماری جنگ سالہا سال سے پورے سال اور پھر اس کے بعد آنے والے سالوں دنوں اور مہینوں تک جاری رہے گی دن مہینوں میں اور مہینے سالوں میں تبدیل ہو جائیں گے۔ اور پھر کئی کئی سال تک جنگ جاری رہے گی۔

المجرّم۔ مکمل اور کامل الحجة۔ سن وسال قابل۔ آنے والا سال

(۴۳) وَ مَا تَرْكُ قَوْمٍ لَا اَبَا لَكَ سَیِّدًا یَحُوْطُ الذِّمَارَ غَیْرَ ذَرْبٍ مُوَاكِلِ

کیا قوم اپنے سردار کو چھوڑ دے گی تم مجہول النسب ایسا کیوں سوچ رہے ہو؟ انھوں نے اپنے سردار سے جو عہد و پیمان کر رکھا ہے اس کی رعایت کریں گے اور ہر مشکل موقع پر کسی دوسرے پر توکل نہیں کریں گے۔

مبرد نے اپنی کتاب کامل میں لکھا ہے کہ عربوں کا قول "لا ابا لک" مدح وذم سے کنایہ ہے مدح کی صورت یہ ہے کہ باپ کی نفی کر کے ممدوح کے نظیر کی نفی کرتا ہے کہ تیرے جیسا تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا اور ذم کی صورت میں کنایہ ہے کہ یہ مجہول النسب ہے۔

یحوط۔ حفاظت کرتا ہے۔ الذمار۔ انسان پر جس کی حفاظت لازم ہے۔

ذرب۔ فاسد۔ المواکل ایسا عاجز جو اپنے امور لوگوں کے سپرد کر دے۔

(۴۴) وَ اَبْیَضَّ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ

اس شعر میں آنحضرت ﷺ کی مدح سرائی اس طرح کی گئی ہے کہ آپ شریف النسب ہیں اعلیٰ خاندان کے مالک اور وجیہ وشکیل ہیں ان کے چہرے کی وساطت سے بارش کی دعا طلب کی جاتی ہے آپ یتیموں کے والی اور بیواؤں کی پناہ گاہ ہیں۔

ابیض سے مراد ہے کریم النسب اعلیٰ نسب والا۔ الغمام۔ بادل۔ ثمال پناہ گاہ جس طرف پناہ لی جائے

ارامل ارملہ کی جمع ہے وہ عورت جس کا شوہر مر گیا ہو یعنی بیوہ کبھی کبھی یہ ان مردوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جن کی بیویاں مر جائیں (لسان العرب ۵/۳۲۱)

ثِمَالُ الْیَتَامٰی اور عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ کہہ کر آنحضرت کے اوصاف حمیدہ کا ذکر کیا ہے۔

شہرستانی نے ملل والنحل میں ۲/۲۴۹ میں ذکر کیا ہے:

"جب اہلِ مکہ قحط سالی کا شکار ہو گئے اور سلسلۂ باراں دو سال تک رک گیا تو حضرت ابوطالبؑ نے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ وہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کو لے کر آئیں وہ انھیں لے کر آئے آنحضرت اس وقت شیر خوار بچے تھے کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے حضرت ابوطالبؑ نے انھیں اپنے ہاتھوں میں لیا اور انھیں آسماں کی طرف اچھالا اور فرمایا:

یَارَبِّ بِحَقِّ هٰذَا الْغُلَامِ

اے رب اس بچے کا واسطہ۔

اور اسی طرح دوسری اور تیسری دفعہ اچھالا اور وہ فرما رہے تھے:

یَارَبِّ بِحَقِّ هٰذَا الْغُلَامِ اِسْقِنَا غَیْثًا مُغِیْثًا دَائِمًا هَاطِلًا۔

اے پروردگار اس بچے کا واسطہ تو ہمیں سیراب کر ایسے بادل سے جو پانی سے بھرا ہوا ہو مسلسل اور موسلا دھار بارش ہو۔

ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ آسمان میں بادل نمودار ہوئے اور بارش کا سلسلہ جاری ہو گیا یہاں تک کہ مسجد الحرام کے بارے میں لوگوں کو خوف لاحق ہوا۔ حضرت ابوطالبؑ نے اس شعر میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔"

محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے کتاب الاستقاء کے ذیل میں تیسرے بَابُ سُؤَالِ النَّاسِ الْإِمَامَ الْاِسْتِسْقَاءِ إِذَا قَحَطُوْا میں دو حدیثیں نقل کی ہیں۔

حدیث نمبر ۱۰۰۸۔

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ حدثنا أَبُوْ قُتَيْبَةَ، قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِاللهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ، يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ أَبِي طَالِبٍ

وَ اَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ

ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ

دوسری حدیث نمبر ۱۰۰۹،

وَ قَالَ عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ: حَدَّثَنَا سَالِمٌ، عَنْ أَبِيْهِ: رُبَّمَا ذَكَرْتُ قَوْلَ الشَّاعِرِ وَ أَنَا أَنْظُرُ إِلٰى وَجْهِ

النَّبِيِّ يَسْتَسْقِي وَمَا يَنْزِلُ حَتّٰى يَجِيْشَ كُلُّ مِيْزَابٍ.

یہ شعر حضرت ابوطالبؑ کی بصیرت اور فراست پر دلالت کرتا ہے کیا انھیں پہلے ہی سے یہ علم تھا کہ یہ نونہال جو ابھی گہوارے میں شیر خوار ہے بڑے ہو کر منصب نبوت و رسالت پر فائز ہوگا اور پوری دنیا کے لیے رحمت و رافت کا سبب بنے گا۔

یہ بھی احتمال ہے کہ یہ شعر اس حادثہ سے متعلق ہے جسے ابن عساکر نے جلہمہ بن عرفطہ سے روایت کیا ہے اس نے کہا کہ میں مکہ میں آیا تو کیا دیکھا کہ لوگ قحط سے دو چار ہیں قریش نے کہا:

اعمدوا اللّات والعزّیٰ

تم لات اور عزیٰ کے پاس چلے جاؤ۔

اور کسی نے کہا:

اِعْمَدُوا الْمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى.

تم تیسرے منات کا قصد کرو۔

فَقَالَ شَيْخٌ وَسِيْمٌ قَسِيْمٌ حَسَنُ الْوَجْهِ.

تو ایک صاحب جمال، شکیل و وجیہ شخص نے کہا:

حَبَّذَا الرَّاىُ اَنّٰى تُوفَكُوْنَ وَ فِيْكُمْ بَاقِيَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَ سُلَالَةُ اِسْمَاعِيْلَ قَالُوْا لَهٗ كَاَنَّكَ عَنَيْتَ اَبَاطَالِبٍ قَالَ: اِنَّهَا فَقَامُوْا بِاَجْمَعِهِمْ وَ قُمْتُ مَعَهُمْ فَدَفَعْنَا عَلَيْهِ بَابَهٗ فَخَرَجَ اِلَيْنَا رَجُلٌ حَسَنُ الْوَجْهِ مُضْفَرٌ عَلَيْهِ اِزَارٌ قَدِ اتَّشَحَ بِهٖ فَثَارُوْا اِلَيْهِ فَقَالُوْا:

یہ رائے قبول کرو تم کہاں بھٹکتے پھر رہے ہو؟ تمہارے درمیان ابراہیم علیہ السلام کی نسل کا بہترین فرد اور اسماعیل کے خاندان کا نمائندہ موجود ہے قریش کے لوگوں نے کہا: تمہاری مراد ابوطالب سے ہے؟ تو اس شخص نے جواب دیا: ہاں! ہاں وہی شخص۔ سب اٹھے اور میں بھی ان کے ساتھ روانہ ہوا ہم نے دروازہ کھٹکھٹایا تو کیا دیکھا کہ ایک خوب صورت شخص جس کے بال گندھے ہوئے تھے چلا آرہا ہے جو بہترین چادر سے خود کو لپیٹے ہوئے ہے۔ لوگ جوش و خروش سے اس کی جانب بڑھے اور کہا:

يَا اَبَاطَالِبٍ اَقْحَطَ الْوَادِيْ وَ اَجْدَبَ الْعِيَالُ فَهَلُمَّ فَاسْتَسْقِ فَقَالَ: دُوْنَكُمْ زَوَالَ

الشَّمْسِ، وَهُبُوبَ الرِّيحِ. فَلَمَّا زَاغَتِ الشَّمْسُ أَوْ كَادَتْ خَرَجَ أَبُوطَالِبٍ وَمَعَهُ غُلَامٌ كَأَنَّهُ شَمْسُ دُجَنٍ تَجَلَّتْ عَنْهُ سَحَابَةٌ قَتْمَاءُ وَحَوْلَهُ أُغَيْلِمَةٌ. فَأَخَذَهُ أَبُوطَالِبٍ، فَأَلْصَقَ ظَهْرَهُ بِالْكَعْبَةِ وَلَاذَ بِأُصْبُعِهِ الْغُلَامِ، وَبَصْبَصَتِ الْأُغَيْلِمَةُ حَوْلَهُ وِ مَا فِي السَّمَاءِ قَزَعَةٌ. فَأَقْبَلَ السَّحَابُ مِنْ هَاهُنَا وَهَاهُنَا، وَأَغْدَقَ وَاغْدَوْدَقَ، وَانْفَجَرَ لَهُ الْوَادِي، وَأَخْصَبَ الْبَادِيَ وَالنَّادِي.

اے ابوطالب! وادی میں قحط سالی کا سامنا ہے اور اہل و عیال خشک سالی کا شکار ہیں آگے بڑھیے اور طلب باراں کیجیے۔

انھوں نے فرمایا: سورج ڈھلنے اور ہواؤں کے چلنے کا انتظار کرو جب سورج ڈوب گیا یا ڈوبنے والا تھا تو ابوطالب گھر سے نکلے اور ان کے ساتھ ایک نوخیز بچہ تھا (یعنی نبی اکرمؐ تھے) یوں معلوم ہوتا تھا تاریک رات میں سورج چمک رہا ہے اور ان سے تاریکی اور گرد وغبار چھٹ گیا ہے اور اُن کے گرد اگرد لڑکے بالے ہیں ابوطالب نے انھیں پکڑا اور ان کی پشت کو کعبہ سے چپکا دیا اور اس بچے کے ذریعے بارش کی دُعا کی آسمان پر ابر کا کوئی ٹکڑا بھی نہ تھا بادل نے اِدھر اُدھر سے آنا شروع کیا اور موسلادھار بارش ہوئی وادی میں پانی بہنے لگا اور صحرا و ریگستان میں ہریالی چھا گئی۔

اسی بارے میں حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا:

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ

(مختصر تاریخ دمشق از ابن منظور۔ ج ۲، ص ۱۶۱، ۱۶۲ مطبوعہ دار الفکر)

(۴۵) يَلُوذُبِهِ الْهُلَّاكُ مِنْ آلِ هَاشِمٍ فَهُمْ عِنْدَهُ فِي نِعْمَةٍ وَ فَوَاضِلِ

بنی ہاشم کے فقراء و مساکین نادار و مفلس لوگ ان کے دامن فیض تلے پناہ حاصل کرتے ہیں اور جب وہ آنحضرتؐ کی جناب میں آتے ہیں تو ان کے لیے نعمتوں کی فراوانی ہوتی ہے اور عطایا کی بارش ہوتی ہے اور وہ ان کے سایۂ رحمت میں آ کر خوش حال ہو جاتے ہیں۔

يَلُوذُبِهِ۔ پناہ حاصل کرتے ہیں۔ الهلاك۔ یعنی فقراء و مساکین اس لفظ کا واحد هالك فواضل فاضلة کی جمع ہے گزشتہ نعمتیں ایسی نعمتیں ہیں جو کسی ایک انسان سے دوسرے تک منتقل ہوں۔

(۴٦) لَعَمْرِیْ لَقَدْ جَرٰی اُسَیْدٌ وَ بِکْرَۃٌ اِلٰی بُغْضِنَا اِذْ جَزَّآنَا لِاٰکِلِ

میری جان کی قسم! اُسید اور اس کا نوجوان بیٹا ہماری عداوت میں بہت آگے جا چکا ہے۔ان کی خواہش ہے کہ ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے دشمنوں کے لیے لقمہ تر بنا دیں یعنی ہمیں جتنا نقصان پہنچانا چاہتے ہیں وہ پہنچائیں۔

اُسید سے مراد ابن ابی العیص بن اُمیہ ہے۔ایک روایت کے مطابق بکرہ کی جگہ رھطہ ہے یعنی اس کی قوم۔بِکْرَۃ سے مراد ماں باپ کی پہلی اولاد خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی اس سے مراد عتاب بن اسید ہے۔

جزَّآنَا۔ہم نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

(۴۷) جَزَتْ رَحِمٌ عَنَّا اُسِیْدًا وَ خَالِدًا جَزَآءَ مُسِیْءٍ لَّا یُؤَخَّرُ عَاجِلِ

ہماری جانب سے ہمارے عزیز اسید و خالد کو ان کے عمل کا برا بدلہ ملے اور اس میں تاخیر نہ ہونے پائے۔

اُسید سے مراد اسید بن ابی العیص بن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہیں اور خالد اُسید کا بیٹا ہے۔جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوا تھا اور ہوسکتا ہے کہ سابقہ شعر میں "بکرہ" سے مراد اس کا بیٹا خالد ہو۔

(۴۸) وَ عُثْمَانُ لَمْ یَرْبَعْ عَلَیْنَا وَ قُنْفُذٌ وَ لٰکِنْ اَطَاعَا اَمْرَ تِلْکَ الْقَبَائِلِ

عثمان اور قنفذ نے بجائے مہربانی اور لطف کے ان قبائل کی اطاعت کرتے ہوئے جو ہمارے دشمن تھے ہم سے برا سلوک روا رکھا۔

عثمان سے مراد عبید اللہ کا فرزند ہے جو طلحہ کا بھائی ہے اور قنفذ سے مراد ابن عمیر بن جذعان ہے۔

(۴۹) اَطَاعَا بِنَا الْغَاوِیْنَ فِیْ کُلِّ وِجْهَةٍ وَ لَمْ یَرْقُبَا فِیْنَا مَقَالَةَ قَائِلِ

ان لوگوں نے ہر جانب سے ہمارے مقابلے میں گمراہ لوگوں کی بات مانی اور ہمارے بارے میں کہنے والے کی بات کی طرف کوئی توجہ مبذول نہ کی یعنی اس کی بات تسلیم نہ کی جس نے ہمارے بارے میں حق بات کہی تھی۔

بعض مصادر میں اَطَاعَا اُبَیًّا وابن عبدٍ یَغُوْهُمْ پہلا مصرع ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْزَمُوْا مَوَدَّتَنَا اَهْلَ الْبَیْتِ فَاِنَّ مَنْ لَقِیَ اللهَ وَهُوَ یَوَدُّنَا دَخَلَ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِنَا وَالَّذِیْ

نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَنْفَعُ عَبْدًا عَمَلُ عَمَلَهُ إِلَّا بِمَعْرِفَةِ حَقِّنَا.

تم ہم اہل بیت کی مودّت کو لازم قرار دو جو بھی ہماری مودت رکھتے ہوئے اللہ سے ملاقات کرے گا تو ہماری شفاعت سے وہ جنت میں جائے گا اور جس کے قبضے میں میری جان ہے کسی شخص کو اس کا عمل فائدہ نہ دے گا سوائے ہمارے حق کی معرفت کے۔

(۵۰) كَمَا قَدْ لَقِينَا مِنْ سُبَيْعٍ وَ نَوْفَلٍ وَ كُلٌّ تَوَلّٰى مُعْرِضًا لَمْ يُجَامِلِ

جیسا کہ ہم کو سبیع اور نوفل جیسے شیطان صفت لوگوں سے اذیت اور دشمنی کا سامنا کرنا پڑا اور یہ سب کے سب ہم سے منحرف ہیں ان میں سے کوئی بھی حسنِ سلوک اور معاملات کو بہتر رکھنے پر آمادہ نہیں ہے۔

ابن ہشام نے کہا سبیع خالد کا فرزند تھا الحرث بن فہر کا بھائی اس کا نام مسلمانوں میں نہیں ملتا اور نوفل خویلد بن اُسید بن عبدالعزیٰ بن قصی کا فرزند اور حضرت خدیجہ کا بھائی تھا جو ابن العدویہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ قریش کا شیطان صفت انسان تھا حضرت علی علیہ السلام نے اُسے غزوہ بدر کے موقع پر قتل کر دیا۔

(۵۱) فَإِنْ يُلْقَيَا أَوْ يُمْكِنُ اللهُ مِنْهُمَا نَكِلْ لَهُمْ صَاعًا بِصَاعِ الْمَكَايِلِ

اگر اُن سے مڈبھیڑ ہوگئی یا اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں موقع فراہم کر دیا تو ہم انھیں ان کے کیے کا پورا پورا بدلہ دیں گے انھوں نے ہم سے جو سلوک روا رکھا تھا اور ان کا ہم سے جو رویہ اور برتاؤ تھا ہم ایک ایک چیز کا ویسا ہی بدلہ لیں گے۔

دوسرے مصادر میں دوسرے مصرع میں "ساعًا بكيلِ المكايل" ہے۔

عرب کے ہاں یہ ضرب المثل ہے كَالَ لَهُ صَاعًا بِصَاعٍ یعنی اس سے ویسا ہی معاملہ کیا جیسا اُس نے کیا تھا۔

(۵۲) وَ ذَاكَ أَبُو عَمْرٍو أَبَى غَيْرَ مُغْضَبٍ لِيُظْعِنَنَا فِي أَهْلِ شَاءٍ وَ جَامِلِ

اور اسی طرح ابوعمرو نے ہمارے غیروں کے ذریعے ہم پر دباؤ ڈالا ہے اور مسلسل ہم سے دشمنی پر آمادہ ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ ہم مکہ چھوڑ کر اپنے اونٹوں پر بیٹھ کر صحرا میں چلے جائیں۔

بعض مصادر میں "غیر بغضنا" آیا ہے اس سے مراد ابوعمرو بن امیہ ہے کہا گیا ہے کہ یہ عبدالمطلب کی کنیز کا فرزند تھا تو حضرت ابوطالبؑ کو یہ بات ناگوار گزری کہ باپ کی کنیز کا بیٹا اس قسم کی حرکت کرے۔

ابوعمرو سے مراد قرضہ بن عبدعمرو بن نوفل بن عبدمناف ہے اس کی موت حالتِ کفر پر واقع ہوئی۔

شاہ شاۃ کی جمع ہے اور جامل جمل کی جمع ہے اونٹ

(۵۳) يُنَاجِيْ بِنَا فِيْ كُلِّ مُمْسٍيْ وَ مُصْبِحِ فَنَاجِ اَبَا عَمْرٍو بِنَا ثُمَّ خَاتِلِ

یہ شخص صبح و شام ہمارے خلاف پکارتا رہتا ہے اے ابوعمرو تمھارا جو جی چاہے کرو پکارتے رہو پھر اگر تمھارا بس چلے تو ہم سے دھوکے بازی کے عمل کو جاری رکھو۔

خاتل مخاتلہ سے ہے یعنی مخادعۃ آپس میں ایک دوسرے کو دھوکا دینا یُناجی خاموشی سے پکارنا ہے ناج اباعمرو ایک طرح کی تہدید ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے "اعملوا ماشئتم" تمھارا جو جی چاہتا ہے کر گزرو۔

(۵۴) وَ يُقْسِمُنَا بِاللّٰهِ مَا اِنْ يَغُشُّنَا بَلٰى قَدْ نَرَاهُ جَهْرَةً غَيْرَ حَائِلِ

وہ ہمارے سامنے اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ ہم آپ کو دھوکہ نہیں دیں گے ایسا نہیں ہے یہ صرف زبانی دعویٰ ہے ہم تو اس کے عمل کو علانیہ دیکھ رہے ہیں اور اس بارے میں کوئی پردہ حائل نہیں ہے۔ کہ وہ مسلسل ہماری مخالفت پر کمر بستہ ہے۔

"ما ان" میں "ان" زائدہ ہے تاکید کے لیے آیا ہے۔ بلیٰ حرف ایجاب ہے اس سے مراد ابی عمرہ کے قسم کی تکذیب ہے۔

(۵۵) اَضَاقَ عَلَيْهِ بُغْضُنَا كُلَّ تَلْعَةٍ مِنَ الْاَرْضِ بَيْنَ اَخْشَبٍ فَمُجَادِلِ

ہماری دشمنی نے اس پر مکہ مکرمہ کی زمین تنگ کر دی ہے اور یہاں سے لے کر شام یا عراق کے قصور تک تمام زمینیں تنگ ہو چکی ہیں اس کے لیے کہیں پناہ نہیں ہے۔

ابن جنی کی روایت کے مطابق "و مُجَادِلِ" ہے۔

اَضَاقَ۔ جَعَلَهٗ ضَيِّقًا اس کے لیے تنگ کر دیا گیا۔ تلعة۔ بلند جگہ اور اس کی ضد ہے اَلْمُنْخَفِضُ اور اَخْشَبُ سے مراد اَلْاَخَاشِبُ مکے کے پہاڑ ہیں اور اس کی جمع اَخْشُب ہے اور مُجَادِل سے مراد اَلْقُصُوْرُ۔ محلات ہیں اس کا واحد مجدل ہے۔

گویا کہ اس کی مراد مکے کے پہاڑ اور شام یا عراق کے محلات کے درمیان میں ہے۔

(۵۶) وَسَائِلْ اَبَا الْوَلِيْدِ مَا ذَا حَبَوْتَنَا — بِسَعْيِكَ فِيْنَا مُعْرِضاً كَالْمُخَاتِلِ

ذرا ابوالولید عتبہ بن ربیعہ سے سوال کرو، پوچھو، دریافت کرو کہ تم نے ہمیں کیا کچھ عطا کیا ہے، کیا دیا ہے، بس تمھاری تو مسلسل یہ کوشش وکاوش رہی ہے کہ تم نے ہم سے روگردانی کی ہے۔ دھوکہ دہی اور دسیسہ کاری تمھارا شعار رہا ہے۔

سَائِل کے معنیٰ میں اِسْأَلْ تم سوال کرو، پوچھو۔

ابوالولید سے مراد عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہے جن کو قریش کے سربرآوردہ افراد میں شمار کیا جاتا ہے غزوۂ بدر میں وہ قتل کر دیا گیا جب کہ وہ مشرک تھا اور اس کے قتل میں حضرت عبیدہ ابن الحارث بن مطلب اور حضرت حمزہ اور حضرت علی بن ابی طالبؑ شریک وسہیم تھے۔ واقعہ اس طرح ہے کہ عتبہ نے عبیدہ سے مقابلہ کیا دونوں نے ایک دوسرے کو زخمی کر کے نڈھال کر دیا اور عتبہ نے عبیدہ کا پیر کاٹ دیا تو حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؑ اور حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے عبیدہ کی مدد کی اور عتبہ کو قتل کر دیا حضرت حمزہؓ نے غزوۂ بدر میں شیبہ بن ربیعہ کا مقابلہ کیا جو عتبہ کا بھائی تھا اور حضرت علی علیہ السلام نے ولید بن عتبہ سے مقابلہ کیا حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؑ دونوں نے اپنے مدمقابل افراد کو قتل کر دیا انھی چھ افراد کے بارے میں قرآن کریم میں یہ آیت نازل ہوئی:

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ

اسی بارے میں حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے:

فَاِنَّا قَدْ قَتَلْنَا يَوْمَ بَدْرٍ
اَبَا جَهْلٍ وَ عُتْبَةَ وَ الْوَلِيْدَا
وَ قَتَلْنَا سُرَاةَ النَّاسِ طُرّاً

بے شک ہم نے غزوۂ بدر کے موقع پر قتل کیا ابوجہل، عتبہ اور ولید کو اور ہم نے اس روز بڑے بڑے سرداران قوم کو قتل کیا تھا

وَ غُنِّمْنَا الْوَلَائِدَ وَ الْعَبِيدَا
وَ شَيْبَةَ قَدْ قَتَلْنَا يَوْمَ ذَاكُمْ
عَلَى أَثْوَابِهِ عَلَقاً جَسِيدَا
وَ مَا سِيَّانِ مَنْ هُوَ فِي جَحِيمٍ
يَكُونُ شَرَابُهُ فِيهَا صَدِيداً
وَ مَنْ هُوَ فِي الْجِنَانِ يَرِدُ فِيهَا
عَلَيْهِ الرِّزْقُ مُغْتَبِطاً حَمِيدَا

اور ہم نے نومولود اور غلاموں کو مال غنیمت میں حاصل کیا تھا اور اس روز ہم نے شیبہ کو بھی قتل کیا تھا اس کے کپڑوں پر جو نفیس اور قیمتی تھے خون جما ہوا تھا اور بالخصوص وہ جو واصل جہنم ہو گیا ہے وہاں پر اس کو گرم کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا اور جو جنتوں میں داخل ہوگا وہاں دودھ کی نہریں ہوں گی اور رزق فراواں ہوگا قابلِ رشک اور لائق ستائش زندگی ہوگی۔

(۵۷) وَكُنْتَ امْرَأً مِمَّنْ يُعَاشُ بِرَأْيِهِ وَ رَحْمَتِهِ فِينَا وَ لَسْتَ بِجَاهِلِ

تم تو ایسے فرد تھے جو صائب الرائے کہلاتا ہے جس کی رائے صائب، درست اور نہایت اہمیت کی حامل ہوتی ہے جس کی رائے زندگی اور حیات کا سبب بنتی ہے اور تم سے تو ہمارا خونی رشتہ تھا اور تم ہمارے شرف وفضیلت سے ناآشنا نہ تھے اس شعر میں یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اے عتبہ ہم تم کو منفعت بخش رائے کا مالک اور رشتہ کی اہمیت سے واقف اور ہماری فضیلت سے آشنا سمجھتے تھے کیا ہی اچھا ہوتا کہ تم بہترین امر کی کوشش کرتے۔

عتبہ قریش کی بھاری بھرکم شخصیت تھی اس کی اطاعت کی جاتی تھی وہ لوگوں پر مہربان تھا قریش جب بدر میں جنگ کی غرض سے آئے تھے تو اس کی رائے یہ تھی کہ جنگ نہ کی جائے اور قریش واپس چلے جائیں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کو غزوۂ بدر کے موقع پر دیکھا اور اُن کے درمیان عتبہ بن ربیعہ سرخ اونٹ پر سوار تھا اسے دیکھ کر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا تھا:

اِنْ یَّكُنْ وَاحِدٌ مِّنَ الْقَوْمِ خَيْرٌ فَعِنْدَ صَاحِبِ الْجَمَلِ الْاَحْمَرِ اَنْ يُطِيْعُوْا يَرْشُدُوْا وَلٰكِنْ جَانَبُوْا طَاعَتَهٗ فَعَدَاهُمُ الرُّشْدُ وَخَالَفُوْا رَايَهٗ فَوَقَعُوْا فِي النَّكَدِ.

قوم کے جس ایک شخص کے پاس خیر ہے وہ شخص صاحب جملِ احمر ہے لوگ اگر اس کی اطاعت کریں گے راستہ پالیں گے لیکن لوگوں نے اس کی اطاعت سے پہلوتہی کی تو ہدایت نے انھیں چھوڑ دیا اور اس کی رائے کی

مخالفت کی تو وہ دشواریوں میں پڑ گئے۔

(۵۸) فَلَسْتُ أُبَالِيهِ عَلَىٰ ذَاتِ نَفْسِهِ فَعِشْ يَا ابْنَ عَمِّيْ نَاعِمًا غَيْرَ مَاحِلِ

فی نفسہ اس کی ہستی سے مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے لہٰذا اے میرے چچا کے بیٹے تم اطمینان کے ساتھ بغیر کسی مکر وفریب کے زندگی بسر کرو۔

نَاعِماً۔ مُطْمَئِنًّا۔ مطمئن، اَلْمَاحِل، اَلْمَاکِر، مکر وفریب کرنے والا

(۵۹) وَ عُتْبَةُ لَا تَسْمَعْ بِنَا قَوْلَ كَاشِحٍ حَسُوْدٍ كَذُوْبٍ مُبْغِضٍ ذِيْ دَغَاوِلِ

اے عتبہ تم دشمنی کرنے والے کینہ ورشخص کی باتیں ہمارے بارے میں مت سنو جو حاسد ہے جھوٹا ہے، بغض و حسد رکھتا ہے آفتوں کا باعث ہے۔تمام آفتیں اسی کی وجہ سے آتی ہیں۔

عُتْبَة سے مراد عتبہ بن ربیعہ ابوالولید ہے۔

الدغاول الدّواھی: یعنی آفتیں، مصیبتیں۔ کاشح دشمنی کرنے والا۔

(۶۰) وَقَدْ خِفْتُ إِنْ لَمْ تَزْدَجِرْهُمْ وَ تَرْعَوُوْا تُلَاقِيْ وَ نَلْقِيْ مِنْكَ إِحْدَى الْبَلَابِلِ

مجھے یہ ڈر ہے اگر تم انہیں روکو گے نہیں اور تم ان کی حمایت ونصرت کرتے رہو گے تو تم اور ہم کسی بڑے معرکے میں آمنے سامنے نظر آئیں گے۔

(۶۱) وَ مَرَّ أَبُوْ سُفْيَانَ عَنِّيْ مُعْرِضًا كَأَنَّكَ قَيْلٌ فِيْ كِبَارِ الْمَحَاوِلِ

اور ابوسفیان مجھ سے اس طرح منہ پھیر کر غرور وتکبر سے گزرا جیسے کہ وہ کوئی بڑا سردار اور حکمرانوں میں سے کوئی حکمران ہو۔

بعض مصادر میں دوسرا مصرع اس طرح ہے۔ كَمَا مَرَّ قَيْلٌ مِنْ عِظَامِ الْمَقَاوِلِ

ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف، معاویہ کا باپ مراد ہے۔ اس نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا۔

ابوسفیان فتح مکہ کے موقع پر قتل کے ڈر سے مسلمان ہوا وہ حنین اور طائف کے غزوہ میں رسول اللہ کے ساتھ

تھا آنحضرتؐ نے اسے غنیمت میں سو اونٹ اور ۴۰ اوقیہ دیا تھا اور وہ مؤلفۃ القلوب افراد میں سے تھا طائف میں اس کی ایک آنکھ جاتی رہی وہ یک چشم رہا یہاں تک یرموک میں دوسری آنکھ بھی ختم ہوگئی وہ حضرت عثمان کی خلافت کے زمانے میں ۳۳ھ میں مرگیا بقیع میں دفن ہوا اس وقت اس کی عمر ۸۸ سال تھی۔

(۶۲) يَفِرُّ اِلَى نَجْدٍ وَ بَرْدِ مِيَاهِهٖ وَ يَزْعَمُ أَنِّي لَسْتُ عَنْهُمْ بِغَافِلِ

کبھی وہ نجد کی طرف راہِ فرار اختیار کرتا ہے اور کبھی اپنے ٹھنڈے کنوؤں کی طرف بھاگ کر چلا جاتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ میں ان لوگوں کی حرکتوں سے غافل نہیں ہوں۔

نجد عرب کا مشہور علاقہ جس کے اوپر تہامہ ہے اور جس کے نیچے عراق اور شام کے علاقے ہیں اور حجاز کی جانب سے سب سے پہلے ذاتِ عرق آتا ہے۔ (اب حجاز کا نام تبدیل کر کے سعودی عربیہ رکھ دیا گیا ہے)۔

بعض مصادر میں بردمیاھہ کی جگہ بردھوائہ ہے اور عنھم کی جگہ عنکم ہے۔

(۶۳) وَ اعْلَمُ اَنْ لَا غَافِلٌ عَنْ مَسَاءَةٍ كَذَاكَ الْعَدُوُّ عِنْدَ حَقٍّ وَ بَاطِلِ

اور میں جانتا ہوں کہ کوئی برائی سے غافل نہیں ہے برائی سے غفلت نہیں برتی جاسکتی یہی حال دشمن کا ہے اس کی دشمنی واضح ہے تم یہ نہ سمجھو کہ وہ حق یا باطل میں تمھاری مدد کرے گا۔

بنی امیہ اور بنی ہاشم کی دشمنی زمانۂ قدیم سے چلی آرہی تھی اور مقریزی نے اس کے اسباب کو بیان کرنے کے لیے ایک مبسوط رسالہ تحریر کیا ہے۔ کذالك العدو کی جگہ كَفَاكَ الْعَدُوّ ہے یعنی دشمن تمھارے لیے کافی ہے۔

(۶۴) فَمِيلُوا عَلَيْنَا كُلُّكُمْ اِنَّ مَيْلَكُمْ سَوَاءٌ عَلَيْنَا وَ الرِّيَاحُ بِهَاطِلِ

تم سب مل کر بھی ہمارے خلاف حملہ آور ہو جاؤ تو ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، تمہاری عداوت اور دشمنی ہمیں نقصان نہیں پہنچاسکتی، یہ تو موسلا دھا بارش کی طرح ہے جو نقصان دہ نہیں بلکہ زراعت کے لئے فائدہ مند ہے۔

سواء برابر ہے، یکساں ہے یہ "اِنَّ" کی خبر ہے ریاح ضمیر مستتر پہ معطوف ہے الرّیاح ہوائیں واحد ریح اگر بصورت جمع استعمال ہوتو رحمت کے لیے ہے يُرسل الرياح بُشْرًا اور اگر واحد تو وہ عذاب کے لیے ہے ارشاد رب العزت ہے:

كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ ۔ (۳۲۔سورہ سجدہ آیت ۲۲)

مَطَرٌ هَاطِلٌ۔ موسلا دھار بارش۔

(۲۵) وَ يُخْبِرُنَا فِعْلَ الْمُنَاصِحِ أَنَّهُ شَفِيقٌ وَ يُخْفِي عَارِمَاتِ الدَّوَاخِلِ

ابوسفیان ہمیں خبر دے رہا ہے کہ وہ ہمارا بہی خواہ ہے، خیر خواہ ہے، ہم پر نہایت مہربان اور شفیق ہے اور وہ اپنی خبیث طینت وفطرت کو چھپائے ہوئے ہے اس کی نیتوں میں فطور ہے وہ منافقت کر رہا ہے۔

بعض مصادر میں و عارقات الدّواخل ہے العاریات یعنی خبیث اور شرانگیز الدّواخل: النیّات یعنی نیتیں۔

(۲۶) أَمُطْعِمُ لَمْ اَخْذُلْكَ فِي يَوْمِ نَجْدَةٍ وَ لَا عِنْدَ تِلْكَ الْمُعْظَمَاتِ الْجَلَائِلِ

اے مطعم! آزمائش اور لڑائی کے دنوں میں ہم نے تمھیں تنہا نہیں چھوڑا اور نہ ہی اس وقت تمھیں تنہا چھوڑا تھا جب عظیم وجلیل مصیبتوں اور جنگ وجدال سے تمھارا سامنا تھا۔

مطعم سے مراد ابن عدی بن نوفل ہے جب نبی اکرم ﷺ طائف سے زخمی ہو کر آئے تھے تو اسی نے نبی کو پناہ دی تھی (الاعلام ۷/۲۵۲) النجدۃ۔ الشدۃ۔ سختی، جنگ۔

مطعم ابن عدی بن نوفل بن عبد مناف بن قصی قریش کے سرداروں اور صاحب رائے لوگوں میں سے تھا یہ وہی شخص ہے جس نے طائف سے واپسی پر نبی اکرم ﷺ کو پناہ دی تھی اس لیے کہ حضرت ابوطالبؑ کے انتقال کے بعد قریش نے رسول اللہ ﷺ کو ایسی اذیتیں دیں جو حضرت ابوطالبؑ کی زندگی میں نہیں دے سکتے تھے آنحضرتؐ طائف تشریف لے گئے تھے تاکہ ثقیف سے مدد حاصل کریں اور انھیں یہ بھی امید تھی کہ وہ پیغام رسول کو قبول کریں گے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے وہ لے کر آئے تھے ثقیف کے لوگوں نے پناہ نہیں دی آنحضرتؐ نے ان سے کہا اچھا تم اس عمل کو مخفی رکھو انھوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ ایسے کم عقل لوگوں اور غلاموں کو ابھارا جنھوں نے نبی اکرم ﷺ کو بہت اذیت پہنچائی آنحضرتؐ وہاں سے حرا تشریف لے گئے اور اخنس بن شریف کو پیغام بھیجا تاکہ وہ آنحضرتؐ کو پناہ فراہم کرے اس نے کہا کہ میں حلیف ہوں اور حلیف پناہ نہیں دے سکتا پھر آپ نے سہیل بن عمرو العامری کو پیغام بھیجا تو اس نے کہا بنی عامر بنی کعب کے خلاف پناہ نہیں دیں گے تو پھر آپ نے مطعم بن عدی

کو پیغام روانہ کیا اس نے قبول کر لیا پھر مطعم بن عدی اور اس کے اہل بیت نے ہتھیار سجائے اور مسجد الحرام آئے اس نے رسول اکرم کو پیغام بھیجا کہ وہ داخل ہو جائیں رسول اکرم نے خانۂ کعبہ کا طواف کیا اس کے قریب نماز پڑھی اور گھر کو واپس آ گئے مطعم بن عدی اور اس کی اولاد آنحضرت کے اردگرد تھے۔

اس بارے میں حسان بن ثابت کے اشعار ہیں:

وَ لَوْ اَنَّ مَجْدًا اَخْلَدَ الدَّهْرَ وَاحِدًا

مِنَ النَّاسِ اَبْقٰى مَجْدُهُ الدَّهْرَ مُطْعِمَا

(٦٧) وَ لَا يَوْمَ خَصْمٍ اِذْ اَتَوْكَ اَلَدَّةً　　اُوْلِیْ جَدَلٍ مِثْلَ الْخُصُوْمِ الْمُسَاجِلِ

اور ہم نے اس دن بھی تمھیں تنہا نہ چھوڑا تھا جب تمھارے دشمن تم سے سخت دشمنی پر اتر آئے تھے ایسے جدال کرنے والے جو تابڑ توڑ حملہ کر رہے تھے جیسے پانی کے ڈول کنویں سے نکالے جاتے ہوں۔

الخصم۔ ضد اس میں مذکر، مونث، تثنیہ، جمع ایک ہی طرح ہیں اللدّہ لدیں کی جمع ہے شدید۔

الخصومہ۔ سخت دشمنی حدیث میں آیا ہے۔ "اَبْغَضُ الرِّجَالِ اِلَی اللهِ اَلْاَلَدُّ الْخَصِم"۔

اللہ کے نزدیک بدترین اشخاص وہ ہیں جو سخت ترین دشمن ہوں۔

اَلْجَدَلُ اَللَّدَدُ فِي الْخُصُوْمَةِ　　اَلْمُسَاجَلَةُ الْمُبَارَاةُ وَالْمُنَاضَلَةُ

اور اس کی اصل ہے المساقاۃ بالسجل ڈول سے پانی بھرنا

(٦٨) أَمُطْعِمُ إِنَّ الْقَوْمَ سَامُوْكَ خُطَّةً　　وَ اِنِّيْ مَتٰى اُوْكَلْ فَلَسْتُ بِوَائِلِ

اے مطعم تمھارے اور ہمارے درمیان قرابت داری ہے اور انسان قرابت داری کا پاس کرتا ہے ڈول رسی کے بغیر نہیں رہتا ہمیں ایک دوسرے کی مدد کرنی ہوگی اگر میں ہلاک ہو گیا تو تم بھی ہلاک ہو جاؤ گے لہٰذا میری نصرت کرو تا کہ میں زندہ و سلامت رہوں اور تمھاری نصرت کرتا رہوں۔

روایہ ابن جنی میں اس طرح ہے:

وانّی متی أوکل فلستُ بآیِلِ

سَامُوك۔ کَلَّفُوك۔ الخطّۃُ۔ اَلْخَصْلَۃُ۔ عَادَتْ اوکل۔ اِذَا غَلَبَہٗ۔ وَائِل۔ وال سے ہے یعنی نجات

حاصل کرلی۔

حدیث میں آیا ہے:

امرتُ بقرية تاكل القُرىٰ یعنی مدينة منوّره

(٦٩) جَزَى اللهُ عَنَّا عَبْدَ شَمْسٍ وَ نَوْفَلًا عُقُوبَةَ شَرٍّ عَاجِلًا غَيْرَ آجِلِ

بنی عبد شمس اور نوفل نے جو ہمارے ساتھ برتاؤ کیا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ میری (ہماری) جانب سے انھیں بدترین سزا دے گا ایسی سزا جو فوراً آ کر رہے گی اور اُس میں کسی قسم کی تاخیر نہیں ہوگی۔

عبد شمس اور نوفل عبد مناف بن قصی کی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں اور عبد مناف کے چار بیٹے تھے۔ ہاشم۔ مطلب عبد شمس اور نوفل مطلب کی اولاد بنی ہاشم کے ساتھ تھی وہ ان کے ساتھ شعب ابی طالب میں بھی گئے تھے اور بنو عبد شمس اور نوفل ان کے مخالف تھے اور دیگر قبائل کے موافق تھے قریش کے قبائل ان کے خلاف تھے اسی لیے ابوطالبؑ نے ان کے لیے بددعا کی ہے۔

(٧٠) بِمِيْزَانِ قِسْطٍ لَايَخِيْسُ شَعِيْرَةً لَهٗ شَاهِدٌ مِنْ نَفْسِهٖ غَيْرُ عَائِلِ

ان دونوں کو جو سزا ملے گی وہ مبنی بر عدل ہوگی عدل کی ترازو پر تولی جائے گی اور اس میں ایک دانے کے برابر کمی نہیں ہوگی یعنی وہ جس سزا کے مستحق ہیں وہ انھیں ملے گی نہ اس میں کوئی زیادتی ہوگی اور نہ ہی کمی۔ اس پر خود ان کا نفس گواہی دے گا کہ ان پر کسی قسم کا ظلم نہیں روا رکھا گیا ہے۔

اَلْقِسْط۔ اَلْعَدْل، عدل و انصاف، لَا يَخِيْسُ، لَايَنْقُصُ۔ کم نہیں ہوگا۔ بعض مصادر میں ہے حق عادل. اَلْعَائِل، اَلْجَائِر، ظالم

شیخ طوسی نے اس بیت سے اپنی تفسیر البیان ۳/۱۰۸ میں سورہ نساء و آیت نمبر ۳ کی تفسیر الّا تعولوا کے ذیل میں بطور شاہد پیش کیا ہے۔

لفظ شاھد لسان کے معنی میں آتا ہے عربوں کا قول ہے۔

مَالِفُلَانٍ رُوَاءٌ وَلَا شَاهِدٌ یعنی لَيْسَ لَهٗ مَنْظَرٌ وَلَا لِسَانٌ۔

یعنی نہ ہی اس کا منظر حسین ہے اور نہ ہی اس کی زبان ہے۔

لفظ شعیرۃ وہ پیمانہ ہے جس سے تولا جاتا ہے۔

(۷۱) لَقَدْ سَفُهَتْ اَحْلَامُ قَوْمٍ تَبَدَّلُوْا بَنِیْ خَلَفٍ قَیْضًا بِنَا وَ الْغَیَاطِلِ

ان لوگوں کے خواب شرمندہ تعبیر رہے جنھوں نے ہماری عداوت میں بنی خلف اور بنی غیاطلہ کو اس طرح تبدیل کردیا جیسے اناج کے بدلے میں اناج یا کوئی اور معاوضہ دیا جاتا ہے۔

بنی خلف بن وھب بن حذافۃ قریش کی ایک شاخ ہے انھی میں سے امیّہ بن خلف ہے کفر کا سرغنہ، اور ابی بن خلف ہے قریش کے سرداروں میں سے پہلے کو بلال مؤذن رسول نے قتل کیا اور دوسرے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کیا جب احد کی جنگ میں اُسے زخمی کردیا وہ اسی زخم کے سبب مکہ جا کر مرگیا۔

القیض۔ معاوضہ ایک سامان لے کر دوسرا سامان دینا۔

الغَیَاطِل۔ منسوب ہیں۔ غیطلہ کی طرف بنی مرہ بن عبد مناۃ کی ایک عورت کی طرف جو زمانۂ جاہلیت میں کہانت کرتی تھی اور وہ بنوسہم بن عمرو قریش کی ایک شاخ سے تعلق رکھتے ہیں الغیاطل اس کی اصل الغیاطلہ ہے جیسے مُهَالَبَه اور مناذرہ "ت" کو ضرورت شعری کی وجہ سے حذف کردیا گیا لیکن اصل میں "ۃ" کے ساتھ آتا ہے۔

(۷۲) وَ نَحْنُ الصَّمِیْمُ مِنْ ذُؤَابَةِ هَاشِمٍ وَ آلِ قُصَیٍّ فِی الْخُطُوْبِ الْاَوَائِلِ

ہم بنی ہاشم کے سربرآوردہ افراد میں سے معزز اور خاندانی لوگ ہیں ہم قصی کی اولاد ہیں زمانۂ قدیم سے ہماری شرافت ونجابت کا سکہ جما ہوا ہے اور ہماری خوبیوں کے تذکرے زبان زد عام ہیں۔

الصمیم۔ الخالص ذؤابة۔ چوٹی ہر شے کی اعلیٰ جگہ پر یہ لفظ ذوابۃ الراس سے ہے۔

اور ہاشم عبد مناف کے فرزندان کا نام عمرو ہے اور ان کی کنیت ابونضلہ تھی اور قصی ابن کلاب بن مرۃ ہے اور ان کا نام زید اور ان کی کنیت ابوالمغیرہ تھی۔ اور وہ قصی کے نام سے مشہور ہوئے اس لیے کہ ان کی والدہ نے انھیں قضاعہ کے بلاد کی طرف اپنے قبائل سے دور کردیا تھا اور انھیں مجمع بھی کہا جاتا تھا فرمایا ہے۔

اَبُوْکُمْ قُصَیٌّ کَانَ یُدْعٰی مُجَمِّعًا بِهٖ جَمَعَ اللهُ الْقَبَائِلَ مِنْ فِهْرٍ

تمہارے باپ قصی تھے جنھیں مجمع (جمع کرنے والے، یکجا کرنے والے) کہا جاتا تھا، انھی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے خاندانِ فہر کے مختلف قبائل کو جمع کر دیا تھا۔

الخطوب۔ الامورا المھمۃ۔ اہم امور یہاں پر وہ وقت مراد ہے جن میں واقعات رونما ہوئے۔

الاوائل۔ القدیمۃ۔ زمانۂ قدیم

(۷۳) وَ كَانَ لَنَا حَوْضُ السِّقَايَةِ فِيهِمُ　　وَ نَحْنُ الذُّرَى مِنْهُمْ وَ فَوْقَ الْكَوَاهِلِ

حضرت ابوطالبؑ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ قریش کے درمیان حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت اور ذمہ داری ہمارے پاس تھی میں ہی سرداروں کا سردار اور سب سے اعلیٰ ہوں میں بلندیوں کے اس مینار پر ہوں جہاں طائر وہم وخیال بھی پرواز نہیں کر سکتا۔

السِّقَايَة۔ سِقَايَةُ الْحَاج۔ حاجیوں کو سیراب کرنا اَلذُّرٰی ذَرْوَةٌ کی جمع ہے اَعْلَى الشَّئِ کسی چیز کی بلندی الکَواھِل کاھل کی جمع ہے جس پر اعتماد کیا جائے معتمد علیہ۔

السقایہ۔ قریش حاجیوں کو انگور کا شربت پلایا کرتے تھے اور حضرت عباس بن عبدالمطلب زمانۂ جاہلیت اور اسلام میں اس کے ذمہ دار تھے۔

حدیث میں آیا ہے:

كُلُّ مَاثِرَةٍ مِنْ مَاثِرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمِيْ اِلَّا سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَسِدَانَةَ الْبَيْتِ۔

جاہلیت کے جملہ آثار جو زمانۂ قدیم سے چلے آرہے تھے میرے قدموں تلے ہیں سوائے حاجیوں کو پانی پلانے کی ذمہ داری اور خانۂ خدا کی خدمت گزاری۔

ازھری فرماتے ہیں کہ میں نے عربوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے:

فَلَانٌ كَاهِلُ بَنِيْ فُلَانٍ اَيْ عُمْدَتُهُمْ فِي الْمُلِمَّاتِ وَسَنَدُهُمْ فِي الْمُهِمَّاتِ۔

فلاں شخص فلاں کی اولاد کا کاھل ہے یعنی ان کی بھلائی کے کاموں میں ان کے لیے بہترین اور مُہمات میں اُن کے لیے مستند اور معتبر ہے۔

(۷۴) فَمَا اَدْرَكُوْا ذَحْلًا وَ لَا سَفَكُوْا دَمًا　　وَ مَا حَالَفُوْا اِلَّا شِرَارَ الْقَبَائِلِ

پہلے وہ ہمارے حلیف تھے اب جو وہ کینہ وعداوت پر تلے ہوئے ہیں اور خوں ریزی کی باتیں کر رہے ہیں اور انھوں نے بدترین قبیلوں کے ساتھ معاہدہ کر لیا ہے۔ جنھیں ہمارے ساتھ ہونا چاہئے تھا وہ ہمارے دشمنوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔

زحل۔ کینہ وعداوت جمع اذحال اور ذحول ہے

سَفَکُوا دَمًا: خون بہانا حالفوا۔ عاھدوا معاہدہ کیا۔

(۷۵) بَنِیْ اَمَةٍ مَجْنُوْنَةٍ هِنْدَکِيَّةٍ بَنِیْ جُمَحٍ عَبِيْدَ قَيْسِ بْنِ عَاقِلِ

یہ اولاد ہیں ایک کنیز کے جو دیوانی اور ہند کی رہنے والی تھی جن کا تعلق بنی جمح سے ہے جو قیس بن عاقل کے غلام ہیں ان لوگوں کی پستی نسب کو بیان کیا ہے کہ وہ ہمارے مقابلے میں کم حیثیت لوگ ہیں۔ اور اگر محبوبہ پڑھا جائے تو یہ مفہوم ہوگا کہ یہ اولاد ہیں ایک ایسی کنیز کے جو ہر ایک کی محبوبہ اور نور نظر تھی یعنی ہر جائی تھی۔

دوسرے مصادر میں مجنونة کی جگہ محبوبة

علامہ علی فہمی نے اپنی کتاب طلبة الطالب فی شرح لامیة ابی طالب میں کہا ہے انھیں عبید کہہ کر ان کے نسب کی خرابی کو بیان کیا ہے ان کی ماں کے بارے میں یہ کہا کہ وہ محبوبہ تھی یعنی اس کی عفت داغ دار تھی اور صبح الاعشیٰ میں کہا بنو جمح بن حصیص اور انھی میں سے امیہ بن خلف رسول اللہ کا دشمن تھا۔

اَلْهِنْدَکِيَّة۔ یعنی هِنْدِية ہند کی رہنے والی بنو جمح قریش کا ایک قبیلہ ہے۔ قیس بن عاقل قریش کے قدیم اشخاص میں سے تھا اور اُمّ جمح اس کی کنیز تھی۔

(۷۶) وَ سَهْمٌ وَ مَخْزُوْمٌ تَمَالَوْا وَ اَلَّبُوْا عَلَيْنَا الْعِدٰى مِنْ کُلِّ طِمْلٍ وَ خَامِلِ

اسی طرح سہم اور مخزوم قبائل کے افراد آپس میں ہماری دشمنی پر متحد ہو گئے ہیں اور انھوں نے عداوت میں ہمارے خلاف گٹھ جوڑ کر لیا ہے اوباش کمینہ صفت اور نکمے افراد کو اپنے ارد گرد اکٹھا کر لیا ہے جن میں شرافت کا نام و نشان نہیں۔

سھم۔ قریش کی ایک شاخ جس سے عمرو بن العاص ہے

مخزوم۔ سے مراد اس کی اولاد ہے اور مخزوم بن یقظہ بن مرة بن کعب اسی کے نام سے قبیلے کو شہرت ملی نہ کہ

اس کے باپ یقظہ کے نام سے، اس لیے کہ اس کی اولاد بہت زیادہ تھی۔

تَمَالُوْا۔ ای اتحدوا، متحد ہوگئے البوا۔ جَمَّعَهٗ۔ انھیں یکجا کیا۔ الطمل۔ الرجل اللَّئِیم۔ کمینہ اور بخیل شخص الرَّجُلُ الخَامِلُ۔ الساقط الذی لا نباھَۃَ لہ۔ ایسا نکما شخص جس میں شرافت نہ ہو۔

(۷۷) وَحَثَّ بَنُوْ سَهْمٍ عَلَيْنَا عَدِيَّهُم عَدِيَّ بْنِ كَعْبٍ فَاحْتَبَوْا فِي الْمَحَافِلِ

بنوسہم نے ہمارے خلاف اپنی اولاد کو ابھارا عدی بن کعب کو تو وہ محفلوں میں نہایت اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر ہمارے خلاف محاذ آرائی کے منصوبے بناتے رہے۔

عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فهر بن قریش ان کا تعلق عدنان سے ہے۔ فاحتبوا احتبی بالثوب ایڑیوں کے بل بیٹھتے وقت کمر اور پنڈلیوں کو کپڑوں سے باندھ لینا۔

(۷۸) يَعُضُّوْنَ مِنْ غَيْظٍ عَلَيْنَا أَكُفَّهُمْ بِلَا تِرَةٍ بَعْدَ الْحَنِي وَ التَّوَاصِلِ

وہ غصے کے مارے ہمارے خلاف اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹ رہے ہیں دشمنی و عداوت کے سبب جو حمایت و مدافعت اور قریبی تعلق کے بعد ظہور پذیر ہوئی۔

ترۃ۔ دشمنی، کمان کو تانت لگانا۔ حنی۔ مدافعت، حمایت۔ تواصل۔ قریبی تعلق باہمی ملاپ۔

(۷۹) وَشَائِظُ كَانَتْ فِيْ لُوَيِّ بْنِ غَالِبٍ نَفَاهُمْ اِلَيْنَا كُلُّ صَقْرٍ حُلَاحِلِ

لوی بن غالب میں سے پست اور فضول لوگوں کو شاہین صفت عظیم لوگوں نے ہماری طرف بھیج دیا ان کا رخ ہماری طرف موڑ دیا جن لوگوں کو وہ خود بھی قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

بعض مصادر میں وَشَائِظُ کی جگہ وَسَائِطُ ہے۔

وشائظ وشیظہ کی جمع ہے جس کا کسی قوم سے تعلق ہو اور وہ اُن میں سے نہ ہو۔ وشائظ پست لوگ، قوم کے فضول لوگ۔

نَفٰی۔ ابعد، دور کر دیا حُلَاحِلُ۔ السیّد الشجاع عظیم صَقر، باز، اور شاہین یُضْرَبُ بِهِ الْمَثَلُ فِی سُرْعَةِ الْحَرَكَة تیز حرکت کی بنا پر اسے بطور مثال بیان کیا جاتا ہے اور انسان کی جب مدح سرائی کرنی ہو تو اس

سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

(۸۰) وَ رَهْطُ نُفَيْلٍ شَرُّ مَنْ وُطِئَ الْحِصَى   وَ أَلْأَمُ حَافٍ مِنْ مُعَدٍّ وَ نَاعِلِ

اور نفیل کی جماعت روئے زمین پر سب سے بدتر جماعت ہے اور نفیل کا خاندان بدترین خانوادہ ہے اور معد کے جو لوگ روئے زمین پر چل پھر رہے ہیں یہ تو ان سے بھی گئے گزرے ہیں اور بدطینت ہیں۔

رَهْطُ نُفَيْل نفیل کی جماعت اس کی قوم اور یہ نفیل بن عبدالعزّیٰ بن رباح ہے وطی قدموں سے روند ڈالا الحصی۔ کنکریاں اَلْاَمُ۔ مِنَ الْقَوْمِ ای ارذل۔ رذیل لوگ۔ کمینہ۔

حَافٍ، ننگے پاؤں، ناعل، جوتے پہنے ہوئے۔

(۸۱) فَعَبْدُ مَنَافٍ اَنْتُمْ خَيْرُ قَوْمِكُمْ   فَلَا تُشْرِكُوا فِيْ اَمْرِكُمْ كُلَّ وَاغِلِ

اے عبد مناف تم اپنی قوم کے بہترین افراد ہو لہٰذا اپنے معاملات میں طفیلیوں کو شریک نہ کرنا جو بن بلائے محفل شُرب میں آجاتے ہیں اور ان کا اس قبیلے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

عبد مناف سے مراد اُن کی اولاد ہے یہ قبیلۂ قریش کی چار شاخیں ہیں:

۱۔ ہاشم   ۲۔ مطلب   ۳۔ عبدِ شمس   ۴۔ نوفل

(۸۲) فَقَدْ خِفْتُ اِنْ لَمْ يُصْلِحِ اللهُ اَمْرَكُمْ   تَكُوْنُوْا كَمَا كَانَتْ اَحَادِيْثُ وَائِلِ

مجھے خوف ہے کہ اگر اللہ نے تمھارے معاملے کی اصلاح نہ کی تو تم بھی تاریخ کی صفحات میں اسی طرح گم ہو جاؤ گے جس طرح وائل گم ہو گئے احادیث بنی وائل یعنی بکر و تغلب کے واقعات کے بارے میں تاریخ بالکل خاموش ہے۔

یا اس سے مراد عاد و ثمود کے واقعات ہیں اس لیے کہ عرب ان کی روایت کیا کرتے تھے لیکن اب تاریخ ان کے بارے میں گُنگ ہے۔

(۸۳) لَعَمْرِيْ لَقَدْ وَهَنْتُمْ وَ عَجَزْتُمْ   وَ جِئْتُمْ بِاَمْرٍ مُخْطِىءٍ لِلْمَفَاصِلِ

میری جان کی قسم تم کمزور پڑ گئے ہو اور عاجز و شکست خوردہ ہو گئے ہو اور تم نے ایسا کام کیا جو تمھیں سیدھے

راستے سے بہت دور لے گیا۔

دوسرا مصرع ضرب المثل کے طور پر بولا جاتا ہے اس شخص کے لیے جو سیدھے راستے تک نہ پہنچ سکا۔ حقیقت کو نہ پا سکا۔

(زهرة الادباء نقدی)

(۸۴) وَ كُنْتُمْ قَدِيْمًا حَطَبَ قِدْرٍ فَأَنْتُمْ　　اَلْآنَ حُطَّابُ اَقْدُرٍ وَ مَرَاجِلِ

اور تم لوگ پہلے متحد تھے مل جل کر رہتے تھے جیسے ایک دیگ کا ایندھن جو ایک ساتھ ہوتا ہے۔ اور اب تم بکھر گئے ہو متفرق ہو چکے ہو دیگچیاں بھی بہت ہیں اور ان کے لیے ایندھن بھی جدا جدا ہے۔ پہلے تم متحد تھے اب منتشر اور متفرق ہو چکے ہو۔

حَطِبٌ: حَاطِب کی جمع ہے وہ شخص جو لکڑیاں برائے ایندھن جمع کرتا ہے
اَلْحُطَّاب۔ لکڑہارا۔ اَقْدَر قِدر کی جمع ہے دیگچی یہ مذکر و مونث دونوں طرح آتا ہے۔ مرجل۔ یہ بھی دیگچی ہے خواہ وہ کسی طرح کی ہو

(۸۵) لِيَهْنِ بَنِيْ عَبْدِالْمَنَافِ عُقُوْقُهَا　　وَ خِذْلَانُهَا وَ تَرْكُهَا فِي الْمَعَاقِلِ

بعض مصادر میں یہ شعر اس طرح ہے۔

لِيَهْنَأْ بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ عُقُوْقُهَا　　وَ خِذْلَانُهَا وَ تَرْكُنَا فِي الْمَعَاقِلِ

اے عبد مناف کے لوگو! دوسرے لوگوں کی نافرمانی، ان کے ترک کر دینے اور بنی ھاشم کو شعب میں چھوڑ دینے کے باوجود تم نے ہمارا ساتھ دیا ہم اس کے لیے تمھیں مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

العقوق۔ العصیان۔ نافرمانی احسان اور شفقت کو ترک کر دینا معاقل معقل کی جمع ہے۔ جیسے منزل۔ ایسی جگہ جہاں جانا منع ہو۔

(۸۶) فَإِنْ يَكُ قَوْمٌ سَرَّهُمْ مَا صَنَعْتُمْ　　سَيَحْتَلِبُوْهَا لَاقِحًا غَيْرَ بَاهِلِ

اگر کسی قوم کو تمھارے اس کردار اور طرز عمل کی وجہ سے مسرتیں حاصل ہوتی ہیں تو پھر وہ بھی دودھ دوہیں گے

اور تم ان کے دوہنے پر پابندی عائد نہ کر سکو گے۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔

جس کا جی چاہے گا تم پر حملہ کر دے گا اور تم اسے نہ روک سکو گے۔

ابن ہشام نے اس بیت کو اس طرح روایت کیا ہے۔

فَاِنْ نَكُ قَوْمًا نَتَّئِرْ مَا صَنَعْتُمُ وَ تَحْتَلِبُوْهَا لَقْحَةً غَيْرَ بَاهِلِ

لاقح گابھن اونٹنی وہ اونٹنی جو حاملہ ہو جائے۔ دودھ دینے والی۔ "باھل" وہ اونٹنی جس کے تھنوں پر بندش نہ ہو اونٹنی کے تھنوں کو باندھ دیا جاتا تھا کہ نہ ہی دودھ دوہا جا سکے اور نہ ہی اس کا بچہ پی سکے۔

(۸۷) فَاَبْلِغْ قُصَيًّا أَنْ سَيُنْشَرُ اَمْرُنَا وَ بَشِّرْ قُصَيًّا بَعْدَنَا بِالتَّخَاذُلِ

اے خبر پہنچانے والے تم بنی قصی کو جا کر یہ خبر پہنچا دو کہ وہ دن دور نہیں جب ہر طرف ہمارا غلبہ ہوگا ہمارا امر چاردانگ عالم میں پہنچ جائے گا اور ہمارے بعد بنی قصی تنہا رہ جائیں گے اُن کے اکیلے ہو جانے کی خوش خبری سنا دو کہ کوئی ان کا حامی و ناصر نہ ہوگا۔

بعض مصادر میں فَبَلِّغ ہے۔

بشّر بشارت دے دو۔ یہ ایک طرح کا مذاق اور تمسخر ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کا قول فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ انھیں دردناک عذاب کی خوش خبری دے دو۔

ابلاغ، قول اور علم کے معنی میں ہے، اس کا پھیل جانا، نشر ہونا

(۸۸) وَ لَوْ طَرَقَتْ لَيْلًا قُصَيًّا عَظِيْمَةٌ اِذَنْ مَا لَجَأْنَا دُوْنَهُمْ فِي الْمَدَاخِلِ

بنی قصی کو غیرت دلا رہے ہیں کہ تم نے مصیبت کے وقت ہمیں تنہا بے یار و مددگار چھوڑ دیا لیکن اگر تم پر کبھی مصیبت کا وقت آیا اور تم آفتوں میں گھر گئے تو ہم تمھارے برعکس تمھیں بے یار و مددگار نہ چھوڑیں گے بلکہ تمھاری مدد کریں گے۔ "اِذًا" اس طرح بھی لکھا گیا ہے۔

ہم انھیں تنہا چھوڑ کر اپنے گھروں میں جا کر سکون سے نہیں بیٹھیں گے۔

طرق۔ رات کے وقت آنا عظیمة۔ النازلة الشديدہ۔ سخت مصیبت جو نازل ہو اس کی جمع عظائم

ہے مداخل مدخل کی جمع ہے داخل ہونے کی جگہ جیسے قلعہ، گھر۔

(۸۹) وَ لَوْ صَدَقُوْا ضَرْبًا خِلَالَ بُيُوْتِهِمْ لَكُنَّا أُسًى عِنْدَ النِّسَاءِ الْمَطَافِلِ

اور اگر ان کے گھروں کے اندر کوئی جنگ وجدال کے لیے داخل ہوگا تو ہم صاحب اولاد خواتین کے لیے اسوۂ حسنہ بن جائیں گے اور اُن کے لیے مددگار رہوں گے۔

بعض مصادر میں المطافل کی جگہ المعاطل ہے آسٰی اسوۃ کی جمع ہے القدوۃ المطافل ذوات الاطفال، بچوں والی۔

(۹۰) فَإِنْ تَكُ كَعْبٌ مِنْ لُؤَيٍّ تَجَمَّعَتْ فَلَابُدَّ يَوْمًا مَرَّةً مِنْ تَزَايُلِ

اگر چہ کعب بن لوی میں مجد وشرف رہا ہے لیکن آنحضرت ﷺ کی مخالفت اور معاندت کے سبب اور باطل پر جے اور ڈٹے رہنے کی وجہ سے وہ شرف زائل ہو جائے گا اور یہ لوگ کہیں کے نہ رہیں گے۔

کعب سے مراد بنو کعب بن لوی بن غالب ہیں۔

ابن ہشام نے مصرع اول کو اس طرح لکھا ہے فان لك كعب من لوی صقيبة

(۹۱) وَ اِنْ تَكُ كَعْبٌ مِنْ كُعُوْبٍ كَبِيْرَةٍ فَلَا بُدَّ يَوْمًا أَنَّهَا فِيْ مَجَاهِلِ

بنی کعب اگر چہ بہت زیادہ فضیلت وشرف کے حامل اور مالک ہیں لیکن ایک وقت آئے گا انکا ذکر زمانے سے محو ہو جائے گا اس لیے کہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے جنگ وجدال کا بازار گرم کر رکھا ہے اور ان کی مخالفت پر کمربستہ ہیں جب کلمۃ اللہ کو بلندی حاصل ہوگی اور دین اسلام تمام ادیان عالم پر غالب آ جائے گا اور مشرکین کو یہ بات نہایت ناگوار گزرے گی۔

کعوب کعب کی جمع ہے شرف وفضیلت۔ لابُدّ۔ لامحالہ المجاهل۔ جہالت کے مقامات اس کا واحد اَلْمَجْهَل ہے۔

(۹۲) وَ كُنَّا بِخَيْرٍ قَبْلَ تَسْوِيْدِ مَعْشَرٍ هُمْ ذَبَحُوْنَا بِالْمُدٰى وَ الْمَقَاوِلِ

ہم نہایت پرسکون اور خیر سے پُر زندگی بسر کر رہے تھے یہاں تک کہ قبائل میں نئے نئے سرداروں نے جنم لیا

انھیں سردار تسلیم کر لیا گیا اور انھوں نے ہمیں چھریوں سے ذبح کیا اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ زبان کے کچوکے بھی لگائے۔ یعنی قول و فعل دونوں اعتبار سے ہمیں ستایا اور ہمیں اذیتیں دیں۔

تسوید سید بنانا۔ سردار بنانا سوّد القوم فلاناً قوم نے فلاں شخص کو اپنا سردار بنا لیا المدیٰ مِدْیَه کی جمع ہے چھری اور اسی طرح کی کوئی چیز المقاول جمع مقول یعنی آلۂ کلام۔ زُبان

ایک شاعر نے کہا ہے۔

جَرَاحَاتُ السِّنَانِ لَهَا الْتِيَامُ وَ لَا يَلْتَامُ مَا جَرَحَ اللِّسَانُ

نیزے کا گھاؤ تو مندمل ہو سکتا ہے لیکن زبان کا گھاؤ سدا ہرا رہتا ہے۔

(۹۳) فَكُلُّ صَدِيقٍ وَ ابْنُ أُخْتٍ نُعِدُّهُ لَعَمْرِيْ وَجَدْنَا عَيْشَهٗ غَيْرَ زَائِلِ

ہر دوست اور احباب اور ہماری بہن کے فرزند ہم انھیں تیار کر رہے تھے سختیوں اور آزمائشوں کے لیے تو ہم نے اس کا انجام ناپسندیدہ پایا اس لیے کہ وہ ہماری نصرت و حمایت کے لیے کمربستہ نہیں ہوئے اور ہمیں ان کی حمایت و نصرت حاصل نہیں ہوئی۔ میری زندگی کی قسم ہم نے ان کی زندگی کو زوال پذیر نہیں پایا۔

بعض مصادر میں ہے وَجَدْنَا غَبَّهٗ غَيْرَ طَائِلِ ہے ابن اُخت القوم قوم کی بہن کا فرزند۔ جسے ان کی عورت نے جنم دیا ہو نُعِدُّهٗ۔ نُهیه۔ ہم مہیا کرتے ہیں۔

(۹۴) سِوٰى أَنَّ رَهْطًا مِنْ كِلَابِ بْنِ مُرَّةٍ بُرَاءٌ إِلَيْنَا مِنْ مَعَقَّةِ خَاذِلِ

سوائے کلاب بن مرّہ کے ایک گروہ کے جو ہماری جانب سے الزام سے پاک ہیں کہ انھوں نے نافرمانی کی ہو اذیت پہنچائی ہو یا ہماری نصرت سے ہاتھ کھینچ لیا ہو۔

رھط ۔ آدمی کا اپنا قبیلہ۔ دس آدمیوں کی جماعت۔ بُرَاءٌ اور بِرَاءٌ بھی ہے جیسے کریم اور کرام براء بری کی جمع خالص۔ بری۔ الزام سے پاک معقہ۔ بدخلقی۔ نافرمانی عاق سے تعلق ہے یا اذیت پہنچانا خاذل۔ مدد سے ہاتھ کھینچ لینے والا۔

(۹۵) بَنِيْ أَسَدٍ لَا تُطْرِقُنَّ عَلَى الْأَذٰى إِذَا لَمْ يَجِئْ بِالْحَقِّ قَوْلٌ لِقَائِلِ

اے بنی اسد والو! تم اذیتوں اور مشکلات کے ہنگام ازراہِ تواضع سر جھکائے ہوئے نہ رہو جب کسی کہنے والے کا قول حق وصداقت کے ساتھ تم تک نہیں پہنچتا۔ تو تم پر لازم ہے کہ حق کی آواز بلند کرو۔

مطبوعہ دیوان میں یہ شعر اس طرح ہے۔

يَبَنِيْ اَسَدٍ لَا تُطْرِقَنَّ عَلَى الْأَذٰى   اِذَا لَمْ يَقُلْ بِالْحَقِّ قَوْلٌ لِقَائِلِ

اے بنی اسد کے لوگو تم لوگ اذیت اور ظلم کے موقع پر چپ نہ سادھ لینا اور ذلت کو ہرگز قبول نہ کرنا اور کوئی حق بات نہیں کہتا تو نہ کہے تم کو چاہیے کہ ببانگ دہل حق کا اعلان کرو۔

بنی اسد سے مراد بنی اسد بن ربیعہ بن نزار ہیں۔

لَاتُطْرِقَنَّ مِنَ الْإِطْرَاقِ اَیْ اِنْتِكَاسِ الرَّأسِ۔ (زھرۃ الادباء نقدی) عاجزی کے سبب سر کا جھکا دینا۔

يَبَنِيْ اسد لَا تَطرفَنَّ عَلَى الْقَذٰى   اِذَا لَمْ يَقُلْ بِالْحَقِّ مَقُوْلٌ قَائِلِ

(۹۶) فَنِعْمَ ابْنُ اُخْتِ الْقَوْمِ غَيْرَ مُكَذَّبٍ   زُهَيْرٌ حُسَامًا مُفْرَدًا مِنْ حَمَائِلِ

ہمارے خاندان کی بہن کا بیٹا کتنا اچھا ہے وہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ نبی پر کذب نہیں ہے زہیر مخزومی ایک ایسی تلوار کی طرح ہے جو نیام سے باہر آگئی ہے۔

اُخْتُ الْقَوْم سے مراد عاتکہ بنت عبدالمطلب ہیں جو حضرت ابوطالبؑ کی بہن تھیں۔

زھیر سے مراد ابن امیّہ مخزومی ہے اور وہ امّ المومنین حضرت امّ سلمہ کا بھائی تھا۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں پر اسلام لایا اور وہ ان افراد میں سے تھا جو قریش کے صحیفہ کو جو انھوں نے بنی ہاشم کے خلاف لکھا تھا اُسے باطل کرنے کے لیے اٹھے تھے۔

الحسام۔ السیف القاطع۔ کاٹنے والی تلوار

(۹۷) اَشَمُّ مِنَ الشُّمِّ الْبَهَالِيْلِ يَنْتَمِيْ   اِلٰى حَسَبٍ فِيْ حَوْمَةِ الْمَجْدِ فَاضِلِ

اور یہ بھی روایت ہے کہ یہ بیت اس طرح ہے۔

أَشَمُّ مِنَ الشُّمِّ الطِّوَالِ إِذَا انْتَمٰی فَفِيْ حَسَبٍ فِيْ حَوْمَةِ الْمَجْدِ فَاضِلِ

اس شعر میں حضرت ابوطالبؑ نے اپنے بھانجے زہیر کی طرف اشارہ کیا ہے بہترین قبیلے میں شرف وفضیلت کا حامل اصل حسب ونسب سے تعلق رکھنے والا زہیر ہے جو مبنی برصدق باتیں کہہ رہا ہے۔

اَلْاَشَمُّ۔ السّیدذُوالانفة الکریم اور اَلشُّم اس کی جمع ہے بہالیل بُہلول کی جمع ہے۔

الحی الکریم۔ ینتمی۔ ینسب والحسب۔ مفاخر الآباءِ

حومة الشي معظمه۔ المجد۔ الکرم والسیّادہ

(۹۸) لَعَمْرِیْ لَقَدْ كُلِّفْتُ وُجْدًا بِأَحْمَدٍ وَ إِخْوَتِهٖ دَابَ الْمُحِبِّ الْمُوَاصِلِ

میری جان کی قسم مجھے احمد کی شدید محبت والفت ودیعت کر دی گئی ہے اور ان کے بھائیوں جعفر، عقیل اور علی کی محبت میرے رگ وریشے میں بسی ہوئی ہے۔

اس شعر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی احمد لائے ہیں جیسا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا انابشارة عیسیٰ۔

قرآن کریم میں ارشاد باری ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ (الصف آیت ۶)

آنحضرت کی پرورش آٹھ سال کی عمر سے پچاس سال کی عمر تک حضرت ابوطالبؑ نے کی تھی اس لیے وہی والد کہلاتے تھے لہٰذا اپنے بیٹوں طالب عقیل جعفر اور علیؑ کو اُن کے بھائیوں کی حیثیت سے متعارف کرایا ہے۔

(۹۹) فَلَازَالَ فِي الدُّنْيَا جَمَالًا لِاَهْلِهَا وَ زَيْنًا عَلٰی رَغْمِ الْعَدُوِّ الْمُخَابِلِ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ دنیا میں اپنے خاندان والوں کے لیے جمال کا باعث بنے رہے اور فسادی دشمن کے مقابلے میں ہمیشہ باعث زینت وتفاخر رہے۔

بعض مصادر میں ہے۔ وزینًا لِمَنْ وَالَاہ ربّ المشاکل

المخابل۔ اَلْمُفْسِد۔ فسادی

(۱۰۰) فَمَنْ مِثْلُهُ فِي النَّاسِ أَوْ مِنْ مُؤَمَّلٍ إِذَا قَايَسَ الْحُكَّامَ اَهْلُ التَّفَاضُلِ

اس شعر کی روایت اس طرح بھی ہے:

فَمَنْ مِثْلُهُ فِي النَّاسِ أَوْ مِنْ مُؤَمَّلٍ إِذَا قَايَسَ الْحُكَّامَ عِنْدَ التَّفَاضُلِ

تمام انسانوں میں احمد جیسا کون ہے جس سے امیدیں وابستہ ہوں اور جب صاحبان اقتدار صاحبان فضل و کرم کا مقابلہ کریں گے تو نبی اکرم ﷺ کو ہی سب سے اعلیٰ افضل اور اشرف پائیں گے۔

(۱۰۱) حَلِيْمٌ رَشِيْدٌ عَادِلٌ غَيْرُ طَائِشٍ يُوَالِيْ اِلٰهًا لَيْسَ عَنْهُ بِغَافِلِ

احمد مجتبیٰ حلیم الطبع، ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والے، انصاف پسند اور غصہ پر قابو پانے والے ہیں۔ وہ خدائے ذوالجلال کو دوست رکھتے ہیں اور اس سے ایک لمحے کے لیے بھی غافل نہیں ہیں۔

بعض مصادر میں لیس عنہ بغافل کی جگہ "لیس عنہ بذاھل" ہے۔

اس شعر میں حضور انور کی چار صفات کا تذکرہ ہے کہ احمد مجتبیٰ حلیم الطبع ہیں بردبار ہیں حلیم خدا کا نام ہے۔

رشید۔ ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والے ہیں۔

عادل۔ انصاف پسند ہیں اور طیش میں نہیں آتے۔

(۱۰۲) كَرِيْمُ الْمَسَاعِيْ مَاجِدٌ اِبْنُ مَاجِدٍ لَهٗ اِرْثُ مَجْدٍ ثَابِتٌ غَيْرُ نَاصِلِ

دین مبین کی ترویج و اشاعت کے لیے ان کی کوششیں لائق تحسین اور قابل تبریک ہیں وہ خود بھی مجد و کرم کی بلندی پر ہیں اور اس کے فرزند ہیں جو صاحب مجد و کرم تھا انھیں بزرگی اور بڑائی شرف و عظمت وراثت میں ملی ہے یہ بات ثابت اور روز روشن کی طرح عیاں ہے اور اس کے لیے زوال نہیں ہے۔

یہ شعر البدایہ والنھایہ ابن کثیر میں ہے۔

(۱۰۳) فَاَيَّدَهٗ رَبُّ الْعِبَادِ بِنَصْرِهٖ وَ اَظْهَرَ دِيْنًا حَقُّهٗ غَيْرُ نَاصِلِ

خدائے ذوالجلال نے حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ کی تائید و نصرت کی ہے اور دین حق کو غلبہ عطا کیا ہے جس کے لیے کوئی زوال نہیں ہے۔

(۱۰۴) فَوَ اللهِ لَوْ لَا اَنْ أَجِئَ بِسُبَّةٍ تَجُرُّ عَلَى اَشْيَاخِنَا فِي الْمَحَافِلِ

خدا کی قسم میرا بھتیجا کوئی قابل عار اور بے عزتی کی بات اور پیغام لے کرنہیں آیا جو ہمارے بزرگوں کے درمیان محفلوں میں جاری وساری رہی ہیں۔ بلکہ یہ توصلح وآشتی اور امن وسلامتی کا پیغام ہے۔

(۱۰۵) وَ لٰكِنَّا اتَّبَعْنَاهُ عَلَى كُلِّ حَالَةٍ مِنَ الدَّهْرِ جِدًّا غَيْرَ قَوْلِ التَّهَازُلِ

اور ہم نے تو ہر حال میں ان کا اتباع کیا ہے ان کی پیروی کی ہے زمانے کے حالات چاہے کتنے ہی تبدیل ہوتے رہیں اور یہ قول اور پیغام ہنسی اور مذاق کا پیغام نہیں۔

یہ شعر "قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ" (۳۱۔ آل عمران۔ ۳) کی ترجمانی ہے۔

آپ فرمادیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو۔

(۱۰۶) وَ دَاسَتُكُمْ مِنَّا رِجَالٌ أَعِزَّةٌ اِذَا جَرَّدُوْا أَيْمَانَهُمْ بِالْمَنَاصِلِ

اور تمھاری حفاظت پر مامور رہے ہمارے ہاں کے وہ سورما جو باعث عز وشرف ہیں جب انھوں نے اپنی تلواریں نیام سے نکال لیں اور اپنے داہنے ہاتھ میں انھیں اٹھالیا۔

(۱۰۷) لَقَدْ عَلِمُوْا أَنَّ ابْنَنَا لَا مُكَذَّبٌ لَدَيْهِمْ وَ لَا يَعْنِي بِقَوْلِ الْاَبَاطِلِ

وہ جانتے ہیں انھیں معلوم ہے کہ ہمارے فرزند ارجمند یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا، غلط بات نہیں کی، ہر ایک اس کی صداقت کا کلمہ پڑھ رہا ہے وہ کفار ومشرکین کے نزدیک جھوٹے نہیں بلکہ سچے ہیں اور وہ اپنی زبانِ وحی ترجمان سے کبھی بھی کوئی غلط بات نہیں کہتے لہٰذا وہ جو پیغام لے کر آئے ہیں وہ مبنی بر صدق ہے۔

اور بعض مصادر میں لقد علموا کی جگہ الم تعلموا ہے اور لدیھم کی جگہ لدینا ہے

ایک حدیث میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

كَيْفَ يَكُوْنُ أَبُوْ طَالِبٍ كَافِرًا وَهُوَ يَقُوْلُ: لَقَدْ عَلِمُوْا أَنَّ ابْنَنَا لَا مُكَذَّبٌ.

(الکافی۔ ۱/ ۴۴۹)

بھلا ابوطالبؑ کافر کس طرح ہو سکتے ہیں جو یہ فرما رہے ہے کہ وہ لوگ جانتے ہیں کہ ہمارے فرزند کبھی جھٹلائے نہیں گئے۔

(۱۰۸) رِجَالٌ كِرَامٌ غَيْرُ مَيْلٍ نَمَاهُمُ إِلَى الْعِزِّ آبَاءٌ كِرَامُ الْمَخَاصِلِ

یہ وہ جواں مرد افراد ہیں جو باعث عزت و شرف ہیں وہ رفیع المنزلت ہیں بزدلی ان کے قریب سے بھی نہیں گذری وہ ابا عن جدٍّ شرف کے اعلیٰ مدارج پر فائز ہیں اور تلوار کے دھنی ہیں۔

(۱۰۹) وَقَفْنَالَهُمْ حَتّٰى تَبَدَّدَ جَمْعُهُمْ وَ حَسَّرَ عَنَّا كُلُّ بَاغٍ وَ جَاهِلِ

بعض مصادر میں دَفَعْنَاهُمُوْ وقفنالهم کی جگہ پر ہے
ہم لوگ مخالفین کے سامنے ڈٹ کر مقابلے کے لیے کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ ان کی جمعیت کو منتشر کر دیا اور ہر باغی اور جاہل ہمارے مقابلے میں حسرت و یاس سے اپنی انگلیوں کو چباتا رہا اور ناکامی اس کا مقدر بن گیا۔

(۱۱۰) شَبَابٌ مِنَ الْمُطَّلِبِيْنَ وَ هَاشِمٍ كَبِيْضِ السُّيُوْفِ بَيْنَ اَيْدِى الصَّيَاقِلِ

اولادِ عبدالمطلب اور بنی ہاشم کے جوان اُس شمشیر آب دار کی طرح چمک دار اور روشن ہیں جو کسی جواں مرد کے ہاتھ میں چمک رہی ہو۔

مِن المطلبین سے مراد بنی عبدالمطلب عبدالمطلب کی اولاد ہے بعض مصادر میں من المطیبین ہے اور اس سے مراد قریش کے پانچ قبائل ہیں:

۱۔ بنو عبد مناف
۲۔ بنو اسد بن عبدالعزی
۳۔ بنو تیم بن مرّہ
۴۔ بنو زھرہ بن کلاب
۵۔ بنو الحرث بن فھر

اور انھیں مطیّبین اس لیے کہا جاتا ہے کہ جب بنی عبد مناف نے عبدالدار کے ہاتھوں سے حجابة، رفادۃ لواء اور سقایت کا عہدہ لینا چاہا اور بنو عبدالدار نے انکار کر دیا تو بنو عبد مناف نے اپنے حلیفوں بنی اسد و بنی تیم اور بنی زہرہ اور بنی الحرث بن فہر سے اپنے اس امر پر حلف لیا کہ ایک دوسرے کی حمایت سے منہ نہ موڑیں گے پھر

انھوں نے خوش بو ملائی اور اس میں اپنے ہاتھ تر کیے اور پھر حلف اٹھایا اور تاکید کے لیے انھوں نے کعبہ کو اپنے ہاتھوں سے مس کیا بنوعبدالدار نے اور ان کے حلیفوں نے دوسرا معاہدہ کیا اور وہ چار قبائل تھے بنو جمح بنو سھم بنو مخزوم اور بنو عدی۔ اس لئے اس کا نام احلاف پڑ گیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر مطیّبین میں سے تھے اور حضرت عمر احلاف میں سے تھے۔

(۱۱۱) بِضَرْبٍ تَرَى الْفِتْيَانَ فِيهِ كَأَنَّهُمْ　　ضَوَارِئ أُسُودٍ فَوْقَ لَحْمٍ خَرَادِلِ

ایسی ضرب کے ذریعے جماعت منتشر ہو جائے گی جس میں تم جوانوں کو ایسا پاؤ گے کہ گویا وہ چیر پھاڑ کر کھانے والے شیر نیستاں ہیں جنھوں نے گوشت کو کاٹ کاٹ کر ایک دوسرے کے اوپر رکھ دیا ہے۔

ضواری من الحیوانات السبّاع ۔ درندے۔ الخردل. گوشت کا ٹکڑا کہا جاتا ہے۔ خَرْدَلَ اللحم گوشت کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ دیا۔

کعب بن زہیر نے کہا۔

يَغْدُو فَيَلْحَمُ ضِرْغَامَيْنِ عَيْشُهَا　　لَحْمٌ مِنَ الْقَوْمِ مَعْفُورٌ خَرَادِيلُ

(۱۱۲) لٰكِنَّنَا نَسْلٌ كِرَامٌ لِسَادَةٍ　　بِهِمْ يَعْتَلِي الْأَقْوَامُ عِنْدَ التَّطَاوُلِ

ہم بنی جمح کے قبائل کی طرح اشرانگیز نہیں ہیں البتہ ہم اس ذریت سے تعلق رکھتے جو سادات کرام ہیں انھیں کی وساطت سے اقوام فخر ومباہات کر کے اپنی عظمت ثابت کرتی ہیں۔

لٰكِنَّنَا اِسْتِدْرَاك ہے دراصل یہ اس طرح لَسْنَا كَشَرَارِ الْقَبَائِلِ بنی جمح ہم بنی جمح کے شرانگیز قبیلوں کی طرح نہیں ہیں۔ نسل، ذریّت ۔سادۃ جمع سائد یعنی سیّد کی طرف نسبت ہے۔ یعتلی یرتفع بلند ہوتا ہے التطاول. التفاخر باہمی فخر ومباہات۔

بعض مصادر میں یعتلی کی جگہ نعتلی ہے۔

اور بعض روایات میں مصرع ثانی اس طرح ہے۔

بھم نعی الاقوام عند البواطل

(۱۱۳) سَيَعْلَمُ اَهْلُ الضِّغْنِ أَيِّيْ وَ اَيُّهُمْ يَفُوْزُ وَ يَعْلُوْ فِيْ لَيَالٍ قَلَائِلِ

عن قریب کینہ وحسد کرنے والے جان لیں گے کہ میں یا وہ کون کامیابی سے ہم کنار ہوتا ہے اور کچھ ہی دنوں میں پتا چل جائے گا کہ کون رفعت و بلندی حاصل کرتا ہے۔

ايي وَايُّهُم ای انا وھم۔ یعنی میں اور وہ سب۔قلائل جمع قلیل تھوڑے ايي وَايُّهُم مبتدا ہے اور اس کی خبر يفوزُ ہے الضغن الحسد. حسد وکینہ۔

(۱۱۴) وَ اَيُّهُمْ مِنِّيْ وَ مِنْهُمْ بِسَيْفِهِ يُلَاقِيْ اِذَا مَا حَانَ وَقْتُ التَّنَازُلِ

اور جب میدان جنگ سجے گا اور معرکہ کارزار ہوگا تو اس وقت پتا چل جائے گا کہ مجھ میں اور اُن میں سے کون مقابلے میں آتا ہے اور کون ہے جو کامیابی سے ہم کنار ہوتا ہے۔

اَيُّهُمْ منی ومنھم مجھ میں اور اُن میں سے کون

حان الشی قرب وقته. اس کا وقت نزدیک آ گیا التنازل. المبازرة فی الحرب میدان کارزار میں جنگ کرنا۔

(۱۱۵) وَ مَنْ ذَا يُمِلُّ الْحَرْبَ مِنِّيْ وَ مِنْهُمْ وَ يُحْمَدُ فِي الْاٰفَاقِ فِيْ قَوْلِ قَائِلِ

جب معرکہ کارزار گرم ہوگا تو میں دیکھ لوں گا کہ تم میں اور ہم میں سے کون جنگ سے زیادہ زچ ہو جاتا ہے پریشان اور خستہ حال ہو چکا ہے اور کون ہے کائنات میں جس کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق جمیلہ کا ذکر کیا جا رہا ہے۔کس کی بہادری اور شجاعت کے چرچے ہیں اور قصیدے پڑھے جا رہے ہیں۔

دوسرے مصادر میں منھم و منھم کی جگہ ہے اور دوسرے مصرع میں فی کی جگہ من ہے۔

(۱۱۶) فَاَصْبَحَ مِنَّا اَحْمَدٌ فِيْ اَرُوْمَةٍ تُقَصِّرُ مِنْهَا سَوْرَةُ الْمُتَطَاوِلِ

تم دیکھو گے تو تمھیں نظر آ جائے گا کہ احمد مجتبیٰ کا مقام ہمارے درمیان خاندانی شرافت اور اصل و نسل کے اعتبار سے اتنا بلند ہے کہ کوئی ان کی ہمسری نہیں کر سکتا کوئی اپنی جگہ کتنا ہی بلند اور رفیع المنزلت کیوں نہ ہو جب آنحضرتؐ کے مقابلے میں آئے گا تو پست اور کوتاہ قد نظر آئے گا۔

الارومة۔ الاصل۔ حقیقت، جڑ، اصل، سورة المنزلة، منزلت، شرف المتطاول، المتفاخر، باہمی فخر ومباہات، تقصر۔ عاجز ہے۔

بعض مصادر میں دوسرے مصرع میں یقصر عنها ہے۔

(۱۱۷) كَاَنِّيْ بِهٖ فَوْقَ الْجِيَادِ يَقُوْدُهَا اِلٰى مَعْشَرٍ زَاغُوْا اِلٰى كُلِّ بَاطِلِ

حضرت ابوطالبؑ فرماتے ہیں کہ میری بصیرت یہ بتلا رہی ہے اور میں مستقبل میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ میرا بھیجتا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ان لوگوں کی اور اس معاشرے کی قیادت کرے گا جو مکمل طور سے باطل کی جانب راغب اور اس سے متصل ہو چکے تھے۔

الجیاد الخیول الکریمة۔ اصیل گھوڑے۔ یقودها۔ یملك امرها، ان کے امر کے مالک ہوں گے زاغو، مالو، کج ہو گئے ہیں۔ الباطل، ضد الحق، غلط اور نادرست

(۱۱۸) وَ جُدْتُ بِنَفْسِيْ دُوْنَهٗ وَ حَمَيْتُهٗ وَ دَافَعْتُ عِنْدَهٗ بِالذُّرٰى وَ الْكَلَاكِلِ

میں احمد مجتبیٰ پر اپنی جان نچھاور کر دوں گا اور ان کی حمایت و نصرت کے لیے ہمیشہ کمربستہ رہوں گا اور میں مسلسل ان کی مدافعت کرتا رہوں گا اور اس کے لیے گردن کٹا دوں گا اور اپنی چھاتی کو سامنے کر دوں گا۔

بعض مصادر میں بالذری کی جگہ "بالطُّلٰی" ہے۔

جدت بنفسی، میں اپنی جان دے دوں گا دونه ان کے سامنے۔ حمیته میں ان کی حمایت کروں گا، دافعت عنه، اُن کی جانب سے مدافعت کرتا رہوں گا بالذری، چوٹی پر بلندی پر پہنچ کر، کلاکل، جمع کلکل، چھاتی اور سینہ۔

(۱۱۹) وَ لَا شَكَّ اِنَّ اللّٰهَ رَافِعُ اَمْرِهٖ وَمُعْلِيْهِ فِي الدُّنْيَا وَ يَوْمِ التَّخَاذُلِ

اور حضرت ابوطالبؑ غیب کی خبر دیتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ اس میں کسی قسم کے شک و شبے کی گنجائش نہیں ہے کہ رب متعال، خدائے ذوالجلال آنحضرتؐ کے امر کو بلندی رفعت اور عظمت عطا کرے گا اور انھیں دنیا اور آخرت دونوں میں سربلند اور سرخرور کھے گا۔

بعض مصادر میں دوسرے مصرع میں یوم التجادل ہے۔

(۱۲۰) كَمَا قَدْ أَرَى فِي الْيَوْمِ وَ الْأَمْسِ جَدَّهٗ وَ وَالِدَهٗ رُؤْيَاهُمَا خَيْرَ آفِلِ

جس طرح میں آج کے دن اور آنے والے کل میں ان کی عظمت وشان وشوکت کا مشاہدہ کررہا ہوں اور ان کے والد اور اُن دونوں کا خواب جو انھوں نے گذشتہ دنوں دیکھا تھا۔

روایت کی ہے السید احمد زینی دحلان نے اپنی کتاب اسنی المطالب فی نجاۃ ابی طالب ص ۱۱ پر انھوں نے کہا کہ تخریج کی ہے ابونعیم نے اس طریق سے جو ابی بکر بن عبداللہ بن الجہم تک جاتا ہے وہ اپنے والد وہ اپنے جد سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ ابوطالبؑ اپنے والد عبدالمطلب کے بارے میں بیان کر رہے تھے کہ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کی پشت پر ایک درخت اُگ گیا ہے جس کی ٹہنی آسمان تک پہنچ گئی ہے اور جس کی شاخیں مشرق ومغرب میں پھیلی ہوئی ہیں اور میں نے اس سے زیادہ چمک دار نور نہیں دیکھا، یہ سورج کی روشنی سے ستر گنا بڑھ کر تھا اور میں نے دیکھا کہ عرب وعجم کے باشندے سب اس کے سامنے سربسجود ہیں اور یہ درخت ہر ساعت اپنی نورانیت اور رفعت وعظمت میں اضافہ کررہا ہے کبھی پوشیدہ ہوتا ہے اور کبھی ظاہر ہورہا ہے اور میں نے یہ دیکھا کہ قریش کی ایک جماعت اس درخت کو قطع کرنا چاہتی ہے۔ جب وہ اس درخت کے قریب پہنچے تو انھیں ایک جوان نے پکڑ لیا، اس جوان سے زیادہ خوب صورت اور معطر جوان میں نے نہیں دیکھا تھا اور اس (جوان) نے ان کی پیٹھ توڑ دی اور ان کی آنکھیں نکال دیں۔ میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا کہ مجھے بھی اس درخت کے نور سے کوئی حصہ مل جائے لیکن میں اس تک رسائی نہ پا سکا تو میں نے کہا یہ نور ان کے حصے میں آئے گا جو اس سے معلق ہو جائے گا میں یہ خواب دیکھ کر خوف زدہ ہوگیا میں قریش کی ایک کاہنہ عورت کے پاس آیا اور میں نے اسے اپنا خواب بتلایا تو میں نے دیکھا کہ کاہنہ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہوگیا ہے پھر اس نے کہا اگر تمھارا خواب سچا ہے تو تمھارے صلب سے ایک ایسا فرد پیدا ہوگا جو مشرق ومغرب کا مالک ہوگا اور لوگ جس کے سامنے جھک جائیں گے۔ عبدالمطلب نے ابوطالبؑ سے کہا ہوسکتا ہے کہ تم ہی وہ مولود ہو۔

ابوطالبؑ یہ بات بیان کر رہے تھے کہ نبی اکرم ﷺ مبعوث رسالت ہو گئے اور حضرت ابوطالبؑ فرماتے تھے شجرہ خدا کی قسم! ابوالقاسم امین ہیں۔

جب اُن سے کہا گیا: کیا آپ نے ایمان قبول نہیں کیا؟

تو فرمایا:

"المسبّة والعار"

دشنام طرازی اور شرم کی وجہ سے۔

وہ یہ بات قریش سے چھپانے کے لیے کہہ رہے تھے کہ قریش یہ سمجھیں کہ ابو طالبؑ انھی لوگوں کے دین پر عمل کر رہے ہیں تا کہ وہ اس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کر سکیں اور اگر وہ ظاہراً اعلان کر دیتے تو قریش اتباع پیغمبر کے سبب حضرت ابوطالبؑ کی بات کو تسلیم نہ کرتے۔

اور اس روایت کو ذکر کیا ہے شیخ صدوق نے بھی اپنی کتاب کمال الدین جلد ۱ / ۱۷۳۔۱۷۴ میں اور حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ حضرت ابوطالبؑ مومن تھے لیکن وہ شرک کا اظہار کرتے اور ایمان کو مخفی رکھتے تھے تا کہ وہ پوری طاقت اور استقامت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت وحمایت کر سکیں۔

عربہ بلاد عرب کو کہتے ہیں پانچ انبیاء کا تعلق عرب سے ہے اسماعیل، شعیب، صالح، ھود اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حضرت اسماعیل اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرم کے باشندہ تھے جو بھی جزیرۂ عرب میں رہتا ہو اور وہاں کی زبان میں بولتا ہو اسے عرب کہا جاتا ہے ان کے شہروں عربات کی بنا پر انھیں عرب کہا گیا۔ سب سے پہلے اللہ نے جس کی زبان سے عربی زبان بلوائی وہ یعرب بن قحطان تھا وہ یمن کا باپ تھا اور وہ لوگ عرب عاربہ ہیں۔

حضرت ابوطالبؑ نے عربہ کے بارے میں فرمایا:

وَ عَرَبَةُ دَارٌ لَا يُحِلُّ حَرَامُهَا   مِنَ النَّاسِ إِلَّا اللَّوْذَعِي الْحَلَاحِلُ

اور عرب وہ گھر ہے جس کا حرام کبھی حلال نہیں ہوتا لوگوں کے لیے مگر وہ حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے فتح مکہ کے دن ایک ساعت کے لیے حلال قرار پایا اور پھر قیامت تک کے لیے حرام کر دیا گیا۔

(معجم البلدان ص ۱۰۹ ج ۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ۱۹۹۰)

(۵۸)

تخریج

سیرت ابن اسحاق/۱۴۸ الدیوان المطبوع/۲۳

قریش بنی ہاشم اور اولاد مطلب کے ساتھ جو سلوک کر رہے تھے اسے دیکھ کر حضرت ابو طالب علیہ السلام نے فرمایا اور انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کے لیے دعوت دی اور یہ فرمایا کہ وہ آنحضرت کے لیے سپر بن جائیں وہ لوگ ان کے پاس جمع ہوگئے اور ان کے ساتھ کھڑے ہوگئے اور حضرت ابوطالبؑ نے انھیں رسول اللہ کی نصرت و حمایت کی دعوت دی تھی اس کے لیے سب تیار ہوگئے سوائے ابولہب کے اور وہ بنی ہاشم کو آنحضرتؐ کے خلاف ابھار رہا تھا اور بنو المطلب کو ہاشم سے نسبت دی جاتی تھی جب انھیں اس معاہدہ کی طرف بلایا گیا جو بنی ہاشم اور بنی المطلب میں تھا سوائے عبد مناف کے فرمایا۔

یہ قصیدہ "بحرُالسرَ یع" میں ہے۔

بنی ہاشم اور اولاد مطلب کو دشمنوں سے مقابلے کی دعوت

(۱) حَتّٰی مَتٰی نَحْنُ عَلٰی فَتْرَۃٍ یَا هَاشِمُ وَ الْقَوْمُ فِيْ جَحْفَلٍ

اے بنی ہاشم ذرا یہ بتاؤ کہ ہم کب تک کمزوری دکھائیں گے اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے اور ہمارے مخالفین اپنی تعداد بڑھاتے رہیں گے یعنی آنحضرتؐ کی مخالفت میں وہ اپنی جمعیت میں اضافہ کر رہے ہیں۔

سیرۂ ابن اسحاق میں عَلٰی فَتْرَۃٍ کی جگہ عَلٰی فِتْنَۃٍ ہے اور جَحْفَلٍ کی جگہ مَحْفِلٍ ہے اَلْفَتْرَۃُ۔ اَلضُّعْفُ،

کمزوری اور عدم استعداد۔ جحفل۔ کثیر لشکر

(۲) یَدْعُوْنَ بِالْخَیْلِ عَلٰی رِقْبَۃٍ مِنَّا لَدَی الْخَوْفِ وَ فِیْ مَعْزِلِ

ان کا یہ خیال ہے کہ خوف کی وجہ سے ہم کنارہ کش اور الگ تھلگ ہیں اسی لیے وہ گھوڑوں کو ہم سے قتال کے لیے آمادہ اور تیار کر رہے ہیں (ایسا نہیں ہے بلکہ ہم صلح جو اور امن پسند لوگ ہیں)۔

بعض مصادر میں علی کی جگہ لدی ہے۔ رَقْبَۃ۔ رِقْبَہ۔ الانتظار انتظار کرنا۔

الرقبۃ۔ تحفظ اور حفاظت معزل الگ تھلگ جگہ۔

(۳) کَالرِّجْلَۃِ السَّوْدَاءِ تَعْلُوْبِهَا سَرَعَانُهَا فِیْ سَبْسَبٍ مَجْهَلِ

جیسے کالی گھٹا ہے جو بڑھتی چلی آرہی ہے اور گھوڑے تیز رفتاری کے ساتھ ایسے بیابان میں سرپٹ دوڑ رہے ہیں جس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہ ہو۔

سیرت ابن اسحاق میں ہے کالرحبة السوداء یعلوبها اور مَجْهَل کی جگہ جحفل ہے لشکر الرّجلة راجل کی جمع ہے۔ پیدل چلنے والا۔ عَلا۔ حد سے تجاوز کرنا۔

سرعان القوم۔ السابقون۔ سبقت لے جانے والے۔ السَّبْسَبُ المفازة بیابان دور کی ہموار زمین۔

اَلْمَجْهَل۔ صحرا جس میں راستہ نہ ہو۔

(۴) عَلَیْهِمُ التَّرْكُ عَلٰی رَعْلَۃٍ مِثْلُ الْقَطَا الْقَارِبِ لِلْمَنْهَلِ

وہ سروں پر خود پہنے ہوئے گھوڑوں پر سوار ایسے چلے آرہے ہیں جیسے قطا پرندہ گھاٹ پر پانی پینے کے لیے آتا ہے۔ یہ لوگ تیاری کر رہے ہیں کہ ہم پر جھپٹ کر وار کر دیں اور اس مقصد کے لیے انھوں نے پوری تیاری کر لی ہے۔

الترك لوہے کا خود رعلة گھوڑوں کا گلہ جن کی تعداد بیس یا پچیس ہو القطا اس کا واحد قطاۃ ہے کبوتر کی مانند ایک پرندہ المنہل المورد۔ گھاٹ، صحرا میں پانی پینے کی جگہ

(۵) یَا قَوْمُ ذُوْدُوْا عَنْ جَمَاهِیْرِکُمْ بِکُلِّ مِقْصَالٍ عَلٰی مُسْبِلِ

اس شعر میں حضرت ابوطالبؑ بنی ہاشم سے مخاطب ہو کر یہ کہتے ہیں: اے میری قوم کے لوگو تم اپنے بہادر لوگوں کے ذریعے شمشیر آبدار لے کر تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر دشمنوں کو بھگا دو اور انھیں دور ہٹا دو۔

ذاد۔ دھتکار دو۔ ہٹا دو، دور کر دو، مقصال کاٹنے والی تلوار مسبل۔ لمبی دموں والے گھوڑے۔

(۶) حَدِیْدُ خَمِیْسٍ لَهِزٌ خَدُّهٗ مَآرِثُ الْاَفْضَلِ لِلْاَفْضَلِ

بنی ہاشم ایسے گھوڑوں پر سوار ہو کر آئیں جو ہمہ صفت موصوف ہوں جن میں پانچوں صفتیں پائی جاتی ہوں جو چھریرے بدن کے ہوں جن کا رخسار بہادری کا عکاس و غماز ہو اور جو گھوڑے وراثتِ اولاد تک پہنچے ہیں ایک صاحب فضیلت کے بعد دوسرے صاحبان فضیلت تک ان کی رسائی ہوئی ہے۔

اس شعر میں حدید خمس کہہ کر گھوڑے کی دوسری صفات بیان کی گئی ہے حدید خمس گھوڑے کی پانچ صفات آنکھیں، دل، کان، مخنہ اور جانور کی اگلی پنڈلی کا پتلا حصہ ٹخنے اور پنڈلی سے اوپر کے حصے کو کہا جاتا ہے۔

لھز بروزن کَتِف۔ چھریرا بدن۔ مارث میراث کی جمع اور اس کی قیاسی جمع مواریث ہے وہ قدیمی امر جو اوّل سے آخر تک پہنچتا ہے وہ اپنے کرم کی وجہ سے اس میں تصرف نہیں کرتا بلکہ اسی طرح رہنے دیتا ہے تاکہ اولاد اپنے آباء سے وہ بطور میراث حاصل کریں۔

(۷) عَرِیْضُ سِتٍّ لَهِبٌ خَصْرُهٗ یُصَانُ بِالتَّذْلِیْقِ فِیْ مَجْدَلِ

بنی ہاشم جن گھوڑوں پر سوار ہو کر آئیں اُن میں چھ محاسن ہونے چاہئیں ان کی پیشانی روشن، سینہ کشادہ، سُرین بھاری، شکم بھرا ہوا، کمر مضبوط، سبک رفتار، چھریرے بدن والے، پھرتیلے، تیز طرار اور ایسے تیز رفتار کہ میدان کارزار میں لغزش نہ کریں۔

اس شعر میں گھوڑے کی چھ صفتیں بیان کی ہیں وہ صفتیں یہ ہیں۔

پیشانی، سینہ، سرین کے درمیان کا حصہ، بدن کا پچھلا حصہ سرین، شکم۔ سینے کا چوڑا حصہ،

لہب، اڑنے والا غبار جو آگ سے دھویں کی طرح اٹھتا ہے یصان، یحفظ حفاظت کی جاتی ہے۔

التذلیق، تلوار کی تیزی، اَلْخَصْر، کمر۔ مَجْدَل، میدانِ کارزار۔

(۸) كَمْ قَدْ شَهِدْتُ الْحَرْبَ فِيْ فِتْيَةٍ عِنْدَ الْوَغٰى فِيْ عِثْيَرِ الْقَسْطَلِ

اور میں نے جوانوں کے ساتھ بہت سے معرکے دیکھے ہیں اور میدانِ کارزار جنگ کے ہنگام گرد وغبار کا سامنا کرنا پڑا ہے یعنی گھمسان کی جنگ ہوتی رہی اور ہم ہمیشہ کامیاب وکامران واپس لوٹے ہیں۔

"کم" خبریہ ہے کثرت کے معنی میں یعنی اکثر اور اس کی تمیز كَمْ مَرَّةً محذوف ہے فتیہ فتیٰ جمع قلت ہے اور یہ مع کے معنی میں ہے الوغیٰ جنگ عِثْیر بروزن مِنْبَر، قسطل۔ جنگ میں اٹھنے والا غبار۔

(۹) لَاُمُتَنَحِّيْنَ اِذَا جِئْتَهُمْ وَ فِيْ هِيَاجِ الْحَرْبِ كَالْاَشْبُلِ

حضرت ابوطالبؑ جوانانِ بنی ہاشم کی تعریف کر رہے ہیں کہ جب تم اُن کی جانب متوجہ ہوؤ گے اور انھیں بلاؤ گے تو وہ تم سے منہ نہ موڑیں گے اور تمھاری آواز پر لبیک کہتے ہوئے معرکۂ کارزار میں آموجود ہوں گے اور میدانِ جنگ میں بیشۂ شجاعت کے شیروں کی طرح نظر آئیں گے۔

امرؤُ القیس زمانۂ جاہلیت کا مشہور شاعر گھوڑے کی تعریف میں کہتا ہے:

مِكَرٍّ مِفَرٍّ مُقْبِلٍ مُدْبِرٍ مَعًا
كَجُلْمُوْدِ صَخْرٍ حَطَّهُ السَّيْلُ مِنْ عَلِ

(۵۹)

تخریج:

سیرۃ ابن اسحاق/۱۵۷۔۱۵۸　شرح ابن ابی الحدید ۳/۳۱۳

الحجۃ/۲۱۸　الدیوان المطبوع/۲۶۔۲۸

حضرت ابوطالب علیہ السلام اپنے خاندان کے ایک قبیلہ سے عتابانہ انداز میں خطاب کر رہے ہیں اور انھیں عداوت کے وبال سے ڈرا رہے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امر کی رفعت اور علومرتبت کا تذکرہ کر رہے ہیں۔

وہ بنی لوی سے مخاطب ہو کر فرما رہے ہیں۔

یہ اشعار "بحر طویل" میں ہیں۔

قوم سے خطاب اور اعلانِ جنگ

(۱) اَلَا اَبْلِغَا عَنِّیْ لُؤَیًّا رِسَالَةً　بِحَقٍّ مَا تُغْنِیْ رِسَالَةُ مُرْسِلِ

آگاہ ہو جاؤ اور میری جانب سے بنی لوی کو یہ پیغام پہنچا دو جو حق کا پیغام ہے کیا یہ پیغام جو میں نے بھیجا ہے وہ ناکافی ہے؟ کیا یہ پیغام مفید، سودمند اور منفعت بخش ہوگا۔؟

لوی سے مراد لوی بن غالب بن فہر ہیں اور مراد اُن کی اولاد ہے۔

(۲) بَنِیْ عَمِّنَا الْاَدْنَیْنَ تَیْمًا نَخُصُّهُمْ　وَ اِخْوَانَنَا مِنْ عَبْدِ شَمْسٍ وَ نَوْفَلِ

اے ہمارے قریب ترین رشتہ دار تیم کے بیٹو! اے میرے چچا کی اولاد ہمارا اُن سے خصوصی خطاب ہے اور

ہم اپنے بھائیوں بنی عبد شمس اور بنی نوفل سے بھی گفتگو کر رہے ہیں۔

ادنین۔ اقربین، قریبی رشتہ دار۔

تیم سے مراد تیم بن غالب بن فہر، تیم لوی بن غالب کا بھائی ہے۔

اسی لیے ابوطالبؑ نے بنی عمنا کہا اے ہمارے چچا کے فرزندو! اور بنی عبد شمس اور نوفل کو اخوانا ہمارے بھائی کہا ہے۔

(۳) أَظَاهَرْتُمْ قَوْماً عَلَيْنَا اَظِنَّةً وَ اَمَرًا غَوِيًّا مِنْ غُوَاةٍ وَ جُهَّلِ

تم نے ایسی قوم سے رشتہ ناطہ جوڑا ہے جو ہمارے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف رہے ہیں اور گم راہ لوگوں اور جاہلوں کے گم راہ کُن امور کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔

بعض مصادر میں اظنّة کی جگہ سفاهة اور بعض میں ولاية ہے اظنة ظنین کی جمع ہے مظنون کے معنی میں جس پر تہمت لگائی گئی ہو۔ ظاهر تم۔ عَاوَنتُم تم نے تعاون کیا۔ القوم الاظنه سے مراد بنو بکر بن عبد مناۃ ہیں جن کا کنانہ سے تعلق ہے۔

حضرت ابوطالبؑ نے اپنے قصیدۂ لامیہ میں فرمایا ہے۔

وَ قَدْ حَالَفُوْا قَوْمًا عَلَيْنَا اَظِنَّةً يَعَضُّوْنَ غَيْظًا خِلْفَنَا بِالْاَنَامِلِ

(۴) يَقُوْلُوْنَ لَوْ أَنَّا قَتَلْنَا مُحَمَّداً أَقَرَّتْ نَوَاصِيْ هَاشِمٍ بِالتَّذَلُّلِ

وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ ممکن ہوگیا کہ ہم محمدؐ کو قتل کر دیں یا فرض کرو کہ ہم نے محمدؐ کو قتل کر دیا تو اس طرح ہم بنی ہاشم کے اشراف کو زیرِ نگیں بنا لیں گے ان کی ناک رگڑوائیں گے اور انھیں ذلت سے دوچار کر دیں گے۔

دیوان مطبوع میں ہے یقولون قد قتلنا بعض مصادر میں یقولون انا ان قتلنا ہے۔

(۵) كَذَبْتُمْ وَ بَيْتِ اللهِ يُثْلَمُ رُكْنُهُ وَ مَكَّةَ وَ الْاَشْعَارِ فِيْ كُلِّ مَعْمَلِ

اللہ کے گھر کی قسم تم نے جھوٹ کہا کہ رکن کعبہ کو منہدم کر دیا جائے گا یاد رکھو رکن کعبہ کو منہدم نہیں کیا جا سکتا اور

مکہ مکرمہ کی قسم! اس کی عظمت کو کوئی خاک میں نہیں ملا سکتا اور شعائر اللہ کی قسم! وہ جہاں جہاں ہیں انھیں کوئی بھی ختم نہیں کرسکتا۔

(۶) وَ بِالْحَجِّ اَوْ بِالنَّيْبِ تُدْمٰى نُحُوْرُهٗ   بِمَكَّةَ وَ الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ الْمُقَبَّلِ

کیا ان کی خواہش ہے کہ حج ختم ہو جائے اور مکہ مکرمہ میں خون کی ہولی کھیلی جائے جانوروں اور انسانوں کا خون بہایا جائے اور خانۂ کعبہ کے تقدس کو پامال کر دیا جائے؟

بعض مصادر میں بیت العتیق کی جگہ والرکن العتیق ہے نیب بوڑھی اونٹنی تدمی خون آلود نُحُوْر واحد نحر سینہ کا اوپری حصہ عتیق، قدیم، رکن سے مراد حجر اسود ہے۔

غایۃ المطالب میں یہ شعر اس طرح ہے:

وَبِالْحَجِّ اَوْبِالنَّيْبِ تَدْمٰى نُحُوْرُهَا   بِمَدْمَاهُ وَ الرُّكْنِ الْعَتِيْقِ الْمُقَبَّلِ

(۷) تَنَالُوْنَهٗ أَوْ تَعْطَفُوْا دُوْنَ قَتْلِهٖ   صَوَارِمَ تَفْرِيْ كُلَّ عَظْمٍ وَ مَفْصَلِ

تم لوگ ہرگز ہرگز اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکو گے اور آنحضرتؐ کو قتل نہ کرسکو گے اگر تم نے ایسا ارادہ بھی کیا تو اس سے پہلے ہماری تیز تلواریں اور شمشیر برّاں ہر ہڈی اور جوڑوں کو کاٹتی ہوئی گزر جائیں گی اور تم دیکھتے کے دیکھتے رہ جاؤ گے۔

صوارم۔ صارم کی جمع تلوار، شمشیر برّان فری الشي۔ کسی چیز کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔

(۸) وَ تَدْعُوْا بِأَرْحَامٍ وَ اَنْتُمْ ظَلَمْتُمْ   مَصَالِيْتَ فِيْ يَوْمٍ أَغَرَّ مُحَجَّلِ

تم خود کو ہمارا رشتہ دار اور عزیز بھی کہتے ہو اور ظلم و ستم بھی روا رکھتے ہو ایسے بہادروں، دلیروں اور شیروں کے مقابلے میں کوئی نہیں آسکتا۔ جو میدانِ جنگ میں روشن پیشانی والے اور خوش و خرم افراد ہیں۔

(۹) فَمَهْلًا وَ لَمَّا تُنْتَجِ الْحَرْبُ بِكْرَهَا   بِبَيْتٍ تَمَامٍ اَوْ بِآخَرَ مُعْجِلِ

ذرا ٹھہرو، جلدی نہ کرو جنگ چھڑ جانے دو پھر دیکھنا کہ کون کتنے پانی میں ہے کون جلد ہی ہار مان لیتا ہے اور کون حقیقی انجام تک پہنچتا ہے۔ کون آگے بڑھ جاتا ہے اور کون پیچھے رہ جاتا ہے۔

بکر۔ پہلے مولود کو کہتے ہیں، تنتج۔ جنا، تین مولود کا الٹا پیدا ہونا شکم مادر سے پہلے ٹانگیں اور پھر سر نکلے جو عیب ہے۔

المُعْجِل۔ وقت سے پہلے ولادت کا ہو جانا اور اس کا زندہ رہنا اور اس کی ماں کو مُعْجِل کہتے ہیں۔

(۱۰) فَإِنَّا مَتٰى مَا نَمْرُهَا بِسُيُوْفِنَا نُجَالِحْ فَنَعْرِكْ مَنْ نَشَاءُ بِكَلْكَلِ

ہم اپنی تلواروں کے ذریعے عداوت و دشمنی کے ظاہر ہو جانے پر ان کے سینوں کو چھلنی کر دیں گے اور انھیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیں گے۔

جالحه۔ کاشفه۔ اسے ظاہر کرنا، عرك۔ رگڑ کر مٹا دینا، کلکل۔ سینہ

(۱۱) وَ تَلْقَوْا رَبِيْعَ الْأَبْطَحَيْنِ مُحَمَّداً عَلٰى رَبْوَةٍ فِيْ رَاسِ عَنْقَاءِ عَيْطَلِ

جب انھوں نے مکہ و منیٰ کی بہار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو قتل کرنا چاہا تو انھوں نے آنحضرتؐ کو اس بلندی پر جلوہ افروز پایا جہاں تک ان کی لمبی لمبی گردنیں رسائی نہ پا سکیں۔

بعض مصادر میں عنقاء کی جگہ عیطاء ہے۔

الابطحین۔ الابطح کا تثنیہ ہے اور اس سے مراد مکہ اور منیٰ ہیں، الربیع۔ بارش اور نہر۔ موسم بہار۔

العیطل۔ لمبی گردن والا۔ ربوة۔ چٹان

اور اگر اَبْطَحِیْن کو جمع مانیں تو مفہوم ہوگا کہ جو حجاز یعنی مکہ و مدینہ اور منیٰ کی بہار ہے اسے اس مقام شامخ پر پایا جہاں تک یہ پہنچ نہ سکے اور نہ ہی انھیں قتل کر سکے۔ جمع کی صورت میں "اَلْاَبْطَحِیْنَ" آئے گا۔

(۱۲) تَاوِيْ اِلَيْهِ هَاشِمٌ اِنَّ هَاشِمًا عَرَانِيْنَ كَعْبٍ آخِراً بَعْدَ اَوَّلِ

آنحضرتؐ کی شخصیت میں اتنی جاذبیت تھی کہ بنی ہاشم نے انھی کے پاس آ کر پناہ حاصل کی یقیناً ہاشم تو بنی کعب کے اعلیٰ اور اشرف فرد تھے اوّل سے آخر تک ان کی تمام اولاد حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں آ کر یکجا

ہوگئی۔

عَرَانِیْن. اشرف لوگ۔ عِرْنِیْن کی جمع

(۱۳) فَإِنْ كُنْتُمُوْ تَرْجُوْنَ قَتْلَ مُحَمَّدٍ فَرُوْمُوْا بِمَا جَمَّعْتُمْ نَقْلَ يَذْبُلِ

اے قریش کے متکبر اور مغرور لوگو! اگر تم یہ چاہتے ہو کہ حضرت محمد ﷺ کو قتل کردو تو پہلے یہ کام کرو کہ یذبل پہاڑ کو اپنی جمعیت اور طاقت کے بل بوتے پر اس کی جگہ سے ہٹا دو اور تم ایسا کرنے پر قدرت نہیں رکھتے کیوں کہ یہ ناممکن عمل ہے اسی طرح تم حضرت محمد کو بھی قتل نہیں کرسکتے کیوں کہ یہ بھی ناممکن کام ہے۔

یذبل نجد کا مشہور پہاڑ جو یمامہ کے راستے میں ہے۔

(۱۴) فَإِنَّا سَنَحْمِيْهِ بِكُلِّ طِمِرَّةٍ وَ ذِيْ مَيْعَةٍ نَهْدِ الْمَرَاكِلِ هَيْكَلِ

ہم تو یقیناً حضرت محمد ﷺ کی حمایت و نصرت کریں گے تیز رفتار، کشادہ سینے والے اور بلند و بالا گھوڑوں پر سوار ہو کر اور اُن کی مدد سے کبھی بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

الطمر ۔ الفرس. گھوڑا جو دوڑنے کے لیے تیار ہو۔ میعة الفرس گھوڑے کا پہلی مرتبہ دوڑنا، مِرْ کَل. جانور کو ایڑ لگانے کی جگہ، ھیکل. اونچا گھوڑا

(۱۵) وَكُلِّ رُدَيْنِيٍّ ظَمَاءٍ كُعُوْبُهُ وَ عَضْبٍ كَإِيْمَاضِ الْغَمَامَةِ مِقْصَلِ

ہم معرکۂ کارزار میں اس شان و شوکت سے آئیں گے کہ ہمارے ہاتھوں میں ردینی نیزے ہوں گے جو باہم جڑے ہوئے سخت ہوں گے ان میں کسی قسم کی کمزوری نہ ہوگی جن کی گرہیں خون کی پیاسی ہوں گی اور ایسی چمک دار اور آبدار تلواریں ہوں گی کہ جب ہمارے بہادر اسے لہرائیں گے تو ایک بجلی سی کوند جائے گی اور پھر سروں کے پرے اڑنے لگیں گے۔

الرمح الردینی ردینہ کی طرف منسوب ہے قبیلہ سمھر کی ایک عورت تھی جو نیزوں کو سیدھا کرتی تھی (اقرب الموارد) ظما. پیاس، کعوب کعب کی جمع نیزوں کے درمیان گرہ۔

العضب. کاٹنے والی تلوار۔ اومض البرق. بجلی چمکی۔ المقصل. کاٹنے والی

(۱۶) وَكُلِّ جُرُوْرِ الذَّيْلِ زَغْفٍ مُفَاضَةٍ دِلَاصٍ كَهِزْهَازِ الْغَدِيْرِ الْمُسَلْسَلِ

اور ہمارے توانا اور چست جسموں پر ایسی زرہیں ہوں گی جو طویل ہوں گی وسیع ہوں گی، فراخ ہوں گی، لمبی اور پورے جسموں کو ڈھانپنے والی ہوں گی، اور ایسی نرم و ہموار جیسے تالاب کا پانی موج زن ہو اور لہریں مار رہا ہو۔

جرور الذیل زرہ کی صفت ہے جو طویل اور فراخ ہو زغف لمبی اور پوری زرہ جو مضبوط اور فراخ ہو۔

مفاضہ وسیع زرہ۔

دلاص: چکنی اور نرم اور ہموار،

ھِزْھَاز: کثیر الاھتزاز۔ لہریں مارتا ہوا کثیر پانی موج زن

الغدیر: نہر، تالاب وہ پانی جو سیلاب نے باقی چھوڑ دیا ہو۔

(۱۷) بِأَيْمَانِ شُمٍّ مِنْ ذَوَائِبِ هَاشِمٍ مَغَاوِيْرَ بِالْأَخْطَارِ فِيْ كُلِّ مَحْفِلِ

بنی ہاشم کے بلند پایہ عالی مرتبت اور سورماؤں کے ہاتھوں میں جو ردینی نیزے ہیں وہ ایسے جنگجوؤں کے ہاتھ میں ہیں کہ وہ جس بزم میں چلے جائیں اس کے لیے خطرہ ہیں جو سامنے آجائے وہ ان کے حملوں سے بچ نہیں سکتا۔

بعض مصادر میں مغاویر کی جگہ مغاویل ہے۔ جو "مِغْوَل" کی جمع ہے جس سے کسی کو ہلاک کیا جائے۔

أیمان، دائیں طرف شُم اشم کی جمع سادات سردار، صاحب شرف و فضیلت

"ذوائب" "ذوابة" کی جمع "ذوابة القوم" قوم کا سربراہ مغاویر مغوار کی جمع وہ جنگ جُو جو زیادہ حملہ آور ہو، اخطار خطر کی جمع، ہلاکت کے قریب اور اس کا دوسرا مفہوم شرف اور ارتفاع منزلت ہے۔

(۱۸) هُمْ سَادَةُ السَّادَاتِ فِيْ كُلِّ مَوْطِنٍ وَ خَيْرَةُ رَبِّ النَّاسِ فِيْ كُلِّ مَعْضَلِ

(غایۃ المطالب ص ۱۴۲)

وہی لوگ ہیں جو ہر جگہ ہر مقام پر سیّدوں کے سردار ہیں اور جب وہ کسی قسم کی دشواری اور مصیبت کا سامنا ہو تو یہی افراد تمام لوگوں میں سب سے اعلیٰ افضل اور بہتر نظر آتے ہیں یعنی انھیں حلّالِ مشکلات بنایا گیا ہے۔

الخیرة۔ مختار، پسندیدہ، بہترین

المَعْضَل۔ اسم فاعل من اعضل الامر، اشْتَدّ۔ امر شدید ہوگیا۔

(۶۰)

التخریج:

الحجۃ/۲۸۱ تفسیر ابی الفتوح ۸/ ۴۷۳ بحارالانوار ۳۵/ ۱۲۸

الغدیر ۷/ ۳۷۱ یہ اشعار مطبوعہ دیوان میں نہیں۔

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے فرمایا۔

یہ اشعار "بحر خفیف" میں ہیں۔

رسول کی آمد کا اعلان اور مدد کی تلقین

(۱) قُلْ لِمَنْ کَانَ مِنْ کَنَانَۃَ فِی الْعِزِّ وَ اَھْلِ النَّدٰی وَ اَھْلِ الْمَعَالِیْ

جاؤ اور یہ اعلان کر دو ان لوگوں کے سامنے جو بنی کنانہ کے عزت دار سخی اور صاحبان منزلت لوگ اور بلند مرتبہ شخصیات ہیں۔

اَلنَّدٰی، اَلْجُوْد۔ سخاوت، اَھْلُ الْمَعَالِی بلند مرتبہ شخصیات

اس شعر میں بنی کنانہ کی تین صفات اور خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔عزت دار، سخی اور بلند مرتبت افراد

(۲) قَدْ آتَاکُمْ مِنَ الْمَلِیْکِ رَسُوْلٌ فَاقْبَلُوْهُ بِصَالِحِ الْاَعْمَالِ

یقیناً تمہارے پاس خدائے ذوالجلال، ربّ متعال کے پاس سے ایک رسول آچکا ہے لہٰذا اس کی باتوں کو تسلیم کرو، نیک اعمال بجالانے کے لیے۔

(۳) وَ انْصُرُوْا اَحْمَداً فَاِنَّ مِنَ اللّٰہِ رِدَاءٌ عَلَيْهِ غَيْرَ مُدَالِ

اور احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت و نصرت کرو اس لیے کہ ان کے اوپر اللہ کی رحمت کی وہ چادر ہے جو ان سے کوئی نہیں چھین سکتا کوئی ان پر غلبہ نہیں پا سکتا وہی غالب آ کر رہیں گے۔

غیر مُدال ای لَا یَغْلَبُ عَلَیْہِ فَیُوخذ منہ اس پر غالب نہیں آیا جا سکتا کہ اس سے لی جا سکے۔

قَالَ عَزَّ وَ جَلَّ فِي الْحَدِيْثِ الْقُدْسِيِّ:

اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ وَ الْعَظَمَةُ اِزَارِيْ فَمَنْ نَازَعَنِيْ وَاحِدًا مِّنْهُمَا قَذَفْتُهٗ فِي النَّارِ.

(صحیح مسلم عن ابی سعید)

دوسری روایت میں ہے:

فَمَنْ نَازَعَنِيْ فِيْ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اَلْقَيْتُهٗ فِيْ جَهَنَّم.

(تنبیہ الخواطر و بہجۃ النواظر المعروف مجموعہ ورّام جلد ۱ ص ۲۰۶، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ۱۱ / ۱۰۵)

(۶۱)

تخریج:

کتاب سیبویہ ۱/ ۴۷۸	شرح الکافیہ ۲/ ۲۵۲
مجمع البیان ۱/ ۱۲۳، ۵/ ۲۳۷،	خزانۃ الادب ۹/ ۱۱

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے فرمایا۔

یہ شعر "بحرالوافر" میں ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی

(۱) مُحَمَّدُ تَفِدْ نَفْسَكَ كُلُّ نَفْسٍ　　إِذَا مَا خِفْتَ مِنْ أَمْرٍ تَبَالًا

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ کو کسی تباہی اور دشمنی کے امر کا خوف دامن گیر ہو تو آپ فکر نہ کریں ہر فرد آپ پر اپنی جان قربان کرنے کے لیے تیار ہے۔

بغدادی نے خزانۃ الادب ۹/ ۴ اور ہشام نے شرح الشذور میں کہا ہے کہ اس شعر کے خالق حضرت ابوطالبؑ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم ہیں۔

(٦٢)

تخریج:

شرح ابن ابی الحدید ۴ / ۲۹۴۔ الدرۃ الغراء۔ ۱۴۰

غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب ص ۱۴۰

یہ اشعار "بحر طویل" میں ہیں۔

وقال فِیمَنْ قتل رفیقه لأجل حَبْلٍ

اور حضرت ابو طالب علیہ السلام نے اس کے بارے میں کہا جس نے اپنے رفیق کو ایک رسی کی خاطر اپنے عصا سے مارڈالا۔

ایک رسی کی خاطر قتل

(۱) أَمِنْ اَجْلِ حَبْلٍ ذِیْ رِمَامٍ عَلَوْتَهٗ بِمِنْسَاۃٍ قَدْ جَاءَ حَبْلٌ وَ اَحْبُلُ

کیا ایک بوسیدہ رسی کی خاطر تم نے اس شخص کو قتل کر دیا اپنے عصا کے ذریعے اب یہ رسّی تو گلے کا پھندا بن جائے گی۔

(۲) هَلُمَّ اِلٰی حُکْمِ ابْنِ صَخْرَۃَ اِنَّهٗ سَیَحْکُمُ فِیْمَا بَیْنَنَا ثُمَّ یَعْدِلُ

تم آؤ ہم چلیں حکم ابن صخرہ کی طرف وہی ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا پھر وہ عدل سے کام لے گا

ابن صخرہ سے مراد ولید بن مغیرہ ہے اور حضرت ابوطالبؑ اس بات پر فخر کرتے تھے کہ وہ اُن کے ماموں کا بیٹا ہے ابن ابی الحدید نے کہا ہے کہ ولید بن مغیرہ ذی المجاز میں بیٹھتا تھا اور عکاظ کی جنگوں میں عربوں کے درمیان فیصلے کیا کرتا تھا اور بنی عامر بن لوی کا ایک شخص بنی عبد مناف بن قصی کے کسی شخص کے ساتھ ہم سفر ہوا ایک رسّی کے بارے میں ان میں گفتگو چھڑ گئی اس نے عصا اٹھا کر اسے قتل کر دیا اور اس کا خون بہنے لگا ابوطالبؑ بن عبدالمطلب اس کی خاطر اٹھے اور قاتل کو ولید بن مغیرہ کے پاس لے آئے اس نے پچاس قسمیں کھائیں کہ اس نے اس شخص کو قتل نہیں کیا ہے اسی واقعے کو بیان کرنے کے لیے حضرت ابوطالبؑ نے یہ اشعار کہے ہیں۔

(۶۳)

تخریج:

النھایۃ لابن اثیر فی غریب الحدیث والاثر ۵ / ۱۶۲

حضرت ابوطالبؑ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں فرمایا۔ اور ان کی نصرت کے لیے کہا۔

یہ اشعار "بحر بسیط" میں ہیں۔

حمایت کا برملا اعلان

حَتّٰی یُجَادِلُکُمْ عَنْهُ وَحَاوِحَةٌ شِیبٌ صَنَادِیدُ لَا تَذْعَرُهُمُ الْأَسَلُ

یہاں تک کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بڑے بڑے سردار تم سے جھگڑا کریں سفید بالوں والے بڑے سورما اور بہادر جنھیں تلوار اور نیزے خوف زدہ نہیں کر سکتے۔

الوحواح۔ سردار، رئیس۔ صنادید اس کا واحد صندید ہے بہادر سردار

الاسَل۔ نیزہ اور ہر تیز اور پتلا لوہا مثلاً تلوار اور چھری وغیرہ۔

(۶۴)

التخریج:

شرح ابن ابی الحدید ۳/۳۱۰

ابن اسحاق نے کہا پھر قریش نے یہ جان لیا کہ حضرت ابو طالبؑ نے انکار کر دیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد سے ہرگز ہاتھ نہ کھینچیں گے اور نہ ہی انھیں قریش کے سپرد کریں گے اور انھوں نے دیکھا کہ ابو طالبؑ نے اجماع کر لیا ہے کہ وہ قریش کی مفارقت اور اُن سے عداوت مول لیں گے تو وہ عمارہ بن ولید بن مغیرہ مخزومی کو لے کر گئے اور وہ قریش کا نہایت حسین و جمیل جوان تھا۔ انھوں نے کہا اے ابو طالب یہ عمارہ بن ولید ہے قریش کا سب سے زیادہ خوب صورت اور شان دار جوان تم اسے لے لو اور اپنا بیٹا بنا لو یہ تمھارے حوالے ہے اور اپنے اس بھتیجے کو ہمارے سپرد کر دو جس نے تمھارے دین اور تمھارے آباؤ اجداد کے دین کی مخالفت کی ہے اور اپنی قوم کی جماعت سے علیحدہ کر دو تاکہ ہم اسے قتل کر دیں وہ ایک شخص کے بدلے میں ایک شخص ہوگا۔

فَقَالَ أَبُوطَالِبٍ وَ اللهِ مَا أَنْصَفُوْنِيْ وَ لَا أَنْصَفْتَنِيْ وَ لٰكِنَّكَ قَدْ أَجْمَعْتَ عَلَى خِذْلَانِي وَ مُظَاهَرَةِ الْقَوْمِ عَلَيَّ فَاصْنَعْ مَابَدَا لَكَ.

تو حضرت ابو طالبؑ نے کہا خدا کی قسم نہ انھوں نے انصاف کیا اور نہ ہی تم نے مجھ سے انصاف کیا بلکہ تم تو مجھے بے یار و مددگار کرنے کے لیے مجتمع ہوئے ہو اور تم نے قوم کو میرے خلاف کر دیا ہے اب جو بھی تمھارا جی چاہے کرو۔

سیرۃ ابن اسحاق/۱۵۲، طبقات ابن سعد، ج ۱/۱۳۴، انساب الاشراف ۱/۲۳۱ تاریخ طبری ۲/۲۲۰، مجمع البیان ۴/۲۸۷

ابن اسحاق نے کہا کہ اس وقت قوم (قریش) ان سے علاحدہ ہوگئی اور ان میں کینہ پرورش پانے لگا اور انھوں نے ایک دوسرے کو بلانا اور پکارنا شروع کر دیا اور مسلمانوں میں سے جن لوگوں نے حضرت محمد ﷺ کا اتباع کیا تھا ان کے خلاف قبائل کو ابھارنے اکسانے اور جنگ پر آمادہ کرنے لگے اور ان میں ہر قبیلہ جو دوسرے کے خلاف تھا وہ مسلمانوں کو تکلیفیں پہنچانے لگا اور انھیں دین کے معاملے میں آزمائشوں میں ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو ان کے چچا کے ذریعے مدد و نصرت فراہم کی اور حضرت ابو طالبؑ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے مابین کھڑے ہوئے جب یہ دیکھا کہ قریش کا یہ روّیہ ہے تو پھر انھیں رسول اللہ کی حمایت و نصرت کی دعوت دی اور ان کے سامنے سینہ سپر ہونے کے لیے انھیں تیار کیا لوگ حضرت ابو طالبؑ کے گرد جمع ہو گئے اور ان کے ساتھ قیام کا اعلان کر دیا اور حضرت ابوطالبؑ نے جس امر کی جانب بلایا تھا اسے لبیک کہا کہ وہ رسول اللہ کا دفاع کریں گے سوائے ابولہب کے اس نے انکار کر دیا وہ ان کے ساتھ اس معاملے میں شریک نہیں ہوا حضرت ابوطالبؑ اس کی طرف اشعار کے ذریعے پیغام بھیجتے رہے اور اسے نصرت کے لیے دعوت دیتے رہے اسی کے بارے میں اشعار کہے جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

یہ شعر" بحر الوافر" میں ہے۔

ابولہب کا کردار

(۱) حَدِیْثٌ عَنْ اَبِیْ لَهَبٍ اَتَانَا وَ کَانَفَهٗ عَلٰی ذَاکُمْ رِجَالُ

ابولہب کی جانب سے ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ تم میں سے کچھ لوگوں نے اس کی حمایت کی ہے اس بارے میں اس کا ساتھ دیا ہے۔

(٦٥)

تخریج:

لسان العرب۔ مادّہ ثوب

امام شافعی نے حضرت ابوطالبؑ کی شان میں کہا ہے۔

یہ شعر "بحرِ طویل" میں ہے۔

امام شافعی مداحِ ابوطالب

مَثَابًا لِأَفْنَاءِ الْقَبَائِلِ كُلِّهَا تَخُبُّ اِلَيْهِ الْيَعْمُلَاتُ الذَّوَامِلُ

تمام قبائل کے معاملات کی اصلاح کے لیے حضرت ابوطالبؑ کی ذات پناہ گاہ ہے، سب اُن کے پاس اس مقصد کے لیے آتے ہیں یکجا ہوتے ہیں اپنی اپنی تیز رفتار سواریوں پر اُن کے پاس مجتمع ہوتے ہیں اور وہ اُن کے درمیان فیصلے کرتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ سیّد البطحاء ہیں۔

اَلْيَعْمُلَاتُ الذَّوَامِلُ وہ ناقے جو تیز تیز سفر طے کرتے ہیں۔

چوں کہ یہ شعر اسی قافیے اور ردیف میں تھا اس لیے اس کے ذیل میں لکھا گیا۔

قافیۃ المیم

(٦٦)

تخریج:

سیرۃ ابن ہشام ۱/۲۴۵، البدایۃ والنہایۃ (ابن کثیر) ۳/۹۳

شرح ابن ابی الحدید ۳/۳۱۱ اور کچھ ابیات سیرۃ ابن اسحاق میں ہیں/۱۶۴

الحجۃ/۳۴۴ الغدیر ۷/۳۹۲

اور یہ اشعار مطبوعہ دیوان میں نہیں ہیں۔ البتہ دیوان ابی طالب عم النبی مرتبہ الدکتور محمد تونجی ناشر دارالکتاب العربی کے ص ۷۸/۷۹ پر ہے اور یہ کل نو شعر ہیں۔

یہ اشعار "بحرطویل" میں ہیں۔

ابولہب کو دعوت حق اور نصیحت

حضرت ابوطالب علیہ السلام ان اشعار کے ذریعے ابولہب کو نہایت نرم لہجے میں نصرت کی دعوت دے رہے ہیں۔

(۱) وَ إِنَّ امْرَأً أَبُو عُتَيْبَةَ عَمُّهُ لَفِيْ رَوْضَةٍ مَا أَنْ يُسَامُ الْمَظَالِمَا

ابوعتیبہ ابولہب کی کنیت ہے۔

اور ایک شخص جو ابوعُتبہ (یعنی ابولہب) کے نام سے موسوم ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چچا ہے اگر وہ ظلم و ستم سے باز آجائے اور مخالفت نہ کرے تو وہ خوش بختی کے سرسبز باغ میں ہوگا۔ عیش و آرام کی زندگی بسر کرے گا۔

سورۂ روم کی آیت ۱۵ میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے:

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُّحْبَرُونَ ﴿۱۵﴾

لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بجالائے وہ باغِ جنت میں شاداں و فرحاں رکھے جائیں گے۔

(۲) أَقُولُ لَهُ وَ أَيْنَ مِنْهُ نَصِيحَتِي　　أَبَا مُعْتَبٍ ثَبِّتْ سَوَادَكَ قَائِمًا

میں ابولہب سے کہہ رہا ہوں لیکن وہ کہاں میری نصیحت کو ماننے والا ہے؟ میں کہوں گا کہ اے ابومعتب تم اپنی شخصیت کا پاس کرو اور اپنی ہستی کو باقی رکھو ایسا کام نہ کرو جس سے تمھاری ذات مجروح ہو۔

(۳) وَ لَا تَقْبَلَنَّ الدَّهْرَ مَا عِشْتَ خُطَّةً　　تُسَبُّ بِهَا إِمَّا هَبَطْتَ الْمَوَاسِمَا

اور تم ہرگز ہرگز قبول نہ کرنا زمانے سے جب تک زندہ ہو کسی قسم کی جہالت کو جس کی وجہ سے تمھیں دشنام دی جائے یا تم کسی اجتماع میں جاؤ تو تمھیں کسی خفت اور خجالت کا سامنا ہو۔

(۴) وَ وَلِّ سَبِيلَ الْعَجْزِ غَيْرَكَ مِنْهُمْ　　فَإِنَّكَ لَمْ تُخْلَقْ عَلَى الْعَجْزِ لَازِمًا

کتاب حجة میں "منهم" کی جگہ "فیهم" ہے۔ اور "لازماً" کی جگہ "دائماً" ہے

اور تم عاجزی اور درماندگی کا راستہ دوسروں کے لیے چھوڑ دو جن کا تعلق تمھارے غیر سے ہے۔ اس لیے کہ تم عاجزی و درماندگی کے لیے خلق نہیں کیے گئے کہ تم اس سے چپٹے رہو اور اپنے لیے لازم کرلو۔

(۵) وَ حَارِبْ فَإِنَّ الْحَرْبَ نِصْفٌ وَلَنْ تَرَى　　أَخَا الْحَرْبِ يُعْطِي الْخَسْفَ حَتّٰى يُسَالِمَا

اور تم دشمنوں کا ساتھ دینے کے بجائے اُن سے جنگ کرو کیوں کہ جنگ کرنا ہی عدل و انصاف کا تقاضا ہے اور تم ہرگز یہ نہ دیکھو گے کہ جنگ جو ذلت و خواری سے دوچار ہو جب تک وہ ہتھیار نہ ڈال دے۔

النَّصَفُ: الانصافُ و العدلُ، انصاف و عدل، الخَسف۔ الذُّلّ ذلت و خواری

(۶) وَ كَيْفَ وَ لَمْ يَجْنُوْا عَلَيْكَ عَظِيْمَةً ۔۔۔ وَ لَمْ يَخْذُلُوْكَ غَانِمًا أَوْ مُغَارِمَا

اے ابولہب تم اپنے خاندان والوں کی مخالفت کیوں کر رہے ہو جب کہ انھوں نے تمھارے ساتھ کوئی ناروا سلوک روانہیں رکھا اور نہ ہی انھوں نے تمھارا ساتھ چھوڑا ہے خواہ فائدہ ہو یا نقصان ہرحال میں تمھارا ساتھ دیا ہے۔

(۷) جَزَى اللهُ عَنَّا عَبْدَ شَمْسٍ وَ نَوْفَلًا ۔۔۔ وَ تَيْمًا وَ مَخْزُوْمًا عُقُوْقًا وَ مَاثَمًا

اللہ تبارک وتعالیٰ بنی عبدشمس بنی نوفل بنی تیم اور بنی مخزوم کوان کے گناہوں اور نافرمانیوں کی سزا ضرور دے گا جوانھوں نے ہمارے ساتھ سلوک روا رکھا تھا یعنی انھیں ان کی بدسلوکی اور نافرمانیوں کا بدلہ ضرور ملے گا۔

(۸) بِتَفْرِيْقِهِمْ مِنْ بَعْدِ وُدٍّ وَ أُلْفَةٍ ۔۔۔ جَمَاعَتَنَا كَيْمَا يَنَالُوا الْمَحَارِمَا

ان لوگوں نے ہماری مودّت و الفت کا عہد و پیمان کرنے کے بعد اس سے انحراف کیا اور پراگندہ ہو گئے اور ہماری جماعت سے علاحدگی اختیار کر لی تاکہ وہ ہمیں نقصان پہنچا سکیں۔

(۹) كَذَبْتُمْ وَ بَيْتِ اللهِ نُبْزِيْ مُحَمَّدًا ۔۔۔ وَ لَمَّا تَرَوْا يَوْمًا لَدَى الشِّعْبِ قَائِمًا

اللہ کے گھر کعبہ اقدس کی قسم! تم نے جھوٹ کہا کہ ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمھارے حوالے کر دیں گے اور وہ مغلوب ہو جائیں گے اور شعب کے نزدیک تمھیں ہمارا سامنا نہ کرنا پڑے گا۔ ہم ہر صورت میں آنحضرت کا دفاع کریں گے وہ غالب رہیں گے اور کبھی بھی مغلوب نہ ہوں گے۔

(٦٧)

تخریج:

دیوان مطبوعہ ۱۵/۱۶ وغَایَۃُ الْمَطَالِبِ فی شرح دیوان ابی طالب۔ محمد خلیل خطیب۔ ص ۱۴۳

حضرت ابو طالب علیہ السلام نے یہ قصیدہ خاندان بنی ہاشم کے قبیلے کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہا ہے جس میں اُن کی شجاعت کا تذکرہ ہے نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر جمیل بھی ہے جب بنی ہاشم نے قریش سے کیے گئے مقاطعہ کی دستاویز کے لیے آواز بلند کی۔

یہ اشعار "بحر متقارب" میں ہیں۔

خاندانِ بنی ہاشم کی مدح سرائی

(۱) سَقَی اللّٰہُ رَھْطًا ھُمُ بِالْحَجُوْنِ قِیَامٌ وَ قَدْ ھَجَعَ النُّوَّمُ

اے اللہ تو ایسے گروہ کو اپنی رحمتوں سے سیراب کر دے جو حجون میں نبی کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت و حمایت کے لیے قیام کر رہے ہیں اور صحیفہ کو باطل کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں جو قریش نے مقاطعہ کے لیے تحریر کیا تھا جب کہ دوسرے لوگ خواب غفلت میں پڑے ہوئے تھے۔

رھط۔ دس سے کم کی جماعت۔ حجون مکہ کی مشہور پہاڑی ھجع۔ رات کو سونا۔

قرآن میں ہے:

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿١٧﴾ (الذاریات)

وہ رات کے تھوڑے سے حصے میں سویا کرتے ہیں۔

(۲) قَضَوْا مَا قَضَوْا فِيْ دُجٰی لَيْلِهِمْ وَ مُسْتَوْسِنُ النَّاسِ لَا يَعلَمُ

بنی ہاشم کے لوگوں نے رات کے اندھیرے میں جو فیصلہ کرنا تھا کر لیا جب کہ دوسرے لوگ جو اونگھ رہے تھے انھیں معاملہ کی کچھ خبر نہ تھی کہ کیا ہو رہا ہے۔

استوسن۔ اخذہ النعاس اسے اونگھ آ گئی۔

(۳) بِهَالِيْلُ غُرٌّ لَهُمْ سُوْرَةٌ يُدَاوٰی بِهَا الْاَبْلَجُ الْمُحرَمُ

یہ فیصلہ کرنے والے بنی ہاشم کے وہ عالی وقار اور ذمہ دار سردار تھے جن میں تمام محاسن جمع تھے ان کی یہ منزلت ہے کہ ان کے ذریعے عاجز و محروم لوگوں کا مداوا ہوتا ہے۔

بھالیل بھلول کی جمع وہ سردار جس میں تمام خوبیاں یکجا ہوں

غُرٌّ اغر کی جمع ہے۔ قوم کا سردار سورۃ۔ منزلت ابلج۔ جن کی بھنویں چھدری ہوں بعض مصادر میں الابلح المجرم ہے۔ تھکا ہوا مجرم۔

(۴) كَشِبْهِ الْمَقَاوِلِ عِنْدَ الْحَجُوْ نِ بَلْ هُمْ اَعَزُّ وَ هُمْ اَعْظَمُ

بنی ہاشم کے یہ بہادر، دلیر اور سردار ایسے ہیں جیسے حجون کے نزدیک ملوک و سلاطین ہوں بلکہ یہ لوگ تو اپنی سطوت عظمت اور شان و شوکت میں ان سے زیادہ صاحبِ فضیلت اور عظیم منزلت کے حامل ہیں۔

المقاول۔ الملوک

(۵) لَدٰی رَجُلٍ مُرْشِدٍ اَمْرُهٗ اِلَی الْحَقِّ يَدْعُوْ وَ يَسْتَعْصِمُ

ایسی ہستی کے نزدیک جو راہنما ہے وہ حق کی دعوت دے رہا ہے وہ اپنے کردار سے انھیں حق کی دعوت دے رہا ہے زبان سے نہیں اور اپنے اخلاق سے لوگوں کو متاثر کر رہا ہے اور پناہ کا طلب گار ہے۔

(۶) فَلَوْ لَا حَذَارِیْ نَثَا سُبَّةٍ يُشِيْدُ بِهَا الْحَاسِدُ الْمُفْعِمُ

اگر اچھی یا بری خبر پھیل جانے کا خوف دامن گیر نہ ہوتا جسے حسد کرنے والا جو غم والم سے بھرا ہوتا ہے وہ خوب بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے۔

نثا۔ کسی کے بارے میں خبر دینا خواہ اس کا تعلق اچھائی سے ہو یا برائی سے

حذاری۔ خوف کرنا۔ سُبَّةُ العار۔ شرم وحیا

أَشَادَ بذكره: رفعه بالثناءِ عليه۔ اس کی تعریف کر کے اسے رفعت عطا کی۔ مُفْعِم۔ غم والم سے بھرا ہوا

(۷) وَ رَهْبَةُ عَارٍ عَلَى أُسْرَتِي إِذَا مَا أَتَى أَرْضَنَا الْمَوْسِمُ

اور جو لوگ حج بیت اللہ کے لیے دور دراز سے سفر کر کے آتے ہیں اگر ان لوگوں کے سامنے خاندان کی عزت کا مسئلہ نہ ہوتا اور وہ اپنی شان وشوکت سے خوف زدہ نہ ہوتے۔

الرهبة۔ خوف، ڈر، موسم حج کا اجتماع اور مکے کے بازار کے لیے بھی بولا جاتا ہے اس کی جمع مواسم ہے۔

(۸) لَتَابَعْتُهُ غَيْرَ ذِي مِرْيَةٍ وَ لَوْ سِيءَ ذُوالرَّغْمِ وَ الْمُحْرِمُ

تو اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ بہت سے لوگ آنحضرت کی آواز پر لبیک کہتے اور ان کی پیروی کرتے چاہے پسند نہ کرنے والوں اور حاجیوں کو کتنا ہی نا گوار گزرتا۔

بعض مصادر میں ولو سيئ ذوالرائ ہے یعنی رائے رکھنے والوں کو جو اپنی مرضی کے مالک ہیں۔

(۹) كَقَوْلِ قُصَيٍّ أَلَا أَقْصِرُوا وَ لَا تَرْكَبُوا مَا بِهِ الْمَاثَمُ

حضرت ابوطالبؑ قصی کے قول کو پیش کر رہے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ذرا توقف کرو، رک جاؤ اور ایسے امر کی جانب قدم نہ بڑھاؤ جہاں گناہ کی دلدل میں پھنس جانے کا اندیشہ ہو۔

(۱۰) فَإِنَّا بِمَكَّةَ قِدْمًا لَنَا بِهِ الْعِزُّ وَ الْخَطَرُ الْأَعْظَمُ

اور جہاں تک ہمارا تعلق ہے تو زمانۂ قدیم سے مکۂ مکرمہ میں ہماری عزت کی جاتی ہے ہمارا احترام ملحوظ رکھا

جاتا ہے اور ہم عظیم منزلت کے حامل ہیں۔

(۱۱) وَ مَنْ يَّكُ فِيْهَا لَهُ عِزَّةٌ حَدِيْثًا فَعِزَّتُنَا الْاَقْدَمُ

اور اگر کوئی ایسا ہو جسے اس نئے زمانے میں عزت و احترام مل گیا ہو لیکن ہماری عزت وعظمت تو قدیمی زمانے سے چلی آرہی ہے ہمارا خاندان ہمیشہ سے بڑائی اور بلندی کے مینار پر نظر آرہا ہے اس نے یہ احترام کوئی نیا حاصل نہیں کیا ہے۔

(۱۲) وَ نَحْنُ بِبَطْحَاءِهَا الرَّائِسُوْ نَ وَ الْقَائِدُوْنَ وَ مَنْ يَّحْكُمُ

اور ہم ہی بطحا (مکّہ) کے ثابت قدم لوگ قدیمی باشندے ہیں اور قیادت اور سیادت ہمارے ہی پاس ہے اور ہم ہی لوگوں کے مابین حَکَمْ (فیصلہ کرنے والے) کی حیثیت رکھتے ہیں۔

(۱۳) نَشَانَا فَكُنَّا قَلِيْلًا بِهَا نُجِيْرُ وَ كُنَّا بِهَا نُطْعِمُ

ہم جب پروان چڑھ رہے تھے تو زمانہ قدیم سے ہم مکہ میں قلیل تعداد میں رہے ہیں لیکن ہم سب سے بہتر انداز اور سب سے اعلیٰ کردار کے ساتھ رہے ہیں اور ہم ہی وہ ہیں جو لوگوں کو پناہ دیتے ہیں اور ہم وہ لوگ ہیں جو کھانا کھلایا کرتے ہیں۔

بعض نسخوں میں بخیر ہم خیرات کیا کرتے تھے۔

دراصل اس شعر میں اشارہ ہے حضرت ہاشم کی طرف جو ضیافت کرنے اور کھانا کھلانے میں مشہور تھے۔

سلسلہ آباء النبی میں السید احمد الواحدی نے تحریر کیا ہے کہ حضرت ہاشم سخی اور نہایت باہمت اور جری انسان تھے وہ تنگ دست اور کمزور لوگوں سے غافل نہ تھے جب مکہ میں قحط کا سامنا کرنا پڑا اور باشندگان مکہ بھوک اور کھانے کی کمی سے دوچار ہوئے تو آپ اپنے اہل و عیال کے ساتھ سرزمین فلسطین تشریف لے گئے اور وہاں سے آٹا اور کھانے کے اشیاء لے کر مکہ واپس آئے اور روٹیاں پکوا کر اور بکریوں کا گوشت مہیا کر کے لوگوں کے لیے کھانے کا اہتمام کیا اور وہ شوربے میں روٹیاں چور کر کے لوگوں کو کھلایا کرتے تھے اور کعک (گھی شکر اور دودھ میں روٹیاں پکا کر) کھلایا کرتے تھے۔ اسی لیے ہاشم کے لقب سے نوازے گئے۔ (سلسلۃ آباء النبیؐ ص ۲۷۱)

بحار الانوار ج ۱۵ ص ۳۸ پر ہے کہ جب ذی الحجہ کا چاند نظر آتا تھا تو حضرت ہاشم لوگوں کو کعبہ کے گرد جمع ہونے کا حکم دیتے تھے اور اُن سے خطاب فرماتے:

مَعَاشَرَ النَّاسِ اِنَّكُمْ جِيرَانُ اللهِ...

اے لوگو تم اللہ اور اس کے گھر کے ہمسائے ہو اس مہینہ میں بیت اللہ کی زیارت کرنے والے حاجی حضرات تشریف لائیں گے وہ اللہ کے مہمان ہوں گے اور مہمانوں کی تکریم لازمی ہے اللہ نے تمھیں یہ شرف عطا کیا ہے۔

حضرت ہاشم چمڑے کے حوض بنواتے تھے اور اس میں زمزم کا پانی ڈال دیتے تھے اور ہر طرف پانی کا وافر انتظام کرتے تھے اور اُن کا یہ طریقہ تھا کہ ترویہ کے دن سے پہلے انھیں کھانا کھلاتے تھے اور منیٰ سے عرفہ تک ان کے لیے طعام کا بندوبست کرتے تھے ان کے لیے گوشت گھی اور کھجور کا اہتمام کرتے تھے اور جب لوگ منیٰ سے واپس آتے تھے تو انھیں دودھ پلانے کا انتظام کرتے تھے۔

(۱۴) إِذَا عَضَّ أَزْمُ السِّنِيْنَ الْأَنَامَ ❊ وَ حَبَّ الْقُتَارِ بِهَا الْمُعْدِمُ

جب قحط سالی کی شدت کے سبب لوگ پریشان حال تھے ان کی زندگی دشوار تھی اور فقیر و محتاج لوگ اس دھویں کو دیکھنا چاہتے تھے جو کھانا پکاتے وقت بلند ہوتا ہے۔

عض۔ دانتوں سے کاٹنا۔ ازم شدت السنین۔ قحط سالی

القتار۔ (کھانا پکاتے وقت آگ سے جو دھواں بلند ہوتا ہے۔ المُعْدِم۔ فقیر، محتاج

(۱۵) نَمَانِيْ شَيْبَةُ سَاقِي الْحَجِيْجِ ❊ وَ مَجْدٌ مُنِيْفُ الذُّرٰى مُعْلَمُ

حضرت ابوطالبؑ فرماتے ہیں: ایسے قحط کے زمانے میں وہ میرے والد گرامی شیبۃ الحمد حضرت عبدالمطلب تھے جنھوں نے حاجیوں کے لیے کھانے پینے کا اہتمام، انتظام اور انصرام کیا تھا اور یہ شرف فضیلت اور عظمت ظاہر و باہر ہے کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔

نمانی، رفعنی، مجھے رفعت عطا کی، منیف، مرتفع، بلند۔ الذُّری، ذُرْوَةٌ کی جمع ہے بلند منزلت، معلم، واضح

عبدالمطلب قریش کے سردار تھے اللہ تعالیٰ نے انھیں جو شرف عطا کیا تھا وہ کسی کو نہیں ملا تھا وہ قحط سالی کے

دوران لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے یہاں تک کہ پرندوں کو بھی کھلایا کرتے تھے اور پہاڑوں میں وحشی جانوروں کے لیے بھی کھانے کا اہتمام کرتے تھے حضرت ابوطالبؑ نے کہا:

وَ نُطْعِمُ حَتّٰى تَأْكُلُ الطَّيْرُ فَضْلَنَا إِذَا جُعِلَتْ أَيْدِي الْمُفِيْضِيْنَ تَرْعَدُ

اور ہم کھانا کھلایا کرتے تھے یہاں تک کہ پرندے بھی ہمارا بچا کھچا کھانا کھاتے تھے جب تنگ دستی کے سبب اسخیا اور صاحبان جود وعطا کے ہاتھ لرزتے تھے۔

شیبة حضرت عبدالمطلب کا نام ہے اور ان کے متعدد نام تھے جیسے شَيْبَةُ الْحَمْدِ۔ سَاقِي الْحَجِيْجِ، سَيِّدُ الْبَطْحَاءِ، سَاقِي الْغَيْثِ، غَيْثُ الْوَرٰى فِي الْعَامِ الْجَدَبِ (قحط سالی کے دوران کائنات کے لیے بارانِ رحمت) أَبُو السَّادَةِ الْعَشْرَةِ، حَافِرُ زَمْزَم (بحار الانوار ۱۵ / ۱۶۳)

سقایہ کا عہدہ بنی ہاشم سے مخصوص تھا اور یہ لوگ حاجیوں کو ایسا پانی پلاتے تھے جس میں کشمش کی آمیزش ہوتی تھی۔

حضرت عبدالمطلب نے بتوں کی عبادت کا انکار کیا اور اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کو اپنایا انھوں نے نذر پوری کی اور ایسے طریقے رائج کیے جو اللہ تعالٰی نے آیات قرآنی کے ذریعے واضح کیے ہیں۔ نذر کا پورا کرنا، سو اونٹ دیت میں دینا، محرم سے نکاح نہ کرنا، گھروں میں پشت سے نہ آنا، چور کے ہاتھ کاٹنا۔ لڑکیوں کو زندہ در گور نہ کرنا۔ شراب سے نفرت، زنا کو حرام کرنا، اس کی حد جاری کرنا عریاں طواف نہ کرنا، پاک مال سے حج کرنا، مہمان نوازی کرنا، محترم مہینوں کی تعظیم کرنا وغیرہ۔

(٦٨)

تخریج:

شرح ابن ابی الحدید ۳۲/۳۱۳، الحجۃ/۱۹۶-۱۹۷
بحارالانوار ۳۵/۹۲ الدیوان المطبوع ۲۸-۲۹
اور کچھ اشعار حماسہ/۱۶ اور مناقب ۱/۶۳ میں ہیں

ان اشعار میں حضرت ابوطالبؑ اپنے خاندان اور قبیلے کے ان لوگوں سے مخاطب ہیں اور ان کی ہجو کی ہے جنھوں نے مقاطعہ کی تحریر کے لیے کوشش کی تھی اور اس امر کو محکم کیا تھا۔

یہ اشعار "بحر الوافر" میں ہیں۔

مقاطعہ کی تحریر میں حصہ لینے والوں کی ہجو

(۱) أَرِقْتُ وَ قَدْ تَصَوَّبَتِ النُّجُوْمُ وَ بِتُّ وَ مَا تُسَالِمُكَ الْهُمُوْمُ

میں ساری رات بیدار رہا جب کہ ستارے نیچے آرہے تھے اور میں نے رات اس حال میں بسر کی کہ غم والم سے میری جنگ ہوتی رہی۔

کتاب الحجۃ میں "و ما تسالمك" کی جگہ "لا تسالبك" ہے۔ ارق ۔ رات کے وقت نیند کا اڑ جانا۔اچاٹ ہوجانا۔ تصوب۔ نیچے اتر آئے،تسالم۔ صحیح وسالم رکھنا

(۲) لِظُلْمِ عَشِيْرَةٍ ظَلَمُوْا وَ عَقُّوْا وَغِبُّ عُقُوْقِهِمْ كَلَأٌ وَخِيْمُ

اس خاندان اور قبیلے کی وجہ سے جو ظلم ڈھانے اور کہنا نہ ماننے پر تلا ہوا ہے اور ان کی نافرمانی کا انجام اس گھاس (چارہ) جیسا ہے جس کا کھانا مضر صحت ہوتا ہے۔

(۳) هُمُ انْتَهَكُوا الْمَحَارِمَ مِنْ اَخِيْهِمْ وَ لَيْسَ لَهُمْ بِغَيْرِ اَخٍ حَمِيْمُ

یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے بھائی کی حرمت کو پامال کیا ہے اور اُسے اپنے لیے مباح قرار دیا ہے جب کہ ان کی یہ کیفیت ہے کہ وہ خود اپنا دفاع نہیں کر سکتے اور غیر سے حفاظت کے طلب گار ہیں۔

انتھکوا المحارم۔ حرام کا ارتکاب کیا ہے اور محارم محرمہ کی جمع ہے

(۴) اِلَى الرَّحْمٰنِ وَ الْكَرَمِ اسْتَذَمُّوْا وَ كُلُّ فِعَالِهِمْ دَنَسٌ ذَمِيْمُ

ان لوگوں نے وہ کام انجام دیا ہے جو رحمٰن اور اس کے کرم کے نزدیک قابل مذمت ہے بلکہ اُن لوگوں کا ہر اقدام اور ہر کام عیب دار اور لائق مذمت ہے اس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔

(۵) بَنُوْ تَيْمٍ تَوَارِثُهَا هُصَيْصٌ وَ مَخْزُوْمٌ لَهَا مِنَّا قَسِيْمُ

بنو تیم وہ ہیں جن کے عمل کو ھصیص نے ناپسند کیا اور اس کی مذمت کی ہے اور بنی مخزوم نے بھی۔ وہ ہمارے حصہ دار ہیں۔

ہوسکتا ہے "تَوَارِثُهَا" کی جگہ "ثوار بها" ہو بوجھ اٹھاتے ہیں، مدد کر رہے ہیں۔

ھصیص تصغیر ہے قریش کے ایک قبیلے کا باپ اور وہ ھصیص بن کعب بن لوی بن غالب ہے (الصحاح ۳/۱۰۶۲) ھصیص یہ ابومرہ کا بھائی تھا اور اس کی ماں مختبہ بنت شیبان تھی بنو تیم قریش کا ایک قبیلہ تیم بن مرہ ہے جس سے حضرت ابوبکر کا تعلق ہے اور تیم بن غالب بن فہر اور تیم بن قیس بن ثعلبہ بن عکابہ بھی مراد ہوسکتا ہے۔

(۶) فَلَا تَنْهٰى غُوَاةَ بَنِيْ هُصَيْصٍ بَنُوْ تَيْمٍ وَكُلُّهُمْ عَدِيْمُ

ہم بنی ھصیص کے گم راہ لوگوں کو جن میں بنی تیم بھی ہیں منع نہیں کرتے اس لیے کہ سب کے سب احمق اور

پرلے درجے کے بے وقوف لوگ ہیں۔

"غواۃ" "غاوی" کی جمع ہے گمراہ لوگ، عَدِیْم: احمق

(۷) وَ مَخْزُوْمٌ اَقَلُّ الْقَوْمِ حِلْمًا اِذَا طَاشَتْ مِنَ الْعِدَةِ الْحُلُوْمُ

جب لوگوں میں عقل وخرد کا فقدان ہو جاتا ہے تو ان میں بنی مخزوم سب سے کم عقل اور کج فہم نظر آتے ہیں ان لوگوں میں حماقتیں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہیں عقل وخرد کے اعتبار سے بالکل پیچھے ہیں۔

مخزوم قبیلہ کا نام ہے۔ حلما۔ عقل اور اس کی جمع حلوم ہے طاشت۔ تیر کا نشانے سے خطا کرنا اور اوچھا پن۔ جھنجلاہٹ طاش فلان، ذھب عقله اس کی عقل جاتی رہی۔

مخزوم بن یقظہ قریش سے تعلق تھا زمانہ جاہلیت والوں کا جد اُن کا مورث اعلیٰ اس کی نسل سے سعید بن المسیب تابعی ہیں۔

بعض مصادر میں مِنَ الْعِدَۃِ کی جگہ مِنَ الْوَرَۃِ۔ ورۃ کے معنی حماقت کے ہیں۔

(۸) اَطَاعُوا ابْنَ الْمُغِیْرَۃِ وَ ابْنَ حَرْبٍ كِلَا الرَّجُلَیْنِ مُتَّهَمٌ مُلِیْمٌ

ان لوگوں نے ولید بن مغیرہ اور ابوسفیان بن حرب کی اطاعت کا دم بھر لیا ہے اس کے زیرنگیں ہو گئے ہیں اور یہ دونوں افراد تہمت یافتہ اور قابل مذمت اور لعنت وملامت ہیں ان پر طرح طرح کے الزام لگائے جا چکے ہیں یہ لوگ قابل اعتبار اور لائق بھروسا نہیں ہیں۔

ابن المغیر ہ سے مراد ولید بن المغیر ہ ہے اور ابن حرب سے مراد ابوسفیان بن حرب ہے۔

متھم جس پر تہمت لگی ہو۔ ملیم۔ ایسا عمل انجام دے جو قابل مذمت ولعنت وملامت ہو۔

(۹) وَ قَالُوْا خَطَّةً جَوْرًا وَ حُمْقًا وَ بَعْضُ الْقَوْلِ اَبْلَجُ مُسْتَقِیْمُ

انھوں نے ظلم ڈھائے اور ستم کیے اور حماقت کی خاطر جہالت کی باتیں کی ہیں اور ان کی کچھ باتیں واضح اور درست بھی ہیں۔

اَلْخُطَّۃ۔ جہالت مشکل معاملہ، ابلج۔ واضح

(۱۰) لِنُخْرِجَ هَاشِمًا فَيَصِيرَ مِنْهَا بَلَاقِعَ بَطْنُ زَمْزَمَ وَ الْحَطِيمُ

کہ ہم مکہ مکرمہ سے بنی ہاشم کو نکال کر باہر کر دیں اور زمزم اور حطیم کو چٹیل میدان کی طرح بنا دیں یعنی اس کے آثار کو مٹا دیں یہ جو حج بیت اللہ کا مرکز ہے اسے ختم کر دیں۔

بعض مصادر میں ہے "بطن مکه والحطیم" البلقع چٹیل میدان جہاں کچھ بھی نہ ہو حطیم، دیوار کعبہ، حجر اور مقام ابراہیم کے درمیان کا حصہ جو ۲۵ ہاتھ ہے اس کو حطیم اس لیے کہتے ہیں کہ یہ گناہوں کو گرا دیتا ہے مٹا دیتا ہے، جو اس کی جھوٹی قسم کھائے گا اس کا دین جاتا رہے گا۔

ابوسفیان کے حالات

وہ ابوسفیان صخر بن حرب بن، امیہ بن عبدشمس ابن عبدمناف بن قصی قرشی اموی ہے اس کی کنیت ابوحنظلہ ہے وہ واقعہ فیل سے دس سال قبل پیدا ہوا اور فتح مکہ کی رات مسلمان ہوا وہ غزوۂ طائف اور حنین میں شریک ہوا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حنین کی غنیمتوں میں سے اسے سو اونٹ عطا کیے اور چالیس اوقیہ دیا طائف کی جنگ میں اس کی ایک آنکھ جاتی رہی اور دوسری یرموک میں چلی گئی وہ مدینہ میں آ کر رہا اور ۸۸ سال کی عمر میں اسکی وفات ہوئی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اس سے روایت کی ہے ابن عباس اور اس کے بیٹے معاویہ نے۔

(۱۱) فَمَهْلًا قَوْمَنَا لَا تَرْكَبُونَا بِمَظْلَمَةٍ لَهَا أَمْرٌ عَظِيمُ

اے ہماری قوم کے لوگو! ذرا توقف کرو، ٹھہر جاؤ اور ہمیں کسی غلط روش پر نہ لے جاؤ ایسے ظلم وستم کی جانب جس کا معاملہ کافی بڑا اور اہم ہو سکتا ہے۔

شرح ابن الحدید میں امر عظیم کی جگہ "خطب جسیم" ہے۔

(۱۲) فَيَنْدَمُ بَعْضُكُمْ وَ يَذِلُّ بَعْضٌ وَ لَيْسَ بِمُفْلِحٍ أَبَدًا ظَلُومُ

اس عمل کی وجہ سے تم میں سے کچھ لوگ شرمندہ ہو جائیں اور کچھ کو ذلت وخواری کا سامنا کرنا پڑے اور اصلاح کرنے والا ہرگز ظالم نہیں ہو سکتا۔

ظلم کے معنی ہیں وضع الشي في غير محله۔ کسی چیز کو اصلی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھنا

(۱۳) فَلَا وَ الرَّاقِصَاتِ بِكُلِّ خَرْقٍ إِلَى مَعْمُورِ مَكَّةَ لَا نَرِيمُ

قسم ہے ہلکی چال چلنے والے اونٹوں کی ہر غیر آباد اور وسیع و عریض زمین سے مکہ مکرمہ کی آبادی کی طرف، یاد رکھو کہ ہم مکہ سے کسی حال میں جدا نہ ہوں گے ہم مکہ کو کسی اور کے رحم و کرم پر نہ چھوڑیں گے۔ ہم اس کی حمایت وحفاظت کے ذمہ دار ہیں۔

(۱۴) طَوَالَ الدَّهْرِ حَتّٰى تَقْتُلُوْنَا وَ نَقْتُلُكُمْ وَ تَلْتَقِي الْخُصُوْمُ

لمبے عرصے تک یہاں تک کہ تم ہمیں قتل کر دو اور ہم تمھیں قتل کر دیں اور تمھیں دشمنوں کا سامنا کرنا پڑے اور مخالفتیں مول لینی پڑیں۔ یہ لفظ دونوں طرح درست "طِوَال" اور "طُوّال" لمبا۔ دراز۔

(۱۵) وَ يُصْرَعُ حَوْلَهٗ مِنَّا رِجَالٌ وَ تَمْنَعُهُ الْخُؤُوْلَةُ وَ الْعُمُوْمُ

نبی اکرم ﷺ کے گرد ہم میں سے مرد میدان اور سورما اپنی جانیں قربان کر دیں گے اور ان کے ماموں اور چچا اُن کی حفاظت وحمایت ونصرت کا حق ادا کریں گے۔

خُؤُوْلَة۔ خال کی جمع ہے، ماموں عموم، عم کی جمع ہے چچا

حَوْلَهٗ۔ جانبه۔ اور اس کی ضمیر نبی اکرم ﷺ کی طرف راجع ہوتی ہے۔

(۱۶) وَ يَعْلَمُ مَعْشَرٌ ظَلَمُوْا وَ عَقُّوْا بِأَنَّهُمْ هُمُ الْخَدُّ اللَّطِيْمُ

اور وہ گروہ اور جماعت جس نے رسول اکرم ﷺ پر ظلم ڈھانا چاہا ان کی نافرمانی کی اور ان کے حق کا خیال نہیں رکھا اسے جان لینا چاہیے کہ وہی درحقیقت ایسا رخسار ہے جس پر طمانچہ مارا جائے گا۔ اُسے اس کے کیے کی سزا ملے گی۔

بعض مصادر میں "الجل الظليم" ہے۔ الخد، الطائفة گروہ، جماعت اللطیم، جس کے ماں باپ مر چکے ہوں۔

(١٧) وَ دُوْنَ مُحَمَّدٍ مِنَّا اُسُوْدٌ لَهَا فِيْ كُلِّ مَعْرِكَةٍ هَمِيْمُ

اور محمدؐ کے سامنے سینہ سپر ہونے کے لیے ہماری جانب سے شیر صفت سورما موجود ہیں جن کی ہر معرکے میں دھوم مچی ہوئی ہے اور ان کی بہادری اور دلیری کی داستانیں زبان زدِ خلائق ہیں۔

اُسود اسَد کی جمع ہے شیر، مراد بہادر، سورما

معرکة، میدانِ جنگ، لڑائی جو میدانی ہو، هميم، همهمه، شهره

(١٨) وَ اِنَّا سَوْفَ نُوْرِدُهُمْ حِيَاضًا يَكُوْنُ شَرَابُهُمْ مِنْهَا الْحَمِيْمُ

اور ہم عن قریب انھیں ایسے حوض پر لے جائیں گے جہاں پر ان کی پیاس بجھانے کے لیے کھولتا ہوا پانی ہوگا۔

حیاض حوض کی جمع، الحمیم۔ کھولتا ہوا پانی

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۴﴾ (یونس ١٠)

اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے لیے کھولتا ہوا پانی ہے اور اُن کے کفر کی وجہ سے ان کے لیے دردناک عذاب مہیّا ہے۔

(١٩) اَرَادُوْا قَتْلَ اَحْمَدَ ظَالِمِيْهِ وَ لَيْسَ بِقَتْلِهٖ فِيْهِمْ زَعِيْمُ

ان لوگوں نے حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا ظالمانہ منصوبہ بنایا۔ ان کا قتل درحقیقت ظلم کرنے کے مترادف ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کرنے میں ان میں سے کوئی بھی ان لوگوں کی کفالت کرنے والا اور ضامن نہیں ہے۔

بعض مصادر میں ظالمیه کی جگہ "ظالموه" ہے زعیم کے معنیٰ ہیں کفیل

(٢٠) وَ دُوْنَ مُحَمَّدٍ فِتْيَانُ قَوْمٍ هُمُ الْعِرْنِيْنَ وَ الْاَنْفُ الصَّمِيْمُ

اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت وحمایت کے لیے اُن کے سامنے جوانانِ قوم ہیں جو شریف، سردار اور خالص

محبت کرنے والے افراد ہیں۔

اور بعض مصادر میں اس طرح ودون محمد مناندی ہے

دن کے وقت جو بزم سجی ہو اور اجتماع قائم ہو یا جب تک وہ بزم میں موجود رہیں اسے ندی کہتے ہیں اور اسی طرح نادی، ندوہ اور منتدی ہے

عرندین۔ سیّد شریف کو کہتے ہیں۔ انف سردار صمیم۔ خالص بعض مصادر میں ہے۔ مناذی

(٦٩)

تخریج:

سیرۃ ابن اسحاق/ ١٦٠	شرح ابن ابی الحدید ٣/ ٣١٦،
ایمان ابی طالب/ ٦٩_٣٠	الحجۃ/ ١٨٨_١٨٩
کنز الفوائد/ ٧٨_٧٩	الغدیر ٧/ ٣٣٣_٣٣٤_
بحار الانوار ٣٥/ ١٥٩، ١٧٥،	الدیوان المطبوع ٢٨_٣١

حضرت ابو طالب علیہ السلام قریش کے لوگوں کو جنگ کی تباہ کاریوں سے ڈرا رہے ہیں اور انھیں اس بات پر طعنہ دے رہے ہیں کہ وہ سب تکذیب نبی پر ایک دوسرے کی مدد کر رہے ہیں اور ساتھ دے رہے ہیں اور لوگوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے صحیح ہونے سے آگاہ کر رہے ہیں اور انھیں اجازت مرحمت فرما رہے ہیں کہ ان کی عترت کی نصرت کریں۔

یہ اشعار "بحرِ الطویل" میں ہیں۔

دشمنوں کی منصوبہ بندی اور دفاعِ پیغمبر کا تذکرہ

(١) اَلَا مَا لِهَمٍّ آخِرِ اللَّيْلِ مُعْتِمِ   طَوَانِيْ وَ اُخْرَى النَّجْمُ لَمَّا تَقَحَّمِ

میں رات کے آخری حصے تک افکار و آلام میں مبتلا رہتا ہوں جو مجھے گھیرے رہتے ہیں اور آخری ستارہ بھی نظروں سے اوجھل ہونے لگتا ہے لیکن میرے غم و ھم کو تسکین نہیں ملتی۔

معتم، شاکی حال، تقحم النجم، ستارہ غائب ہوگیا، الهم۔ حزن وغم طَوَانی لَفَّنِی۔ مجھے گھیرے رہتے ہیں۔

(۲) طَوَانِيْ وَ قَدْ نَامَتْ عُيُوْنٌ كَثِيْرَةٌ وَ سَامَرَ اُخْرٰى قَاعِدٌ لَمْ يُنَوَّمُ

میں ساری رات رنج وغم میں ڈوبا رہتا ہوں جب کہ اکثر آنکھیں نیند کی آغوش میں پرسکون رہتی ہیں اور دوسری آنکھیں بیدار رہتی ہیں یعنی میں بیدار رہتا ہوں بیٹھ کر رات کاٹ دیتا ہوں جو فکر رسول کے سبب نیند سے کوسوں دور رہتی ہیں۔

(۳) لِاَحْلَامِ اَقْوَامٍ اَرَادُوْا مُحَمَّدًا بِظُلْمٍ وَ مَنْ لَا يَتَّقِى الْبَغْىَ يُظْلَمِ

قریش کے ان خواب ہائے پریشان کے سبب اور ان بے ہودہ خیالات کی وجہ سے جو انھوں نے حضرت محمد ﷺ پر ظلم وستم روا رکھنے کا عزم کر رکھا ہے لیکن انھیں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ جو شخص دوسروں پر ظلم وستم سے پرہیز نہیں کرتا وہ خود ظلم کا شکار ہو جاتا ہے۔

(۴) سَعَوْا سَفَهًا وَاقْتَادَهُمْ سُوْءُ أَمْرِهِمْ عَلٰى خَائِلٍ مِنْ أَمْرِهِمْ غَيْرِ مُحْكَمِ

یہ حماقت آمیز کوششیں کر رہے ہیں اور ان کے معاملے کی خرابی اور برائی انھیں اس امر پر ابھار رہی ہے اور ان کی رہنمائی کر رہی ہے وہ اپنے زعم ناقص میں ایسی بات کی تمنا کر رہے ہیں جو غیر پائیدار ہے جس کا حصول ممکن نہیں۔

اقتاد۔ ان کی قیادت کی۔ خائل۔ من الخیال خیال سے ہے۔ بعض مصادر میں علی خائل کی جگہ علی فائل ہے جس کا مفہوم کمزور بودا غیر محکم۔ جو غیر محکم۔ کمزور ہو۔

(۵) رُجَاةُ اُمُوْرٍ لَمْ يَنَالُوْا نِظَامَهَا وَ اِنْ نَشَدُوْا فِيْ كُلِّ بَدْوٍ وَ مَوْسِمِ

وہ ایسے امور کی تمنا، آرزو اور خواہشیں کر رہے ہیں جن کے نظام کو وہ پا نہیں سکتے وہ خواہ ہر صحرا اور آبادی میں کتنی ہی کوششیں کیوں نہ کریں۔

الرّجاة الامل، آرزو، النظام ملاک۔ الامر۔ امر کا انتظام

نظام اس دھاگے کو کہتے ہیں جس میں موتیوں کو پرودیا جاتا ہے ابوالعلاء کہتے ہیں۔

غَرَائِبُ دُرٍّ جَمَعَتْ ثُمَّ ضَيَّعَتْ وَ قَدْ ضَمَّ سِلْكٌ شَمْلَهَا وَ نِظَامُ

لشتّوا، طلبو، طلب کیا، خواہش کی، بدو، صحرا موسم، المجتمع۔ اجتماع بالخصوص اجتماع حج یا بازاروں کا اجتماع۔

(۶) يُرَجُّوْنَ مِنَّا خُطَّةً دُوْنَ نَيْلِهَا ضِرَابٌ وَ طَعْنٌ بِالْوَشِيْجِ الْمُقَوَّمِ

وہ لوگ ہم سے اس چیز کا مطالبہ کر رہے ہیں جسے وہ حاصل نہیں کر سکتے جب تک قتل و غارت گری نہ ہو اور نیزوں اور تلواروں کے ساتھ اس کا مقابلہ نہ کیا جائے۔

(۷) يُرَجُّوْنَ اَنْ نَسْخٰى بِقَتْلِ مُحَمَّدٍ وَلَمْ تَخْتَضِبْ سُمْرُ الْعَوَالِيْ مِنَ الدَّمِ

وہ امید کیے بیٹھے ہیں کہ ہم آسانی سے انھیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کی رخصت دے دیں گے اور ہم اپنے نیزوں اور تلواروں کو ان لوگوں کے خون سے رنگین نہیں کریں گے۔

(۸) كَذَبْتُمْ وَ بَيْتِ اللّٰهِ حَتّٰى تَفَرَّقُوْا جَمَاجِمُ تُلْقٰى بِالْحَطِيْمِ وَ زَمْزَمِ

خانۂ کعبہ اللہ کے گھر کی قسم تم نے جھوٹ اور غلط کہا کہ تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تہہ تیغ کر دو گے یہ ممکن نہیں ہے بلکہ تم دیکھو گے حطیم اور زمزم تک تمھاری کھوپڑیاں اڑتی نظر آئیں گی۔

(۹) وَ تُقْطَعُ اَرْحَامٌ وَ تُنْسٰى حَلِيْلَةٌ حَلِيْلًا وَ يَغْشٰى مَحْرَمٌ بَعْدَ مَحْرَمِ

رشتے ناطے منقطع ہو جائیں گے اور شوہر بیوی ایک دوسرے کو فراموش کر دیں گے۔ قیامت کا منظر ہوگا اور وہ لوگ ایک حرام کے بعد وہ دوسرے حرام کام کا ارتکاب کریں گے۔

(۱۰) وَ يَنْهَضُ قَوْمٌ بِالْحَدِيْدِ اِلَيْكُمْ يَذُبُّوْنَ عَنْ اَحْسَابِهِمْ كُلَّ مُجْرِمِ

اور بنی ہاشم کے افراد جواں مرد تمھاری طرف لوہے میں ڈوبے ہوئے بڑھ رہے ہوں گے۔ اور وہ ہر مجرم اور خطا کار سے اپنے اعلیٰ حسب اور نسب کا دفاع کریں گے یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت و نصرت کے لیے بھرپور

مقابلہ کریں گے۔

بعض مصادر میں "قوم فی الحدید" ہے۔ مجرم۔ مُذْنِب، گناہ گار

(۱۱) هُمُ الْأُسُدُ أُسْدُ الزَّارِتَيْنِ إِذَا غَدَتْ عَلَى حَنَقٍ لَمْ تَخْشَ أَعْلَامَ مُعْلِمِ

یہ جوانانِ بنی ہاشم بیشۂ شجاعت کے شیر ہیں جب صبح کے وقت حملہ آور ہوں تو پھر کسی اعلان کرنے والے کا اعلان انھیں خوف زدہ نہیں کرتا۔

اَلْأُسُد۔ شیر اَسَدْ کی جمع ہے حنق۔ الغیظ غصہ۔ زارتین، زارۃ واحد گھنا جنگل، غدت، صبح سویرے آنا۔ یہ لفظ دونوں طرح آتا ہے اَلْأُسُدُ اور اَلْأُسْدُ۔

(۱۲) فَيَا لِبَنِيْ فِهْرٍ أَفِيْقُوْا وَ لَمْ تَقُمْ نَوَائِحُ قَتْلٰى تَدَّعِيْ بِالتَّسَدُّمِ

لہٰذا اے قریش کے لوگو! اب بھی خوابِ غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور اپنی موت کو آواز نہ دو کہ بعد میں عورتیں ان مقتولین کی لاشوں پر گریہ کناں ہوں اور بلند آواز میں غم و الم کا اظہار کریں۔

النوائح گریہ کرنے والی عورتیں۔ بعض مصادر میں "بالتندم" ہے۔ تدعی۔ افسوس کے ساتھ چیخ و پکار۔

(۱۳) عَلٰى مَا مَضٰى مِنْ بَغْيِكُمْ وَ عُقُوْقِكُمْ وَ غِشْيَانِكُمْ فِيْ أَمْرِنَا كُلَّ مَاْثَمِ

تمھارے ظلم و ستم اور نافرمانی کی سابقہ روایت جو چلی آ رہی ہے اور ہمارے معاملے میں تمھارا عمل دخل ہر طرح کے گناہ کا باعث ہے اور مجرمانہ کارروائی ہے۔

(۱۴) وَ ظُلْمِ نَبِيٍّ جَاءَ يَدْعُوْ إِلَى الْهُدٰى وَ أَمْرٍ أَتٰى مِنْ عِنْدِ ذِي الْعَرْشِ قَيِّمِ

اور کتنے افسوس کی بات ہے کہ اس نبی اکرم پر ظلم ڈھایا جائے جو رشد و ہدایت اور ایسے امر کی دعوت دے رہا ہے جو صاحبِ عرش خداوند عالم کی جانب سے آیا ہے اور مستحکم و پائیدار ہے۔

(۱۵) فَلَا تَحْسَبُوْنَا مُسْلِمِيْهِ وَ مِثْلُهُ إِذَا كَانَ فِيْ قَوْمٍ فَلَيْسَ بِمُسْلَمِ

اے قریش کے لوگو تم اس گمان میں نہ رہنا کہ ہم حضرت محمد ﷺ کو تمھارے سپرد کر دیں گے اور ان کا ساتھ نہ دیں گے آنحضرت ﷺ کی شخصیت ایسی عظیم ہے کہ وہ جس قوم میں ہیں وہ انھیں ہرگز تنہا چھوڑنے والی نہیں ہے اور کسی غیر کے سپرد کرنے والی نہیں ہے۔

(۱۶) فَهٰذِی مَعَاذِیْرٌ وَ تَقْدِمَةٌ لَكُمْ لِئَلَّا تَكُوْنَ الْحَرْبُ قَبْلَ التَّقَدُّمِ

میں نے یہ اشعار صرف اس لیے کہے ہیں کہ تم پر اتمام حجت کیا جائے اور ان اشعار کے ذریعے تمھیں بات سمجھا دی جائے تا کہ تم لوگ بغیر سمجھے بوجھے جنگ و جدال کا بازار گرم نہ کرو۔

دوسری روایت کے مطابق یہ شعر اس طرح ہے:

فَهٰذَا مَعَاذِیْرٌ وَ تَقْدِمَةٌ لَكُمْ لِكَیْ لَایَكُوْنُ الْحَرْبُ قَبْلَ التَّقَدُّمِ

(۷۰)

تخریج:

ایمان اُبی طالب/۳۲، ۳۱۷ — شرح ابن ابی الحدید ۳/۳۱۷،
بحار الانوار ۳۵/۱۲۰ — الغدیر ۷/۳۳۱
(ان تمام مصادر میں اس قصیدے کے ابتدائی پانچ اشعار نہیں ہیں)
الحجۃ/۱۸۹-۲۰۱ — الدیوان المطبوع/۳۱-۳۲
اور کچھ اشعار کنز الفوائد/۷۹ میں ہیں۔

حضرت ابو طالب علیہ السلام نے یہ قصیدہ امر صحیفہ (وہ تحریر جو مقاطعہ کے لیے وجود میں آئی) کے بارے میں کہا ہے اور اس قصیدے میں امورِ آخرت سے متعلق حشر ونشر اور ثواب وعقاب وغیرہ کا اقرار ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اس عقیدے سے متصف ہستی کو کافر کہا جائے کہ ان کی موت حالت کفر پر ہوئی ہے۔

یہ اشعار "بحر طویل" میں ہیں۔

صفات پیغمبر اور مقاطعہ کرنے والوں کے منصوبے

(۱) لِمَنْ اَرْبُعٌ اَقْوَيْنَ بَيْنَ الْقَدَائِمِ — أَقِمْنَ بِمَدْحَاةِ الرِّيَاحِ الرَّمَائِمِ

یہ گھر جہاں پر لوگ موسم بہار میں رہائش پذیر تھے اور قدیم زمانے سے اس میں زندگی بسر کر رہے تھے اب یہ ساکنین سے خالی ہیں وہ لوگ کہاں چلے گئے جہاں ہر طرف رونق چہل پہل مسرتیں اور شادمانیاں تھیں اب وہاں

بوسیدہ، ہڈیوں کو ہوا ذرّات کی صورت میں اڑا رہی ہے۔

اربع، ربع کی جمع ہے وہ جگہ جہاں موسم بہار گزارتے اور قیام کرتے ہیں

اقوت الدارُ گھر رہنے والوں سے خالی ہوگیا، قدائم، قدیم کی جمع پرانے۔ قدیمی ادحوی البسط۔

خوش ہوئے مدحاۃ۔ محل الانبساط خوشی کی جگہ الرّمائم من رمّ العظم۔ ہڈیوں کا بوسیدہ ہوجانا۔

(۲) فَكَلَّفْتُ عَيْنِيْ بِالْبُكَاءِ وَ خَلَّتْنِيْ قَدْ اَنْزَفْتُ دَمْعِي الْيَوْمَ بَيْنَ الْاَصَارِمِ

میری آنکھوں سے اشک رواں ہیں اور مجھے تنہا چھوڑ دیا ہے اور جماعت کے درمیان آج کے دن میں نے اپنے آنسوؤں کو روک لیا ہے اور اب وہ آنکھوں سے رواں نہیں ہیں۔

انزف الرجل۔ اس کی آنکھ کا پانی خشک ہوگیا الاصارم صیرم کی جمع جماعت، گروہ

(۳) وَ كَيْفَ بُكَائِيْ فِي الطُّلُوْلِ وَ قَدْ اَتَتْ لَهَا حُقَبٌ مُذْ فَارَقَتْ اُمُّ عَاصِمِ

اور بھلا ان باقی ماندہ آثار کو دیکھ کر میرے آنسوؤں کی کیا کیفیت ہوگی جب کہ اُم عاصم کو جدا ہوئے ایک عرصہ گزر گیا جب بچے کھچے آثار دیکھتا ہوں تو اس کی یاد آتی اور ستاتی ہے۔

بعض مصادر میں قداتت کی جگہ "قدعفت" ہے۔

الحقب۔ اَسّی سال یا اس سے زیادہ کو کہتے ہیں۔ الطلول اس کا واحد طلل ہے۔ آبادی کے جو آثار باقی بچے ہوں۔ یہ لفظ "حُقُبٌ" "حُقْبٌ" اور "حِقْبَة" کی جمع "حِقَبٌ" بھی ہے۔

(۴) غِفَارِيَةٌ حَلَّتْ بِبَوْلَانَ حَلَّةً فَيَنْبُعَ أَوْ حَلَّتْ بِهَضْبِ الرَّجَائِمِ

بنی غفار کے لوگ بصرے کے قریب بولان میں اترے وہاں سے کوچ کر کے یمن کے علاقے خلّہ گئے۔ خلّہ یمن کا ایک علاقہ ینبع رضوی کے دائیں جانب پھر مدینہ کے قریب ینبع میں آکر پڑاؤ ڈالا یا پھر وہاں سے رحلت کر کے سرخ رنگ کے پہاڑی سلسلوں میں جو وسیع و عریض میں پھیلے ہوئے ہیں گم ہوگئے۔

غفاریہ نسبت ہے بنی غفار کی طرف جو حضرت ابوذر کی جماعت تھی بولان بصرے کے راستے میں ایک مقام جہاں سے حاجی گزرتے ہیں۔ حلة۔ یمن کا ایک علاقہ ینبع رضوی کے دائیں جانب مدینہ سے سات مرحلوں

پر ایک شہر ہے جو حسن بن علی کی اولاد کے لیے تھا جہاں انصار رہتے تھے اور قبیلۂ جُہینہ اور لیث وہاں مقیم تھے وہاں کے چشمے بہت شیریں ہیں۔ الھضب۔ وہ پہاڑ جو زمین کے اوپر پھیلا ہوا ہو۔ الرّجام۔ سرخ رنگ کی پہاڑیوں کے سلسلے کو رجام کہا جاتا ہے۔

(۵) فَدَعْهَا فَقَدْ شَطَّتْ بِهَا غُرْبَةُ النَّوٰی وَ شَعْثٌ لِشَتِّ الْحَيِّ غَيْرُ مَلَائِمِ

ان کا ذکر رہنے دو انھیں تو غریب الوطنی نے دور سے دور تر کر دیا اور قبیلوں کا ایک دوسرے سے جدا ہو جانا قبیلہ کے انتشار کا سبب بن جاتا ہے۔ اور غیر مناسب ہوتا ہے۔

شط بعد۔ دور ہو گئے النّوٰی۔ دوری، الشعث معاملے کا پراگندہ ہو جانا

(۶) فَبَلِّغْ عَنِ الشَّحْنَاءِ اَفْنَاءَ غَالِبٍ لُؤَيًّا وَ تَيْمًا عِنْدَ نَصْرِ الْكَرَائِمِ

بنی غالب۔ بنی لوی اور بنی تیم کے عداوت پسند اور بغض و حسد کرنے والے افراد تک یہ بات پہنچا دو جو شریف اور سخی اور نیک افراد کے خلاف اکٹھے ہو رہے ہیں۔ (اس کی خبر بعد والے شعر میں ہے)

الشحناء۔ العداوۃ والبغضاء عداوت اور بغض و حسد الافناء الجماعۃ اس کا واحد فَنْوٌ ہے۔

کہاوت ہے:

أَفْنَاءُ النَّاسِ يُهْرِعُوْنَ إِلٰى فِنَائِهٖ وَيَكْرَعُوْنَ فِيْ إِنَائِهٖ.

الکرائم واحد کریم اور کریمۃ۔ شریف سخی۔ پسندیدہ۔

(۷) بِاَنَّا سُيُوْفُ اللهِ وَ الْمَجْدُ كُلُّهٗ إِذَا كَانَ صَوْتُ الْقَوْمِ وَجْيَ الْغَمَائِمِ

ہم لوگ اللہ کی تلوار ہیں اور مجد و شرف سب کا سب ہمارے پاس ہے جب کہ قوم کی آواز ایسے بادل کی طرح ہے جس سے کوئی خیر کی امید نہ ہو وحی الغمائم ہو تو مفہوم ہوگا ایسا بادل جو صرف گرج رہا ہو اور برسنے کی کوئی امید نہ ہو۔ بے وقعت۔ ناکارہ۔ الدّرۃ الغرّا میں باَنّا کی جگہ لِاَنّا ہے۔

بعض مصادر میں وجی کی جگہ وحی ہے

وجی۔ جس کے پاس کوئی خیر نہ ہو۔ الغمائم۔ بادل

(۸) أَلَمْ تَعْلَمُوْا أَنَّ الْقَطِيْعَةَ مَاْثَمٌ وَ أَمْرُ بَلَاءٍ قَاتِمٌ غَيْرُ حَازِمِ

کیا تم جانتے نہیں کہ قطع تعلق کرنا رشتہ ناطہ توڑ دینا کتنا بڑا گناہ ہے اور بہت بڑی مصیبت کا معاملہ ہے۔ بلکہ وہ توگھٹا ٹوپ اندھیرا ہے جو دور اندیشی کے منافی ہے۔

(۹) وَ اِنَّ سَبِيْلَ الرُّشْدِ يُعْلَمُ فِيْ غَدٍ وَ اَنَّ نَعِيْمَ الدَّهْرِ لَيْسَ بِدَائِمِ

آنے والے کل یعنی قیامت کے دن پتا چل جائے گا کہ کون سیدھی راہ پر گامزن تھا۔ اور یہ بات جان لو کہ دنیا کی تمام نعمتیں فانی ہیں ان کے لیے کسی قسم کا دوام نہیں ہے۔

سبیل۔ راستہ یہ مذکر و مونث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ الرّشد۔ ہدایت غد سے مراد آخرت اور روز قیامت ہے۔

(۱۰) فَلَا تَسْفَهَنَّ اَحْلَامُكُمْ فِيْ مُحَمَّدٍ وَ لَا تَتْبَعُوْا اَمْرَ الْغُوَاةِ الْاَشَائِمِ

لہٰذا تم حضرت محمد مصطفی ﷺ کے بارے میں اپنی حماقت آمیز باتوں سے پرہیز کرو اور اس سلسلے میں گمراہ لوگوں اور ناشائستہ افراد کی پیروی نہ کرو۔

اَشَائِم۔ غیر مبارک، منحوس

(۱۱) تَمَنَّيْتُمُ أَنْ تَقْتُلُوْهُ وَ إِنَّمَا اَمَانِيُّكُمْ تِلْكُمْ كَاَحْلَامِ نَائِمِ

تم نے یہ بے جا تمنا کر رکھی ہے کہ تم حضرت (محمد ﷺ) کو قتل کر دو گے تمھاری یہ خواہش اس خواب کی طرح ہے جو سونے والا دیکھتا ہے اور پھر اُس کی آنکھ کھل جاتی ہے۔

بقولِ شاعر

ع جب آنکھ کھل گئی تو زیاں تھا نہ سود تھا

(۱۲) فَاِنَّكُمْ وَ اللهِ لَا تَقْتُلُوْنَهٗ وَ لَمَّا تَرَوْا قَطْفَ اللُّحٰى وَ الْغَلَاصِمِ

خدا کی قسم! تم ہرگز انھیں قتل نہیں کر سکتے ابھی تو تم نے گردنوں اور سروں کو کٹتے ہوئے نہیں دیکھا ہے یعنی اگر

تم نے ایسا سوچا بھی تو تمھیں اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ہم سے جنگ کرنی ہوگی جس میں گردنیں کٹ جائیں گی اور سر اڑ جائیں گے۔ اور گھمسان کارن ہوگا۔

بعض مصادر میں الغلاصم کی جگہ الجماجم ہے

(۱۳) وَ لَمْ تُبْصِرُوا الْأَحْيَاءُ مِنْكُمْ مَلَاحِمًا تَحُوْمُ عَلَيْهَا الطَّيْرُ بَعْدَ مَلَاحِمٍ

اور تم حضرت محمد ﷺ کو اس وقت تک قتل نہیں کر سکتے جب تک مختلف قبائل کو جنگ و جدال کرتے ہوئے نہ دیکھ لو کہ جنگ کے بعد گوشت خور پرندے ان کی لاشوں پر منڈلا رہے ہوں۔

"تُبْصِرُوْا" کے ضمیر کا بدل ہے "اَلْاَحْيَاءُ"

ملحمة۔ فتنہ اور آزمائش میں بہت بڑا قتل اور غارت گری

(۱۴) وَ تَدْعُوْا بِأَرْحَامٍ اَوَاصِرَ بَيْنَنَا فَقَدْ قَطَعَ الْأَرْحَامَ وَقْعُ الصَّوَارِمِ

الصوارم جمع صارم السيف القاطع کاٹنے والی تلوار۔ شمشیر براں

اور جب تک ایسا نہ ہو چکے کہ شدت جدال و قتال سے گھبرا کر اور پریشان ہو کر تم رشتہ داریوں اور تعلقات کا واسطہ دینے لگو حالانکہ شمشیر براں تمام قرابت داریوں کو منقطع کر چکی ہوگی۔

(۱۵) وَ تَسْمُوْ بِخَيْلٍ بَعْدَ خَيْلٍ تَحُثُّهَا إِلَى الرَّوْعِ أَبْنَاءُ الْكُهُوْلِ الْقَمَاقِمِ

تم محمد ﷺ کو ہرگز قتل نہ کر سکو گے جب تک سخی سرداروں کے جواں سال فرزند جنگ کے میدان میں گھوڑوں پر سوار ہو کر ایڑ لگاتے ہوئے یکے بعد دیگرے آتے رہیں گے۔

الروع۔ الحرب۔ جنگ القاقم قمقام کی جمع وہ سردار جو سخی ہو، "الْكُهُوْل" "کھل" کی جمع وہ شخص جو تیس سال سے متجاوز ہو بعض نے کہا چالیس سال کا ہو گیا ہو۔ بعض مصادر میں "يَحُثُّهَا" ہے۔

(۱۶) زَعَمْتُمْ بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ مُحَمَّدًا وَ لَمَّا نُقَاذِفْ دُوْنَهُ وَ نُزَاحِمْ

تم نے یہ سمجھ رکھا ہے، یہ تمھاری خام خیالی ہے کہ ہم محمد ﷺ کو تنہا چھوڑ دیں گے اور ان کے دفاع میں ہم نہ تیر چلائیں گے اور نہ ہی تلوار زنی کریں گے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ ہم دشمنوں کے ہر حملہ کا بھرپور جواب دیں گے۔

(۱۷) مِنَ الْبِيضِ مِفْضَالٌ أَبِيٌّ عَلَى الْعِدٰى ۔ تَمَكَّنَ فِي الْفَرْعَيْنِ مِنْ آلِ هَاشِمِ

روشن اور بہترین خاندان کے فرد کے ذریعے سے جو سب سے اعلیٰ اور افضل ہیں وہ دشمنوں کے سامنے سر جھکانے والے نہیں ہیں وہ بنی ہاشم کی دو شاخوں یعنی عبدالمطلب اور مطلب کی اولاد کے درمیان بڑی حفاظت سے ہیں۔

البیض الکرام، صاحب شرف، مفضال، کثیر الفضل، بڑا صاحب فضل الفرعین یعنی بنی ہاشم کی دو شاخوں عبدالمطلب اور مطلب کی اولاد کے بہادر اور سورما۔

(۱۸) أَمِينٌ حَبِيبٌ فِي الْعِبَادِ مُسَوَّمٌ ۔ بِخَاتَمِ رَبٍّ قَاهِرٍ لِلْخَوَاتِمِ

وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو امانت دار ہیں اور لوگوں میں امین کے نام سے موسوم ہیں تمام بندوں میں صرف وہ محبوب خدا ہیں ان پر خاتمیت کی مہر لگی ہوئی ہے اس رب کی جانب سے جو ہر شے پر غالب ہے اور جس نے انھیں خاتم النبیین کے منصب پر سرافراز کیا ہے۔

بعض مصادر میں حبیب کی جگہ مُحَبَّبٌ۔ مسوّم۔ علامت اور نشان لگا دینا

اللہ تبارک وتعالیٰ خاتم النبیینؐ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۚ (۴۰۔ الاحزاب ۳۳)

(۱۹) يَرَى النَّاسُ بُرْهَانًا عَلَيْهِ وَ هَيْبَةً ۔ وَ مَا جَاهِلٌ فِي قَوْمِهِ مِثْلَ عَالِمِ

لوگ، عوام الناس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس میں برہان و دلیل کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ان کی ہستی میں ایک خاص رعب و داب نظر آتا ہے اور کسی قوم کا جاہل فرد عالم کی مانند نہیں ہوسکتا۔

قرآن کریم نے اس بات کی وضاحت کی ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ (سورۂ زمر آیت ۹)

اے نبی آپ فرمادیجیے کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں ان کے برابر ہیں جو علم نہیں رکھتے اور جاہل ہے۔

(۲۰) نَبِيٌّ أَتَاهُ الْوَحْيُ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ ۔ فَمَنْ قَالَ لَا، يَقْرَعْ بِهَا سِنَّ نَادِمِ

حضور پرنور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ منصب نبوت کے حامل ہیں ان کے پاس اُن کے رب کی جانب سے وحی نازل ہوتی ہے اب اگر کوئی شخص اس بات کو تسلیم کر لے گا تو اُسے شرمندگی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

قَرَعَ السِّنَّ فِي النَّدَامَةِ۔ محاورہ ہے جس کا مفہوم ہے شرمندہ ہونا۔ نادم ہونا۔

(۲۱) تُطِيْفُ بِهٖ جُرْثُوْمَةٌ هَاشِمِيَّةٌ   تُذَبِّبُ عَنْهُ كُلَّ عَاتٍ وَ ظَالِمِ

سرور عالم، فخر آدم و بنی آدم، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے چاروں طرف بنی ہاشم کے جوانوں اور سورماؤں کا ایک گروہ ہے جو ان کی حمایت۔ حفاظت اور مدد و نصرت کرتا رہتا ہے وہ کسی بھی سرکش باغی اور ظالم کو ان کے قریب نہیں آنے دیتا۔

جُرْثُوْمَةٌ: فِئَةٌ گروہ، جماعت کو کہا جاتا ہے هُوَ مِنْ جُرْثُوْمَةِ الْعَرَبِ

تُذَبِّبُ: تَدْفَعُ دور کر دیتا ہے۔

عَاتِي: سرکش، باغی

(۷۱)

تخریج:

سیرۃ ابن اسحاق/۷۷ الحجۃ ۲۸۹۔۲۹۱ بحار الانوار ۳۵/۱۳۰ الغدیر ۷/۳۴۴ الدیوان المطبوع/۳۴

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے اس قصیدے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ شام کے شہر بُصریٰ کے سفر کا تذکرہ کیا ہے نیز بحیرا راہب کا قصہ بھی بیان کیا ہے۔

یہ اشعار "بحرطویل" میں ہیں۔

سفر بصریٰ اور بحیرہ راہب

(۱) أَلَمْ تَرَنِي مِنْ بَعْدِ هَمٍّ هَمَمْتُهُ   بِفُرْقَةِ خَيْرِ الْوَالِدَيْنِ كِرَامِ

کیا تم نے مجھے نہیں دیکھا کہ جب میں نے شام کی جانب تجارت کے لیے سفر کا ارادہ کیا تھا اور میں اپنے آبائے کرام کی سرزمین کو چھوڑ کر عازم شام تھا۔

اور بعض مصادر میں ہے بِفُرْقَةِ حرّ من أبين کرام اور یہ بیت الروض لانف ۱/۱۲۰ میں ہے۔

ھم۔ ارادہ، فرقہ، جدائی، کرام کریم کی جمع شریف۔

(۲) بِأَحْمَدَ لَمَّا أَنْ شَدَدْتُ مَطِيَّتِي   بِرَحْلِي وَ قَدْ وَدَّعْتُهُ بِسَلَامِ

جب میں نے سفر کی غرض سے اپنی سواری کو تیار کر لیا تھا اور پالانِ شتر باندھ چکا تھا، اور میں نے احمد کو خدا حافظ کہہ دیا تھا اور سلام کر کے رخصت ہو چکا تھا (کہ اتنے میں احمد میرے بھتیجے میرے سامنے آ گئے)۔

مطية، سواری، رحل۔ پالان

(۳) بَكَى حُزْنًا وَالْعِيْسُ قَدْ قَلَّصَتْ بِنَا وَ قَدْ نَاشَ بِالْكَفَّيْنِ فَضْلَ زِمَامِ

اونٹ ہمیں لے کر روانہ ہوا چاہتے تھے کہ اتنے میں حضرت محمد ﷺ نے آگے بڑھ کر اپنے ہاتھوں سے میرے ناقے کی مہار کو تھام لیا اور گریہ کرنے لگے جب کہ وہ ملول و حزین تھے۔

(۴) ذَكَرْتُ اَبَاهُ ثُمَّ رَقْرَقْتُ عَبْرَةً تَجُوْدُ مِنَ الْعَيْنَيْنِ ذَاتَ سِجَامِ

اس ہنگام مجھے ان کے والد عبداللہ یاد آ گئے اور میری آنکھوں میں آنسو ڈبڈبانے لگے اور میری آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔

رقرق العین آنکھوں سے آنسو بہنے لگے سجم الدمع سجاماً۔ آنسوؤں کی لڑی بن گئی۔

(۵) فَقُلْتُ تَرَحَّلْ رَاشِدًا فِيْ عُمُوْمَةٍ مُؤَاسِيْنَ فِي الْبَاسَاءِ غَيْرِ لِئَامِ

تو یہ کیفیت دیکھ کر میں نے اپنے بھتیجے حضرت محمد ﷺ سے کہا چلیے تشریف لے چلیے اپنے چچاؤں کے ہم راہ اور ان کی رہنمائی میں چلنے کی تیاری کیجیے جو بغیر حیل و حجت کے بے چون و چرا کے تکلیف کی ہر گھڑی میں جان کی بازی لگا دیں گے۔

(۶) وَ جَاءَ مَعَ الْعِيْرِ الَّتِيْ رَاحَ رَكْبُهَا شَآمِي الْهَوٰى وَالرَّكْبُ غَيْرُ شَآمِ

اور حضرت محمد ﷺ اس قافلے کے ساتھ روانہ ہوئے جس کے سوار شام کی جانب کوچ کر رہے تھے اور سواروں کا شام سے کوئی تعلق نہ تھا یعنی وہ شام کے رہنے والے نہ تھے۔

سہیلی نے پہلے مصرع کی اس طرح روایت کی ہے۔ فرحنا مع العیر التی راح اھلھا

العیر۔ وہ اونٹ جو سامان تجارت اٹھا کر چلتا ہے۔ الرکب راکب کی جمع اونٹ اور گھوڑے کے سوار

(۷) فَلَمَّا هَبَطْنَا اَرْضَ بُصْرٰی تَشَرَّفُوْا   لَنَا فَوْقَ دُوْرٍ یَنْظُرُوْنَ عِظَامٍ

جب ہم بصرہ کی سرزمین پر فروکش ہوئے تو وہاں کے جلیل القدر افراد نے اپنے گھروں کے اوپر سے ہمیں دیکھنا شروع کیا۔

(۸) فَجَاءَ بَحِیْرًا عِنْدَ ذٰلِكَ حَاشِدًا   بِطِیْبِ شَرَابٍ عِنْدَهٗ وَ طَعَامٍ

تو اس وقت بحیرا ہمارے لیے بہترین کھانے پینے کا انتظام کر کے آیا اس نے ہمارے لیے بہترین کھانے مہیا کیے تھے۔

(۹) فَقَالَ اجْمَعُوْا اَصْحَابَكُمْ لِطَعَامِنَا   فَقُلْنَا جَمَعْنَا الْقَوْمَ غَیْرَ غُلَامٍ

بحیرا نے کہا کہ تم اپنے تمام ساتھیوں کو اکٹھا کر کے ہمارے پاس کھانے کے لیے آؤ تو ہم نے جواب دیا کہ ہم نے سب کو جمع کر لیا ہے سوائے ایک لڑکے کے۔

(۱۰) یَتِیْمٍ فَقَالَ اُدْعُوْهُ اِنَّ طَعَامَنَا   لَهٗ دُوْنَكُمْ مِنْ سُوْقَةٍ وَ اِمَامٍ

جو یتیم (عبداللہ) ہے اس نے کہا کہ اس بچے کو بھی بلاؤ بے شک! ہماری طرف سے اس کے علاوہ طعام ایسا ہی ہے جیسے عوام آ گئے ہوں اور ان کا راہنما اور امام نہ آیا ہو۔

(۱۱) وَ آلٰی یَمِیْنًا بَرَّةً اِنَّ زَادَنَا   کَثِیْرٌ عَلَیْهِ الْیَوْمَ غَیْرُ حَرَامٍ

اور اس نے قسم کھائی سچی قسم کہ ہمارا کھانا بہت زیادہ اور وافر مقدار میں ہے اور آج کے دن اُن کے لیے حرام نہیں ہے۔

(۱۲) فَلَوْ لَا الَّذِیْ خَبَّرْتُمْ عَنْ مُحَمَّدٍ   لَكُنْتُمْ لَدَیْنَا الْیَوْمَ غَیْرَ کِرَامٍ

بحیرا نے کہا اگر تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ نہ بتلاتے کہ تم انھیں اپنے سامان کے پاس چھوڑ آئے ہو تو تم ہمارے نزدیک غیر محترم ہوتے تمھارا یہ اکرام و احترام اور اس دعوت کا اہتمام صرف انھی کی وجہ سے ہے۔

(۱۳) فَلَمَّا رَآهُ مُقْبِلًا نَحْوَ دَارِهِ　　یُوَقِّیْهِ حَرَّ الشَّمْسِ ظِلُّ غَمَامِ

جب بحیرا نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے گھر کی طرف آتے ہوئے دیکھا تو کیا دیکھا کہ بادل سایہ فگن ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حرارت شمس سے بچائے ہوئے ہے۔

(۱۴) حَنَا رَاسَهُ شِبْهَ السُّجُوْدِ وَ ضَمَّهُ　　اِلٰی نَحْرِهٖ وَ الصَّدْرِ اَیَّ ضِمَامِ

بحیرا کی نظر جوں ہی آنحضرتؐ پر پڑی تو اس نے اپنے سر کو سجدے کے انداز میں جھکا دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے سینے اور گردن سے اچھی طرح لپٹایا۔

(۱۵) وَ اَقْبَلَ رَکْبٌ یَطْلُبُوْنَ الَّذِیْ رَأیٰ　　بَحِیْرَا مِنَ الْاَعْلَامِ وَسْطَ خِیَامِ

اسی طرح وہ لوگ بھی نبوت کی انھی نشانیوں کو ڈھونڈتے ہوئے خیمے کے درمیان میں آگئے جنھیں بحیرا نے دیکھا تھا یعنی ابر کا سایہ فگن ہونا۔

(۱۶) فَثَارَ اِلَیْهِمْ خَشْیَةً لِعُرَامِهِمْ　　وَ کَانُوْا ذَوِیْ بَغْیٍ لَنَا وَ عُرَامِ

بحیرا اُن لوگوں کی طرف تیزی سے لپکا اس ڈر سے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کوئی شرارت نہ کرنے پائیں اور وہ لوگ ہمارے دشمن اور شرانگیز تھے۔

ثار۔ وہ تیزی سے لپکا خشیۃً۔ ڈر کے مارے عُرامہ۔ شرارت

(۱۷) دَرِیْسٌ وَ هَمَّامٌ وَ قَدْ کَانَ فِیْهِمُ　　زَدِیْرٌ وَ کُلُّ الْقَوْمِ غَیْرُ نِیَامِ

احبار یہود میں سے دریس، ہمام اور زدیر علامات نبوت دیکھ کر یہ سوچ رہے تھے کہ بنی اسرائیل کے بجائے یہ شرف اور فضیلت بنی ہاشم کو کیوں مل گئی جب کہ قوم کے سب لوگ رات بھر کے جاگے ہوئے معلوم دے رہے تھے۔

(۱۸) فَجَاؤُوْا وَ قَدْ هَمُّوْا بِقَتْلِ مُحَمَّدٍ　　فَرَدَّهُمُوْ عَنْهُ بِحُسْنِ خِصَامِ

احبار یہود حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کرنے کے ارادے سے آئے تھے بحیرا نے انھیں حُسن استدلال سے

سمجھا بجھا کر واپس کر دیا تا کہ وہ آنحضرتؐ کے قتل سے باز آجائیں۔

(۱۹) بِتَاوِیْلِهِ التَّوْرَاةَ حَتّٰی تَیَقَّنُوْا وَ قَالَ لَهُمْ رُمْتُمْ اَشَدَّ مَرَامِ

بحیرا نے احبار یہود کے سامنے توریت کی ایسی تاویل پیش کی جس سے انھیں اپنی غلطی کا یقین ہوگیا اور بحیرا نے مزید یہ بھی کہا کہ تم نے تو بدترین اور سخت ترین ارادہ اور عزم کیا تھا۔

(۲۰) أَتَبْغُوْنَ قَتْلًا لِلنَّبِیِّ مُحَمَّدٍ خُصِصْتُمْ عَلٰی شُوْمٍ بِطُوْلِ أَثَامِ

بحیرا نے ان یہودیوں سے مخاطب ہو کر کہا:

کیا تم لوگوں کی یہ خواہش ہے کہ تم (اللہ کے) نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دو کیا اس بدبختی اور غلط کام کے لیے تمام لوگوں میں سے صرف تمھیں مخصوص کیا گیا ہے۔

(۲۱) وَ إِنَّ الَّذِیْ تَخْتَارُهُ مِنْهُ مَانِعٌ سَیَکْفِیْهِ مِنْکُمْ کَیْدَ کُلِّ طَغَامِ

بحیرا نے کہا حالانکہ وہ خدا جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منصب رسالت کے لیے منتخب کیا ہے وہ خود ہی اُن کی حفاظت کا انتظام کر رہا ہے وہ عن قریب تم میں سے ہر شریر اور رذیل فرد کے شر سے انھیں بچائے گا۔

بعض مصادر میں یختارہ اور بعض میں اختارہ آیا ہے۔

طغام۔ پست ترین لوگ، رذیل ترین افراد یختارہ۔ اس نے انھیں نبوت کے لیے منتخب کر لیا ہے۔

(۲۲) فَذٰلِكَ مِنْ اَعْلَامِهِ وَ بَیَانِهِ وَ لَیْسَ نَهَارٌ وَاضِحٌ کَظَلَامِ

یہ واقعہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علامات نبوت اور ان کی پہچان سے متعلق تھا اور یہ بات یاد رکھو کہ روزِ روشن شب تاریک کی مانند نہیں ہوتا۔

بحیرا کے حالات

امام ابن کثیر البدایہ والنھایہ کے دوسرے حصے میں ۳۴۵ پر فرماتے ہیں:

"بحیرا راھب وہ ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں علامات نبوت کو دیکھا تھا جب کہ

وہ اپنے چچا ابوطالبؑ کے ساتھ اہل مکہ کے تاجروں کے ساتھ شام کی جانب روانہ ہوئے تھے اس وقت آنحضرتؐ کی عمر مبارک بارہ سال تھی، بحیرا نے دیکھا کہ بادل ان پر سایہ فگن ہے، لہٰذا بحیرا نے ان لوگوں کے لیے طعام کا بندوبست کیا اور انھیں دعوت دی۔"

ابن عساکر نے کہا ہے بحیرا ایک قریہ میں رہتا تھا جس کے اور بصریٰ کے درمیان چھ میل کا فاصلہ تھا جسے دیر بحیرا کہا جاتا ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ زیراء کے پیچھے بلقاء میں منفعہ نامی بستی تھی وہ نصرانی راہب تھا۔

ابن قتیبہ نے کتاب المعارف میں تحریر کیا ہے کہ اسلام سے کچھ ہی پہلے ہاتف کی یہ آواز سنی گئی۔

الا ان خیر اهل الارض ثلاثة بحیرا او رئاب الشنی والثالث المنتظر وهو الرسول

باشندگان ارض میں تین سب سے بہتر ہیں بحیرا۔ رئاب الشنی اور تیسرا جس کا انتظار کیا جا رہا ہے جو رسولِ اسلام ہے۔

بحیرا کا واقعہ ابن کثیر، تاریخ طبری، بحار الانوار ج ۱۵ ص ۴۰۹ پر تفصیلی طور سے مرقوم ہے اور پورا واقعہ اسی طرح ہے جیسے حضرت ابوطالبؑ نے نظم کیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ابوطالبؑ نے اس بارے میں تین قصائد لکھے ہیں:

واقدی نے کہا کہ جب رسول اللہ کی عمر ۱۲ سال کی ہوئی تو حضرت ابوطالبؑ انھیں اس قافلے میں لے گئے جو تجارت کی غرض سے شام روانہ ہو رہا تھا، وہ بحیرا راہب کے یہاں اترے اس نے حضرت ابوطالبؑ سے راز داری کے انداز میں کہا جو کہنا تھا اور انھیں حکم دیا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کریں لہٰذا ابوطالبؑ اُن کے ساتھ مکہ واپس آ گئے۔

(۷۲)

تخریج:

سیرۃ ابن اسحاق/ ۲۲۲ ایمان ابی طالب/ ۳۸۔۳۹۔ الحجۃ/ ۲۴۱ مجمع البیان ۴/ ۲۸۸ بحارالانوار ۳۵/ ۱۲۳ النقض/ ۵۱۰۔۵۱۱ الغدیر ۷/ ۳۳۱ یہ اشعار مطبوعہ دیوان میں نہیں ہیں۔

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے یہ اشعار نجاشی کو مخاطب کرتے ہوئے کہے، اسے آمادہ کیا کہ جو مہاجرین ہجرت کر کے حبشہ تشریف لے گئے ہیں ان سے اچھا برتاؤ کرے اور ان کی مدافعت کرے۔

یہ اشعار "بحرِ طویل" میں ہیں۔

نجاشی سے نبی کا تعارف اور مسلمانوں کی سفارش

(۱) لِیَعْلَمْ خِیَارُ النَّاسِ أَنَّ مُحَمَّدًا وَزِیْرٌ لِمُوْسٰی وَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمِ

لوگوں میں جو منتخب روزگار ہیں (یعنی نجاشی) انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ بے شک حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ مسیح بن مریم کے وزیر ہیں۔

یعنی وہ جو پیغام لے کر آئے تھے اُنھی کا بوجھ انھوں نے اٹھایا ہے حضرت موسیٰ کا ذکر کر کے یہودیوں کو متوجہ کیا ہے تاکہ یہودی سمجھ لیں کہ یہ کوئی نیا پیغام نہیں اور حضرت مسیح بن مریم کا ذکر کر کے عیسائیوں کی توجہ مبذول کرائی ہے کہ یہ کوئی نیا پیغام لے کر نہیں آئے بلکہ اسی پیغام کا تتمّہ ہے۔

بعض مصادر میں "أَتَعلَمُ مَلِكُ الْحَبَشِ" ہے۔

(۲) اَتیٰ بِالْهُدیٰ مِثْلَ الَّذِیْ اَتَیَا بِهٖ فَكُلٌّ بِاَمْرِ اللهِ یَهْدِیْ وَ یَعْصِمِ

وہ ہمارے پاس اسی طرح ہدایت کا پیغام لے کر آئے ہیں جس طرح حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ لائے تھے۔ ان میں سے ہر نبی اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے ہدایت کا فریضہ انجام دینے والا اور کائنات کو گم راہی اور ضلالت سے بچانے والا ہے۔

(۳) وَ اِنَّكُمْ تَتْلُوْنَهٗ فِیْ كِتَابِكُمْ بِصِدْقِ حَدِیْثٍ لَاحَدِیْثَ الْمُرَجَّمِ

اور تم لوگ تو احمد مجتبیٰ کا تذکرہ اپنی کتابوں توریت، انجیل اور زبور میں پڑھتے رہے ہو کہ یہ داستان مبنی برصدق ہے یہ کوئی انکل پچو داستان نہیں ہے جو کسی انسان نے اپنی طرف سے گھڑ لی ہو۔

بعض مصادر میں "لَابِصِدْقِ الْمُبَرَّجَمِ" ہے اور کہیں "حدِیثٌ مُرَجَّمٌ" ہے۔

ارشاد رب العزت ہے:

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ (۱۵۷ اعراف۔)

جو لوگ اس رسول، نبی اُمّی کی پیروی کرتے ہیں جن کا ذکر وہ توریت اور انجیل میں تحریر شدہ پاتے ہیں۔

وَاِذْ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝۶ (۶ الصف ۶۱)

یاد کیجیے جب عیسیٰ بن مریم نے کہا تھا اے بنی اسرائیل میں تمھاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں اور جو کتاب توریت میرے سامنے موجود ہے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور بشارت دیتا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہے پس جب وہ ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے تو انھوں نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے۔

(۴) فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ نِدًّا وَ اَسْلِمُوْا فَاِنَّ طَرِیْقَ الْحَقِّ لَیْسَ بِمُظْلِمِ

لہٰذا تم لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات والا صفات میں کسی کو بھی اس کا ہمسر اور شریک قرار نہ دو اور سر

اطاعت خم کر دو (اسلام قبول کرلو) اور یاد رکھو کہ حق کا راستہ تاریک نہیں ہے بلکہ شمس عالم تاب کی مانند روشن اور واضح ہے۔

ارشاد باری ہے:

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۲۲بقرہ ۲)

پس تم اللہ کے لیے شرکاء قرار نہ دو جب کہ تم جانتے ہو۔

(۵) وَ اِنَّكَ مَا تَاْتِيْكَ مِنَّا عُصَابَةٌ بِفَضْلِكَ اِلَّا اُرْجِعُوْا بِالتَّكَرُّمِ

اور اے بادشاہ! تیری تو یہ خوبی ہے کہ جب بھی ہماری جانب سے کوئی گروہ یا جماعت تیری طرف آتی ہے اور اسے تیرے فضل وکرم کی امید ہوتی ہے تو وہ عزت وتکریم کے ساتھ واپس لوٹتا ہے۔ یہ تیرا طریقہ اور تیری ریت رہی ہے۔

ہجرت حبشہ

جب رسول اللہ ﷺ نے یہ دیکھا کہ مشرکین مکہ مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھا رہے ہیں تو آپ نے ان سے یہ فرمایا کہ وہ حبشہ کی جانب ہجرت کر کے چلے جائیں جہاں کا بادشاہ نجاشی انصاف پسند ہے وہ اچھا سلوک کرے گا۔ پہلی مرتبہ ۱۲ افراد نے ہجرت کی اور دوسری بار ستر افراد نے حضرت جعفر بن ابی طالب کی قیادت میں ہجرت کی جب قریش کو یہ پتا چلا تو انھوں نے عمرو بن العاص اور عمارۃ بن الولید المخزومی کو نجاشی کے پاس ہدایا اور تحائف کے ساتھ بھیجا انھوں نے نجاشی سے کہا کہ ہماری قوم کے احمق اور کم عقل لوگ ہمارے دین سے نکل گئے ہیں وہ ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں اگر وہ یہاں رہ گئے تو آپ کے دین کو بھی برباد کر دیں گے۔

نجاشی نے حضرت جعفر طیارؑ کو طلب کیا تو انھوں نے بادشاہ سے عرض کی کہ ان لوگوں کا دین درست نہیں یہ پتھروں کو پوجتے ہیں، بتوں سے رشتے ناطے جوڑتے ہیں رشتہ داروں سے تعلقات منقطع کر لیتے ہیں ظلم وستم ڈھاتے ہیں اور حرام کو حلال کر لیتے ہیں اور اللہ نے ہمارے درمیان ایک نبی کو مبعوث کیا ہے جو عظیم المرتبت اعلیٰ منزلت اور فضیلت وشرف کا مالک ہے وہ سچ بولتا ہے اور اس کا خاندان سب سے اعلیٰ ہے۔ اس نے یہ حکم دیا کہ بتوں کی پرستش کو ترک کر دیا جائے اور ظلم وحرام سے بچا جائے حق پر عمل کیا جائے اور صرف اللہ کی عبادت کی جائے۔

نجاشی نے عمرو بن العاص اور عمارۃ بن ابولید سے کہا کہ تم لوگ واپس چلے جاؤ میں تمھاری قوم کے افراد کی حفاظت کروں گا کیوں کہ وہ صحیح دین پر ہیں اور تم نے غلط دین کو اختیار کر رکھا ہے۔

(۷۳)

تخریج:

ایمان ابی طالب/ ۳۷ الحجہ/ ۲۷۹ کنز الفوائد/ ۷۹

بحار الانوار ۳۵/ ۱۲۵ الغدیر ۷/ ۳۷۱ اور یہ ابیات مطبوعہ دیوان میں نہیں ہیں۔

جب قریش نے سالانہ میلے میں رسول اللہ ﷺ کے خلاف گٹھ جوڑ کیا اور یہ گمان کیا کہ وہ جادوگر ہیں تو حضرت ابوطالب علیہ السلام نے اس بارے میں فرمایا۔

یہ اشعار "بحر الکامل" میں ہیں۔

رسول ساحر نہیں بلکہ نبی ہیں

(۱) زَعَمَتْ قُرَیْشٌ اِنَّ اَحْمَدَ سَاحِرٌ کَذَبُوْا وَ رَبِّ الرَّاقِصَاتِ اِلَی الْحَرَمْ

قریش کے لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ احمد مجتبیٰ ساحر (جادوگر) ہیں ان لوگوں نے یہ بات جھوٹی منسوب کی ہے اور قسم ہے ان اچھلتے کودتے ہوئے اونٹوں کے رب کی جو حرم کی جانب آتے ہیں۔

ارشاد رب العزت ہے:

وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۡ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝۴ (۴۔ص ۳۸)

انھیں اس بات پر تعجب ہوا کہ ڈرانے والا خود انھی میں سے آ گیا اور کافروں نے کہا یہ بڑا جھوٹا جادوگر ہے۔

(۲) مَا زِلْتُ اَعْرِفُهٗ بِصِدْقِ حَدِيْثِهٖ وَ هُوَ الْاَمِيْنُ عَلَى الْحَرَائِبِ وَ الْحَرَمِ

میں تو انھیں پہچانتا ہوں کہ وہ ہمیشہ سچ بات کہتے ہیں اور وہ ہر حال میں امین ہیں خواہ وہ میدان جنگ سے چھینا ہوا مال ہو یا سرزمین حرم ہو۔

(۳) بَهَتُوْهُ لِاَسْعَدُوْا بِقُطْرٍ بَعْدَهَا وَ مَضَتْ مَقَالَتُهُمْ تَسِيْرُ اِلَى الْاُمَمِ

قریش کے لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر طرح طرح کے بہتان لگائے تاکہ وہ اس کے بعد چار دانگ عالم میں خوش بخت بن جائیں اور ان کی باتیں دیگر تمام اقوام تک پہنچ جائیں۔

(۷۴)

تخریج:
دیوان مطبوعہ/۱۷

یہ اشعار "بحر البسیط" میں ہیں۔

حضرت عبدالمطلب کی وفات پر مرثیہ

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے اپنے والد حضرت عبدالمطلب کے بارے میں مرثیہ کہا ہے۔

(۱) اَبکَی الْعُیُوْنَ وَ اَذْرٰی دَمْعَهَا دُرَرًا　　مُصَابُ شَیْبَةَ بَیْتِ الدِّیْنِ وَ الْکَرَمِ

حضرت عبدالمطلب کی وفات حسرت آیات نے آنکھوں سے سیل اشک رواں کر دیا اور شیبۃ الحمد حضرت عبدالمطلب جو دین وکرم کا مرکز تھے ان کے انتقال پر آنکھیں آنسوؤں کے موتی نچھاور کر رہی ہیں۔

(۲) کَانَ الشُّجَاعُ الْجَوَادُ الْفَرْدُ سُؤْدَدُهٗ　　لَهٗ فَضَائِلُ تَعْلُوْ سَادَةَ الْاُمَمِ

حضرت عبدالمطلب میدان جنگ کے سب سے باہمت، بہادر، شجاع اور دلیر تھے وہ دولت مندوں میں سب سے بڑے سخی اور فیاض اور منفرد سردار تھے وہ اتنے فضائل اور خوبیوں کے مالک تھے کہ جن کی وجہ سے وہ تمام اقوام کے سرداروں پر فوقیت رکھنے والے اور بلند مرتبت تھے۔

(۳) مَضٰی اَبُو الْحَارِثِ الْمَامُوْلُ نَائِلُهٗ　　وَ الْمُخْتَشٰی صَوْلَةً فِی النَّاسِ بِالنِّقَمِ

ابوالحارث حضرت عبدالمطلب نے یہاں سے کوچ کیا اور دارِ آخرت کی جانب روانہ ہوگئے اور لوگ جن کی عطا و بخشش اور جود وسخا کی امیدیں رکھا کرتے تھے اور انتقام لینے کے لیے ان کے حملوں سے لوگوں کو خوف محسوس ہوتا ہے۔

ابو الحارث حضرت عبدالمطلب کی کنیت تھی المامول۔ جن سے امید کی جائے۔ نائل عطاو بخشش۔ محتشي۔ معلوم صولة حملہ

اور بعض مصادر میں بالنقم کی جگہ والنعم ہے یعنی اونٹ اور بکری اس کی جمع أنعام ہے اور جمع الجمع أناعِيم ہے۔

(۴) هُوَ الرَّئِيْسُ الَّذِيْ لَا خَلْقَ يَقْدُمُهُ　　غَدَاةَ يَحْيِيْ عَنِ الْاَبْطَالِ بِالْعَلَمِ

نوٹ: یہ شعر دیوان میں ہے لیکن الدرة الغراء نے اُسے نقل نہیں کیا ہے۔

حضرت عبدالمطلب ایسے سردار تھے کہ کوئی شخص بھی اس بات کو جان لینے کے بعد کہ وہ باطل سے نبرد آزما ہیں اور حق کا دفاع کر رہے ہیں۔ آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کرتا تھا۔ یعنی وہی علمدار لشکر اور بہادروں کے بہادر تھے۔

(۵) اَلْعَامِرُ الْبَيْتِ بَيْتِ اللهِ يَمْلَؤُهُ　　نُوْرًا فَيَجْلُوْا كُسُوْفَ الْقَحْطِ وَ الظُّلَمِ

حضرت عبدالمطلب نے اللہ کے گھر خانۂ کعبہ کو آباد کر رکھا ہے اور اسے نور سے پرنور کر دیا ہے اور انھی کی کرامت سے قحط سالی اور ظلم وستم کی گھٹائیں چھٹ گئی ہیں اور ہر طرف ہریالی تر و تازگی اور خوش حالی نظر آرہی ہے اور امن وامان کی فضا قائم ہے۔

(۶) رَبُّ الْفِرَاشِ بِصَحْنِ الْبَيْتِ تَكْرِمَةً　　بِذَاكَ فُضِّلَ اَهْلُ الْفَخْرِ وَ الْقَدَمِ

ان کی تکریم وتعظیم کی یہ کیفیت تھی کہ جب وہ خانۂ خدا کی زیارت کو تشریف لاتے تھے تو ان کی عزت و احترام کی خاطر صحن کعبہ میں مخصوص فرش بچھایا جاتا تھا یہی سبب ہے جس کی وجہ سے وہ صاحبانِ فضل وشرف میں ممتاز حیثیت کے مالک ہیں۔ قَدَم۔ خاندانی شرافت

(۷) بَكَتْ قُرَيْشٌ اَبَاهَا كُلُّهَا وَ عَلٰى　　اَيَّامِهَا وَ حَمَاهَا الثَّابِتُ الدَّعِمِ

قریش کے لوگوں نے حضرت عبدالمطلب کی وفات حسرت آیات پر اس طرح گریہ کیا جس طرح اولاد اپنے

باپ کے مرنے پر گریہ کناں ہوتی ہے اور قوم اپنے لیڈر اور رہنما اور حامی و ناصر کے مرجانے پر آنسو بہاتی ہے۔

(۸) صَفِيُّ اَبْكِيْ وَ جُوْدِيْ بِالدُّمُوْعِ لَهٗ   اَسْعِدِيْ يَا اُمَيْمُ الْيَوْمَ بِالسَّجَمِ

حضرت ابوطالبؑ اپنی دونوں بہنوں صفیہ اور امیمہ سے مخاطب ہو کر فرما رہے ہیں کہ اے صفیہ! تم اپنے باپ کے مرنے پر اور اُس کے دنیا سے چلے جانے پر خوب آنسو بہاؤ اور اے امیمہ! آج کے دن اپنے والد گرامی کی موت پر آنسو بہا کر تم سعادت و خوش بختی کی طلب گار ہو جاؤ۔

اصل دیوان میں "ابکی" کی جگہ "بَکِّیْ" ہے۔

صفیہ اور امیمہ حضرت عبدالمطلب کی بیٹیوں کے نام ہیں صفی اور امیم سے جن کی طرف اشارہ کیا ہے۔ "تا" کو قاعدۂ ترخیم سے حذف کر دیا ہے۔

(۹) يُجِبْكِ نِسْوَةُ رَهْطٍ مِنْ بَنِيْ اَسَدٍ   وَ الْغُرُّ زُهْرَةُ بَعْدَ الْعَرَبِ وَ الْعَجَمِ

اور تمھارے ساتھ ساتھ بنی اسد اور بنی زُہرہ کی مخدرات بھی گریہ کناں ہوں گی پھر سارے عرب و عجم مل کر ان کے فراق پر آنسو بہائیں گے۔

(۱۰) اَلَمْ يَكُنْ زَيْنَ اَهْلِ الْاَرْضِ كُلِّهِمُ   وَ عِصْمَةُ الْخَلْقِ مِنْ عَادٍ وَ مِنْ اِرَمِ

کیا حضرت عبدالمطلب کی ذاتِ عالی صفات تمام روئے زمین کے باشندوں کے لیے زیب و زینت کا موجب نہ تھی؟ اور کیا وہ عاد و ارم جیسے ظالموں سے مخلوقات کی حفاظت و حمایت کا باعث نہ تھے؟

قرآن نے قوم عاد کا تذکرہ کیا ہے:

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ (۶۵۔ اعراف۔۷)

اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیا کیا؟ جو ارم کہلاتے تھے ستونوں والے دراز قد ان جیسے لوگ دنیا میں پیدا نہیں کیے گئے۔ (۸۔۷۸۔ الفجر۔۶ تا ۸)

(۷۵)

تخریج:

مروج الذھب ۲/۷۸ الکنی والالقاب ۱/۱۰۴ یہ شعر مطبوعہ دیوان میں نہیں ہے۔

مسعودی نے بیان کیا ہے جو بحث وتکرار معاویہ، عبداللہ بن الکوا اور صعصعہ کے درمیان درشت اور سخت کلامی پر منتج ہوئی تھی ان دونوں نے معاویہ کو غضب ناک کر دیا مسعودی نے کہا کہ معاویہ نے ان دونوں کے جواب میں کہا کہ اگر میں ابوطالبؑ کے اس قول کی طرف رجوع نہ کرتا تو تم دونوں کو قتل کر دیتا۔

قول یہ ہے۔

یہ شعر "بحر بسیط" میں ہیں۔

ابوطالب کا قول اور معاویہ

(۱) قَابَلْتُ جَهْلَهُمْ حِلْمًا وَ مَغْفِرَةً وَ الْعَفْوُ عَنْ قُدْرَةٍ ضَرْبٌ مِنَ الْكَرَمِ

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے فرمایا: میں نے ان لوگوں کی جہالت کے مقابلے میں حلم و بردباری اور مغفرت و بخشش سے کام لیا اور قدرت انتقام کے باوجود معاف کر دینا اور عفو و درگزر سے کام لینا کرم وسخا کی ایک قسم ہے۔

فارسی میں ایک مثل ہے۔ "جواب جاہلاں باشد خموشی"

نوٹ:

حضرت ابوطالبؑ کا کلام اُس دور میں اتنی شہرت پاچکا تھا کہ ہر فرد کو یاد تھا۔ معاویہ جو حضرت علی ابن ابی طالبؑ اور ابوطالبؑ کے مخالفین میں سے تھا وہ بھی حضرت ابوطالبؑ کے شعر کو بطور مثال پیش کر رہا ہے۔

(۷۶)

تخریج:

سیرۃ ابن اسحاق/۱۴۹، سیرۃ ابن ہشام ۱/۱۷۰،
البدایۃ والنھایۃ ۲/۱۲۶، ۲۵۸، ۳/۴۹ الحجۃ/۲۹۳
الغدیر ۷/۳۶۲ بحار الانوار ۳۵/۱۳۱
مطبوعہ دیوان/۲۴

یہ قصیدہ حضرت ابوطالب علیہ السلام نے اپنی قوم کی تعریف وتوصیف میں کہا جب دیکھا کہ پوری قوم ان کے ساتھ مل کر جدوجہد کر رہی ہے اور ان پر مہربان ہے۔ احمد زینی دحلان نے اپنی کتاب اسنی المطالب/۲۱ میں یہ تحریر کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وتوصیف میں لکھے گئے یہ اشعار سب سے نمایاں ہیں، جو اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت ابوطالب علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مُصدِّق تھے۔

یہ اشعار "بحرِ طویل" میں ہیں۔

قریش کی تعریف وتوصیف

(۱) إِذَا اجْتَمَعَتْ يَوْمًا قُرَيْشٌ لِمَفْخَرٍ فَعَبْدُ مَنَافٍ سِرُّهَا وَ صَمِيمُهَا

حضرت ابوطالبؑ فرماتے ہیں کہ اگر قریش کے لوگ کسی دن فخر ومباہات کے لیے مجتمع ہوں تو اس اجتماع میں عبد مناف (ھاشم کے والد گرامی) سب سے اعلیٰ، اشرف، افضل اور منفرد نظر آئیں گے۔

(۲) وَ اِنْ حُصِّلَتْ اَشْرَافُ كُلِّ قَبِيْلَةٍ   فَفِيْ هَاشِمٍ اَشْرَافُهَا وَ قَدِيْمُهَا

اور اگر تمام قبائل کے اشراف و اعلام کو یکجا کیا جائے تو ان سب میں حضرت ہاشم کی اولاد سب سے ممتاز اور نمایاں دکھائی دے گی۔

(۳) وَ اِنْ فَخَرَتْ يَوْمًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا   هُوَ الْمُصْطَفٰى مِنْ سِرِّهَا وَ كَرِيْمُهَا

اور اگر اولادِ بنی ہاشم دیگر قبائل سے فخر و شرف میں مقابل ہو تو یاد رکھو کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب میں اعلیٰ وارفع، بلند اور بالا نظر آئیں گے۔

ایک حدیث میں آیا ہے جسے جامع ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اِنَّ اللهَ اصْطَفٰى مِنْ وُلْدِ اِبْرَاهِيْمَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اصْطَفٰى مِنْ وُلْدِ اِسْمٰعِيْلَ بَنِيْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ بَنِيْ كِنَانَةَ قُرَيْشًا وَ اصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ

بے شک! اللہ تعالیٰ نے اولادِ ابراہیمؑ میں سے اسمٰعیلؑ کو اور اولادِ اسماعیلؑ میں سے بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو مصطفیٰ بنایا ہے۔

(حدیث ۳۶۱۴ صحیح ترمذی ص ۹۹۷، مطبوعہ دارابن ارقم)

مصطفیٰ کے معنی ہیں۔ پسندیدہ، منتخب، چنا ہوا یہ آنحضرتؐ کا مشہور نام ہے۔

(۴) وَ اَقْرَبُهَا قُرْبٰى اِلَى اللهِ وَ الَّذِيْ   بِهٖ تَكْشِفُ الظَّلْمَاءَ دَرْسًا نُجُوْمُهَا

اور اُن سب میں سب سے زیادہ قریب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی قدر ہے جن کی اللہ سے قربت ہے انھی کے توسط سے تاریک رات کا اندھیرا چھٹ گیا اور اس کے آثار مٹ گئے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرک و کفر و ظلم کی ظلمتوں کو مٹا کر عالم کو بقعۂ نور بنا دیا ہے۔

یہ شعر نزھۃ الکرام اور بستان العوام/۱۰۱ میں ہے۔

(۵) تَدَاعَتْ قُرَيْشٌ غَثُّهَا وَ سَمِيْنُهَا   عَلَيْنَا فَلَمْ تَظْفَرْ وَ طَاشَتْ حُلُوْمُهَا

(جن لوگوں کے مقابلے پر) قریش کے اچھے اور برے ہر طرح کے افراد اکٹھے ہوگئے اور انھوں نے

ہمارے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کر دیں لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے اور وہ لوگ ہوش وحواس کھو بیٹھے ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کریں۔

(۶) وَ كُنَّا قَدِيمًا لَا نُقِرُّ ظُلَامَةً إِذَا مَا ثَنَوْا صُعْرَ الْخُدُودِ نُقِيمُهَا

اور زمانہ قدیم سے ہی ہماری یہ روایت رہی ہے کہ ہم نے کبھی بھی ظلم وستم کو برداشت نہیں کیا ہے اور جب بھی کوئی ہماری جانب کج رُخی اختیار کرتا تھا ہم اسے سیدھا کر دیتے تھے اور ہم ظالم کو کیفر کردار تک پہنچا دیتے تھے۔

الظلامہ. ظلم اور وہ مال جو ظالم تم سے وصول کرے۔ ثنو. موڑ لیا، صعر، ازروئے تکبر منہ پھیر لینا اللہ تعالیٰ کا قول ہے

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ.

اور لوگوں سے بے رخی نہ کرنا۔ (۱۸ لقمان ۳۱)

(۷) وَ نَحْمِيْ حِمَاهَا كُلَّ يَوْمٍ كَرِيهَةٍ وَ نَضْرِبُ عَنْ أَحْجَارِهَا مَنْ يَرُومُهَا

اور جب بھی گھمسان کی لڑائی ہوگی ہم آنحضرت ﷺ کی حمایت ونصرت کے لیے کمربستہ ہیں ہم ان کا مکمل دفاع کریں گے اور جو بھی ان کی پناہ گاہ کا رخ کرے گا تو ہم اسے وہاں سے مار کر بھگا دیں گے۔

یوم کَرِيهَةٍ. جب شدت کی جنگ ہو رہی ہو۔ گھمسان کی لڑائی

احجار. اکناف حجر کی جمع، کہا جاتا ہے۔ فلان فی حجر فلان. فلاں شخص فلاں کی پناہ میں ہے۔

یروم. قصد کرنا

(۸) بِنَا انْتَعَشَ الْعُودُ الذَّوَاءُ وَ إِنَّمَا بِأَكْنَافِنَا تَنْدَى وَ تَنْمِي أُرُومُهَا

حضرت ابوطالبؑ اس خاندان کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ ہم ہی لوگ ہیں جن کی وجہ سے خشک ٹہنی میں دوبارہ تازگی اور ہریالی آ جاتی ہے اور ہم ہی وہ لوگ ہیں کہ اطراف و جوانب میں ہر درخت کی جڑ اسی سے نمو پاتی ہے اور اسے ہم سے ہی نشوونما ملتی ہے۔ أروم. خاندان اور حسب کے لیے آتا ہے یعنی کریم النفس۔ کریم الاصل۔

انتعش، دوبارہ جان آ گئی، پودا کھل گیا اور اس میں ہریالی آ گئی اور دراصل انتعش کے معنی ہیں

وانتعش العاثر۔ پھسلنے والا سنبھل گیا۔

ارتفع۔ بلند ہو گیا

العودُ الذّواء۔ وہ عود جس کی رطوبت ختم ہو جائے تندی۔ ندی سے نکلا ہے تری پالینا

تنمی۔ نمو پانا۔ اُروم، جڑ، اصل۔

(۹) لَحَا اللهُ مَخْزُوْمًا وَ تَيْمًا فَإِنَّمَا يُسَارِعُ فِيْ بَغْضَاءِ قَوْمِيْ لَئِيْمُهَا

یہ شعر نزھۃ الکرام اور بُستان العوام/۱۰۱ میں ہے۔

بنی مخزوم اور بنی تیم پر اللہ کی لعنت و ملامت ہو کہ ان کے خاندان اور قبائل کے لئیم و بدبخت لوگ ہمارے خاندان سے بغض وحسد میں آگے آگے ہیں اور ہر وقت اسی فکر میں لگے رہتے ہیں۔

(۱۰) هُمُ السَّادَةُ الْأَعْلَوْنَ فِيْ كُلِّ حَالَةٍ لَهُمْ حُرْمَةٌ لَّا يُسْتَطَاعُ قُرُوْمُهَا

حضرت ابوطالبؑ بنی ھاشم کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہی لوگ ساداتِ کرام ہیں اور ہر حال میں اعلیٰ وارفع ہے۔

انھیں وہ عزت وشرف حاصل ہے کہ کسی قبیلے کا شجاع سرداران کی شجاعت وسیادت کی ہمسری نہیں کرسکتا۔

بعض مصادر میں لھم حرمۃ کی جگہ لھم صرمۃ ہے یعنی لوگوں کی جماعت

(۱۱) يَدِيْنُ لَهُمْ كُلُّ الْبَرِيَّةِ طَاعَةً وَ يُكْرِمُهَا مَا الْأَرْضُ عِنْدِيْ أَدِيْمُهَا

ایک زمانہ وہ آئے گا کہ ان کی بزرگی اور سرداری کے سامنے پوری کائنات کی گردنیں خم ہوں گی اور زمین کا چپّہ چپّہ اور عالم کا گوشہ گوشہ ان کی تکریم وتعظیم کرتا نظر آئے گا۔

(۷۷)

تخریج:
بحار الانوار ۳۵/۱۳۱انھوں نے اسے فصول المہمہ سے نقل کیا ہے۔

علی نام رکھنے کی وجہ

جب حضرت ابو طالب علیہ السلام نے اپنے بیٹے کا نام علی رکھا تو اس وقت فرمایا:

سَمَّيْتُهُ بِعَلِيٍّ کَيْ يَدُوْمَ لَهُ عِزُّ الْعُلُوِّ وَ فَخْرُ الْعِزِّ اَدْوَمَهُ

میں نے ان کا نام علی رکھا ہے تاکہ ان کے لیے رفعت و بلندی کی عزّت دائمی ہو جائے اور عزّت وشرف کا فخر ہمیشہ انھی کے نام رہے۔

حضرت علی ابن الحسین زین العابدین علیہ السلام روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا: ہم ان دنوں امام حسین علیہ السلام کے پاس تھے کیا دیکھا کہ کچھ عورتیں ایک جگہ جمع ہیں ان میں سے ایک عورت ہمارے پاس آئی، میں نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟

اس نے کہا: میں زیدہ بنت عجلان ہوں میرا تعلق بنی ساعدہ سے ہے۔

میں نے دریافت کیا: کیا تمھارے پاس کوئی ایسی اہم بات ہے جسے تم بیان کرنا چاہتی ہو۔

اس نے کہا: ہاں! خدا کی قسم؛ مجھ سے بیان کیا امّ عمارہ بنت عبادہ بن نضلہ کی صاحبزادی نے اس نے کہا: وہ عرب کی عورتوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی کہ اس نے حضرت ابو طالبؑ کو دیکھا کہ وہ ملول وحزین ہیں میں نے ان سے استفسار کیا کہ آپ کیسے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ فاطمہ بنت اسد دردِ زہ میں مبتلا ہیں پھر انھوں نے اُن کا

ہاتھ پکڑا اور کعبہ کی طرف لے کر گئے وہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے اور انھیں بٹھا دیا پھر انھیں دردِ زہ ہوا اور انھوں نے علی کرم اللہ وجہہ کو جنم دیا ایک پاک و پاکیزہ بچہ جس سے زیادہ حسین و وجیہ بچہ میں نے نہیں دیکھا تھا اور اس بچے کا نام علی رکھ دیا اور اس وقت حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا:

سَمَّيْتُهٗ بِعَلِيٍّ كَيْ يَدُوْمَ لَهٗ   مِنَ الْعُلُوِّ وَ فَخْرِ الْعِزِّ اَدْوَمُهٗ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور انھیں اٹھا کر ان کی والدہ کے گھر لے گئے اسے فصول المہمہ میں بیان کیا ہے۔ (غایۃ المطالب فی شرح دیوانِ ابی طالب۔ ص۱۶۶ مطبوعہ ۱۳۷۱ھ)

اور اسی طرف اشارہ کیا ہے عبدالباقی فاروقی نے عینیۃ العلویہ میں

اَنْتَ الْعَلِيُّ الَّذِىْ فَوْقَ الْعُلَا رُفِعَا
بِبَطْنِ مَكَّةَ وَسْطَ الْبَيْتِ قَدْ وَ ضَعَا

(غایۃ المواعظ النعمان آلوسی، ج ۲ ص، ۹۸)

(۷۸)

تخریج:

سیرۃ ابن اسحاق/ ۱۵۵،	خزانۃ الادب ۳/ ۲۹۶،
البدایۃ والنھایۃ ۳/ ۴۲،	دلائل النبوۃ ا/ ۷/ ۴۳
تاریخ الاسلام للذھبی/ ۱۵۰	بلوغ الارب ا/ ۳۲۵
شرح ابن ابی الحدید ۳/ ۳۱۰،	الکشاف ۲/ ۱۴،
الحجۃ/ ۲۵۷/ ۲۵۸	الطرائف ا/ ۳۰۱۔۳۰۳
تفسیر ابوالفتوح ۴/ ۴۰۶، ۴۰۷،	المناقب ا/ ۵۸،
بحار الانوار ۳۵/ ۸۷	الغدیر ۷/ ۳۳۴
الدیوان المطبوع/ ۱۲۔۱۳	وفی الاصابہ ۴/ ۱۱۶ صرف تیسرا اور چوتھا شعر

حضرت ابوطالبؑ نے رسول اللہ ﷺ کے لیے یہ اشعار اس وقت کہے جب قریش نے انھیں خوف زدہ کیا۔

ابن اسحاق نے کہا اور مجھ سے بیان کیا یعقوب بن عتبہ بن المغیرہ نے کہ قریش نے ابوطالبؑ سے جو کہنا تھا وہ کہا حضرت ابوطالبؑ نے رسول اللہ ﷺ کو طلب کیا اور ان سے کہا اے میرے بھتیجے آپ کی قوم کے افراد میرے پاس آئے تھے اور انھوں نے یہ یہ کہا ہے۔

فَأَبْقِ عَلَيَّ وَعَلَى نَفْسِكَ وَلَا تُحَمِّلْنِي مِنَ الْأَمْرِ مَا لَا أُطِيقُهُ

اے بیٹے! تم مجھ پر اور خود پر رحم کرو اور مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جسے میں اٹھا نہ سکوں۔

تو رسول اللہ ﷺ یہ سمجھے کہ ابو طالبؑ کے سامنے کوئی نیا امر واضح ہو گیا ہے اور وہ اب آنحضرتؐ کی مدد سے پیچھے ہٹ رہے ہیں اور انھیں تنہا چھوڑ رہے ہیں تو آنحضرتؐ نے جواب دیا:

يَا عَمِّ وَاللهِ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِي يَمِينِي وَالْقَمَرَ فِي شِمَالِي عَلَىٰ أَنْ أَتْرُكَ هٰذَا الْأَمْرَ مَا تَرَكْتُهُ حَتّٰى يُظْهِرَهُ اللهُ. أَوْ أَهْلِكَ فِي طَلَبِهِ.

چچا جان! اگر یہ لوگ سورج کو میرے دائیں ہاتھ میں رکھ دیں اور چاند کو لا کر میرے بائیں ہاتھ میں رکھ دیں کہ میں اس امر سے باز آ جاؤں اور اسے ترک کر دوں میں ہرگز ایسا نہ کروں گا یہاں تک کہ اللہ اس امر کو غلبہ عطا فرما دے یا میں اس راہ میں جان دے دوں۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے وہ اُٹھے اور روانہ ہونے لگے تو ابو طالبؑ نے انھیں آواز دی اور فرمایا:

أقبل يا ابن أخي.

اے میرے بھتیجے آگے آؤ۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: میں ان کے سامنے آ گیا تو اس وقت ابو طالبؑ نے فرمایا:

امض على امرك وافعل ما احببت فوالله لا أسلمك لشيءٍ أبدًا.

اے میرے بھائی کے فرزند! تم اپنا مشن جاری رکھو اور جو بات تمھیں پسند ہے اسے انجام دو، خدا کی قسم! مَیں تمھیں ہرگز دشمن کے سپرد نہیں کروں گا۔

ابن اسحاق نے کہا یونس نے جو روایت کی ہے اس کے مطابق پھر حضرت ابو طالبؑ نے اس بارے میں یہ اشعار کہے اور انھوں نے چار شعر نقل کیے ہیں۔ (السیرۃ النبویۃ من کتاب تاریخ الاسلام الامام الحافظ الذھبی ص ۶۹)

یہ اشعار "بحرِ الکامل" میں ہیں۔

قریش کو دندان شکن جواب اور نبی کی حمایت کا اعلان

(۱) وَ اللهِ لَنْ يَّصِلُوْا اِلَيْكَ بِجَمْعِهِمْ حَتّٰى أُوَسَّدَ فِي التُّرَابِ دَفِيْنًا

خدا کی قسم اے محمد ﷺ! یہ لوگ باہمی گٹھ جوڑ کر کے بھی اپنی جمعیت کے ساتھ ہرگز ہرگز آپ تک نہیں پہنچ سکیں گے مَیں ہر حال میں آپ کا دفاع کروں گا یہاں تک کہ یہ لوگ مجھے قتل کر کے مٹی تلے دفن کر دیں یعنی جب تک جان میں جان ہے مَیں آپ کی حمایت ونصرت کرتا رہوں گا اور حفاظت کا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

(۲) فَاصْدَعْ بِأَمْرِكَ مَا عَلَيْكَ غَضَاضَةٌ وَ أَبْشِرْ بِذَاكَ وَ قَرَّ مِنْكَ عُيُوْنَا

بعض نسخوں میں دوسرے مصرع میں "وقر منه عُيُوْنَا" بھی ہے۔

لہٰذا آپ علانیہ طور سے بے خوف ہو کر تبلیغ دین جاری رکھیے آپ پر کوئی بھی پابندی عائد نہیں ہے اور اس بات سے خوش ہو جائیں اور اپنی آنکھیں اس امر پر ٹھنڈی کریں یعنی خوش وخرم رہیں کوئی آپ کا بال بیکا نہیں کر سکتا

ارشادِ رب العزت ہے:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾ (۹۴ الحجر ۱۵)

چنانچہ آپ کو جو حکم دیا جاتا ہے اسے کھول کر سنا دیں اور مشرکین سے بے رخی برتیں۔

مطبوعہ دیوان میں یہ شعر اس طرح ہے۔

فَانْفُذْ لِأَمْرِكَ مَا عَلَيْكَ غَضَاضَةٌ فَكَفٰى بِنَا دُنْيَا لَدَيْكَ وَ دِيْنَا

آپ اپنے حکم کو نافذ کر دیں آپ پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ تمھارے نزدیک جو دین و دنیا ہے ہمارے لیے وہی کافی ہے۔

(۳) وَ دَعَوْتَنِيْ وَ زَعَمْتَ أَنَّكَ نَاصِحٌ فَلَقَدْ صَدَقْتَ وَ كُنْتَ قَبْلُ أَمِيْنَا

اے محمدؐ! آپ نے مجھے بھی دین مبین کی دعوت دی ہے اور مجھے یقین کامل ہے آپ میرے ناصح (نصیحت کرنے والے) ہیں آپ کا پیغام مبنی بر صدق وصفا ہے اور آپ تو اس پیغام لانے سے قبل امین کے لقب سے ملقب تھے۔

(۴) وَ عَرَضْتَ دِيْنًا قَدْ عَلِمْتُ بِأَنَّهُ مِنْ خَيْرِ أَدْيَانِ الْبَرِيَّةِ دِيْنَا

اور آپ نے ایسا دین مبین پیش کیا جس کے بارے میں جہاں تک میری معلومات ہیں وہ ادیان عالم کے

مقابلے میں بہترین دین ہے آج تک کوئی بھی اس سے بہترین دین اور اس سے بہتر پیغام لے کر نہیں آیا۔

(۵) لَوۡ لَا الۡمَلَامَۃُ أَوۡ حُذَارِیۡ سُبَّۃً — لَوَجَدۡتَنِیۡ سَمۡحًا بِذَاكَ مُبِیۡنَا

بعض نسخوں میں "مُبِیۡنَا" کی جگہ "ضَنِیۡنَا" ہے۔

اگر ملامت یا گالی گلوچ کا خوف دامن گیر نہ ہوتا تو اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ مجھے علانیہ طور پر اس دین مبین اور شرع متین کا مُعۡلِن (اعلان کرنے والا) پاتے۔

السید احمد بن زینی دحلان نے اپنی کتاب اسنی المطالب فی نجاۃ ابی طالب ص ۲۵ پر یہ فرمایا ہے۔

قِیۡلَ اِنَّ ھٰذَا الۡبَیۡتَ موضوع کیا گیا ہے کہ یہ شعر موضوع (گھڑا گیا ہے لوگوں نے اسے حضرت ابوطالبؑ کے اشعار میں داخل کر دیا اور یہ اُن کا کلام نہیں ہے، اور ایک رائے یہ بھی ہے کہ یہ اُن کا کلام ہے قریش کو اندھیرے میں رکھنا ہے کہ وہ یہ سمجھ لیں کہ ابوطالبؑ تو ان کے ساتھ اور ان کے دین پر ہیں اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع نہیں کر رہے ہیں تاکہ اس طرح وہ لوگ ابوطالبؑ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کر رہے ہیں اسے قبول کرلیں اور اُن کی بات مان لیں۔

علامہ امینی نے الغدیر ۷ / ۳۳۴ میں زینی دحلان کا قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"اس شعر سے زیادہ سے زیادہ یہ پتا چلتا ہے عار اور گالی گلوچ کا خوف قریش کے افراد سے تھا وہ ڈرتے تھے کہ قریش کے نزدیک ان کی منزلت کم نہ ہو جائے اور ان کے لیے رسول اللہ کی مدد و نصرت ناممکن ہو جائے قریش نے ابوطالبؑ کو دین ظاہر کرنے، دین کو قبول کرنے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ لے کر آئے اس کے اعلان سے روکا تھا۔"

(۷۹)

التخریج:

مطبوعہ دیوان/۱۹

حضرت ابوطالب علیہ السلام اپنے بھائی ابولہب اور بنی ہاشم کے تمام افراد کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں۔

یہ اشعار "بحرِ خفیف" میں ہیں۔

ابولہب اور بنی ہاشم سے خطاب

(۱) قُلْ لِعَبْدِ الْعُزٰی اَخِیْ وَ شَقِیْقِیْ   وَ بَنِیْ هَاشِمٍ جَمِیْعًا عَزِیْنَا

عبدالعزیٰ سے کہہ دو جو میرا سگا بھائی ہے اور تمام بنی ہاشم کے لوگوں کو یہ بتلا دو جو متفرق مقامات پر ہیں۔

عبدالعزیٰ حضرت ابوطالبؑ کے بھائی ابولہب کا نام تھا اور اس کی والدہ لبنیٰ بنت ہاجر تھی اس کا تعلق بنی ضاطرہ سے تھا ابن الاثیر نے اس کا نام رسول اللہ کا استہزاء کرنے والوں میں لکھا ہے اور کہا ہے ان میں سے ابولہب بھی تھا جو رسول اللہ کا سب سے بڑا مخالف تھا اور مسلمانوں کے خلاف تھا بہت بڑا جھٹلانے والا اور اذیت پہنچانے والوں میں سے تھا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر غلاظت پھینک دیتا تھا ایک دن حضرت حمزہ نے اسے یہ کرتے ہوئے دیکھا تو غلاظت اٹھا کر اس کے سر پر ڈال دی۔

ابولہب نے جب بدر میں مشرکین کی ہزیمت کی خبر سنی تو اس مرض میں جس کا نام مرسہ تھا اس کا انتقال ہوگیا۔

(۲) وَ صَدِيقِيْ اَبِيْ عُمَارَةَ وَالْاِخْـ ـوَانِ طُرًّا وَ اُسْرَتِيْ اَجْمَعِيْنَا

اور میرے دوست ابو عمارہ کو اطلاع دے دو اور میرے تمام بھائیوں کو بتلا دو بلکہ میرے تمام قبیلے اور خاندان والوں تک یہ بات پہنچا دو۔

ابوعمارہ سے مراد ولید بن مغیرہ بن عمرو بن مخزوم ہے اور ولید کی کنیت ابوعبدشمس تھی اور وہ ان سے یکسانیت رکھتا تھا یہ قریش کی مانند تھا اس لیے کہ قریش کے سب لوگ مل کر خانۂ کعبہ کا غلاف چڑھاتے تھے اور ولید تنہا یہ کام انجام دیتا تھا

(۳) اِنْ يَكُنْ مَّا اَتٰى بِهٖ اَحْمَدُ الْيَوْ مَ سَنَاءً وَ كَانَ فِي الْحَشْرِ دِيْنَا

جو کچھ احمد مجتبیٰ لے کر آئے ہیں اگر آج کے دن اسے رفعت اور منزلت حاصل ہے تو حشر کے دن اس کی حیثیت دین کی ہوگی (جس کے بارے میں سوال کیا جائے گا)

(۴) فَاعْلَمُوْا اِنَّنِيْ لَهٗ نَاصِرٌ فِيْ كُلِّ حَيٍّ وَ مُجْزِ بِقَوْلِيْ خَاذِلِيْنَا

اور تم سب کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ میں حضرت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ناصر و مددگار رہوں گا جب تک میں زندہ ہوں اور جو لوگ ہماری مدد سے ہاتھ کھینچ رہے ہیں ہمیں تنہا چھوڑ رہے ہیں ان کے لیے میرا یہ قول کافی ووافی ہے۔

(۵) فَانْصُرُوْهُ لِلرَّحِمِ وَ النَّسَبِ الْاَدْ نٰى وَ كُوْنُوْا لَهٗ يَدًا مُصْلِتِيْنَا

جو لوگ ابھی حلقہ بگوش اسلام نہیں ہیں ان سے میں کہہ رہا ہوں کہ وہ آنحضرت کی مدد ونصرت رشتہ داری اور قرابت داری کی وجہ سے کریں تم سب مل کر اٹھو اور دشمنوں کے خلاف ہاتھ میں تلوار اٹھا لو اور شانے سے شانہ ملا کر دشمن محمدؐ کا مقابلہ کرو۔

(۸۰)

تخریج:

شرح ابن ابی الحدید ۳/۳۱۷، الحجہ/۲۲۱۔۲۲۲، الغدیر ۷/۳۳۵ بحار الانوار ۳۵/۱۶۱ مطبوعہ

دیوان میں یہ اشعار نہیں ہیں۔

حضرت ابوطالبؑ نے یہ اشعار ناراضگی کی کیفیت میں کہے تھے جب حضرت عثمان بن مظعون کو قریش نے اذیت پہنچائی تھی۔ ان اشعار کی روایت حضرت علی علیہ السلام سے کی گئی ہے۔

عثمان بن مظعون جمحی زمانہ جاہلیت میں عرب کے صاحبان عقل وخرد میں سے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی تھے۔ تیرہ افراد کے بعد مسلمان ہوئے اور ہجرت اولیٰ میں حبشہ کی جاب ہجرت کی ۲ ھ میں غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور اس کے بعد ان کا انتقال ہوا۔ (اسد الغابہ ۳/۳۸۵ اصابہ ۲/۴۲۴)

یہ اشعار "بحر بسیط" میں ہیں۔

عثمان ابن مظعون اور قریش کا ظلم

(۱) أَمِنْ تَذَكُّرِ دَهْرٍ غَيْرِ مَأْمُوْنٍ   أَصْبَحْتَ مُكْتَئِبًا تَبْكِيْ كَمَحْزُوْنٍ

اے عثمان بن مظعون کیا زمانے کو یاد کر کے آپ خود کو غیر محفوظ سمجھ رہے ہیں؟ اور آپ رنجور و حزین ہیں اور محزون وملول و غمگین کی طرح آنسو بہا رہے ہیں۔

(۲) اَمْ مِنْ تَذَكُّرِ اَقْوَامٍ ذَوِى سَفَهٍ يَغْشَوْنَ بِالظُّلْمِ مَنْ يَدْعُوْ اِلَى الدِّيْنِ

یا آپ اُن سفیہ اور احمق لوگوں کو یاد کر کے رو رہے ہیں جن کا عالم یہ ہے کہ جو بھی دین کی دعوت دیتا ہے اس پر ظلم وستم ڈھاتے ہیں۔

یہاں دین سے مراد اسلام ہے۔

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللهِ الْاِسْلَامُ (آل عمران:۱۹)

بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے۔

(۳) لَا يَنْتَهُوْنَ عَنِ الْفَحْشَاءِ مَا اُمِرُوْا وَ الْغَدْرِ فِيْهِمْ سَبِيْلٌ غَيْرُ مَامُوْنِ

انھیں جتنا روکا جاتا ہے وہ برائیوں اور غلط باتوں کے ارتکاب سے باز نہیں آتے اور بے وفائی اور دھوکا دہی تو ان کا شیوہ ہے اس سے محفوظ رہنا بہت مشکل ہے۔ (یہ شعر غایۃ المطالب میں ہے)

(۴) اَلَا تَرَوْنَ اَذَلَّ اللهُ جَمْعَكُمُ اَنَّا غَضِبْنَا لِعُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنِ

کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے تمھاری جماعت کو ذلت وخواری کا حق دار بنایا ہے ہماری ناراضگی کا سبب عثمان بن مظعون ہیں (تم نے جنھیں ستایا ہے)

(۵) وَ نَمْنَعُ الضَّيْمَ مَنْ يَبْغِىْ مَضِيْمَتَنَا بِكُلِّ مُطَّرِدٍ فِى الْكَفِّ مَسْنُوْنِ

جو شخص ہم پر ظلم وستم روا رکھنا چاہے تو ہم اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا بدلہ لینا جانتے ہیں ہم اسے دور کر دیں گے ان لچک دار نیزوں سے جو ہمارے ہاتھوں میں لہرا رہے ہیں۔

مضیمۃ۔ ظلم یہ لفظ ضیم سے بنا ہے مصدر میمی شروع میں بڑھایا گیا۔

مُطرد۔ چھوٹا نیزہ

(۶) وَ مُرْهَفَاتٍ كَاَنَّ الْمِلْحَ خَالَطَهَا يُشْفِىْ بِهَا الدَّاءُ مِنْ هَامِ الْمَجَانِيْنِ

اور تیز کاٹ والی تلواریں ایسی ہیں گویا کہ ان میں نمک مل گیا ہو۔ ان کے ذریعے سے دیوانوں کی کھوپڑیوں

کا مداوا کیا جاتا ہے۔

مرھفات تیز کاٹ والی تلواریں اس کا واحد مرھف ہے۔ کان الملح خالطھا گویا کہ اس میں نمک کی آمیزش ہے۔

عمر بن براقہ الہمدانی نے کہا جیسا کہ شرح ابن ابی الحدید میں ہے۔

وَ كَيْفَ يَنَامُ اللَّيْلَ مَنْ جُلُّ مَالِهٖ حُسَامٌ كَلَوْنِ الْمِلْحِ اَبْيَضُ صَارِمٍ

بھلا وہ رات کو آرام وسکون سے کیسے سوسکتا ہے جس کی کل پونجی ایسی شمشیر آبدار ہے جو برنگ نمک ہے جس سے دیوانوں کی کھوپڑیوں کا علاج کیا جاتا ہے۔

(۷) حَتّٰى تَقِرَّ رِجَالٌ لَاَحْلُوْمَ لَهَا بَعْدَ الصُّعُوْبَةِ بِالْاِسْمَاجِ وَ اللِّيْنِ

یہاں تک کہ جن لوگوں کے دماغ خراب ہیں ان کے ہوش ٹھکانے آجائیں مشکلات اور دشواریوں کے بعد ہم نرمیِ گفتار اور عفوو درگزر سے کام لیں گے۔

(۸) أَوْ تُؤْمِنُوْا بِكِتَابٍ مُنْزَلٍ عَجَبٍ عَلٰى نَبِيٍّ كَمُوْسٰى اَوْ كَذِى النُّوْنِ

یا تم ایمان لے آؤ اس کتاب پر جو اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے جس میں عجیب وغریب واقعات ہیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کتاب نازل ہوئی تھی (جس کا نام توریت تھا) یا وہ پیغام الٰہی جو حضرت یونس علیہ السلام تک آیا تھا۔

ان کے علاوہ اس وزن اور اس بحر میں دیگر اشعار ہیں جو ہم کتاب غایۃ الطالب سے نقل کر رہے ہیں۔

(۹) اِذْ يَلْطِمُوْنَ وَ لَا يَخْشَوْنَ مُقْلَتَهٗ طَعْنًا دِرَاكًا وَ ضَرْبًا غَيْرَ مَرْهُوْنَ

وہ وقت یاد کرو جب وہ ان کے منہ پر طمانچے مار رہے تھے اور ان لوگوں کو ابن مظعون کی آنکھوں کی کوئی فکر نہ تھی کہ ان کی آنکھ ضائع ہوگئی کیا انھیں خیال نہ تھا کہ اس کے بدلے میں انھیں زبردست اور پے در پے نیزہ زنی اور تلوار بازی کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔

(۱۰) فَسَوْفَ نَجْزِيْهُمُوْ اِنْ لَمْ نَمُتْ عَجَلًا   كَيْلًا بِكَيْلٍ جَزَاءً غَيْرَ مَغْبُوْنٍ

اگر ہم زندہ وسلامت رہے اور ہم موت سے جلدی ہم کنار نہ ہوئے تو عن قریب ہم ان قریش والوں سے جلد ہی اس عمل کا بدلہ لیں گے ایسا بدلہ جس میں کوئی دھوکا اور نقصان نہیں ہوگا۔ بھرپور انداز میں ناپ تول کے بدلہ لیں گے۔

(۱۱) اَوْ يَنْتَهُوْنَ عَنِ الْاَمْرِ الَّذِيْ وَقَفُوْا   فِيْهِ وَ يَرْضَوْنَ مِنَّا بَعْدُ بِالدُّوْنِ

یا یہ کہ وہ جس بات پر اڑے ہیں اس سے باز آجائیں اپنی روش تبدیل کریں اور ہم سے مصالحت کر لیں ورنہ اس کے بعد انہیں نہایت ذلت وخواری کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔

(۱۲) يَأْتِي بِأَمْرٍ جَلِيٍّ غَيْرِ ذِيْ عِوَجٍ   كَمَا تَبَيَّنَ فِيْ آيَاتِ يَاسِيْنِ

آنحضرت ﷺ اس امر کو لے کر آئے ہیں جو واضح اور روشن ہے اس میں کسی قسم کی کجی نہیں ہے جس طرح واضح ہو گیا ہے سورۂ یٰسین کی آیتوں میں۔

يٰسٓ ﴿۱﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳﴾ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴﴾ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۵﴾

یٰسین۔ قسم ہے قرآن کی جو حکمت سے بھرا ہوا ہے۔ (اے محمدؐ) بے شک آپ پیغمبروں میں ہیں۔ سیدھے راستے پر۔ یہ قرآن اس کا نازل کردہ ہے جو غالب اور مہربان ہے۔

(۸۱)

تخریج:

الاغانی ۹/۵۱، شرح ابن ابی الحدید ۳/۴۶۹۔۴۷۰
خزانۃ الادب ۱۰/۴۶۳۔۴۶۷ مطبوعہ دیوان ۲۰۔۲۱

یہ اشعار "بحرِ خفیف" میں ہیں۔

مسافر ابن عمر کی موت پر

(۱) لَيْتَ شِعْرِيْ مُسَافِرِ بْنِ اَبِيْ عَمْـ ـرٍو وَلَيْتٌ يَقُوْلُهَا الْمَحْزُوْنُ

کاش مجھے معلوم ہوتا اے مسافر بن عمرو کہ میں "لیت" (اے کاش) کیوں کہہ رہا ہوں اور "لیت" تو وہ کہتا ہے جو غم زدہ اور رنجور ہو میں نے جب سے تمھاری موت کی خبر سنی تو مجھ پر یہ کیفیت طاری ہوگئی اور میں نے کہا۔

یہ شعر کتاب سیبویہ ۲/۷۰۳ اور شرح الکافیہ ۲/۳۶۲ شواہد میں سے ہے۔

اغانی میں ہے مسافر بن ابی عمرو بن امیہ جس کی کنیت ابو امیہ تھی اس کی ماں آمنہ بنت وھب بن ابان بن کلب بن ربیعہ تھی۔ وہ اپنی قوم کا سردار اور سخی تھا وہ مسافروں کے لیے زاد راہ مہیا کرتا تھا لوگوں نے اسے "ازواد الرکب" کے لقب سے ملقب کیا تھا اس لیے جب بھی کوئی مسافر گزرتا یا محتاج نظر آتا اسے لے کر آتا اس کی خاطر مدارات کرتا اور پھر اسے روانہ کرتا وہ قریش کے شعراء میں مشہور شاعر تھا وہ یہ شعر گنگنا تا رہتا تھا۔

يَا مَنْ لِقَلْبٍ مُقْصَدٍ تَرَكَ الْمُنٰى لِفُؤَادِهَا

اور یہ شعران اشعار میں سے ہے جسے اس نے ھند بنت ربیعہ بن عبد شمس کے لیے کہا تھا۔ وہ اس سے محبت

کرتا تھا قاقا کہ ابن المغیرہ کے طلاق دینے کے بعد مسافر نے اس کے والد سے ہند کا رشتہ مانگا وہ اس کے مال و دولت سے راضی نہیں ہوا یہ نعمان کے پاس آیا اپنے معاملے میں اس سے مدد کا خواستگار ہوا پھر واپس لوٹ آیا سب سے پہلے جس نے ملاقات کی وہ ابوسفیان تھا اس نے یہ بتایا کہ اس نے ہند سے شادی کر لی ہے یہ سن کر وہ بیمار پڑ گیا یہاں تک اس کا پیٹ پھول گیا اس نے اپنے پیٹ کو لوہے سے داغا لیکن داغ کے باوجود گرانی بڑھتی گئی وہ مکہ کے لیے روانہ ہوا۔

مسافر بن عمرو نے مکہ میں نشوونما پائی۔ نعمان بن منذر کے پاس گیا اس نے عزت دی اور اُسے اپنا ندیم خاص بنا لیا وہ مکہ واپس آ رہا تھا کہ راستہ میں طبالہ کے مقام پر ہجرت سے ۲۰ سال قبل اس کی وفات ہوگئی۔ قریش کو اس کی موت کی خبر دی گئی تو ابوطالبؑ نے یہ اشعار کہے۔

(۲) اَیُّ شَيءٍ دَهَاكَ اَوْ غَالَ مَرْآ ... كَ وَ هَلْ اَقْدَمَتْ عَلَيْكَ الْمَنُوْنُ

اے مسافر بن عمرو یہ بتاؤ کہ تم پر کون سی آفت نازل ہوئی تھی یا کسی چھلاوے نے تمھیں ہلاک کر ڈالا اور کیا موت نے تم پر حملہ کر دیا اور تم موت کے گھاٹ اتر گئے۔

(۳) كَيْفَ كَانَتْ مَذَاقَةُ الْمَوْتِ اِذْ ... مِتَّ وَ مَا ذَا بَعْدَ الْمَمَاتِ يَكُوْنُ

یہ تو بتاؤ کہ جب تم موت سے ہم کنار ہوئے تو موت کا ذائقہ کیسا تھا اور مرنے کے بعد کیا ہوگا۔ یعنی حشر نشر اور قیامت وغیرہ کے بارے میں کچھ تو کہو۔

(۴) يَرْجِعُ الرَّكْبُ سَالِمِيْنَ جَمِيْعًا ... وَ خَلِيْلِيْ فِيْ مَرْمَسٍ مَدْفُوْنُ

یہ شعر کتاب اغانی میں ہے۔

جتنے سوار مسافرت کرتے ہیں تو سب کے سب سلامتی کے ساتھ واپس آ جاتے ہیں، لیکن افسوس کہ میرا دوست منوں مٹی کے نیچے دفن ہے۔

(۵) أَنَا حَامِيْكَ مِثْلُ آبَائِيَ الزُّهْـ ... ـرِ لِآبَائِكَ الَّتِيْ لَا تَهُوْنُ

میں تمھارا حامی و ناصر ہوں اپنے درخشاں آباء واجداد کی طرح جن کی عزت کبھی پست اور بے وقعت نہیں

ہوگی۔

(۶) مَيْتُ صِدْقٍ عَلَى هَبَالَةَ اَمْسَيْـ ـتَ وَ مِنْ دُوْنَ مُلْتَقَاكَ الْحَجُوْنُ

تم جب ھبالہ کے مقام پر پہنچے تو سچ مچ تمھیں موت نے آلیا اور تم حجون مکہ مکرمہ تک نہ پہنچ سکے۔ درمیان میں ہی موت کا فرشتہ آ گیا اور تم موت سے ہمکنار ہو گئے۔

معجم البلدان میں یہ شعر اس طرح نقل ہوا ہے۔

مَيْتُ دُرْءٍ عَلَى هَبَالَةَ قَدْ حَا لَتْ فَيَافٍ مِنْ دُوْنِهِ وَ حُزُوْنُ

ابوالفرج نے اغانی میں بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔

(۷) بُوْرِكَ الْمَيْتُ الْغَرِيْبُ كَمَا بُوْ رِكَ نَضْحُ الرُّمَانِ وَ الزَّيْتُوْنِ

جو لوگ عالم مسافرت میں "غریب الوطن" کی حیثیت سے موت سے ہم آغوش ہوتے ہیں تو ان کی موت کو اسی طرح بابرکت قرار دیا گیا ہے جس طرح انار اور زیتون کو نچوڑ کر اس کا عرق باعث برکت ہوتا ہے۔

انار اور زیتون دونوں منفعت بخش پھل ہوتے ہیں۔

یاقوت نے شعر کی یہ روایت کی ہے:

بُوْرِكَ الْمَيْتُ الْغَرِيْبُ كَمَا بُوْ رِكَ نَظْرُ الرَّيْحَانِ وَ الزَّيْتُوْنُ

غریب الوطن اور مسافر اگر حالتِ سفر میں مرجائے تو اس کو اسی طرح بابرکت قرار دیا گیا ہے جیسے گُل بابونہ تر و تازہ رہتا ہے اور زیتون ہمیشہ تازگی اور شادابی کا موجب بنتا ہے۔

(۸) كُنْتَ لِيْ مِرَّةً وَ فَوْقَكَ لَا فَوْ قُ فَقَدْ صِرْتَ لَيْسَ دُوْنَكَ دُوْنُ

تمھارا وجود میرے لیے طاقت و قوت تھا اور تم اتنی بلندی پر تھے کہ اس سے زیادہ بلندی کا تصور نہیں کیا جا سکتا اب مرنے کے بعد تم مٹی کے نیچے چلے گئے جس سے نیچے کوئی نہیں جاتا۔

(۹) كَانَ مِنْكَ الْيَقِيْنُ لَيْسَ بِشَافٍ كَيْفَ اِذْ رَجَمَتْكَ عِنْدِي الظُّنُوْنُ

تمھاری صحبت اور دوستی کا یقین میرے لیے کافی اور شافی نہ تھا تو پھر بھلا یہ وہم وگمان جو تمہاری موت کا مجھ تک آ پہنچا ہے مجھے کب مطمئن کر سکتا ہے۔یعنی مجھے تمھاری موت کا یقین نہیں آ رہا ہے۔

(۱۰) كُنْتَ مَوْلًى وَ صَاحِبًا صَادِقَ الْخُبْـ ـرَةِ حَقًّا وَ خُلَّةً لَا تَخُوْنُ

اے مسافر بن ابی عمرو تم میرے لیے ہمدم دیرینہ، دوست، ساتھی، تجربہ کار صادق الوعد اور ایسے خلیل عزیز تھے جو کبھی خیانت نہیں کرتا۔

(۱۱) مِلْدَرَةٌ يَدْفَعُ الْخُصُوْمَ بِأَيْدٍ وَ بِوَجْهٍ يَزِيْنُهُ الْعِرْنِيْنُ

تم قوم کے نمائندہ اور رہنما تھے اور تمام جھگڑوں اور دشمنیوں کا دفاع خود اپنے ہاتھوں سے اور اپنے اس چہرے سے کرتے تھے جسے سرزینت دے رہا ہے۔یعنی تمھارے تمام فیصلے عقل وخرد پر مبنی ہوا کرتے تھے۔

(۱۲) وَ كَمْ خَلِيْلٍ رُزِئْتُهُ وَ ابْنُ عَمٍّ وَ حَمِيْمٍ قَضَتْ عَلَيْهِ الْمَنُوْنُ

اور بہتر ہے میرے قریبی احباب عم زاد اور جگری دوست ہیں جن کی جدائی اور موت کا صدمہ اور مصیبت میں نے برداشت کی ہے۔

(۱۳) فَتَعَزَّيْتُ بِالتَّأَسِّيْ وَ بِالصَّبْـ ـرِ وَ إِنِّيْ بِصَاحِبِيْ لَضَنِيْنُ

اس غم والم پر میں خود کو تعزیت پیش کرتا ہوں اور صبر کی تلقین کرتا ہوں۔اور یہ جان لو کہ مجھے اپنے رفیق اور ہمدم مسافر بن عمرو کے انتقال پُر ملال سے بہت دکھ ہوا ہے۔جب کہ میں اپنے دوست کے بارے میں بخیل ہوں اور کسی سے حصّہ دار نہیں بنتا۔

(۱۴) فَعَلَيْكَ السَّلَامُ مِنِّيْ كَثِيْرًا أَنْفَدَتْ مَاءَهَا عَلَيْكَ الشُّؤُوْنُ

اے مسافر بن ابی عمرو آپ کی خدمت میں ہم تعزیتی سلام پیش کرتے ہیں اور ہماری ڈھیر ساری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔آنکھیں جتنا گریہ کرنا تھا وہ اپنے آنسو آخری حد تک بہا چکی ہیں آنسو بہاتے بہاتے رگیں سوکھ گئی ہیں۔

قافية الياء

(۸۲)

تخریج

بحارالانوار ۳۵/ ۱۰۲، کفایۃ الطالب/ ۴۰۵۔۴۰۶

الغدیر ۷/ ۳۴۷ المناقب ۲/ ۱۷۴۔۱۷۵

یہ اشعار مطبوعہ دیوان میں نہیں ہیں کفایۃ الطالب از حافظ گنجی شافعی/ ۴۰۵۔۴۰۶ میں ہے اور یہ اصل عبارت ہے۔ نیز حوالے کے لیے ملاحظہ فرمایئے تذکرۃ الخواص ۱۲، الغدیر ۶:۲۱۔۳۸

ابوطالب کی دعا

جابر بن عبداللہ الانصاری سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت علی ابن ابی طالب کی ولادت باسعادت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا تم نے اے جابر اس بہترین مولود کے بارے میں سوال کیا ہے جس کی ولادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے مشابہت رکھتی ہے یقیناً اللہ تبارک وتعالی نے حضرت علیؑ کو میرے نور سے اور میرے نور کو اپنے نور سے خلق فرمایا تھا اور ہم دونوں ایک ہی نور سے تعلق رکھتے ہیں پھر اللہ تعالی حضرت آدم علیہ السلام کے صلب سے ہمیں اصلاب طاہرہ سے ارحام زکیہ تک منتقل کرتا رہا میں جب بھی کسی صلب سے منتقل ہوا تو علیؑ میرے ساتھ ساتھ تھے یہ سلسلہ جاری وساری رہا یہاں تک کہ میرا نور بہترین رحم یعنی آمنہ تک منتقل ہوا اور علیؑ کا نور بہترین رحم یعنی فاطمہ بت اسد تک منتقل ہوا اور ہمارے زمانے میں ایک مرد عابد و زاہد تھا جس کا نام مبرم بن دعیب بن شقبان تھا جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت ۲۷۰ سال تک کی تھی اور اللہ سے ایک

مرتبہ بھی اپنی کسی حاجت کے لیے سوال نہیں کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف حضرت ابوطالبؑ کو روانہ کیا جب مبرم نے انھیں دیکھا تو وہ کھڑا ہوگیا ان کی طرف بڑھا اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اپنے سامنے انھیں بٹھایا پھر اُن سے پوچھا، آپ کون ہیں؟ ابوطالبؑ نے کہا میں تہامہ کا ایک فرد ہو۔

مبرم: کس تہامہ سے آپ کا تعلق ہے؟

ابوطالب: بنی ہاشم سے، عابد تیزی سے اٹھا اور اس نے ان کی پیشانی کا دوبارہ بوسہ لیا پھر اس نے کہا کہ علی الاعلیٰ (مالک دوجہاں) نے مجھے الہام کیا ہے۔

ابوطالب: کیا الہام کیا ہے؟

مبرم (عابد) کہ تمھاری نسل سے ایک بیٹا ہوگا جو "ولی اللہ" ہوگا (ولی خداوند عالم ہوگا)

پس جب وہ شب آئی جس میں علی بن ابی طالبؑ کی ولادت باسعادت ہوئی تو زمین چمک اٹھی اور منور ہوگئی ابوطالبؑ باہر نکلے اور وہ فرما رہے تھے اے لوگو! کعبہ میں ولیٔ خدا پیدا ہوا ہے جب صبح ہوئی تو وہ کعبہ میں آ کر یہ فرما رہے تھے۔ (الرجز)

(۱) يَا رَبَّ هٰذَا الْغَسَقِ الدُّجِيِّ وَ الْقَمَرِ الْمُنْبَلِجِ الْمُضِيِّ

اے اس تیرہ و تاریک رات کے پروردگار اور اس روشن اور چمک دار ماہ کے خالق۔

(۲) بَيِّنْ لَنَا مِنْ اَمْرِكَ الْخَفِيِّ مَاذَا تَرٰى فِيْ اِسْمِ ذَا الصَّبِيِّ

تو اپنے امرِ مخفی سے ہم پر یہ واضح اور آشکار کردے کہ اس بچّے کے نام کے سلسلے میں تیری کیا مرضی ہے۔

فرمایا تو ایک ہاتف کو یہ کہتے ہوئے سُنا۔

(۳) خُصِّصْتُمَا بِالْوَلَدِ الزَّكِيِّ وَ الطَّاهِرِ الْمُطَهَّرِ الرَّضِيِّ

تمھیں مخصوص کیا گیا (اے ابوطالبؑ اور فاطمہ بنت اسد) ایسے پاک و پاکیزہ بیٹے سے جو طاہر مُطہر (پاک کیا جاچکا) اور پسندیدہ ہے۔

(۴) اِنَّ اسْمَهٗ مِنْ شَامِخٍ عَلِيٍّ عَلِيٌّ اشْتُقَّ مِنَ الْعَلِيِّ

بے شک! اس کا نام بلند و بالا ذات کی نسبت سے علی رکھا گیا ہے جو اللہ کے نام علی سے مشتق ہے۔

ابوعلی ہمام روایت کرتے ہیں: کہ جب علی علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو حضرت ابوطالب نے فاطمہ بنت اسد کا ہاتھ تھاما اور علیؑ ان کے سینے پر تھے وہ وادی کی جانب روانہ ہوئے اور بلند آواز میں کہا:

يَا رَبِّ يَا ذَا الْغَسَقِ الدُّجِيِّ وَ الْقَمَرِ الْمُبْتَلِجِ الْمُضِيِّ

بَيِّنْ لَنَا مِنْ حُكْمِكَ الْمَقْضِيِّ مَا ذَا تَرَى فِي اسْمِ ذَا الصَّبِيِّ

فرمایا: کوئی چیز آئی جو زمین پر چل رہی تھی جیسے بادل ہو یہاں تک کہ وہ حضرت ابوطالب کے سینے سے چمٹ گئی انھوں نے اسے علی کے ساتھ سینے سے لگا لیا، جب صبح ہوئی تو کیا دیکھا وہ ایک لوح ہے جس میں یہ تحریر تھا۔

خُصِّصْتُمَا بِالْوَلَدِ الزَّكِيِّ وَ الطَّاهِرِ الْمُنْتَجَبِ الرَّضِيِّ

فَاسْمُهُ مِنْ شَامِخٍ عَلِيٍّ عَلِيٌّ اشْتُقَّ مِنَ الْعَلِيِّ

فرمایا: ان لوگوں نے لوح کو کعبہ میں آویزاں کر دیا، یہ لوح وہاں رہی یہاں تک کہ ہشام بن عبدالملک نے اسے وہاں سے ہٹا دیا۔ (مناقب ابن شہر آشوب۔ دار الاضواء ۱۹۹۱ء ج دوم ص ۱۹۹)

ہمیں خبر دی حافظ ابوعبداللہ محمد بن محمود النجار نے میں نے بغداد میں ان کے سامنے اس حدیث کو پڑھا میں نے اُن سے کہا کہ میں نے اسے نیشاپور میں صفار کے سامنے پڑھا، مجھ سے میری پھوپھی عائشہ نے بیان کیا، ہمیں خبر دی ابن الشیر ازی نے، ہمیں خبر دی حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حافظ نیشاپوری نے اس نے کہا کہ:

ولد أمير المؤمنين علي بن أبي طالب بمكة في بيت الله الحرام ليلة الجمعة لثلاث عشرة ليلة خلت من رجب سنة ثلاثين من عام الفيل، ولم يولد قبله ولا بعده مولود في بيت الله تعالى سواه إكراماً له بذلك، وإجلالاً لمحلّه في التعظيم.

امیر المومنین علی ابن ابی طالب مکّہ میں اللہ کے محترم گھر میں شب جمعہ تیرہ رجب سن ۳۰ عام الفیل کو پیدا ہوئے اللہ کے محترم گھر (کعبہ) میں نہ پہلے کسی کی ولادت ہوئی اور نہ ہی ان کے بعد کوئی پیدا ہوا، یہ ان کے اکرام و اجلال اور تعظیم و تکریم کی وجہ سے تھا۔ (کفایۃ الطالب فی مناقب علی ابن ابی طالبؑ۔ گنجی شافعی ص ۴۰۷)

مزید حوالے کے لئے ملاحظہ فرمایئے:

مستدرک الصحیحین ۳: ۴۸۳، نور الابصار ۶۹، کنوز الحقائق ۱۸۸، اُسد الغابۃ، ۴: ۳۱

حیات ابوطالبؑ پر شائع ہونے والی کتب

(۱) ابوطالب حامی الرسول و ناصره. للشیخ میرزا نجم الدین الطهرانی (۱۳۹۵ھ. مطبوعه النجف. ۱۳۸۰ھ

(۲) ابوطالب عملاق الاسلام الخالد. لمحمد علیؑ آسبَر. طبع دارالاصالة. بیروت. مطبوعه. ۱۴۱۱ھ

(۳) ابوطالب عمّ الرسول. لمحمد کامل حَسَن المحلمیؒ. طبع المکتب العالمی. بیروت. (اتراثنا ۱/۱۲)

(۴) ابوطالب مومن قریش. لعبدالله الخنیزی. طبع دار التعارف للمطبوعات. بیروت. ۱۳۹۸ھ

(۵) اثبات اسلام ابی طالب. لمحمد معین بن محمد امین الهندی التتوی الحنفی (۱۱۶۱ھ) تراثنا ۱/۱۳.

(۶) اخبار ابی طالب و ولده. لابی الحسن علی بن محمد المدائنی (۲۲۵ھ) الفهرست لابن الندیم ۱۲۸.

(۷) اسنی المطالب فی نجاة ابی طالب. للسید احمد بن زینی دحلان مفتی الشافعیة بمکة (۱۳۰۴ھ) طبع طهران.

(۸) ایمان ابی طالب. للسید حسین المجتهد الکرکی ۱۰۰۱ھ. الذریعة ۵۱۲/۲. ۵۱۳.

(۹) ایمان ابی طالب. للشیخ المفید ابی عبدالله محمد بن محمد بن النعمان (۴۱۳).

ط۔ مؤسّسة البعثة۔ قم ۱۴۱۲ھ

(۱۰) ایمان ابی طالب۔ لابی علی الکوفی احمد بن محمّد بن عمّار (۳۳۶ھ)۔ رجال النجاشی ۱/۲۳۲۔

(۱۱) ایمان ابی طالب۔ لأحمد بن القاسم (۳۱۱ھ) رجال النجاشی ۱/۲۳۲۔

(۱۲) ایمان ابی طالب۔ للسیّد أحمد بن موسی بن طاووس الحسنی الحلی (۶۷۳ھ) الذریعة ۲/۵۱۳۔

(۱۳) ایمان ابی طالب۔ لأحمد بن محمّد بن أحمد بن طرخان الکندتی (۴۵۰ھ)۔ رجال النجاشی ۱/۲۲۸۔

(۱۴) ایمان ابی طالب۔ لسهل بن احمد بن عبدالله الدیباجی (۳۸۰ھ) رجال النجاشی ۱/۴۱۹۔

(۱۵) ایمان ابی طالب۔ لابی نعیم علی بن حمزة البصری التمیمی (۳۷۵ھ) الذریعة ۲/۵۱۳۔

(۱۶) ایمان ابی طالب و أحواله و أشعاره۔ لمیرزا محسن بن میرزا محمّد القره داغی التبریزی (القرن ۱۳ھ) الذریعة ۲/۵۱۳۔

(۱۷) بحار الانوار للعلامة محمّد باقر المجلسی (۱۱۱۰ھ) ج ۳۵/۶۸، طبع بیروت ۱۴۰۳ھ

(۱۸) بغیة الطالب فی إسلام أبی طالب۔ للسیّد المفتی میر محمّد عبّاس التّستری اللکهنوی (۱۳۰۶ھ)۔ الذریعة ۳/۱۳۳۔

(۱۹) بغیّة الطالب فی بیان احوال ابی طالب۔ للسید محمد بن حیدر الموسوی الحسینی العاملی (القرن ۱۱ھ) الذریعة ۳/۱۳۵۔

(۲۰) بغیة الطالب لایمان ابی طالب۔ لجلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی (۹۱۱ھ) الذریعة ۳/۵۱۰۔

(۲۱) بغیة الطالب لایمان ابی طالب۔ لمحمد بن عبدالرسول البرزنجی الشافعی

(۱۱۰۳ھ)تراثنا ۲/ ۵۱.

(۲۲) البیان عن خیرۃ الرحمان فی ایمان ابی طالب و آباء النبی ﷺ لابی الحسن علی بن بلال المهلبی الازدی۔ رجال النجاشی ۲/ ۹۶.

(۲۳) الحجة علی الذاهب الی تکفیر أبی طالب۔ للسیّد فخار بن معد الموسوی (۶۳۰ھ)ط۔ قم، ۱۴۱۰ھ.

(۲۴) دیوان ابی طالب و ذکر إسلامِه۔ لأبی نعیم علیّ بن حمزة البصری التمیمیؒ (۳۷۵ھ)الذریعة ۹/ ۴۲.

(۲۵) الرّغائب فی ایمان ابی طالب۔ للسیّد مهدی بن علی الغریفیؒ البحرانیؒ۔الذریعة ۱۱/ ۲۳۱.

(۲۶) شعر ابی طالب۔ لأبی هفّان عبدالله بن احمد بن حرب المَهْزَمیؒ العبدی (القرن۳۔ھ)ط النجف۔ ۱۳۵۶ھ.

(۲۷) الشهاب الثاقب لرجم مکفّر أبی طالب۔ للشیخ میرزا نجم الدین الطهرانیؒ (۱۳۵۹ھ)مقدمة إیمان أبی طالب(ط مؤسّسة البعثة)۱۱/.

(۲۸) شیخ الابطح أبوطالب۔ للسیّد محمد علی آل شرف الدین العاملی (۱۳۷۲ھ) ط۔ بغداد، ۱۳۴۹ھ.

(۲۹) شیخ بنی هاشم ابوطالب۔ لعبد العزیز۔ سیّد الأهل۔ط سنة ۱۳۷۱ھ (الذریعة ۱۴/ ۲۶۵.

(۳۰) ضیاء العالمین۔ لأبی الحسن الشریف الفتونیؒ۔ الغدیر ۷/ ۴۰۰.

(۳۱) الغدیر۔ لعبد الحسین أحمد الامینیؒ (۱۳۹۰ھ) ج ۷/ ۳۳۰۔ ۴۰۹، ج۸/ ۳۔ ۳۰، طبع بیروت، ۱۴۰۳ھ.

(۳۲) فصاحة أبی طالب۔ لأبی محمّد الأطروش الحسن بن علی۔ رجال النجاشی ۱/ ۱۶۱.

(۳۳) فضل ابی طالب و عبد المطّلب و أبی النبیّ (ﷺ)۔ لأبی القاسم سعد بن عبد الله

أبي خلف الأشعريّ القمّيّ (۲۹۹ أو ۳۰۱ھ) رجال النجاشي ۱/۳۰۳.

(۳۴) فیض الواهب فی نجاة أبي طالب۔ لأحمد فيضي بن حاج علي عارف الجوروميّ الحنفيّ (۱۳۲۷ھ). هدية العارفين ۱/۱۹۵.

(۳۵) القول الواجب فی ایمان ابی طالب۔ لمحمد علی بن جعفر علی الفصیح الهندی (القرن ۱۳ھ). الذريعة ۱۴/۲۱۶.

(۳۶) کتاب فی عبدالمطلب و عبدالله و ابی طالب۔ علیهم السلام۔ للشیخ الصدوق محمد بن علی بن الحسین (۳۸۱ھ) رجال النجاشی ۲/۳۱۳.

(۳۷) کنز الفوائد۔ لأبي الفتح محمد بن علی الکراجکی (۴۴۹ھ) طبع مکتبة المصطفوی، قم فقد العلامة الکراجکیّ فصلاً فیما یدلّ من اشعار ابی طالب علی ایمانه وما ورد فیه من الاحادیث.

(۳۸) مسألة فی ایمان آباء النبیﷺ۔ للشیخ أبي یعلی محمد بن الحسن ابن حمزة الجعفریّ خلیفة الشیخ المفید (۴۶۳ھ). ذکره صاحب الذریعة تحت عنوان ایمان ابی طالب۔ الذریعة ۲/۵۱۲، ۲۰/۳۸۳.

(۳۹) مقصد الطالب فی ایمان آباء النبیﷺ و عمّه أبي طالب۔ لمیرزا حسین بن علی رضا الرّبانی الگرگانی المشهور بجناب (۱۳۱۱ھ). الذریعة ۲۲/۱۱۱.

(۴۰) منیة الراغب فی ایمان ابی طالب۔ لمحمد رضا الطبسی النجفی. ترجمه بالفارسیّة محمد محمدی وطبع بطهران.

(۴۱) منیة الراغب فی ایمان ابی طالب۔ للسیّد حسین الیزدیّ الحائری الواعظ (۱۳۰۷ھ). الذریعة ۲۳/۲۰۳.

(۴۲) منیة الطالب فی حیاة أبي طالب۔ لحسن بن علي القبانچی الحسینی النجفی. الذریعة ۲۳/۲۰۳.

(۴۳) منی الطالب فی ایمان ابی طالب۔ لابی سعید محمد بن أحمد الخزاعی. الفهرست

لمنتجب الدّین/۱۵۷.

(۴۴) مواهب الواهب فی فضائل أبی طالب. للشیخ جعفر النقدی (۱۳۷۰ھ). ب النجف، ۱۳۴۱ھ.

(۴۵) نجاة ابوی النبیﷺ و خاتمته فی نجاة أبی طالب. للسید محمد بن رسول البرزنجی الکردی (۱۱۰۳ھ). الذریعة ۵۱۱/۲.

(۴۶) الیاقوتة الحمراء فی ایمان سیّد البطحاء. للسّیّد طالب الحسینی آل علی خان مدنی (معاصر). مقدمة ایمان ابی طالب (ط مؤسسة البعثة)/۱۳.